تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

جلد دوم

سلسلہ نقشبندیہ اور بعض علاقائی علماء و صوفیہ کے حالات

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

تذکرہ
عُلماءِ و مشائخ
پاکستان و ہند

جلدِ دوم

سِلسلۂ نقشبندیہؒ اور بعض علاقائی عُلماء و صُوفیہ کے حالاتؒ

تالیف

محمّد اقبال مُجدّدی

پروگریسو بکس

یُوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 37352795

کتاب : تذکرہ عُلماء و مشائخ پاکستان و ہند

جلد دوم : سلسلہ نقشبندیہ اور بعض علاقائی عُلماء و صُوفیہ کے حالات

مولف : پروفیسر محمد اقبال مجددی

طابع : آر۔آر۔ پرنٹرز

ناشر : چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول۔ میاں شہزاد رسول

سن اشاعت : ۲۰۱۳ء

قیمت : =/ روپے

لائبریری کارڈ کیٹلاگ

محمد اقبال مجددی

تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

لاہور، پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء

۱۔ تذکرہ ہائی علماء و مشائخ ۲۔ سلاطین دہلی و مغلیہ

۳۔ تصوف، پاکستان و ہند ۴۔ تذکرۂ علماء

۵۔ صوفیہ، سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ

۶۔ صوفیہ سلسلہ نقشبندیہ، احراریہ، علاقائی تذکرے

۷۔ عنوان کتاب

۹۲۲،۹۷

فہرست

سلسلۂ نقشبندیہ

بعض علاقائی علماء ومشائخ

نوٹ: ان میں سے بعض شخصیات کی تحریرات کے عکس تذکرۂ حاضر کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

سلسلۂ نقشبندیہ

شیخ اسماعیل نقش بندی لاہوری

مولانا شیخ اسماعیل محدث لاہوری، نویں صدی ہجری کے مسند وقت اصحاب میں سے تھے۔ فقہ اور حدیث کی تحصیل ہرات میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد ہروی اور امیر سیّد جمال الدین عطا اللہ محدث کی خدمت میں کی (اذکارِ ابرار ۴۹۸)

مولانا سیف الدین احمد ہرات کے شیخ الاسلام تھے اور ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء میں ہرات میں مرزا بدیع الزمان کے زمانے میں اقامت اختیار کی (خلاصۃ الاخبار ۳۹) موصوف مولانا سعد الدین مسعود تفتازانی کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ الاسلام سیف الدین احمد جو ایک شافعی سنی عالم تھے اور اپنی شہادت تک ہرات میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ جب شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء کو مرزا حسین بایقرا کے عہد میں ہرات پر حملہ کیا تو اس حملے میں شیعہ مذہب قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں جن علماء کو اس نے شہید کیا ان میں شیخ الاسلام سیف الدین احمد ہروی بھی شامل تھے (تاریخ رشیدی ۲۳۵، بابر نامہ ۱/۲۸۳، زندگانی شاہ عباس اول ۳/ ۳۱۔۴۰)

مولانا اسماعیل لاہوری کے دوسرے استاد میر جمال الدین عطاء اللہ محدث اپنے عہد کے اسلامی علوم میں بے مثل استاد تھے اور ۹۳۴۔۹۳۷ھ / ۱۵۲۷۔۱۵۳۱ء تک بقیدِ حیات تھے (بابر نامہ ۱/ ۲۸۴) اور مدت تک مدرسہ سلطانیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور اجتہاد میں پورے وسطی ایشیاء میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔ (خلاصۃ الاخبار ۴۰۔۴۱ حبیب السیر ۳/ ۳/ ۳۴۸۔۳۴۹)۔

مولانا اسماعیل محدث لاہوری کا سلسلۂ نقشبندیہ سے تعلق تھا اور معروف عالم شیخ امیر عبد اللہ ہروی معروف بہ میر قطبی کے حوزۂ سلوک سے تعلق رکھتے تھے۔ میر قطبی خواجہ عبید اللہ احرار کے سلسلۂ سلوک کے فردِ فرید شیخ جلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تھے (اذکارِ ابرار ۴۹۸)

مولانا اسماعیل نقش بندی لاہوری کا لاہور میں ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں وصال ہوا اور لاہور ہی میں دفن ہیں۔ (ایضاً ۴۹۸)

مفتی غلام سرور لاہوری نے جن شیخ اسماعیل محدث لاہوری متوفی ۴۴۸ھ کے حالات اپنی کتابوں خزینۃ الاصفیا ۲/ ۲۳۰ اور حدیقۃ الاولیأ (۱۷۹) میں لکھے ہیں۔ ان کا ذکر ان کی معاصر کتبِ تاریخ و تذکروں میں نہیں ملتا بعد کی معتبر کتب نفحات الانس اور اخبار الاخیار بھی ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ بعد کے تذکرہ نویسوں نے مفتی غلام سرور کی تقلید کی ہے۔

سیّد ہاشمی فرید آبادی نے کشف المحجوب (ص۱۲۸) میں مذکور معاصرین غزنی کے سلسلہ میں شیخ اسماعیل الشاشی کو شیخ اسماعیل محدث لاہوری قیاس کر لیا ہے۔ (مآثر لاہور ج ۲/ ۱۰) جو درست معلوم نہیں ہوتا۔

بحث کا حاصل یہ ہے کہ مفتی غلام سرور لاہوری اور سیّد ہاشمی فرید آبادی نے بغیر کسی تحقیق کے جن شیخ اسماعیل محدث لاہوری متوفی ۴۴۸ھ کا تذکرہ کیا ہے وہ کوئی اور شخصیت ہیں اور ہمارے زیرِ بحث بزرگ شیخ اسماعیل نقش بندی لاہوری متوفی ۹۸۰ھ کوئی دوسری شخصیت ہیں (حدیقۃ الاولیا، تعلیقات ۱۸۰) خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری متوفی ۷۹۱ھ سے نسبت نقشبندیہ کا آغاز ہوا۔ بھلا ۴۴۸ھ میں فوت ہونے والے بزرگ اس نسبت سے کیسے منسوب ہو سکتے تھے؟

مآخذ

۱۔ خواندمیر: حبیب السیر طبع دبیر سیاقی۔ تہران

۲۔ نوائی، عبد الحسین: رجال کتاب حبیب السیر، تہران ۱۳۲۴ش

۳۔ خواندمیر: خلاصۃ الاخبار (یک فصل مربوط۔ رجال وبناءہا) طبع گویای اعتمادی، کابل ۱۳۴۵ش

۴۔ غوثی، محمد مانڈوی: اذکارِ ابرار ترجمہ گلزارِ ابرار، لاہور ۱۳۹۵ھ

۵۔ فلسفی، نصر اللہ: زندگانیِ شاہ عباس اول۔ تہران ۱۳۵۲ش

۶۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء لکھنو ۱۸۷۵ء

۷۔ ایضاً حدیقۃ الاولیاء طبع (محمد اقبال مجددی) لاہور ۱۹۷۶ء

۸۔ ہاشمی فرید آبادی: مآثرِ لاہور، لاہور ۱۹۵۶ء

۹۔ امیر محمود خواند میر: تاریخ شاہ اسماعیل وشاہ طہماسب صفوی (ذیل حبیب السیر) طبع محمد علی جراحی۔ تہران ۱۳۷۰ش

10- Babur, 2 M: Babur Nama, English tran. By Bevervidge, Lahore, 1975
11- Zain Khan: Tabaqat-i-Babur, English tran S.H. Askri Dehli, 1982
12- Dughlat, M. H: Tarikh-I-Rashidi, English tran by Elias and Denison Ross , London 1895

۲ فروری ۱۹۹۶ء

(برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران)

حضرت خواجہ باقی باللہ

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی گیارہویں صدی ہجری کے نامور عالم، صوفی، مصنف اور شاعر تھے، آپ کے والد قاضی عبدالسلام خلجی ترک سمرقندی ایک عالم اور صوفی تھے، انہوں نے کابل میں سکونت اختیار کر لی، جہاں خواجہ باقی باللہ کی ولادت ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ / ۱۵۶۳ یا ۱۵۶۴ء کو ہوئی (زبدۃ المقامات ص ۵، حضرات القدس ۱/ ۳۵۰)

آپ کے نسب کے بارے میں تذکرہ نویسوں کو غلط فہمیاں ہو گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ نسباً خلجی ترک تھے اس قوم کا مستقر علاقہ قرشی تھا اس لیے آپ قرشی بھی کہلائے (زاد المعاد ۲۳۹، مقدمہ کلیات باقی باللہ، رفع یک اشتباہ قدیم۔۔۔۔۔۶۰۔۷۶) آپ کا اصل نام محمد باقی نقشبندی اور لقب خواجہ بیرنگ باقی باللہ تھا (کلیات خواجہ ۱۹، مقدمہ ابوالحسن زید ص ۷، مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۹۰)

خواجہ باقی باللہ نے اس عہد کے معروف عالم مولانا صادق حلوائی (ف ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) سے تحصیل علم کی اور انہی کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر چلے گئے جہاں سلسلہ تعلیم جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ عالم بن گئے (ملفوظاتِ خواجہ باقی باللہ، مقدمہ ۷۔۸، زبدۃ المقامات ۶، حضرات القدس ۱/ ۳۵۱)

آپ کی والدہ محترمہ خواجہ عبید اللہ احرار (ف ۸۹۵ھ / ۱۴۹۰ء) کی دختری اولاد میں سے تھیں (حضرات القدس ۱/ ۳۵۰) آپ نے اپنے مادری اجداد سے سلوک کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی تھی (مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۹۰) اس کے بعد خواجہ عبید کی خدمت میں بیعت توبہ کی، پھر خواجہ افتخار شیخ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی دوران امیر عبداللہ بلخی کے حضور تجدید توبہ کی، اس کے بعد ہندوستان آئے اور کشمیر جا کر شیخ بابا والی (ف ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو باطنی کشادگی کا احساس ہوا انہی کے ایما پر آپ سنٹرل ایشیاء کے معروف نقش بندی شیخ طریقت خواجگی امکنگی (Amkangi) (ف ۱۰۰۸ھ / ۱۶۰۰ء) کی خدمت میں حاضر

ہوئے جہاں تعلیم سلوک کی تکمیل اور خلافت یاب ہو کر ہندوستان کا رخ کیا۔ (ملفوظات خواجہ باقی باللہ ۲۰۔۲۱، زبدۃ المقامات ۱۰۔۱۱، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۰۹۔۱۱۰)

ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کا قیام لاہور میں رہا آخری مرتبہ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے اس دوران لاہور کے علماء و صوفیہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے جہاں قلعۂ فیروزی میں تاحیات مقیم رہ کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ (زبدۃ المقامات ص ۱۴، حضرات القدس ۱/ ۳۵۳)

حضرت خواجہ باقی باللہ کا ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء کو وصال ہوا اور دہلی ہی میں نقشِ قدم رسول اللہ (ﷺ) کے جوار میں دفن کیے گئے۔ (ذکر جمع اولیاء دہلی ۸۵، کلمات الصادقین ۱۸۸) اس وقت آپ کا مزار پرانی دہلی کی فصیل سے مغرب لاہوری دروازے سے چار فرلانگ قطب روڈ پر واقع ہے۔ (مقدمہ کلیات خواجہ باقی باللہ ۱۴)

آپ کے دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور محمد عبد اللہ ملقب بہ خواجہ خُرد آپ کے جانشین اور اکابر علماء و مشائخ میں شمار کیے گئے، حضرت خواجہ کے وصال کے وقت آپ کے دونوں صاحبزادے کم سن تھے خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے ان کی تعلیم و تربیت کی اور خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کی خانقاہ کا تمام انتظام و انصرام اپنے ذمہ لیا۔ (زاد المعاد ۱۲۲)

خواجہ باقی باللہ کے خلفاء میں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، خواجہ حسام الدین احمد (جانشین)، شیخ مرتضیٰ سنبھلی، شیخ الہداد امروہوی، شیخ طاہر بدخشی، مولانا محمد فاضل بدخشی، مُلا عبد السلام، ملا جمال تلوی (طبقاتِ شاہجہانی طبقہ نہم دہم)، شیخ نور الحق مشرقی بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مولانا میر محمد زاہد ہروی، مولانا احمد لاہوری، مولانا شیر محمد لاہوری، میاں شیخ اسماعیل رشدی۔ شیخ تاج الدین سنبھلی مکی اور خواجہ محمد قلیج خان بہادر (زاد المعاد۔ برگ ۲۰۰۔۲۴۰) وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]۔

آپ کے خلفاء میں سب سے زیادہ شہرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حاصل ہوئی اور وہی آپ کے صحیح جانشین ہوئے جن سے سلسلہ نقشبندیہ کا نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام اور ماوراء النہر میں احیاء ہوا۔

---

[1] ہم نے زاد المعاد کے مقدمہ میں حضرت خواجہ کے ۸۱ خلفاء کی فہرست شامل کی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کی تصانیف میں سے فارسی نثر میں چند رسائل اور کچھ مثنویات، رباعیات اور قطعات ملتے ہیں۔ ملفوظات اور مکتوبات کے مجموعے ان کے علاوہ ہیں۔

رسائل

۱۔ رسالہ دربیان حقیقت نماز:

اس رسالے میں نماز کی حقیقت صوفیہ کرام کے نقطہ نظر سے بیان کی ہے۔ مولانا محمد قاضی کا تذکرہ سلسلۃ العارفین سے خواجہ احرار کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

۲۔ رسالہ صورت نماز:

اس مختصر سے رسالے میں آپ نے "ھوالسمیع البصیر" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ادائیگی نماز کی صورت بتائی ہے۔

۳۔ مختصر بیان توحید:

اس رسالے میں توحید کا بیان نہایت مجمل طریقے سے بیان کیا ہے، آیات واحادیث کے اقتباسات سے پر ہے۔

۴۔ رسالہ در معنیٔ اعوذ باللہ:

اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اقوال صوفیہ اور فارسی اشعار بھی برجستہ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ معنی بسم اللہ وسورۂ فاتحہ:

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ ہر نئی بات کو وصل کے عنوان سے شروع کیا ہے، اس میں اکابر صوفیہ کے اقوال درج کر کے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے، فتوحاتِ مکیہ کے حوالے بھی آئے ہیں۔

۶۔ بیان سورۂ والشمس

اس میں سورۂ والشمس وضحٰہا کا بیان ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال فتوحاتِ مکیہ اور اس کے مندرجات کی توضیح کی گئی ہے، مولانا علاء الدین مکتب دار ایک بڑے صوفی تھے ان کی مولانا جامی کی خدمت حاضری اور ابن عربی کے اقوال کی تشریحات در محفل جامی کا ذکر بھی آیا ہے۔ (ص ۱۶۳)

۷۔ بیان سورۂ اخلاص:

۸۔ بیان سورۂ خلق:

۹۔ بیان سورہ الناس:

۱۰۔ بیان آیۃ وھو معکم:

[یہ نہایت مختصر رسائل ہیں جو فارسی نثر میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی مجمل تفسیر، صوفیہ کی طرز میں کئی گئی ہے۔]

۱۱۔ ترجمہ دعائے قنوت:

مریدین صوفیہ کے اوراد کے سلسلے میں حضرت خواجہ نے دعائے قنوت کا ترجمہ فارسی نثر میں کیا ہے۔

۱۲۔ رسالۂ ناتمام در علم سلوک:

اس رسالے میں سلوک کے ابتدائی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ وصول بفنائی حقیقی، طریقۂ نفی واثبات، رسالۂ ناتمام آپ کے مجموعہ مکتوبات میں مکتوبات نمبر ۶۲ کے طور پر شامل ہے۔

۱۳۔ رسالہ سلسلۃ الاحرار:

یہ رسالہ ۱۰۰۷ھ میں تالیف ہوا اس میں حضرت خواجہ نے اپنی رباعیات کی شرح فارسی نثر میں لکھی ہے، کل ۴۶ رباعیات ہیں، اکثر رباعیات کا موضوع وحدت الوجود کے بعض مدارج کی تشریح ہے۔ حضرت خواجہ نے اس رسالے کے آخر میں اس کی تاریخ تکمیل کے طور پر ۱۹ مادہ ہائے تاریخ بھی املا کروائے ہیں، آپ کے کلیات میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے آپ کی پہلی دو رباعیات پر تعلیقات لکھے ہیں۔ ان رباعیوں کا تعلق وجود واجب تعالیٰ اور وجود ممکنات یعنی ربط وحادث بالقدم کے مسئلہ پر ہے۔ اس سلسلے میں جو شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے تھے حضرت مجدد الف ثانی نے ان کا دفعیہ کیا ہے۔ آخر میں بطور ذیل اکابرِ نقشبندیہ کے نزدیک جو توحید اور شہود وحدت در کثرت معتبر ہے، کی تفصیل بھی یکجا کر دی ہے۔

یہ تعلیقات رسائل مجددیہ میں شامل اور متعدد بار طبع ہو چکے ہیں۔

۱۴۔ مکتوبات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے مکتوبات جو تعداد میں ۸۷ ہیں اپنے احباب اور مخلصین کے نام لکھے گئے ہیں۔

ان مکاتیب میں تصوّف کے عمومی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ایک مکتوب میں اپنا رسالہ در سلوک نقل کر دیا ہے۔

مکتوبات کا یہ مجموعہ بھی آپ کے مطبوعہ کلیات میں شامل ہے۔

۱۵۔ ملفوظات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ان ملفوظات کا آغاز صفر ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء سے ہوتا ہے۔ اور یوم وصال ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے جامع کو حضرت خواجہ کی ایک خود نوشت تحریری ملی تھی جس میں آپ نے اپنے سلوک کے آغاز کے حالات لکھے تھے وہ بھی نقل کر دی ہے۔ آخر میں دو فصول کا اضافہ کیا ہے پہلی فصل در بیان بعضی از اطوار حضرت ایشاں اور دوسری فصل در بیان تربیت مستر شدان طریقہ پر مشتمل ہے۔

جامع نے آغازِ رسالہ میں بتایا ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے لیکن خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کے ایما پر میاں شیخ اسماعیل نے آپ کے ملفوظات، رقعات اور دیگر رسائل کو ایک مجموعہ کی صورت میں مرتب کر دیا تھا (زاد المعاد ۲۲۸) جامع نے آخر میں ایک طویل مرثیہ بھی لکھا ہے جس میں اپنا تخلص رشدیؔ بتایا ہے۔

۱۶۔ مجموعہ کلام

مذکورہ رباعیات کے علاوہ آپ کے فارسی کلام میں مثنوی قبل از زمان درویشی، مثنوی گنج فقر، ساقی نامہ، سلسلہ نامہ پیرانِ طریقت، تاریخ تولد دو پسرانِ خود، چند رباعیات و فرد بھی شامل ہیں۔

آپ کا تخلص باقی ہے (کلیات ص ۳۸) کلام کا زیادہ حصہ مثنوی اور رباعی پر مشتمل ہے۔ اور یہی صوفیہ کے ہاں رائج بھی تھا۔ مثنوی گنج فقر میں عشق حقیقی کی کیفیات و واردات کا ذکر ہے، مثنوی فقر و عشق میں فقر اور عشق کے اتصال کا ذکر کیا ہے، اس میں ناکامی و نامرادی کو ایک پسندیدہ چیز بتایا ہے، ساقی نامہ میں ساقی سے خطاب کرتے ہوئے عشق کی فضیلت عقل پر ظاہر کی ہے، رموزِ عشق کی وضاحت کے لیے مولانا روم کے تتبع میں حکایات بھی بیان کی ہیں، کلیاتِ خواجہ باقی باللہ کے کئی خطی نسخے پاکستان و ہند اور کتابخانہ دیوان ہند، لندن میں محفوظ ہیں۔ لیکن معتبر قلمی نسخہ خانقاہ میرزا مظہر جان جاناں شہید، دہلی کے سجادہ نشین مولانا ابو الحسن زید فاروقی کے کتب خانے

میں ہے جسے شاہ غلام دہلوی (خلیفہ میرزا مظہر) کے نوشتہ نسخے سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مولانا زید مذکور ہی کی تصحیح و مقدمہ کے ساتھ محکمہ اوقاف، لاہور نے بہ اعانت ملک سراج دین یہ کلیات ۱۹۶۷ء میں شائع کر دیا تھا۔

مآخذ

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوباتِ امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول، ۱۹۷۷ء

۲۔ الہ بخش گڑھ مکتیسری: مونس الذاکرین، بریلی، ۱۸۸۸ء

۳۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیاتِ خواجہ باقی باللہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی، لاہور، ۱۹۶۷ء

۴۔ حبیب اللہ: ذکر جمیع اولیائے دہلی مرتبہ شریف حسین قاسمی، ٹونک، ۱۹۸۸ء

۵۔ حبیبی، عبدالحی: رفع یک اشتباہ قدیم دربارہ تُرک و تَرک، مقالہ مشمولہ یادنامہ ایرانی مینورسکی مرتبہ مجتبیٰ مینوی وایرج افشار، تہران، ۱۳۴۸ش

۶۔ خواجہ کلاں، عبید اللہ: زاد المعاد، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی (زیر چاپ) گوجرانوالہ

۷۔ رشدی، میاں اسماعیل: حیات باقیہ (ملفوظات خواجہ باقی باللہ) مع ترجمہ از محمد رحیم بخش، دہلی، ۱۳۳۲ھ

۸۔ سرہندی، بدرالدین: حضرات القدس۔ جلد اول خطی، مخزونہ کتابخانہ موزہ لاہور، پاکستان۔

۹۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو، ۱۸۷۳ء

۱۰۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) باقیاتِ باقی، حیدر آباد، سندھ (س۔ن)

۱۱۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج۵، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۵ء

۔ عراقی، احمد طاہری: باقی باللہ، خواجہ، مقالہ مشمولہ دانشنامہ جہان اسلام، تہران

۔ کمال محمد سنبھلی: اسراریہ، خطی، مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۱۲۔ فریدی، نسیم احمد: تذکرہ خواجہ باقی باللہ اور صاحبزادگان و خلفاء، لکھنو، ۱۹۷۸ء

۱۳۔ کشمی، محمد ہاشم: زبدۃ المقامات، لکھنو، ۱۹۰۰ء

۱۴۔ ایضاً: نسمات القدس، خطی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد

۱۵۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر اعظمی، جموں، ۱۳۵۵ھ

۱۶۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۱۷۔ ایضاً: طبقاتِ شاہ جہانی (طبقہ نہم ودہم) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۹۳۔۱۹۹۰ء

18- Friedmann Yohanan: Sh. Ahmad Sirhindi, McGill, 1977.

19- terHaar: Follower and Heir of the Prophet, Sh. Ahmed Sirhindi, as Mystic. Leiden, 1992.

۷ راکتوبر ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران)

حضرت شیخ تاج الدین بن زکریا

حضرت شیخ تاج الدین نقش بندی گیارہویں صدی ہجری کے ایک نامور عالم، صوفی اور مولف تھے۔ شیخ تاج الدین بن زکریا بن سلطان عثمانی کا تعلق صوبہ بہار (Bihar) کے علاقہ سارن (Saran) سے تھا وہیں ولادت ہوئی ہوگی پھر سنبھل (Sanbahal) میں اقامت اختیار کرلی۔ (تذکرہ خواجہ باقی باللہ ص ۹۴)

شیخ تاج الدین سنبھلی تحصیل علم کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے۔ اور مدتوں اس جستجو میں دربدر پھرتے رہے اس سلسلے میں اجمیر (Ajmeer) اور پھر ناگور (Nagor) میں بھی مقیم رہے آخر شطاری سلسلہ کے ایک معروف بزرگ شیخ الہ بخش گڈمکتیسری (Gadh Maktesari) (ف ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء) سے وابستہ ہو کر اس سلسلے کے اشغال میں مہارت حاصل کرنے کے بعد خلافت یاب ہوئے اور دس سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ (خلاصۃ الاثر ۱/ ۴۶۶، مونس الذاکرین ۳۵۶) اور سلسلۂ شطاریہ کے علاوہ قادریہ چشتیہ اور مداریہ میں بھی مجاز ہوئے (خلاصۃ الاثر ۱/ ۴۶۹)۔

شیخ الہ بخش کی وفات ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء کے بعد خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء) کی ترغیب پر حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے (اسراریہ ۳۵)، حضرت خواجہ نے سلسلۂ نقشبندیہ کے سلوک تعلیم سے بہت جلد فارغ کر دیا۔ اور شیخ تاج الدین کو خلافت دے کر ان کے سکونتی علاقہ سنبھل جانے کی اجازت دے دی۔ وہ خواجہ باقی باللہ کے اولین خلیفہ تھے (زبدۃ المقامات ۷۱، حضرات القدس ۱/ ۷/ ۳۱۷، اسراریہ ۳۵)

شیخ تاج الدین دس سال تک خواجہ باقی باللہ سے منسلک رہے اور حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے بعد سنبھل کے معاصر صوفیہ کی مخالفت کے باعث ترکِ وطن کرنے پر مجبور ہوئے ہندوستان کے کئی شہروں کی سیاحت کے بعد حرمین الشریفین کی طرف متوجہ ہوئے، اس دوران یمن اور جزائر عرب

میں بھی گئے (طبقاتِ شاہ جہانی ۳)، لحسیہ اور بصرہ میں بھی مقیم رہے (حضرات القدس ۱/۴۴۰) جہاں لوگ بکثرت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے وہاں کا حاکم بھی آپ کے مخلصین میں شامل ہو گیا (زبدۃ المقامات ۷۷)۔

اواخرِ عمر میں ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء کو آپ مکہ میں بیت اللہ شریف کے قریب زمین خرید کر وہیں مقیم ہو گئے (حضرات القدس ۱/۴۴۱) آپ کے حرمین پہنچنے سے پہلے ہی نقش بندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد علان (ف ۱۰۳۱ھ) وہاں مقیم تھے اور ان کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کا کوئی شیخ طریقت یہاں آئے تو وہ باقاعدہ اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوں چنانچہ شیخ تاج الدین جب وہاں پہنچے تو ان کی بزرگی کا حال سن کر شیخ علان ان سے ملنے گئے اور ان سے بیعت ہو گئے، حقیقت یہ ہے کہ حرمین الشریفین میں آپ کے قیام سے اہل عرب سلسلۂ نقشبندیہ سے روشناس ہوئے اور عرب بکثرت نقش بندی سلسلہ میں داخل ہوئے جس سے ان متبرک خطوں میں اس سلسلے کو بہت فروغ ہوا۔ (زبدۃ المقامات ۷۷، انفاس العارفین ۱۹)

شیخ تاج الدین نے نقش بندی سلسلے کی کئی بنیادی کتابوں کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا جن کو پڑھ کر اہل عرب اس سلسلے کی طرف راغب ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ دہلوی کے نمائندہ اور خلیفہ کی حیثیت سے آپ نے حرمین اور دیگر عرب ممالک میں روحانی رہنما کی حیثیت سے مدتوں دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا، سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (رک باں) سے جو کہ آپ کے پیر بھائی بھی تھے کے ساتھ پر خلوص مراسم تھے حضرت مجدد الف ثانی نے حقائقِ کعبہ سے متعلق ایک مکتوب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ۱/۲۶۳)

شیخ تاج الدین نے خانہ کعبہ کے قریب زمین خرید کر ایک رباط تعمیر کروائی تھی جس میں آپ دعوت و ارشاد میں مصروف رہتے تھے اور وفات کے بعد اس خانقاہ میں دفن کیے گئے (حضرات القدس ۱/۴۴۲ب) جو رباط تاج کے نام سے مشہور اور جبل قعیقان پر تھی۔ (سمط النجوم ۴/۴۶۸) اب اس رباط اور آپ کے مدفن کا وہاں نشان تک نہیں ہے (الاربط بمکۃ المکرمۃ ۲/ ۵۵۔۵۷)

شیخ تاج الدین کا ۱۸ جمادی الاول ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء کو انتقال ہوا (خلاصۃ الاثر ۱/۴۷۰)، ۹۹ سال عمر پائی (حضرات القدس ۱/۴۴۲ب) تذکرہ نویسوں کے ہاں تاریخ و سالِ وفات میں اختلاف ہے صاحبِ حضرات القدس نے ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ لکھا ہے (۱/۴۴۲ب) شیخ کمال محمد سنبھلی نے ۱۸ جمادی الاول ۱۰۵۱ھ تحریر

کیا ہے (اسراریہ ۳۶)، مکتوباتِ شاہ ولی اللہ میں ان کا سالِ وفات ۱۰۴۰ھ یقیناً سہوِ کتابت ہے، سالِ وفات کا یہ اختلاف بظاہر ایک اور دو سال کا ہے اتفاق سے مذکورہ تذکرہ نویس شیخ تاج کے معاصر بھی تھے ہم نے اسراریہ کے بیان (۱۰۵۱ھ) کو ان کے ہم وطن ہونے کے باعث دیگر تذکروں پر ترجیح دی ہے۔

شیخ تاج الدین کے فرزندوں میں سے دو کا ذکر ملتا ہے ایک شیخ محمد حارث جنہوں نے شاہ جہان بادشاہ (۱۶۲۸۔۱۶۵۸ء) کی فوج میں ملازمت کر لی تھی اور بعد میں مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور وہاں اپنے والد کے حینِ حیات انتقال کیا (اسراریہ ۳۵۲) دوسرے شیخ محمد معاذ یہ بھی اپنے والدِ گرامی کے ساتھ مکہ میں رہتے تھے واپس ہندوستان آئے اور شاہ جہان کی خدمت میں حرمین الشریفین کے بہت سے تحائف پیش کیے جس سے بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ (ہمانجا ۳۵۳)

شیخ تاج الدین نقش بندی کے مریدین واقعی لاتعداد تھے، ان کے ایک معاصر محمد صادق کشمیری ہمدانی نے لکھا ہے کہ شیخ جہاں کہیں بھی گئے وہاں اپنا ایک خلیفہ ضرور چھوڑا۔ (طبقاتِ شاہ جہانی ۳)

تذکرہ نویسوں نے شیخ تاج الدین سے فیض یاب ہونے والوں کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں:

استاد احمد ابو الوفا العجل العجیل (۹۸۲۔۱۰۷۴ھ / ۱۵۷۴۔۱۶۶۳ء) (خلاصۃ الاثر ۱/ ۳۴۶۔۳۴۷)، شیخ موسیٰ بن استاد احمد مذکور، شیخ محمد مرزا بن محمد معروف بہ سروجی دمشقی (ف ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) (خلاصۃ الاثر ۴/ ۲۰۲۔۲۰۳) امیر یحیٰی بن علی پاشا والیٔ احساء (ف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء) (ہمانجا ۴/ ۴۷۵۔۴۷۶، سمط النجوم ۴/ ۵۵۲) شیخ علی سنبھلی اور شیخ عبد الواحد سنبھلی (اسراریہ ۳۵۵، ۳۵۳)

شیخ عبد الباقی بن زین المزجاجی زبیدی، شیخ عبد اللہ بن عبد اللہ حضرمی عیدروسی، شیخ محمد علان مکی مذکور، شیخ ابراہیم بن حسن حنفی احسائی، شیخ ابو بکر بن سعید حضرمی، شیخ عبید اللہ بن خواجہ باقی باللہ، سیّد محمود امروہی (مولفِ تحفۃ السالکین) نزہۃ الخواطر ۵/ ۱۰۱)، سیّد علی قوام جونپوری۔ (خلاصۃ الاثر ۱/ ۴۶۸)، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فوائد الارتحال ونتائج السفر مولفہ مصطفی حموی، بیروت ۲۰۰۱ء

شیخ تاج الدین نقش بندی کئی کتابوں کے مولف و مترجم تھے ان کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کتب فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں اس طرح اہل عرب وسطی ایشیاء اور ایران کے عرفانی علوم اور ان کی اقسام سے واقف ہوئے۔

ا۔ تعریب نفحات الانس تالیف مولانا عبدالرحمٰن جامی

یہ صوفیہ کا معروف تذکرہ ہے، شیخ تاج الدین نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا (زبدۃ المقامات ۷۶، حضرات القدس ۱/۴۴۳) شیخ تاج الدین نے یہ ترجمہ ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء) میں کیا جسے محمد ادیب الجادر نے مرتب کیا اور بیروت سے ۲۰۰۲ء کو طبع ہوا۔

۲۔ تعریب رشحات عین الحیات، تالیف فخر الدین علی کاشفی

شیخ تاج الدین نے اس کتاب کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ (زبدۃ المقامات ۷۶، خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۴)

۳۔ رسالہ فی طریق السادۃ النقشبندیہ (سال تالیف ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء)

اس رسالے میں شیخ تاج الدین نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے مروی کلمات و اصطلاحات سلسلۂ نقشبندیہ کی عربی میں شرح کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے والد شیخ عبدالرحیم (ف ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) نے اس رسالے کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ (انفاس العارفین ۱۹)

شاہ ولی اللہ نے اس رسالے کے عربی متن کو من و عن نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ۳۶۔۶۶)

علامہ عبدالغنی نابلسی (۱۰۵۰۔۱۱۴۳ھ) نے مفتاح المعیت کے نام سے اس کی مفصل شرح عربی میں لکھی تھی جو مصر سے چھپ چکی ہے۔

۴۔ صراط المستقیم (خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۴، ایضاح المکنون ۲/۶۶)

۵۔ النفحات الالھیہ فی موعظۃ النفس الزکیہ (ھمانجا، ایضاً المکنون ۲/۶۶۴)

۶۔ جامع الفوائد (ھمانجا)، ایضاح المکنون ۱/۳۵۶)

۷۔ رسالۃ فی انواع الاطعمۃ و کیفیۃ طبخھا (ھمانجا ۴۶۸)

۸۔ رسالۃ فی کیفیۃ غرس الاشجار (ھمانجا)

۹۔ رسالہ فی انواع الطب (ھمانجا)

۱۰۔ رسالہ در اثباتِ پیری ومریدی (حضرات القدس ۱/ ۴۴۲)

شیخ تاج الدین کے خلیفہ و داماد سیّد محمود بن اشرف حسینی امروہوی (تواریخ واسطیہ ۲۳۵) (ف ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء) نے شیخ تاج الدین کے حینِ حیات ان کے حالات و ملفوظات پر ایک مستقل کتاب تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین کے نام سے تالیف کی تھی جس کے طویل اقتباسات خلاصۃ الاثر میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا ایک خطی نسخہ کتابخانۂ عمومی خدا بخش پٹنہ (بہار، ہندوستان) میں موجود ہے۔

۱۱۔ رسالہ تاجیہ (عربی نثر) فی مسائلِ تصوّف، خطی مملوکہ مولانا عطا محمد (خطیب جامع مسجد چودھواں ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان۔)

۱۲۔ حُجۃ المریدین (فی بعض افعال الصوفیہ۔۔۔) عربی،

۱۳۔ الرسالۃ الفریدۃ (بعض مسائلِ عرفانی) عربی قلمی

مآخذ

۱۔ احمد سرہندی مجدد الف ثانی: مکتوباتِ امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، استانبول، ترکیہ، ۱۹۷۷ء

۲۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، استانبول، ترکیہ، ۱۹۵۱ء

۳۔ ایضاً: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ (س ن)

۴۔ اکرام، ایس، ایم: رودِ کوثر، لاہور، ۱۹۷۰ء

۵۔ الہ بخش گڈھ مکتیسری: مونس الذاکرین، بریلی، مطبع سوسائٹی، ۱۸۸۸ء

۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس جلد اول خطی، مخزونہ کتابخانۂ موزۂ لاہور، پاکستان

۷۔ رحیم بخش امروہوی، تواریخ واسطیہ مراد آباد، مطبع گلزار احمدی، ۱۳۲۲ھ

۸۔ فریدی، نسیم احمد امروہوی: تذکرہ خواجہ باقی باللہ، لکھنو، ۱۹۷۸ء

۹۔ عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۵، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵ء

۱۰۔ صباغ، لیلی: من اعلام الفکر العربی، المحبّی وکتابہ، خلاصۃ الاثر، دمشق، ۱۹۸۶ء

- عاصمی، عبد الملک: سمط النجوم العوالی، بیروت، ۱۹۹۸ء

۱۱۔ کمال محمد سنبھلی: اسراریہ (آغاز ۱۰۶۸ھ) خطی، مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلماء لکھنو

۱۲۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، بیروت، مکتبۃ المثنیٰ، (س ن)

۱۳۔ غلام مصطفیٰ خان: باقیاتِ باقی، حیدر آباد سندھ (س ن)

۱۴۔ محبی، محمد امین: خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، بیروت، (س ن)

۱۵۔ محمد صادق کشمیری ہمدانی: طبقاتِ شاہ جہانی (طبقہ عاشر) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۱۹۹۰ء

۱۶۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۱۷۔ ولی اللہ، شاہ محدث دہلوی: انفاس العارفین، دہلی، ۱۳۳۵ھ

۱۸۔ ایضاً: انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، لائل پور، (س ن)

۱۹۔ حسین عبد العزیز شافعی: الاربطۃ بمکۃ المکرمۃ، لندن، ۲۰۰۵ء

۲۰۔ مصطفی حموی: فوائد الارتحال ونتائج السفر مرتبہ عبد اللہ محمد الکندری، بیروت ۲۰۱۱ء

21- Brockelmann, C: Geschichte der Arabischen Litterature, Leiden, 1942

۲۰ جون ۱۹۹۸ء

برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی تحریک احیاءِ دین

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی (۹۷۱۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔ ۱۶۲۴ء) کا زمانۂ حیات (یعنی سولہویں اور سترہویں صدی) کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی انتشار اور معاشرتی بے چینی پھیلانے والی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیرِ پاکستان وہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بدقسمتی سے ان ایام میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶۔ ۱۶۰۵ء) اور اس کے ساتھیوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جارہی تھی، اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا وہ علماء کی بہت تعظیم وتوقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر بااختیار بنادیا تو علماء فقر وقناعت سے نکل کر امراء کے زمرے میں آگئے اُنہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دینِ اسلام سے منحرف کردیا چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے فطرتی طور پر دوسرے فرقوں کے علماء نے بھی اس قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہد کرلیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹادیں چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حُب جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکر مند رہنے لگا، ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل وتحقیر تھی ہوا یوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے صرف ایک سو بیگھ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم بدعقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا، اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا:

اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی[۱]۔

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی، اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کر لیا، اس سارے ڈرامے کی روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے یعنی ابو الفضل اور فیضی تھے، انہوں نے ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ تیار کیا[۲]۔ جس کی رو سے اکبر بادشاہ کو اعدل و اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروالیا۔

شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر نامہ کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہشمند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا، بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں، امام کی رائے مستند سمجھی گئی، شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت حاصل ہو گئی[۳]۔ یہ عبد القادر بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الٰہی کے رکن اعظم ابو الفضل کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نُصیری اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انہوں نے اکبر کے افکار (دین الٰہی) کو قبول کر لیا اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یاوہ گوئی کرنے لگے اور انہوں نے ہر طرف شورش برپا کر دی[۴]۔

اب ان باہم دست و گریبان "دین فروش"[۵] علماء کا اقتدار ختم ہو گیا کاش یہ علماء خدا ترس ہوتے اپنے عمل و کردار اور تقویٰ سے جب کہ انہیں بادشاہ کی حمایت حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالت سے دوچار کر دیا، اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے۔ ان باطل فرقوں میں جو

---

۱ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۶۸۔۶۹

۲ نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۴۳۔۲۴۴، بدایونی، عبد القادر: منتخب التواریخ ۲/ ۲۷۱۔۲۷۲

۳ ایضاً ۲/ ۲۷۰۔۲۷۲

۴ ابو الفضل: اکبر نامہ ۳/ ۲۷۱

۵ عبادت خانہ میں شریک علماء کے لیے "دین فروشان" کی یہ اصطلاح معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۳/ ۳۰۸) سے ماخوذ ہے۔

ہندوستان آئے فرقہ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے ان کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی، طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے، ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لیے اب نئے دین کی ضرورت ہے[1]۔ گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لیے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کیے جائیں، نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے، ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لیے ہموار ہو چکے تھے اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اکبر بادشاہ اُسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا، خود ابو الفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی۔

شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کے ترغیب دی۔ جب انہیں اکبری دور کے علماء کی تائید وحمایت حاصل ہو گئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الٰہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

پابندی شرع کو تقلید کا نام دیا گیا، علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانایانِ مِلل ونِحل کا مرکز قرار دیا گیا[2]۔

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں (اہل سنت) کو ختم کر دے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو[3]۔

---

[1] فرقہ نقطویہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب مقالہ مقالہ مشمولہ (رسالہ) تحقیق، شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی (۱۲۔۱۳)
Nizami, K.A: Akbar and Religion, pp. 58-61.

[2] ابو الفضل: اکبر نامہ ۳/ ۲۵۲۔۲۵۳

[3] منتخب التواریخ ۳/ ۲۰۴

ہندوؤں کی مشہور کتاب مہابھارت کا (۹۹۰۔ ۹۹۵ھ / ۱۵۸۲۔۱۵۸۷ء) کو فارسی میں ترجمہ کیا گیا تو اکبر کے حکم سے علامی ابوالفضل نے اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا جو معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی کے الفاظ میں "کفریات وحشویات" کا مجموعہ ہے۔ اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اور اسے مصور کروانے کے بعد اکبر نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ برکت حاصل کریں[1]۔

ابوالفضل نے اس دیباچ میں علمائے حق کے لیے "تقلیدِ پرست"، منتسبانِ کیش احمدی" پیروانِ کیش احمدی، گرفتار زندانِ تقلید اور سادہ لوحانِ تقلید پرست" جیسے القاب استعمال کیے ہیں۔

ابوالفضل کے بھائی، دین الٰہی کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قابل قبول نہ ہوں تو اس عہد کے نامور عالم ومحدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل وکمال فیضی نے "کفروضلالت" کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے[2]۔

ان حالات میں حبِ جاہ کے طالب اور دنیادار علماء اکبر کے گرد جمع ہو گئے۔ اس طبقہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "جماعت شُوم" مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے "علمائے سو" اور اس عہد کی کتب تاریخ میں "مسلمانانِ ہندومزاج" کہا گیا ہے، ابوالفضل نے تقلید کو "تاریکی" اور "آزاد خیالی والحاد" کو تحقیق کا نام دیا ہے[3]۔

اب مغلوں کا وہ دربار جہاں بڑے علماء قال اللہ وقال رسول اللہ کہتے تھے کی جگہ ایسے علماء نے لے لی کہ اگر کبھی قرآن مجید یا حدیث شریف کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیئے جاتے۔

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آئیں، ایک وہ جماعت تھی جسے شیخ عبدالحق محدث نے "جماعت شُوم" کہا ہے اور جسے اس عہد کی کتب تاریخ میں مسلمانانِ ہندومزاج کہا گیا ہے، دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

---

[1] ایضاً ۲/ ۳۲۱

[2] عبدالحق محدث: فہرس التوالیف ۱۸

[3] ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/ ۲۵۳

علمائے حق کی جماعت میں سے جس نے بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حضرات نے رازداری اور دانشمندی سے فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لیے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کرکے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد نواب مرتضی خان فرید بخاری، حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بعض دیگر احباب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز کیا۔ لیکن صرف چار سال بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا (یعنی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) تو آپ کے مخلصین نے اس مشن کو جاری رکھا اب ذہنی و فکری انقلاب کی کمان حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے سنبھالی آپ نے نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانانِ ہند و مزاج پھیلا چکے تھے اور مصروف کار تھے آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور فرمایا، الحاد و بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم حکومت اور معاشرت کو بچانے کے لیے جو حل تجویز کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملتِ اسلامیہ کی نبض پر تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مجددانہ مساعی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول اکبری عہد دوم جہانگیری دور۔

اکبر کی وفات (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے وقت آپ ۴۳ سال کے تھے دینی غیرت و حمیت آپ کی فطرت میں اس طرح شامل تھی کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا صوفی کا کوئی ایسا قول جو شریعت اسلامی سے متضاد ہوتا تو آپ اس پر پُرجوش الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

عہد اکبری کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ معاشرے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ و ارفع حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا تھا، اس ماحول میں آپ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا:

بعثت کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔۔۔۔ عقل حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر و تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچی، حجت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے[1]۔

ان حالات میں جبکہ نبوت کے منصب پر چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں آپ نے نبوت کے اثبات میں ایک معرکہ آراء رسالہ اثبات النبوۃ کے نام سے عربی میں تالیف کیا جس کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ صرف بعثت سے ہی انسانی معاشرے کی ذہنیت کو اعتدال پر رکھا جاسکتا ہے۔

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سوء کا تھا جب اکبر کو ان کی صحبت بد میسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو ہی اختلافات اور خرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا، ایسے علماء کو اس عہد کی کتب تاریخ میں "علمائے سوءِ بے دین" کہا گیا ہے جب انہیں اکبر کی حمایت حاصل ہو گئی تو انہوں نے اسلام کو جڑوں سے اکھاڑنے کی کوشش کی دولت اور مرتبہ کی ہوس نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے اکبر کو سجدہ کرنے کا جواز قاضی نظام بدخشی نے پیش کیا تو ملا عالم کابلی کو اس پر بڑی حسرت ہوئی کہ یہ فضیلت انہیں حاصل کیوں نہیں ہوئی[2]۔

انہی کی بدنفسی اور حیلہ گری سے بادشاہ، امراء اور عوام میں شریعت کی عملی صورت بے معنی ہو کر رہ گئی اور بے راہ روی، آزاد مشربی اور لادینیت نے راہ پالی۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا، حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے۔ علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحاد و زندقہ کی فضا سے نکال سکے جو اکبر اور اس کے زیر اثر علمائے سوء نے پیدا کر دی تھی۔

---

۱ مکتوبات امام ربانی ۲/ ۲۶۶

۲ منتخب التواریخ ۲/ ۱۵۳

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم یعنی مسلمانانِ ہندو مزاج کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانی نے امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا جسے آپ خود "جرگہ ممدانِ دولت اسلام" کا نام دیتے ہیں، اب آپ نے ترویج شریعت کے لیے فوری اقدام فرمایا اور اصلاحی پروگرام کا ایک خاکہ مرتب کیا جو اس طرح سے تھا:

۱۔ سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانۂ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

۲۔ ترویج شریعت کے لیے بادشاہ کی تائید وحمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳۔ بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے والے ارکانِ سلطنت کو پہلے اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴۔ سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمائے سوء اور مسلمانانِ ہندو مزاج بادشاہ کے مزاج رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا عہد اکبری میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا اور اس کے نام اپنے ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

> اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے........ عہد اکبری میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی

ٹوٹی وہ انہی علماءِ سوء کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہ علماءِ سوء راہِ راست سے بھٹکاتے ہیں، جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں، ان کے مقتدا یہی علماء سوء ہیں[1]۔

ایک مکتوب میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پر زور الفاظ میں واضح کی ہے:

اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کے لیے سعی و کوشش کی جائے اور احکام شرع میں سے ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا کی راہ میں کروڑہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں[2]۔

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ہی ایک مکتوب میں اس کے ساتھ تعلق کا صرف اور صرف یہ مقصد بتایا ہے کہ یہ حقیر صرف تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر ۔۔۔۔ آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے[3]۔

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی مؤثر شخصیت مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم کی تھی جو اکبر کا رضاعی بھائی اور اعلیٰ منصبوں پر فائز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی خانِ اعظم کے نام کئی مکاتیب لکھ کر اُسے ان حالات سے آگاہ کیا، ایک مکتوب میں اُسے لکھا ہے کہ اُسے بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے اسے غنیمت جانے اور تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس وقت بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے اور ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں[4]۔ عہد جہانگیری کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی کو بھی آپ نے دو خط لکھے جن میں آپ نے اُسے جہانگیر کو مذہب کی طرف راغب کرنے کی تلقین کی۔

ایک مکتوب میں اُسے لکھا ہے کہ تمہیں جو بادشاہ کا قرب حاصل ہے اگر اس کو حضور انور ﷺ کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیائے کرام جیسا کام کریں گے۔ ہم فقیر لوگ اگر کئی سال اس پر عمل کریں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے[5]۔

---

۱ مکتوبات امام ربانی ۱/ ۴۷

۲ ایضاً ۱/ ۴۸

۳ ایضاً ۱/ ۵۱

۴ ایضاً ۱/ ۶۵

۵ ایضاً ۳/ ۵۴

ان امراء سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خان خانان، مرزا داراب بن خانِ خانان، خواجہ جہان اور قلیج خان اندجانی کو آپ نے خطوط لکھ کر جہانگیر کے سامنے کلمۂ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کرنے کے لیے کہا اور ان مؤثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کے لیے اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا کر دیا، آپ کے تیار کردہ اس "جرگہ ممدان دولت اسلام" کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضیٰ فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہاں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اُسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے"۔ اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سوء کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب آپ کے نزدیک انہی علماءِ سوء کی حب جاہ تھا، اس لیے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ چار علماء کی بجائے صرف ایک "عالم آخرت" کو تلاش کرو جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

دشمنانِ دین کی سازش سے آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن رہائی کے بعد آپ نے جہانگیر کے ساتھ رہ کر "عالم آخرت" کا فریضہ خود انجام دیا اور ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے سرمایہ کے آپ ہی نگہبان تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ذہنی و فکری زوال کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہوئے یعنی

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

[یہ مقالہ انٹرنیشنل ہسٹری کانفرنس، منعقدہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (مورخہ ۲۷۔۲۸ فروری ۲۰۰۶ء) کو پڑھا گیا۔]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ

لاہور کو برصغیر پاکستان وہند کے مسلم عہد اور اس سے پہلے بھی سیاسی اور سماجی مرکز کی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔

مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے آغاز سے ہی لاہور کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اسے مسلمانوں کی ولایت یعنی افغانستان سے ملحق کر دیا گیا اور لاہور براہِ راست اس ولایت کے علمی وسماجی اثرات سے سے متاثر ہونا شروع ہو گیا۔ اور غزنوی فتوحات کے ساتھ ہی لاہور کو علمی مرکز کی حیثیت سے جانا پہچانا جانے لگا۔

یہاں اس ولایت کے اکابر اہلِ علم و عرفان آنے اور بسنے لگے ان بزرگوں میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش غزنی افغانستان سے طویل سیاحت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے آپ کے مرشدِ گرامی نے آپ کو لاہور میں قیام کا حکم فرمایا جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہمارا شہر لاہور چوتھی صدی ہجری تک عالمِ اسلام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

صرف ایک صدی میں ہی اسے شہرتِ دوام نصیب ہوئی اور چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی میں جب اسلامی ہند کی تاریخ کی پہلی کتاب تاج المآثر کے نام سے حسن نظامی نیشاپوری نے لکھی تو اس نے لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اسے "قبلۂ احرار و ابرار کعبۂ، اشراف، مرکزِ اہلِ تقویٰ" مامن زہاد و عباد اور مسکن اقطاب و اوتاد قرار دیا۔

اس عہد کے دوسرے اہم مورخ فخر مدبر نے جس کی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گذرا تھا لاہور کو "مرکزِ اسلام ہند" اور "ثانی دارالملک غزنین" کا درجہ دیا ہے۔[1] اسی مورخ نے اپنی دوسری اہم کتاب بحر الانساب لکھنی شروع کی تو انساب جیسے موضوع پر اسے صرف لاہور کے کتب خانوں سے ایک ہزار کتابیں مل گئیں۔

---

[1] فخر مدبر: تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ۳۰

افسوس ہے کہ کچھ اغیار کی دست درازیوں اور اس سے بڑھ کر ہماری اپنی بے حسی کے باعث لاہور کے یہ کتب خانے تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور آج ہمیں لاہور کے بارے میں اگر کچھ تحقیق کرنا ہو تو یورپ وانگلستان کے کتب خانوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔

لاہور کے بارے میں بہت سے اصحاب علم و دانش نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں ان سب کے احاطہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۴۔ ۱۶۲۴ء) متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور بعض اوقات تو مدتوں یہاں مقیم رہے۔

آپ کے والد گرامی مخدوم عبد الاحد کے بھی لاہور تشریف لانے کا تذکرہ ملتا ہے[1]۔ لاہور دور وسطیٰ میں بھی ایسا مقام تھا جہاں کسی نہ کسی طور پر اہل علم وفن آتے جاتے رہتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے سوانح نگار ابتدا میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمت کے ہمراہ لاہور جانے اور وہاں قیام کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں[2] پھر آپ کئی مرتبہ اکیلے بھی لاہور تشریف لائے یہاں کے علماء مشائخ سے آپ کی صحبتوں کے دل نشین واقعات بھی ملتے ہیں۔

لاہور کے مشہور عالم مولانا محمد جمال تلوی کا آپ کی خدمت میں آنا اور وحدت الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور ان کے حضرت مجدد الف ثانی کے بلند کلمات کو سن کر بے ہوش ہونے کا ذکر تو حضرات القدس میں بھی کیا گیا ہے، زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ کی مجالس لاہور میں عوام کثرت سے شریک ہوتے تھے[3]، علامی عبد الحکیم سیالکوٹی کی آپ سے لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مرشدِ گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے ایام (۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) میں لاہور میں ہی تھے کہ وصال کی خبر ملی تو سیدھے دہلی جا کر آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وصال کے بعد بھی آپ کا علماء صوفیۂ لاہور سے برابر رابطہ رہا، شیخ ملا محمد طاہر لاہوری حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں سے

---

۱ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات

۲ زبدۃ المقامات ۱۴۱ (آپ اپنے مرشد کے ساتھ پورا ایک سال لاہور میں مقیم رہے)

۳ ایضاً ۲۲۷۔ ۲۲۸

تھے اور یہی بزرگ آپ کے فرزندانِ گرامی کے استاد بھی تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے ۱۹ مکاتیب لاہور کے علماء ومشائخ کے نام ہیں، ان اکابر کے علاوہ آپ نے لاہور کے سات صوبہ داروں کے نام مکاتیب ارسال فرمائے ہیں۔

ایک مکتوب میں لاہور کے صوبہ دار نواب قلیج محمد خان کو تحریر فرماتے ہیں:

''اظهارِ محمدت و شکر گذاری ایشاں می نماید کر در بلدۂ معظمه لاهور بوجودِ ایشاں بسیاری از احکامِ شرعیه دریں طور زمانه رواجے پیدا کرده است و تقویتِ دین و ترویج ملت دراں بقعه حاصل گشته است و آں بلده نزد فقیر ہمچو قطب ارشاد است. نسبت به سائر بلادِ ہندوستان خیر و برکت آں بلده بجمیع بلادِ ہندوستان ساری ست. اگر آں جا دین را ترویج است درہمه جانحوی از رواج متحقق است''[1]

مکتوب شریف کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اس زمانے میں شرع اسلامی تعطل کا شکار تھی۔

۲۔ نواب قلیج خان کی بدولت لاہور میں احکام شرعیہ کو رواج ملا تھا۔

۳۔ نواب کے زمانہ صوبہ داری میں دینِ اسلام کو تقویت اور ملت اسلامیہ کی ترویج ہوئی۔

۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک لاہور ایسے قطب ارشاد کی مانند ہے جس کے وجود سے سارے ہندوستان میں خیر وبرکت جاری وساری ہے۔

۵۔ اس لیے حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں اگر لاہور میں دین اسلام کی ترویج ہوگئی تو سمجھ لیجیے کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں ترویج ملت اور تقویت دین کے امکانات روشن ہوگئے۔

۶۔ اس مکتوب کا تعلق حتمی طور پر آپ کی تحریک احیائے دین کے آغاز سے ہے۔

نواب قلیج خان ایک پرہیز گار، متقی اور متصلّب سنی قسم کے بزرگ تھے، معاصر مورخ فرید بھکری کا قول ہے کہ:

---

[1] مکتوبات امام ربانی ۱/ ۷۶

(نواب) تا یک پاس بدرس علم فقه و تفسیر و حدیث در مدرسه قیام داشت۔۔۔ و در مذہب اہل سنت تعصب بسیار داشت و در زہد و ریاضت و تقوی می کوشید۔[1]

جہانگیر بادشاہ نے اپنے دوسرے سال جلوس (۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۷ء) میں ہی نواب قلیج خان کو لاہور کا صوبہ دار (گورنر) بنا دیا تھا[2]۔ حضرت مجدد الف ثانی کے اس مکتوب کا تعلق ان کی اسی صوبہ داری سے ہے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی یہ چاہتے تھے کہ جہانگیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہی راسخ العقیدہ طبقہ امراء بادشاہ اسلام نور الدین جہانگیر کا قرب حاصل کرلے اور تاخیر کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ "مسلمانان ہندو مزاج" اور صلح کل و عقلیت کے دعویدار بڑھ کر بادشاہ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور حالات پھر سے اکبر بادشاہ کے عہد جیسے بن جائیں، نواب قلیج خان تقریباً پانچ سال لاہور کے گورنر رہے ان کے زمانے میں لاہور میں اسلام کو فروغ ہونا شروع ہو گیا اور ان کے بعد جب جہانگیر نے چھٹے سال جلوس (۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء) کو ایک اور بزرگ منصب دار نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو بطور جاگیر دے دیا تو اس علاقے میں شعائر اسلامی کو مزید تقویت ملنا شروع ہو گئی، یاد رہے کہ نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری وہی بزرگ شخصیت ہیں جن کے نام حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب ہیں جن میں انہیں عہد اکبر میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو قیامت گذری تھی، کا تذکرہ کرتے ہوئے جہانگیری دور میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے متعدد مرتبہ ترغیب دلائی تھی، نواب مرتضیٰ فرید حضرت مجدد الف ثانی کے مرتب و بنا کردہ "جرگہ ممدان دولت اسلام" کے سپہ سالار تھے۔[3] گویا جب حضرت مجدد الف ثانی نے عہد جہانگیری میں احیائے دین کا بیڑا اٹھایا تو آپ کا پہلا قدم اور پہلی منزل یہی مبارک خطہ تھا۔

مقاماتِ معصومی کی دریافت اور اشاعت سے جہاں سلسلہ نقشبندیہ کی بہت سی روایات پہلی بار علمی و روحانی دنیا کے سامنے آئی ہیں وہاں حضرت مجدد الف ثانی کے لاہور سے روابط کے کئی غیر واضح اشارات کی وضاحت بھی ہوئی ہے۔

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۱۷۲۔۱۷۳، گلزار ابرار (بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۱۳)

[2] جہانگیر: توزک جہانگیری ۷۲

[3] ہم نے ان تمام امور کی تفصیلات عصری شواہد کی بنیاد پر مقامات معصومی کی پہلی جلد میں یک جا کر دی ہیں۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم کا عقد نکاح لاہور میں کیا روم سے ایک نجیب الطرفین سیّد خانوادہ میر صفر احمد رومی رہتا تھا جن کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کے ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء سے روابط تھے، یہ سیّد بزرگ اس سال آپ سے بیعت ہوئے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے نامور خلیفہ ملا شیخ محمد طاہر لاہوری نے اس رشتۂ ازدواج کو طے کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور میر صفر احمد رومی کی دوسری صاحبزادی رقیہ کے ساتھ حدود ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کو حضرت خواجہ کا نکاح عمل میں آیا، مقاماتِ معصومی میں ہی لکھا ہے کہ اس نکاحِ مسنون کے دوران اور بعد حضرت مجدد الف ثانی مدتوں لاہور میں مقیم رہے اور یہاں کے علماء، صوفیہ اور طبقۂ امراء کثیر تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

مقاماتِ معصومی سے ہی یہ بات پہلی مرتبہ معلوم ہوئی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خسر اور حضرت مجدد الف ثانی کے مرید خاص میر صفر احمد رومی کا وصال لاہور میں ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء کو ہوا تھا اور وہ یہیں شاہراہِ ملتان پر مدفون ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج ان کے روضہ کا لاہور میں کوئی وجود نہیں ہے۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم نے حضرت مجدد الف ثانی کے لشکر جہانگیری کے ساتھ رہنے کی پابندی (۱۰۲۹-۱۰۳۱ھ) کے دوران لشکر کے ساتھ لاہور میں خواجہ قاسم کی حویلی میں قیام اور وہاں "اسرار و معارف اور کمالاتِ فنا و عدمیت اشیاء" کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔[1]

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ خواجہ قاسم کی اس حویلی میں ایسی کیا بات تھی کہ وہاں اس قسم کے عالی شان اسرار و معارف کا ظہور ہوا، خوش نصیبی سے مقاماتِ معصومی اور کتب تاریخ سے اس حقیقت کا علم ہوا کہ خواجہ قاسم خواجہ ابوالحسن نقش بندی اور خواجہ عبدالعزیز نقش بندی کے حقیقی بھائی اور خواجگانِ نقش بندیہ کی اولاد میں سے تھے اور انہوں ماوراء النہر سے آکر جہانگیر بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی[2] گویا اس حویلی میں ہمارے نقش بندی بزرگوں کے مقدس انوار پہلے سے کارفرما تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا لاہور میں سب سے زیادہ علمی و روحانی رابطہ اپنے خلیفۂ نامدار حضرت ملا محمد طاہر لاہوری سے تھا جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے تربیت یافتہ بھی تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ ۱/ ۲۵/ ۱۰۶-۱۰۷

[2] جہانگیر: توزک جہانگیری ۷، ۱۳، کامگار حسین: ماثر جہانگیری، ۴۵، ۴۵۹

دونوں منجھلے فرزندوں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمت انہی ملا محمد طاہر لاہوری کے شاگرد خاص تھے، ملا محمد طاہر لاہوری کے علمی و تحقیقی کارناموں سے آج ہم بالکلیہ ناواقف ہیں، لیکن حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان کی تحریرات خصوصاً خواجہ محمد سعید قدس سرہ کی نوشتہ شرح مشکوۃ المصابیح سے جو ائمہ حنفیہ کی مرتبہ فقہ کی تائید میں لکھی گئی ہے[1] سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملا محمد طاہر کے فقہی افکار کیا تھے اور ان کی فن حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔

لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت کے شیخ صفر احمد رومی[2]، ملا محمد طاہر لاہوری[3] حویلی خواجہ قاسم نقش بندی (واقعہ محلہ حاجی سوای، موجودہ قلعہ گجر سنگھ)، حویلی جدید[4] (واقع گذر تلا نزد میو ہسپتال) اور محلہ و مسکن ملا جمال تلوی میں قیام کرنے کے معاصر شواہد ملتے ہیں۔

ان کے علاوہ لاہور میں مقامی روایات کے مطابق مغل پورہ، غازی آباد میں ایک قدیم مسجد "مسجد نور" کے نام سے ہے مشہور ہے کہ اس مسجد میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی نے قیام کیا اور نمازیں ادا کیں۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب احیاء دین کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ کی سب سے پہلے جس خطے پر نظر پڑی وہ یہی ہمارا شہر لاہور تھا، یہاں آپ نے لاہور کے مختلف گورنروں، علماء اور مشائخ سے تعلقات قائم کیے اور ایک جامع پروگرام کے تحت یہاں سے تحریک کا آغاز اس طریقہ سے فرمایا کہ اس کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں ہونے لگے، اور آپ نے اپنے مکتوب میں جہاں لاہور کو "قطب ارشاد" قرار دیا تھا وہ واقعی عملی طور اب ایسا ہی ہو کے نمودار ہوا۔

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ تاریخ کے ایک مارکسی نظریات کے حامل استاد پروفیسر محمد حبیب اور ان کے مکتبہ فکر جسے تاریخ کا حبیب سکول آف تھوٹ کہا جاتا ہے نے ۱۹۶۱ میں دلائل کے ساتھ حضرت مجدد الف

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۱۱ (لطائف المدینہ، مقدمہ ۱۰)
[2] صفر احمد معصومی: مقامات معصومی ۷۶
[3] زبدۃ المقامات
[4] محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۲۵ / ۱۰۶-۱۰۷

ثانی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ "سرہندی کے بارے میں یہ خیال کہ انہوں نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف احیاء دین کی قیادت کی تھی محض من گھڑت ہے اور عقیدت مندوں نے اسے بیسویں صدی میں بیٹھ کر بنایا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے"۔

اس دعویٰ کو آج نصف صدی گذر چکی ہے پاکستان کے کسی محقق کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لایعنی نظریہ کے خلاف ٹھوس اور معاصر شہادتوں کی بنیاد پر کوئی مقالہ تک لکھ سکے، جب کہ ہندوستان میں پروفیسر حبیب سکول آف تھوٹ پر کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں پروفیسر حبیب کی نگرانی میں سیّد اطہر عباس رضوی نے ۱۹۶۵ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ:

Muslim Revivalist Movements in Northern India

کے نام سے لکھا اور ڈکشنریوں سے مذمت کے الفاظ چن کر حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف لکھے اور پروفیسر حبیب کے نظریہ کو تقویت بخشی، اسی طرح یہودی سکالر فریڈمان یوحنا کا حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق پی ایچ ڈی کا مقالہ اسی کی بازگشت ہے۔

پاکستان سے حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں درجنوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جنہیں علمی دنیا میں کتب مناقب سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی، بے شک حضرت مجدد الف ثانی کے مناقب کا بیان ہم جیسے کوتاہ بینوں سے کماحقہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے اصل کارنامہ یعنی "تحریک احیاءِ دین کی قیادت" اور اس کے نتائج واثرات جیسے مباحث کی حامل کوئی ایسی معیاری کتاب وجود میں نہیں آئی جو اس عہد کے لٹریچر کے بالاستیعاب وتقابلی مطالعہ کا نتیجہ ہو، جو نصف صدی سے پروفیسر حبیب سکول آف تھوٹ کے اثرات کو دنیائے تحقیق سے زائل کر سکے۔ ہمیں ان موضوعات پر سوچنا اور ایسا لائحہ عمل اپنانا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کو دنیائے تحقیق میں صحیح مقام دلا سکے۔

اپریل ۲۰۰۵ء

(ارمغانِ امام ربانی، لاہور)

افکارِ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک ماخذ

"امام شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی"

حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کے افکار اور معتقدات کے ماخذ و مراجع پر کام کرنا بہت لازم ہے، حضرت مجدد کا ماحول ہندوستان میں اسلام کی زبوں حالی اور مذہب کے نام پر مختلف عقائد کا ہر طرف اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اقدام نے حضرت مجدد کے افکار کو بہت گہری سوچ اور اس کے دفاع کے لیے ایسے عملی اقدام کرنے پر مجبور کیا کہ اگر اس عہد کی کتبِ تاریخ، تذکروں اور دوسرے لٹریچر سے آپ کی تصانیف کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں اور اسلام کے لیے آپ کے کلام میں جس شدت کے کرب، بے چینی اور ماتم کا تذکرہ ملتا ہے وہ واقعی اس امر کا محتاج ہے کہ اس عہد کے عصری لٹریچر کا مطالعہ کر کے اصل صورت حال کو واضح کیا جائے، خیر یہ تو ایک الگ موضوع ہے اور آپ کے عقائد و افکار کے ماخذ پر تحقیقی کام کرنا ایک جداگانہ کام ہے، کئی اصحاب نے آپ کے کلام میں سختی اور ہندوستان کے اسلام کو تباہی سے بچانے کے لیے جو رویہ اختیار کیا ہے اس کی کڑیاں علامہ ابن تیمیہ سے ملانے کی ناکام کوششیں کی ہیں جو عہد حاضر کے مستشرقین کے لیے بہت پر کشش ہیں[1]، ایسے میں اگر ہمارے ہم عقیدہ حضرات تحقیق کا میدان چھوڑ کر گوشۂ عافیت میں بیٹھ گئے تو نہ معلوم حضرت مجدد کے عقائد کو کس کس سے ملاتے ہوئے اس کی انتہا محمد بن عبد الوہاب نجدی پر اس طریقے سے کریں گے کہ نجدی کے افکار دراصل حضرت مجدد

---

1 Friedmann, yohanan: Sh. Ahmad Sirhindi, an outline of his Tthought. Montreal, 1971
ter-Haar: J.G.J: Follower and Heir of the Prophet (Sh. Ahmad Sirhindi as mystic), Leidden, 1992.

سے ماخوذ ہیں۔ (الحذر الحذر ثم الحذر)[1]

مقالۂ حاضر میں حضرت مجدد کے معتقدات کے سلسلے میں ہم صرف ایک ماخذ یعنی امام شیخ شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی کے احوال و آثار و افکار کا جائزہ لے رہے ہیں:

نسبت

امام فضل اللہ کی علاقائی نسبت تورپشت، توران پشت، توران گرد، ایران کے معروف خطہ یزد کے دیہات میں سے ہے جو شہر یزد سے پندرہ فرسخ بالای کوہ آباد ہے[2]۔ اس گاؤں کا اب مقامی نام تورون پشت ہے، جو شہر یزد سے ۲۰ کلومیٹر جنوب مغرب میں اور ۸ سے ۱۰ کلومیٹر شمال دامن کوہ میں واقع ہے[3] گویا امام فضل اللہ کا موطن یزد کا گاؤں توران پشت تھا لیکن آپ کا قیام شیراز اور آخر میں کرمان میں رہا۔[4]

ولادت

امام تورپشتی کی ولادت کا سال تو معلوم نہیں ہے اور نہ ہی تذکرہ نویسوں نے آپ کی طبیعی عمر کے بارے میں کچھ لکھا ہے علاقائی نسبت آپ کے والد کی بھی یہی ہے اس لیے قیاس ہے کہ آپ کی ولادت اسی قبضہ توران پشت میں ہوئی ہوگی۔

تعلیم وتربیت

آپ کے اساتذۂ کرام کے اسما تو سب کے سب معلوم نہیں ہیں البتہ علامہ سبکی نے امام جامع العتیق کے بارے میں لکھا ہے کہ امام تورپشتی نے صحیح بخاری ان سے روایت کی ہے:

---

[1] ہمارے سلسلہ کے بزرگ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی فرقہ وہابیہ کا تصور آنے پر اکثر یہی جملہ دعائیہ پڑھا کرتے تھے۔ (المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ ص ۱۷۶)

[2] محمد مفید مستوفی بافقی: جامع مفیدی مرتبہ ایرج افشار ج ۱/ ۳۰، ج ۳/ ۶۹۸/ ۳-۶۹۹، احمد بن حسین کاتب: تاریخ جدید یزد مرتبہ ایرج افشار ص ۴۴، لغت نامہ دھخدا "توران پشت"

[3] محمد قزوینی: (تعلیقہ بر) شد الازار مولفہ جنید شیرازی۔ ص ۱۹۱

[4] تفصیلات متعلقہ مقامات پر ملاحظہ کریں۔

روی صحیح البخاری عن عبدالوہاب ابن صالح بن محمد بن العزم امام الجامع العتیق، عن الحافظ ابی جعفر محمد بن علی، اخبرنا ابوالخیر محمد بن موسیٰ الصغار، اخبرنا ابوالھیم الکشمیھنی، اخبرنا الفربری[1] جامع العتیق شیراز میں ہے جہاں بہت سے اکابر علماء درس کی خدمت انجام دیتے تھے[2]۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام تورپشتی نے شیراز میں تعلیم حاصل کی اور اس سے قبل اپنے والد گرامی امام تاج الدین ابو سعید حسن کی خدمت بھی پڑھا ہو گا۔

تلامذہ

امام تورپشتی کے تلامذہ کی فہرست تو ہمیں کوشش کے باوجود کہیں نہیں مل سکی البتہ صرف ایک بزرگ شیخ صدر الدین مظفر قرشی ربیعی باغنوی متوفی ۶۸۸ موکف ۶۴ کتب عربی وفارسی واستاد بعضی اساتذۂ نامدار۔[3]

کرمان میں قیام وتدریس

امام تورپشتی کی زندگی کا زیادہ حصہ شیراز میں درس وتدریس میں گذرا پھر ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں قتلغ ترکان خاتون حاکم کرمان نے جو خود صاحب علم اور علم وعلماء پرور تھی اور کرمان پر بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے شوہر سلطان قطب الدین کے انتقال کے بعد ۶۵۵۔۶۸۱ھ ۱۲۵۷۔۱۲۸۲ء تک حکومت کی، امام تورپشتی کو کرمان بلالیا اس سال یعنی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں اس نے مدرسہ ترکانی مکمل کیا اور تدریس کے فرائض انجام دینے کے لیے شیراز سے کرمان آنے کی دعوت دی، مجمل فصیحی میں ہے:

طلب داشتن قتلغ ترکان شیخ المحدثین شہاب الملت والدین فضل اللہ التوران پشتی جہت تدریس مدرسہ ترکانی از شیراز بکرمان۔[4]

---

[1] سبکی، تاج الدین عبدالوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸ / ۳۴۹

[2] عیسیٰ بن جنید شیرازی: ملتمس الاحیاء (تذکرہ ہزار مزار) ص ۳۳۱ وبہ بعد

[3] جنید شیرازی: شد الازار ص ۱۹۰۔۱۹۶، عیسی شیرازی: ملتمس الاحیاء ۲۳۷۔۲۴۲، زرکوب شیرازی: شیراز نامہ ۱۷۸۔۱۸۰

[4] فصیح خوانی: مجمل فصیحی ۳۲۶ / ۲، اس ملکہ محترمہ کے حالات وعہد حکومت کے لیے ملاحظہ کیجیے: ناصر الدین منشی: سمط العلی للحضرۃ العلیا۔ تہران ۱۳۲۸ش

وفات

کرمان کے اس مدرسہ ترکان میں پانچ سال تدریس کے فرائض انجام دیئے تھے کہ ۶۶۱ھ / ۶۳-۱۲۶۲ء میں امام تورپشتی کا وصال ہو گیا۔[1] علامہ سبکی نے ان کا سال وصال قیاسی طور پر ۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء لکھا ہے[2]، صاحب کشف الظنون نے امام تورپشتی کا سالِ وفات ایک جگہ ۶۸۵ھ دوسرے مقام پر ۶۰۰ھ جبکہ تیسری جگہ ۶۶۱ھ لکھا ہے[3]۔ لیکن یہ سب قیاس آرائیاں ہیں ہمارے خیال میں ایرانی مورخ فصیح خوانی کا درج کردہ سالِ وصال ۶۶۱ھ / ۶۳-۱۲۶۲ء زیادہ قرین قیاس ہے۔

اولاد واخفاد

امام تورپشتی کی اولاد میں تین بیٹوں اور ایک بیٹی کا ذکر ملتا ہے، یعنی اوّل تاج الدین عبد اللہ، دوم صدر الدین عبد العزیز، سوم مجد الدین عبد الرحمٰن۔[4]

امام تورپشتی کے پڑپوتے عماد الدین عبد السلام، قتلغ ترکان خاتون کی بنا کردہ رباط میں "شیخ رباط" تھے[5]۔ اور امیر مبارز الدین محمود بن مظفر کے مقرب وندیم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شراب خوری کے سخت مخالف تھے۔[6]

امام تورپشتی کی صاحبزادی کا عقد امام عبد العزیز بن محمد بن محمود سدیدی زوزنی سے ہوا،[7] یہ امام عبد العزیز حنفی وہی ہیں جن کا ذکر جواہر المضیہ میں بھی ملتا ہے۔[8] ان کے والد گرامی محمد بن محمود بن محمد ابو المفاخر سدید زوزنی جو ملتقی البحارفی شرح المنظومۃ کے موکف تھے۔[9] اس صاحبزادی کے بطن سے امام عماد الاسلام عبد الرحیم

---

۱ فصیح خوانی: مجمل ۳۳۰/۲

۲ سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبری ۸/ ۳۴۹

۳ حاجی خلیفہ: کشف الظنون ص ۷۳، ۱۶۹۹، ۱۷۱۹

۴ مجمل فصیحی ۲/ ۳۳۰ امام تورپشتی کی اولاد در اولاد کے اسماء کے لیے دیکھیے اگلے صفحہ پر شجرہ نسب

۵ مجمل ۲/ ۳۳۱

۶ ایضاً

۷ ایضاً ۳/ ۴۱

۸ الجواہر المضیہ ۱/ ۳۲۱

۹ ایضاً ۲/ ۱۳۲، کشف الظنون ۲/ ۱۸۱۶

تولد ہوئے جن کا انتقال ۷۲۹ھ / ۲۹-۱۳۲۸ء میں ہوا جنہوں نے ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء میں ملک غیاث الدین صاحب ہرات کے ساتھ حج کیا اور اپنی کتاب تعلیقات سے صاحب التعلیقہ کے نام سے معروف تھے گویا صاحبزادی کا نسب یُوں قرار پائے گا:

شجرہ امام تورپشتی

یوسف
|
حسین
|
امام تاج الدین ابوسعید حسن
|
شیخ شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی

تاج الدین عبداللہ — صدر الدین عبدالعزیز — مجد الدین عبدالرحمٰن — دختر (منسوب، امام تاج الدین زوزنی)

تاج الدین عبداللہ ← کمال الدین ← نظام الدین ← تاج الدین عبداللہ

صدر الدین عبدالعزیز ← فرزند نداشت

مجد الدین عبدالرحمٰن ← شہاب الدین فضل اللہ (ثانی)، برہان الدین عبدالمومن

شہاب الدین فضل اللہ (ثانی) ← رکن الدین سلیمان، عماد الدین عبدالسلام (شیخ رباط پادشاہ خاتون بکرمان)

رکن الدین سلیمان ← صدر الدین عبدالعزیز

(مجمل فصیحی ۳/ ۵۶)

نوٹ: شیخ شہاب الدین تورپشتی اور اُن کی اولاد کا نسب مجمل فصیحی سے اور ان سے اوپر کے اسما خود ان کی تالیف المعتمد پر ان کے شاگرد کے پیش لفظ سے منقول ہیں، صاحبزادی کا شجرہ اس طرح ہے۔

مجمل فصیحی ۳/ ۴۱

امام محمد بن محمود ابو المفاخر سدیذی زوزنی (ف ۶۶۲ھ) (جواہر المضیہ ۲/ ۱۳۲، مجمل فصیحی ۳/ ۴۱)

|

امام عبد العزیز (شوہر دختر امام توپشتی) ایضاً

|

ابو المظفر عماد الاسلام عبد الرحیم (ف ۷۲۹ھ) ایضاً

مسلک

امام تورپشتی کا مسلک حنفی تھا لیکن موصوف شافعی اور حنفی دونوں طریقے استدلال کے طور پر پیش فرماتے تھے ہمیں حنفی فقہا کے قدیم تذکروں میں سے کسی میں امام تورپشتی کا ذکر نہیں مل سکا، البتہ شافعی فقہا کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر بحیثیت فقیہ شافعی کیا گیا ہے[1]، صرف کشف الظنون میں انہیں چند مقامات پر حنفی لکھا گیا ہے۔[2]

امام صاحب کے شاگرد نے ان کی تالیف المعتمد پر جو پیش لفظ لکھا ہے اس میں بھی القاب کے ساتھ ''مبین المعانی نعمان الثانی''[3] کے الفاظ ملتے ہیں۔ جس سے ان کے حنفی المسلک ہونے میں شک نہیں رہ جاتا۔

القاب

تذکرہ نویسوں نے امام تورپشتی کو شاندار القاب سے نوازا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علامہ سبکی نے لکھا ہے:

رجل محدث فقیہ[4]۔

ناصر الدین منشی کرمانی نے انہیں ''پیشوای اھل حدیث و تفسیر'' یعنی محدث کامل بتایا ہے:

---

[1] سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/ ۳۴۹، ابن شہبہ: طبقات الشافعیۃ ۲/ ۴۲

[2] کشف الظنون ۲/ ۱۶۹۸

[3] المعتمد ص ۲

[4] سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبری ۸/ ۳۴۹

مولانا شیخ الشیوخ محی مراسم سنت و جماعت ماحی صدر ھوی و بدعت استاد و پیشوای اھل حدیث و تفسیر دمقتدیٰ وسر دفتر اصحاب وعظ و تذکیر قطب الاولیا فی زمانہ، الفایق علی صنادید الدھر بعظمۃ شانہ وعلو مکانہ[1]

امام تورپشتی کے ایک شاگرد نے المعتمد کے ابتدائیہ میں بہت عمدہ القاب لکھے ہیں لیکن جن کا ہر لفظ خوب بامعنی ہے:

مولانا الصدر الاعظم، الامام المعظم، کہف الاکابر و الامم، منبع الجود و الکرم، العالم الکبیر البارع المجتہد النحریر، علم الھدیٰ، علامہ الوری، قطب الاولیا، وارث الانبیا، صدر الشریعۃ، محی السنۃ، قامع البدعۃ ملک الکلام، فخر الانام، سلطان العلماء والمفسرین ملک المشائخ و المحدثین۔۔۔[2]

جنید شیرازی نے انہیں "من المشائخ الکبار" لکھا ہے۔[3]

فصیح احمد خوافی نے بھی جابجا امام تورپشتی کو شاندار القاب سے سرفراز کیا ہے:

شیخ الحفاظ افتخار المحدثین[4]۔۔۔

قاضی ابن شہبہ اور طاش کبری زادہ نے علامہ سبکی کے الفاظ ہی دہرائے ہیں۔[5]

قصیدہ برای سلطان الملک الکامل محمد ایوبی:

۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء، میں امام تورپشتی نے بیت المقدس پر فریڈرک ثانی کے قبضہ اور مسلمانوں کی بے بسی پر یہ قصیدہ لکھا، یہ زمانہ سلطان الکامل محمد بن عادل ابی بکر بن ایوب بن شادی بن مروان (۶۱۶۔۶۳۵ھ / ۱۲۱۸۔

---

۱ ناصر الدین منشی کرمانی، سمط العلی ۴۱

۲ المعتمد ص ۲۔۳ (طبع استنبول)

۳ جنید شیرازی: شد الازار ۱۹۰

۴ خوانی: مجمل فصیحی ۲/ ۳۳۰

۵ طاش کبری زادہ: مفتاح السعادۃ ۲/ ۱۸، قاضی ابن شہبہ: طبقات الشافعیۃ ۲/ ۴۲

۱۲۳۸ء) کا ہے جس میں مسلمانوں کے آپس کے اختلافات سے غیر مسلم قوتوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے[1]۔ یہ قصیدہ اسی پر آشوب دور کی یادگار ہے۔

قریب العہد مورخ ناصر الدین منشی کرمانی نے اس قصیدہ کو نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے[2]، جو یہ ہے:

یا ایها الملک الذی هماته ضربت قباب العز فوق الفرقد

حوشیت ان تلقی معالم دیننا ایام ملک فی الحضیض الاوهد

اولست من قوم تأثل فی العلی اعراق روحتهم لطیب المتحد

نصبوا القمع الکفر اعلام الهدیٰ بسنان خطار وحد مهند

فأتیت تهدم بعدهم ما اسسوا اقررت لاقرت عیون الحسد

بوأت اعداء الرسول مقاعداً رفعت بناها للعباد السجد

و احسرتا ان الشریعة بدلت بتجلجل الناقوس جو المعبد

کم معهد للأ بنیا ملوث بالخمر والخنزیر یا للمعهد

لهفی علی البیت المقدس انه یأوی الیه کل علج ملحد

اعزز علی الاسلام ان تلقاهم یتبخترون اعزة فی المسجد

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

۱۔ مقریزی، تقی الدین احمد: کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک ۱/۱/ ۲۲۹۔۲۳۷

۲۔ ابن تغری بردی جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ ۶/ ۲۲۷۔۳۰۲

۳۔ سبط ابن الجوزی: مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ۸/ ۲/ ۶۵۳۔۶۵۹

۴۔ ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ ۱/ ۱۳۳/۱۳۔۱۳۶

Hitti, p.k: History of Syria, pp. 606-7

[2] ناصر الدین منشی: سمط العلی للحضرۃ العلیا ص ۴۲

اس قصیدے کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے:

عباس اقبال "چگونہ یک نفر ایرانی در جنگہائی صلیبی فرماندہ جنگ وواسطہ صلح بود، (مجلہ) اطلاعات، تہران، ش ۳ سال دوم، خرداد ۱۳۲۸ش

ان کنت لا تخشی شماتة حاسد و عناد جبار و سطوة معتد

فاحذر بکاء المسلمین و حزنهم و توق دعوة ناسک متعبد

واذکر وقوفک نادماً مستعباً یوم القدوم علی النبی محمد

ان الصلیب تعاضدت انصاره یا امة الاسلام هل من معضد

تالیفات

امام تورپشتی کی اب تک حسب ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

ا۔ المیسر شرح مصابیح السنة

مصابیح السنة شیخ الاسلام محی السنة ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی شافعی[1] متوفی ۵۱۶ھ ۱۱۲۲ء کی ایسی تالیف ہے جو اس فن کے استادوں کو بے نیاز کر دیتی ہے، اور ہمارے اسلاف کی میراثِ کمال کی انتہا ہے، مصابیح السنة کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں[2]، ان میں امام تورپشتی کی شرح کا خاص مقام ہے، علامہ سبکی نے اسے "شرحاً حسناً" قرار دیتے ہوئے اس میں سے فوائد نقل کیے ہیں[3]۔ گو اس شرح کا متن ابھی شائع نہیں ہوا ہے لیکن علامہ سبکی کے نقل کردہ اقتباسات سے اس کے خصائص کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے، اس شرح کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے،[4] جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

الحمد لله الذی شرع لنا الحق۔۔۔

---

۱ امام بغوی کے حالات کے لیے دیکھیے:
ذہبی، شمس الدین محمد: سیر اعلام النبلاء ۱۹/ ۴۳۹۔۴۴۳

۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
حاجی خلیفہ: کشف الظنون ۲/ ۱۶۹۸۔۱۷۰۲

۳ سبکی: طبقات الشافعیة الکبریٰ ۸/ ۳۰۵۔۲۵۲

۴ Arshi, I. A. Cat. Arabic MSS. Raza Library Rampur/ Vol. I. pp. 552-553
دیگر نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے:
بروکلمان: تاریخ الادب العربی (جرمن) ضمیمہ جلد اول صفحہ ۶۲۰

تحفۃ السالکین

یہ فارسی میں ہے اور حسبِ ذیل تین قواعد پر مشتمل ہے:

اوّل: الاعتقادات

ثانی: المعاملات

ثالث: اخلاق والآداب[1]

تحفۃ المرشدین

یہ تحفۃ السالکین کی تلخیص ہے، اور اسی طرح سے تین ابواب پر مشتمل ہے۔[2]

مطلب الناسک فی علم المناسک

موضوع نام سے ظاہر ہے، امام تورپشتی نے اس رسالے کو چالیس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں فقہ کی بجائے تمام تر حدیث سے استنباط کیا ہے۔ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

سلک فیہ مسلک الحدیث الفقہ[3]

المعتمد فی المعتقد

عقائد اسلامیہ کے بیان میں امام تورپشتی کی یہ ایسی کتاب ہے جسے بہت شہرت نصیب ہوئی، فارسی زبان میں عام فہم انداز سے تالیف کی گئی ہے اور اسے معروف دیندار بادشاہ فارس ابوبکر قتلغ خان بن سعد (۶۲۸۔۶۵۸ھ / ۱۲۳۰۔۱۲۶۰ء) کے نام معنون کیا ہے اور اس کی دینداری کا ان شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

"بندۂ برگزیدہ خدای بپاد شاهی نقیۂ صالحہ ملوک و سلاطینِ اسلام پادشاہ نیاز مند دین پرور رحیم دل درویش نواز سلغر سلطان آتا بک ابوبکر بن سعد زنگی کہ ہموارۂ در نظر و کنف خدای باد معنون گردانید

---

[1] حاجی خلیفہ: کشف الظنون ۱/ ۳۶۶

[2] ایضاً ۳۷۳

[3] ایضاً ۲/ ۱۷۱۹، ۱۸۳۱

و بدعای دولتش معطر و ہیچ حق گذاری در مملکت تمہید عقیدت طریق وی بود۔۔۔ دہرگز نام ہیچ زندیق نمیتواند شنید در وی ہیچ صاحب بدعت نتواند دید و طریقہ ایں خاندان کہ پایندہ و پیوستہ باد ہموارہ برہمیں بودہ است امیدہست کہ چنانچہ حق تعالیٰ بکفایت و رعایت وی دماغ و فروج مسلمانان را از شرِ دشمن نگاہداشتہ است دل و دین بے علمان عوام سادہ دل رابحمایت و سیاست وی از شر بد اعتقادان نگاہدارد۔"[1]

سلطان ابو بکر قتلغ خان کو ان القاب خصوصاً "دین پرور" اور یہ کہ بادشاہِ اسلام کسی "زندیق اور بدعتی" کا نام تک سننا پسند نہیں کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے پہلے لکھا ہے کہ ایسے بادشاہ کی حکومت کی طرف سے اس کتاب کو سند" حاصل ہے:

تدبیر خیال خواست کہ ایں کتاب را از طرف سلطنت مستندی باشد و باسم صاحب دولتی مُعَنْوَنَ گردد[2]۔

حمد اللہ بن ابی بکر مستوفی نے اس بادشاہ کے متعلق لکھا ہے:

پادشاہی عادل خیر بزرگ منش بود در حقِ اھلِ علم و مشائخ و اھلِ بیوتات قدیم انعامات فرمودی۔۔۔ ولایات جہتِ ایشاں وظائف فرستادی[3]۔۔۔

---

۱ المعتمد ص ۷

۲ المعتمد ص ۶

۳ حمد اللہ مستوفی، تاریخ گزیدہ / ۵۰۵-۵۰۶

المعتمد کا ایک نام تحفہ مظفری بھی ہے کیوں کہ جس عہد حکومت یعنی سلطان ابو بکر قتلغ خان (آل سلغر) میں تالیف ہوئی ہے کے ہر بادشاہ کا لقب مظفر الدین تھا۔ (زمباور: معجم الانساب ۳۵۰)

اگر المعتمد کے ابتدائیہ اور تالیفاتِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ دینِ حق کی سربلندی اور سرپرستی کے لیے جس بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں حضرات ایک ہی قسم کے سلطان کے متلاشی تھے۔

امام تورپشتی کی یہ کتاب اسی سلطان کے عہد میں کسی سال یعنی ۶۲۸۔۶۵۸ھ تالیف ہوئی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شیخ مرتضیٰ فرید بخاری کو عقائد کی درستی کے سلسلے میں اپنی مجلس میں اس کتاب کی سماعت کی تاکید کی ہے' اور جا بجا اس کتاب سے استفادہ کیا ہے ان شا اللہ اس مقالہ کا دوسرا حصہ حضرت مجدد کی تحریرات کی روشنی میں اس کتاب کے تجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہو گا، اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

پہلا ایڈیشن مطبع مظہر العجائب مدراس سے ۱۲۸۸ھ دوسرا ایڈیشن اسی کی نقل آقای حُسین حلمی نے استنبول سے عمدہ ٹائپ میں ۱۹۹۰ء کو شائع کیا، اس کتاب کا اُردو ترجمہ عقائد مجددیہ کے نام سے ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا۔

مآخذ

مطبوعاتِ عربی:

ا: جنید شیرازی، معین الدین ابو القاسم: شد الازار فی حط الاوزار عن زوار والمزار طبع محمد قزوینی وعباس اقبال، تہران، چاپ خانہ مجلس ۱۳۲۸ش

۲: سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ طبع عبد الفتاح محمد الحلو، قاہرہ ۱۹۶۴ء

۳: ابن شہبہ، ابی بکر، قاضی: طبقات الشافعیۃ۔ طبع عبد العلیم خان، حیدر آباد، دکن ۱۹۷۹ء

۴: یحییٰ الدین علی نجیب: الذیل علی طبقات الفقہا الشافعیۃ لابن الصلاح، بیروت، دار البشائر اسلامیہ ۱۹۹۲ء

مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱۹۳/۱/ ۳۰۷۔۳۱۰ طبع استنبول، ترکی

حضرت مجدد کے ایک معاصر شیخ محمد جمیل بن ابو تراب بدخشی حارثی کشمیری نے اپنی کتاب منتخب العقائد (تالیف ۱۰۱۶ھ) میں المعتمد کے مولف کے بکثرت حوالے دیئے ہیں۔

۵: مقریزی، تقی الدین احمد: کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک، طبع محمد مصطفیٰ زیادۃ، قاہرہ، دار الکتب المصریۃ ۱۹۳۴ء

۶: قرشی، محمد عبد القادر: الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۳۳۲ھ

۷: ابن تغری بردی، جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر و القاہرہ، قاہرہ، دار الکتب العربیہ

۸: سبط ابن الجوزی: مراہ الزمان فی تاریخ الاعیان، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۹۵۱ھ

۹: ابن کثیر، ابو الفداء: البدایۃ النھایۃ، طبع محمد سعید زغلول، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۷ء

۱۰: ذہبی، شمس الدین محمد: سیر العلام النبلاء طبع جماعۃ المقنین، بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۹۸۸ء

۱۱: طاش کپری زادہ، احمد بن مصطفیٰ: مفتاح السعادۃ، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۹۸۰ء

۱۲: حاجی خلیفہ: کشف الظنون، طبع محمد شرف الدین یالتقایا، بغداد، مکتبہ المثنی (س ن)

۱۳: زامباور: معجم الانساب والاسرات الحاکمۃ، ترجمہ زکی محمد حسن بک، بیروت ۱۹۸۰ء

کتب فارسی:

۱۴: محمد جمیل بن ابو تراب بدخشی حارثی کشمیری: منتخب العقائد (۱۰۱۶ھ) قلمی نسخہ مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور

۱۵: زرکوب شیرازی، ابو العباس معین الدین احمد: شیراز نامہ، طبع اسماعیل واعظ جوادی، تہران ۱۳۵۰ش

۱۶: عیسیٰ بن جنید شیرازی: ملتمس الاحبا (تذکرہ ہزار مزار، ترجمہ شد الازار) طبع نورانی وصال، شیراز، کتابخانہ احمدی ۱۳۶۴ش

۱۷: ناصر الدین منشی کرمانی: سمط العلی للحضرۃ العلیاء، طبع عباس اقبال، تہران ۱۳۲۸ش

۱۸: تورپشتی، فضل اللہ: المعتمد فی المعتقد، استنبول، ترکی ۱۹۹۰ء

۱۹: حمد اللہ مستوفی: تاریخ گزیدہ۔ طبع عبد الحسین نوائی، تہران ۱۳۶۲ش

۲۰: مجدد الف ثانی، امام ربانی: مکتوبات طبع نور احمد امرتسری، استنبول ترکی، ۱۹۷۷ء

۲۱: خوافی، فصیح احمد: مجمل فصیحی، ۳ جلد طبع محمود فرخ، مشہد ۱۳۳۹ش

۲۲: محمد مفید مستوفی: جامع مفیدی، طبع ایرج افشار، ج۱، ۳۔ تہران، ۳۴۲۔۱۳۴۰ش

۲۳: احمد بن حسین کاتب: تاریخ جدید یزد، طبع ایرج افشار، تہران ۱۳۴۵ش

۲۴: دھخدا: لغت نامہ۔ تہران ۱۳۴۸ش وبہ بعد

۲۵: عباس اقبال: چگونہ یک نغر ایرانی در جنگھای صلیبی فرماندہ و جنگ و واسطۂ صلح بود (مقالہ مشمولہ مجلہ) اطلاعات، تہران، ش۳، س۲، ۱۳۲۸ش

یورپین مآخذ:

26: Friedmann, yohnan Sh. Ahmad Sirhindi, Montareal, 1971
27: ter Harr J.G.J: Follower and Heir of the prophet (Ahmad Sirhindi, as mystic, Leiden 1992
28: Hitti, p.k: History of Syia, London, 1951
29: Brockelmann, e: Geschichte der Arabischen Litterature, Leiden 1942
30: Behn, w.h: Index, Islamicus (1665-1905) Leidon, Adiyok, 1989

المعتمد فی المعتقد کا دوسرا اُردو ترجمہ معروف عالم دین حضرت مفتی محمد علیم الدین مدظلہ العالی استاد مدرسہ سلطانیہ (کالا دیو، جہلم) نے کیا ہے جو پہلے ترجمہ کے مقابلہ میں جامع، رواں، عام فہم اور حواشی سے مزین ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس اہم کتاب کا ترجمہ از سر نو کیا اور اسے عقائد اسلامیہ کے لیے ایک اہم ماخذ بنا دیا، اب اس کتاب سے وہ حضرات بھی بآسانی استفادہ کر سکیں گے جو عربی و فارسی جیسی بنیادی زبانوں سے ناواقف ہیں۔

حضرت مترجم مفتی صاحب مدظلہ العالی نے موکف علام سے اپنے حواشی میں بعض مقامات پر اختلاف بھی فرمایا ہے جو بہت ہی لازم ہے، اس لیے کہ اسلام کی تمام تر بنیاد انہی عقائد پر ہے جن کا اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے، اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد کے بیان کے دوران موکف بزرگ نے باطل فرقوں اور ان کے عقائد بھی بتا کر اسلام کے عقائد کی حقانیت سے آگاہ کیا ہے۔

اس کتاب میں ایک مسئلہ حضرت سید الانبیاء ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا ہے، مفتی صاحب قبلہ نے اس کے حواشی میں علامہ سیوطی کے رسالہ کی تلخیص درج کر دی ہے جو بظاہر کافی ہے لیکن کتاب المعتمد کا ترجمہ اسی لیے پیش کیا جارہا ہے کہ اسے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ نے پسند فرما کر اسے اس عہد کی سب سے اہم سیاسی شخصیت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو عقائد کی دوستی کے سلسلہ میں اپنی مجلس میں اس کتاب کی سماعت کی تاکید فرمائی تھی، اس لیے لازم ہے کہ نقش بندی مجددی مشائخ کی حضرت نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے اثبات میں دلائل بھی جمع کیے جائیں۔

اس مختصر مقدمہ میں حضرات مجددیہ کے اس موضوع پر تمام افکار کا جمع کرنا بظاہر دشوار ہے صرف اشارات کے طور پر چند بزرگوں کے اقوال مختصراً یہاں لکھے جارہے ہیں اس سلسلہ میں سب سے اہم تحقیق معروف عالم و نقش بندی شیخ طریقت شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری[1] (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کی ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک بیس اوراق کا مفصل مکتوب لکھا ہے جو ایک رسالہ سے کم نہیں ہے، چونکہ سائل پشاور کے تھے اس لیے اس کا روئے سخن علمائے پشاور کا "والدین کریمین" کے ایمان سے انکار اور اس علاقہ کے ایک اور بزرگ حضرت میاں محمد عمر چمکنی پشاوری کا اس سلسلہ میں اثبات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں والدین کریمین کے ایمان کے اثبات میں مفرد رسائل لکھے ہیں، ان میں سے شیخ عبد القادر طبری امام مقام ابراہیم در مکہ معظمہ (شافعی)، علامہ مصطفیٰ بن فتح اللہ حموی مکی، شیخ حسن بن علی عجیمی مکی (حنفی) انہوں نے شیخ عبد القادر مذکور کے رسالہ میں سے ان کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قادری و نقش بندی (خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی شرح مشکوۃ کے حوالہ سے بھی ایمان کے اثبات کے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اثبات کے تین طریقے ہیں:

---

[1] شاہ فقیر اللہ علوی جلال آبادی ثم شکارپوری بارھویں صدی ہجری / اٹھارھویں صدی عیسوی کے نامور عالم، صوفی اور متعدد دقیق علمی کتاب کے مؤلف تھے ان کا سلسلہ نقشبندیہ کا شجرہ یوں ہے:
شاہ فقیر اللہ عن شیخ محمد مسعود پشاوری عن حاجی محمد سعید لاہوری عن شیخ سعد اللہ وزیر آبادی عن شیخ آدم بنوڑی عن حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارھم (مکتوبات شاہ فقیر اللہ ص ۳۱۵)

اوّل کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے دوم یہ کہ یا تو ان تک دعوت ہی نہیں پہنچی تھی کہ ان کی وفات ہو گئی سوم یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعا سے وہ ایمان کے نور سے منور ہو گئے۔

اس سلسلہ پر حافظ صلاح الدین علائی کی ایک دقیق علمی کتاب درۃ سنیہ فی مولد سیّد البریہ میں سے مندرجہ دلائل بھی دیئے ہیں۔

یہ پورا مکتوب اپنے موضوع پر اتنا جامع ہے کہ اس مسئلہ پر کوئی اہم حوالہ مکتوب نگار بزرگ سے فروگذاشت نہیں ہوا، لازم ہے کہ اس مکتوب کا اُردو اور عربی ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ آج کی علمی دنیا کو ہمارے ملک کے اہلِ علم حضرات کی تحقیقی کاوشوں کا علم ہو سکے، طوالت کے خوف سے دیگر امور نظر انداز کیے جا رہے ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ کی دوسری اہم شخصیت حضرت میاں محمد عمر چمکنی پشاوری [1] (۱۰۸۴۔۱۱۹۰ھ / ۱۶۷۳۔۱۷۷۶ء) کی ہے جو اپنے عہد کے نامور عالم اور روحانی پیشوا تھے اور اہلِ سنت کے اکابر حضرات میں شمار ہوتے تھے، اس مسئلہ میں علمائے پشاور کے اختلاف کو فرو کرنے کے لیے حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کا مذکورہ مکتوب گرامی یہی بزرگ پشاور لے کر گئے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو شاہ صاحب کے مکتوب سے تسلی نہیں ہوئی اس لیے انہوں نے خود اس مسئلہ اور نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کے ایمان کے اثبات میں ایک نہایت علمی و دقیق اور ضخیم کتاب "شمس الہدیٰ بدر الدجیٰ فی ذکر ایمان والدی خیر الوریٰ" [2] کے نام سے تالیف کی جس کے ۴۵۸ صفحات ہیں، موصوف نے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی ہے، اور قدیم و جدید حوالہ جات سے مزین ہے۔ اس سلسلہ کا کوئی ایسا اہم

---

1. حضرت میاں محمد عمر چمکنی پشاوری خلیفہ شیخ سعدی لاہوری و شیخ محمد یحییٰ اٹکی، شیخ سعدی لاہوری خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی اور آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت کے نامور خلیفہ تھے، بہت سی علمی و روحانی کتب کے مولف بھی، حالات و آثار کے لیے ملاحظہ ہو:
حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی تالیف محمد حنیف، پشاور ۲۰۰۲ء
2. شمس الہدیٰ کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ اسلامیہ کالج، پشاور میں ہے اور دوسرا خطی نسخہ (ذخیرہ داؤدی مرحوم) نیشنل میوزیم، کراچی میں ہے یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

حوالہ موکف سے فروگذاشت نہیں ہوا ہے "والدین کریمین" کے ایمان کی نفی کرنے والوں کی ایسی علمی وروحانی خبر لی ہے کہ بس انہی کو زیب دیتی ہے، اس کے چند مندرجات ملاحظہ ہوں:

نبی کریم ﷺ کے اجدادِ کرام اور امہات المومنین سب کے سب توحید و ایمان پر قائم تھے، آپ ﷺ کے نسب کو نسبتِ بد سے تعبیر کرنا توہین ہے، انبیاء علیہم السلام کے متعلق برے الفاظ استعمال کرنا کفر ہے، اہل سنت اس امر پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو شخص نبیوں کے حسب ونسب کے صحیح ہونے پر یقین رکھتا ہو وہ صحیح معنوں میں مومن ہے اور جو ان میں شک کرے وہ کافر ہے، آپ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے جو انسان انبیائے کرام پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو لیکن ساتھ ہی ان کے اجداد کے کفر کا بھی قائل ہو وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

انبیائے کرام کے آبا پر کفر کا الزام لگانے والا خلقِ خدا کے دلوں کو ان سے متنفّر کرتا ہے جو گالی کے مترادف ہے، جو ایسا کرے وہ دو قسم کے امور کا مرتکب ہو گا کہ یا تو وہ کافر ہے یا منافق۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنی کے نزدیک حضرت نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کے ایمان سے متعلق تمام روایات خود ساختہ ہیں جو کفار یہود و نصاریٰ کی پھیلائی ہوئی ہیں اہل ایمان کو ان سے بہر حال بچنا چاہیے۔

انبیائے کرام کی عیب جوئی "طعن فی الدین" کے مترادف ہے جو منافقین کرتے رہتے ہیں، میاں محمد عمر چمکنی آپ ﷺ کے والدین کریمین کو "اہل فرۃ" میں سے تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک اس امر پر علماء کا اختلاف ہے کہ وہ ایمان رکھتے تھے یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے والدین "توحید ابراہیمی" پر یقین کامل رکھتے تھے اور اسی پر تا وفات قائم رہے۔

حضرت میاں صاحب ان لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جو "والدین کریمین" کے ایمان اور نجات میں "توقف" سے کام لیتے ہیں وہ بھی کفار میں شامل ہیں، آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمت کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی والدین شریفین کے ایمان کی نفی کی ہے وہ بلا تحقیق ایسی بات کہتے ہیں کیوں کہ فقہِ اکبر میں جو اس قسم کا اندراج ہے وہ معاندین کی تحریف ہے، علمائے حق نے اس امر پر بہت تحقیق کی ہے، حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میرے پاس فقہِ اکبر کا ایک نسخہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین کے متعلق یہ جملے موجود ہیں:

والدی رسول اللہ ﷺ قد کانا ماتا علی ملة الحنیفة وھی ملة خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیه الصلوة والسلام و ھما ماتا علی توحید ربّ المجید علی الایمان علی الاسلام فی ایام فترة الوحی قبل ھذہ الامة۔

اس امر میں حضرت میاں چمکنی علیہ الرحمت نے ان روایات کی خوب تحقیق کر کے ان کا ایسا تجزیاتی مطالعہ اور نتائج مرتب کیے ہیں کہ پوری کتاب قابل ہے کہ آج کے دور میں اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ شائع کیا جائے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی ایک اور بڑی شخصیت موکف تفسیر مظہری حضرت قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتی قدس سرہ (۱۱۴۰۔۱۲۲۵ھ / ۱۷۲۷۔۱۸۱۰ء) کی ہے جو نقش بندی طریقت کے مشہور عالم، محدث اور متصوف حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید علیہ الرحمت (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے سب سے معروف خلیفہ تھے، قاضی صاحب نے بہت سے اسلامی موضوعات پر بیش بہا کتب ہماری راہنمائی کے لیے تصنیف فرمائی تھیں جن میں ایک رسالہ تقدیس والدی المصطفیٰ ﷺ تالیف کیا تھا، جس کا ایک خطی نسخہ حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے کتب خانہ (خانقاہِ حضرت شاہ ابوالخیر دہلی) میں محفوظ ہے، قاضی صاحب اس رسالہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) شیخ اجل جلال الدین سیوطی نے نبی کریم ﷺ کے آباء کرام کے اسلام پر متعدد رسائل لکھے ہیں میں نے بھی ان رسالوں میں سے کچھ امور اخذ کر کے ایک رسالہ مرتب کیا ہے جس میں ان کے اسلام کا اثبات کیا گیا ہے اور اس کے خلاف جو شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کا شافی جواب دیا ہے"۔ (تفسیر مظہری ۱۷/ ۱۲۱)

قاضی صاحب کے اس اہم رسالہ کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے شائع کر دیا ہے۔

مآخذ ذیل

۱: ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: تقدیس والدی المصطفیٰ، قلمی نسخہ، مخزونہ کتابخانہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی۔

۲: عارف، محمود الحسن: تذکرہ قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۵ء

۳: فقیر اللہ علوی شکار پوری، شاہ: مکتوباتِ شاہ فقیر اللہ علوی، جامع محمد فاضل انصاری، لاہور، ۱۹۱۹ء

۴: محمد حنیف: حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی، پشاور، ۲۰۰۲ء

۵: محمد عمر چمکنی پشاوری، میاں: شمس الہدیٰ، بدر رجیٰ فی ذکر ایمان والدی خیر الوریٰ (خطی نسخہ ذخیرہ خلیل الرحمٰن داؤدی) مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی۔

(۷/ ستمبر ۱۹۹۵ء)

مکتوبات کے فہم و تفہیم میں حضرات مجددیہ کی کوششیں

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ میں شامل بعض دقیق مسائل کو سمجھنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی میں ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ خود آپ کے کئی اصحاب نے بعض مطالب کی تشریح کی درخواست کی تھی جن کے جواب میں خود صاحبِ مکتوبات نے خامہ فرسائی کی ہے، پھر آپ کے حین حیات آپ کے کلام پر بعض حاسدین اور کم فہم اصحاب نے اعتراضات شروع کیے تو آپ نے ان اعتراضات کے مدلل جواب مرحمت فرمائے، آپ کے حالات پر دو معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی اس کی جھلکیاں ملتی ہیں، حضرات القدس میں شامل آپ کے ملفوظات میں آپ کی بعض دقیق تحریرات کی تشریحات بھی کی گئی ہیں[1]۔

فہم و تفہیم کے لیے یہ کوششیں حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے بعد بھی جاری رہیں آپ کے صاحبزادگان کے مکتوبات کے مجموعوں میں جابجا ایسے مغلق مقامات کی تشریحات کی گئی ہیں کہ ان کے بغیر مکتوبات کو سمجھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔

آپ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید (ف ۱۰۷۱ھ) نے اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر آپ کے کلام کی توضیحات پیش کی ہیں مثلاً مکتوب ۶/ ۱۲ وحدت الشہود کے بیان میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تشریح، ۶/ ۱۴ کرامات کے بیان میں، ۲۰/ ۲۶ مرضِ موت میں مجہول کیفیت کا واضح ہونا، ۲۳/ ۲۸ رفع شبہات بر کلام حضرت مجدد ۲۴/ ۲۹ معارف حضرت مجدد کا بیان، ۲۸/ ۳۲ (بشارات بسلسلہ قطب......) ۳۱/ ۴۳ (وحدت الوجود..........) ۵۷/ ۱۱۲ (تشریح مکتوب حضرت مجدد.........) ۶۸/ ۱۲۸ (حقیتِ کعبہ کا بیان)

---

[1] بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۱۱۳۔ ۱۴۳ (یہ پورا باب ہی مخالفین کے شبہات کے جواب میں ہے)

اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ) نے بھی اپنے مجموعۂ مکاتیب میں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے بڑے اہتمام سے مکتوبات و معارفِ حضرت مجدد الف ثانی کی توضیحات پیش کی ہیں، جن کی نشاندہی بجائے خود ایک طویل موضوعِ تحقیق ہے۔[1]

اسی طرح ان حضراتِ شیخین کے فرزندان گرامی نے بھی اپنے مکاتیب کے مجموعوں میں یہی اہتمام کیا ہے، حضرت شیخ عبدالاحد وحدتؔ بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مجموعہ مکاتیب موسوم۔ گلشنِ وحدت، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات۔ وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول کی دونوں جلدوں میں قابل توجہ اشارات پائے جاتے ہیں۔ حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ (ف ۱۰۸۳ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات خزینۃ المعارف اور حضرت خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوباتِ سیفیہ میں بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مشکل مقامات کی تشریحات ملتی ہیں جن سے مکتوبات حضرت مجدد کو سمجھنے کے لیے استفادہ کرنا ازبس لازم ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم بڑے اہتمام کے ساتھ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھانے کے لیے اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے شیخ صفر احمد معصومی نے ان حضراتِ شیخین کے درس مکتوبات کے سلسلے میں بڑی اہم اور عجیب روایت بیان کی ہے موصوف لکھتے ہیں کہ درس کی مجلس میں حضرت خواجہ سعید خاموش

---

[1] چند اشارات ملاحظہ ہوں:
مکتوبات معصومیہ ۱/ ۶۸/ ۱۸۷، ۶۹/ ۱۸۹، ۸۵/ ۲۰۳، ۸۸/ ۲۲۶۔ ۲۳۳، ۱۱۳/ ۲۶۰، ۱۱۹/ ۲۶۹، ۱۲۳/ ۲۷۸، ۱۸۰/ ۳۴۴، ۱۸۳/ ۳۵۶ (یہ پورا مکتوب معارف کی تشریح کے لیے اہم ہے) ۱۹۵/ ۳۷۱، ۱۹۶/ ۳۷۳، ۲۰۸/ ۳۸۷، ۲۲۳/ ۴۰۴ (ردِ شبہات پر کلام حضرت مجدد)...... ۲/ ۷۶/ ۱۲۳ (اختلاف از ابن عربی) ۱۰۹/ ۱۷۹ (تجلی کی بحث) ۱۱۶/ ۲۰۰ (تحقیق زوال عین واثر) ۱۱۶/ ۲۰۰ (رسالہ مبداء و معاد میں اصطلاح ولایت صغریٰ و کبریٰ کی تشریح) ۳/ ۳۸/ ۹ (فنا و بقاء کی بحث) ۴۷/ ۷۹ (آپ کی نسبت ہزار سال کے بعد منصۂ شہود پر آئی.........) ۶۲/ ۱۰۱ (حل شبہات بر کلام حضرت مجدد) ۱۳۲/ ۱۸۲ (تجلی ذاتی برقی......... نزد حضرت مجدد تجلی ذات نیست.........) ۱۵۰/ ۲۰۴ (معاملاتِ مخصوصہ حضرت مجدد) ۱۵۵/ ۲۰۹ (حضرت مجدد کے مکتوب ۲/ ۷۰ کی شرح) ۱۹۸/ ۲۴۵ (خلقتِ حضرت مجدد از بقیہ طینت نبی ﷺ).........

بیٹھتے تھے اور محض سماعت فرماتے تھے جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی شرح بیان کرتے تھے۔ مولف نے ان دونوں بزرگوں کے طریق کار میں فرق کی روایت اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ (دامادِ حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید درس کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے فیض باطن سے فیض یاب ہوتے تھے اور وہی فیض آپ سامعین کے قلوب پر القا فرماتے تھے، اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا درس کے دوران باقاعدہ تقریر کرنا مفسرین اور محدثین کا اتباع تھا، لکھا ہے:

(شیخ محمد فضل اللہ) می فرمودند کہ درس مکتوباتِ قدسی سمات حضرت مجدد الف ثانی نزدیک حضرت خازن الرحمۃ (خواجہ محمد سعید) دوام داشتہ اما آنحضرت استماع آں بہ سکوت و ادب تمام می نمودند و بر معانی آں لب مبارک نمی کشودند الا ماشاء اللہ تعالیٰ و حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) ہم بر درس مکتوبات مداومت داشتند اما معانی آں بر حاضران بہ موافق حوصلہ ہای آنہا افشامی ساختند..... روزی ایں درویش (صفر احمد معصومی) بہ عرض آنحضرت رسانیدند کہ وجہ سکونت خازن الرحمت و تقریر حضرت ایشاں اگر بیان فرمایند موجب تشفی خاطر نیاز مندان گردد (شیخ محمد فضل اللہ) فرمودند حضرت خازن الرحمت القاءِ معانی را تفویض بر باطن فیضِ مواطن حضرت مجدد الف ثانی می نمودند تا ازاں برکات رشحہ بر اہلِ مجلس تقاطر نماید و خود بمراقبہ می ساختند و حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) کہ معانی آں می فرمودند پیرویٔ مفسران و شراحِ حدیث می نمودند......... و القای معانی و صورتاً و معناً فائض اہل حضور شود و اجرا القا و بیان حاصل آید.........[1]

یہی مولف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ کبھی اپنے مکتوبات کی جلد اول کی سماعت بھی فرماتے تھے اور حضرت امام ربانی کے احوالِ مبارک پر دونوں معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات تالیف خواجہ محمد ہاشم کشمی اور حضرات القدس مولفہ ملا بدر الدین سرہندی بھی اسی مجلس شریف میں سنتے تھے، لکھتے ہیں:

صفر احمد: مقامات معصومی مرتبہ محمد اقبال مجددی زیر طبع ص ۳۷۹-۳۸۰

بدرس کتب احادیث مثل صحیح بخاری و صحیح مسلم و مشکوٰۃ المصابیح می پر داختند و گاہی بر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی می شنید ند و معانی آں ہم در میان می آوردند و گاہی جلد اول مکتوبات خود........ و گاہی مقاماتِ مجددی شنودند......[1]

ایک اور معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد امین بدخشی نے جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید خاص تھے لکھا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوباتِ معصومیہ دونوں کا مدرسۂ سرہند میں درس دیا جاتا تھا[2]۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے بعض بزرگ خلفاء بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا درس دیتے تھے۔ ان میں چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں:

آپ کے نامور خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری[3] (ف حدود ۱۱۰۹ھ) جو عالم، مفسر اور لاہور کے مفتی بھی تھے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کو بخوبی سمجھتے تھے اور ان کے مطالب پر عبور کامل رکھتے تھے اسی لیے حضرت خواجہ سیف الدین نے انہیں اس امر کی دعوت دی کہ تم طالبوں کو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی فہم و تفہیم کے سلسلے میں مدد کرو، فرماتے ہیں:

چوں شمارا در مکتوبات و معارف آنحضرتؒ مہارت تمام است آنچہ از ضروریات ایں راہ راست بہ طالبانِ صادق رہنمونی می نمودہ باشند[4]........

---

[1] ایضاً ۱۳۹

[2] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (جلد سوم) خطی، مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن، نمبر ۶۵۲

[3] مفتی محمد باقر لاہوری حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں بہت بلند مرتبہ کی مالک شخصیت تھے آپ نے انہیں خلافت صرف اور صرف اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لیے دی تھی اور موصوف مرکز میں اورنگزیب کے ساتھ رہ کر احیاءِ دین اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے اور اس سلسلے میں بادشاہ کی حمایت حاصل کر کے تقویت دین متین کا باعث بنے تھے، آپ کی تالیفات میں سے منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (۱۱۰۱ھ تفسیر قرآن مجید بزبان عربی)، حاشیہ قرآن کریم، شمائل نبوی، دام حق (خلاصہ کیدانی کو فارسی نظم میں ڈھالا) اور کنز الہدایات قابل ذکر ہیں۔ آپ کو اورنگزیب نے لاہور کا مفتی مقرر کیا تھا (مقاماتِ معصومی ۴۵۲۔۴۵۵ مع تعلیقاتِ محقق)

[4] سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۴۱ / ۱۶۷

مفتی باقر لاہوری اس حوزۂ علمیہ کی پہلی بزرگ شخصیت ہیں جنہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مطالب کی وضاحت کے لیے کتابی صورت میں بھی کاوش کی اور ۱۰۸۹ھ کو کنز الہدایات کے نام سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات معصومیہ اور رسالہ مبداء و معاد کی عبارات کو موضوعی ترتیب سے یکجا کیا، خود توضیح فرماتے ہیں:

اما بعد می گوید اضعف عباد اللہ المعین محمد باقر بن شرف الدین اللاهوری العباسی الحسینی عفی عنهما کہ چوں مراتب حصول سلوک و حقائق و خصائص حضرت امام ہمام...... مجدد الف الثانی...... در مکتوبات.... حضرت مجدد الف ثانی...... و حضرت پیر دستگیر قطب الانام..... (حضرت خواجہ محمد معصوم)..... مرتبہ بعد مرتبہ مذکور نیست و بیان ترتیب اس مراتب در انجا ملحوظ نہ بخاطر ایں فدوی ریخت کہ رسالۂ مبداء و معاد و دفاتر سہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہما در نظر داشتہ ایں لآلی منثور را منتظم سازد...... فی الحادی والعشرین من شوال سنہ الف وثمانین من الهجرة المبارکہ.......... اتممت تالیفہ فی تاسع ذی القعد من عالم المذکور اتماما.......... و بعد از اتمام بعضی خصائص در خاتمہ ذکر یافتہ........ ایں فقیر التزام کردہ کہ عبارات اصل بعینہا تبرکا ایراد نماید مگر در بعضی مواضع کہ بجہت بعضی حکم بہ تغییر یسیر آوردہ.......... لفظ فائدہ بجای فصل اختیار نمودہ......... و در اثنائ تالیف بارہا خوش وقتی حضرت مجدد الف ثانیؒ و حضرت ایشانؒ در باب ایں تالیف پرتو انداختہ و اتحاد خاص بجناب آنحضرت و نسبتی خاص در خود یافتہ و توفیق و امداد از آنجناب معلوم ساختہ'.........

کنز الہدایات کے عربی میں بھی ترجمے ہوئے ہیں اس وقت تک ہمیں صرف ان دو ترجموں کا علم ہے:

۱۔ عربی ترجمہ از شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی۔ خطی نسخہ رباط مظہر۔ مدینہ منورہ

محمد باقر، مفتی، لاہوری: کنز الہدایات مرتبہ مولانا نور احمد امر تسری، امر تسر، ۱۳۳۵ھ (آغاز)

۲۔ حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات از شیخ محمد حفظی آفندی، قلمی نسخہ مخزونہ کتب خانہ سلیمانیہ، استنبول ترکی، یہ عربی ترجمہ ڈاکٹر امین اللہ وثیر نے مرتب کر کے مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء کو شائع کر دیا تھا[1]۔

کنز الہدایات کے فارسی متن کو مولانا نور احمد امر تسری مرحوم نے ایڈٹ کر کے ۱۳۳۵ھ کو امر تسر سے شائع کیا اور اس کتاب کا اُردو ترجمہ اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور سے قیامِ پاکستان سے قبل چھپا تھا۔

مفتی محمد باقر لاہوری کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی[2] بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہیں ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا درک اور شغف تھا کہ انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم سے "مکتوبات خوان" کا خطاب پایا تھا، معاصر تذکرہ نویس کا مشاہدہ ملاحظہ ہو:

> مہارتی بر مکتوبات کہ منور جہاتِ ستہ است حاصل کردہ از خدمتِ مخدوم زادہ قطب المحققین شیخ سیف الحق والدین قدس سرہ مکتوب خوان خطاب یافتہ در گوشہ وطن (حافظ آباد، پنجاب) بہ خلافت حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) بہ ارشاد تمام نشستہ بہ مداریت آنجا سرافراز گشتہ........[3]

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک اور معروف خلیفہ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری[4] (ف حدود ۱۱۱۰ھ) کا تو شیوۂ مرضیہ ہی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر عمل کرنا اور ان مکتوبات شریف کے درس و تدریس کا

---

[1] تعارفِ ترجمہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور (صد سالہ جشن نمبر ۱۹۷۲ء)

[2] ملا محمد امین حافظ آبادی، مفتی محمد باقر لاہوری کے حقیقی بھائی تھے، سلوک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مفتی محمد باقر کی خدمت میں کیا اور خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی تھی۔ ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم کے چار مکاتیب ہیں (۲/ ۱۱۶، ۱۵۵، ۳/ ۱۰۲، ۱۹۶) حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین سے منسلک ہو کر اس کار دعوت و عزیمت میں حصہ لیا۔ (مقاماتِ معصومی، تعلیقات ۴۹۰ / ۱۸)

[3] صفر احمد: مقامات معصومی ۴۹۰

[4] حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری، حضرت خواجہ محمد معصوم کے نامور خلیفہ تھے موصوف حصولِ نسبت کے لیے مدتوں سرہند شریف آکر مقیم رہے وسطی ایشیا کے وہ احباب جو حضرت خواجہ سے غائبانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے مسلسل استدعا کر رہے تھے آپ اپنا کوئی خلیفہ ان دیار میں بھیجیں، تو آپ نے انہیں خلافت دے کر بخارا میں متعین کیا۔ جہاں ان

انہوں نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نہیں تھا، شیخ صفر احمد معصومی کے عقیدت واحترام سے لبریز الفاظ ملاحظہ ہوں:

شیوۂ مرضیہ عمل بر مکتوباتِ قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانیؒ و درس آں دفاتر و قرار گرفتہ، عزیزی نقل می کردند کہ آں قدر رواجِ درس مکتوبات احمدی و مرقوماتِ معصومی...... کہ در حضرت بخارا بہ نظر در آمدہ عشر عشیر آں در بلادِ ہندوستان نمودار نہ شد[1].....

اسی مؤلف بزرگ نے لکھا ہے کہ موصوف اس کے درس کے اوقات کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر اس کی تفصیلات لکھی جاتیں تو کئی جز بن جائیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک اور خلیفہ نامدار شیخ محمد مراد شامی[2]

سے فیض یاب ہونے والوں کی اتنی کثرت تھی خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے خلیفہ مولانا یعقوب چرخی کی اولاد میں سے تھے، بلخ و بخارا کا حاکم سبحان قلی (۱۶۸۰۔ ۱۷۰۲ء) بن نذر محمد خان بھی آپ کا مرید تھا۔ حضرت حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت مروج الشریعت عبید اللہ، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے کئی مکاتیب حاجی حبیب اللہ بخاری کے نام ہیں، خواجہ محمد نقشبند ثانی نے اپنے ایک مکتوب بنام اورنگزیب میں حاجی صاحب کی بہت تعریف کی ہے (وسیلۃ القبول ۲/ ۳۹/ ۷۹) حضرت خواجہ محمد معصوم نے معروف شیخ طریقت شیخ مراد شامی کو خلافت دے کر شام کی طرف روانہ کیا تو انہیں چند دن حاجی حبیب اللہ کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا، حاجی حبیب اللہ بخاری نے چار سو اصحاب کو مرتبۂ کمال و تکمیل پر پہنچا کر خلافت سے سرفراز کیا جنہوں نے نہ صرف وسطی ایشیا بلکہ عالم اسلام میں جا کر دعوت وارشاد کے فرائض انجام دیئے۔ (مقاماتِ معصومی، تعلیقات ۴۶۸/ ۱۵ ملخصاً)

[1] صفر احمد: مقاماتِ معصومی ۴۶۷

[2] شیخ محمد مراد شامی حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایسے خلیفہ تھے جن کی بدولت ترکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشرواشاعت عمل میں آئی، موصوف نے سرہند شریف میں صرف ایک ہفتہ قیام کر کے سلوک کی تمام منازل طے کر لیں اور خلافتِ معصومی کے حق دار ہوئے۔ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی جب حدود ۱۰۹۷ھ کو حج کے لیے حرمین الشریفین حاضر ہوئے تو شیخ محمد مراد شامی نے بھی وہاں حاضر ہو کر ان کا استقبال کیا اور اخراجات کے لیے ایک لاکھ روپے بطور نذر پیش کیے، شیخ محمد مراد شامی کے والد گرامی شیخ علی بن داؤد نے سلوک کی تعلیم حضرت مجدد الف ثانی سے حاصل کی تھی، شیخ محمد مراد نے طویل سفر کیے تھے چار مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی، سٹوری، بروکلمان، محمد خلیل مرادی، زرکلی اور کحالہ نے آپ کی تصانیف کا بھی تعارف کروایا ہے۔ ان میں مفردات القرآنیہ (تفسیر قرآن مجید) بہت مشہور ہے جو آپ نے عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں تالیف کی تھی۔ شیخ محمد مراد شامی نے عربی زبان میں سلسلہ نقشبندیہ کی تشریحات پر قابل قدر رسائل بھی لکھے تھے۔ (تعلیقات بر مقامات معصومی ۴۶۹۔ ۴۷۰)

(ف ۱۱۳۲ھ) شام میں مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے، بلکہ انہوں نے مکتوباتِ حضرت مجدد اور مکتوباتِ معصومیہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا، مقاماتِ معصومی میں ہے:

درسِ مکتوبات احمدی و معصومی دیدنِ خود گرفتہ بلکہ اکثر مکتوباتِ شریفہ کہ بزبان فرس اند معرّب گردانیده[1]..........

شیخ محمد مراد شامی کے مکتوبات کے اس درس کے اہتمام اور اس کے عربی ترجمہ کے ترکی اور دیار عرب میں خوش گوار اثرات مرتب ہوئے، نہ صرف اہل عرب اس طریقۂ مبارکہ کی حقانیت سے آگاہ ہوئے بلکہ ترک بھی اس کی عظمت کے معترف ہوئے ان کے معاصرین نے مکتوبات شریف کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا[2]۔ ملا موسیٰ بھٹی کوٹی (من مضافات جلال آباد، افغانستان) بھی حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے جن کی کوشش سے سلسلہ نقشبندیہ کی بھٹی کوٹ اور ننگرہار میں نشرو اشاعت ہوئی ان کے ایک فرزند میر سعد اللہ بھی تھے جو اپنے والد کے جانشین بنے اور انہوں نے سلوک کی تعلیم خواجہ محمد زبیر سرہندی کی خدمت میں مکمل کی۔ خواجہ محمد زبیر نے اپنے قیام کابل کے دوران (۱۱۱۴ھ) انہیں خلافت دے کر ان کے علاقے میں متعین کیا[3]۔ وہ افغانستان میں خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے اور افغانستان میں اس سلسلے کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا[4]۔

میر سعد اللہ بھٹی کوٹی مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کا درس بڑی متانت کے ساتھ دیتے تھے:

درسِ دفاترِ مکتوباتِ قدس آیات بہ دقت ومتانتِ تمام ہموارہ مونس آیات توفیق مراضی الٰہی جل شانہ شامل حال باد[5]....

---

[1] صفر احمد: مقاماتِ معصومی ۴۶۹

[2] ان تراجم کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[3] ایضاً: ۴/ ۲۹۴۔۲۹۵

[4] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۱۲۸، ۴/ ۲۴

[5] صفر احمد: مقاماتِ معصومی ۴۶۱

حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ عبدالاحد وحدت[1] (معروف شاہ گل) متوفی ۱۱۲۶ھ نے بھی مکتوبات امام ربانی کی شرح لکھی تھی ہمیں تاحال اس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا وہ ہر سہ دفاترِ مکتوبات کی شرح ہے یا بعض مکاتیب کی شرح لکھنے پر اکتفا کیا ہے، خاندانی موئلف حاجی محمد فضل اللہ قندھاری کا بیان ہے کہ حضرت وحدت نے "شرح کلمات قدسی آیات مکاتیب مجددی" بھی تالیف کی تھی[2]۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ حافظ محسن سیالکوٹی[3] بھی مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے، صاحب مقاماتِ معصومی نے مفتی محمد باقر لاہوری سے روایت کی ہے:

"درسِ مکتوبات قدسی آیات راالتزام داشتہ ومعانی آں رابیان می ساختہ"

حضرت خواجہ محمد معصوم، خواجہ سیف الدین، خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت کے مکاتیب حافظ محسن سیالکوٹی کے نام " ان کے مجموعہ ہائی مکاتیب میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں ان کی روحانی ترقی اور مدارج کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں کیا گیا ہے۔

معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے بھی مکتوبات شریف کا درس دینے کا اہتمام کیا۔ ۱۱۱۹ھ کو جب آپ نے لاہور میں عرصہ تک قیام فرمایا تو یہاں مجالس سکوت کے علاوہ مکتوبات شریف کے درس کا بھی خصوصی التزام کیا تھا، موصوف اپنی توجہ باطنی سے اس

---

[1] شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی، آپ معروف عالم، شیخ طریقت اور فارسی شاعر تھے، شعراء کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو بہت سراہا ہے۔ ہم نے آپ کی ایک تالیف لطائف المدینہ ایڈٹ کی ہے جس کے مقدمہ میں آپ کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں۔

[2] محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات (بسال ۱۲۳۳ھ)، لاہور، ۱۳۵۵ھ

[3] حافظ محسن سیالکوٹی اور حافظ محمد محسن دہلوی دو معاصر شخصیتیں تھیں دونوں حضرت خواجہ محمد معصوم کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ ثانی الذکر تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے تھے جن کا سیالکوٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لیے اول الذکر شخصیت نے ہی مکتوبات شریف کے درس کا اہتمام کیا تھا۔ ان دونوں کے مابین فرق اور دلائل کے لیے ملاحظہ ہو تعلیقات بر مقامات معصومی ۴۹۳/ ۱۱-۱۲

[4] صفر احمد: مقاماتِ معصومی ۴۹۳

کے مطالب سامعین پر بھی القا کرتے تھے[1]۔ معروف ترکی خطاط اور عالم مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نقشبندی[2] نے ۱۱۶۲۔۱۱۶۵ھ کو مکتوباتِ معصومیہ کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا اور نقش بندی سلسلہ کے افکار پر ترکی زبان میں مستقیم زادہ کی کئی قابل توجہ کتابیں ترکی کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں[3]۔ ان کتب سے اس سلسلۂ مبارکہ کا تعارف ترکستان کے مختلف علاقوں میں ہوا اور طالبانِ حق جوق در جوق اس میں داخل ہوئے۔

مستقیم زادہ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا بھی ترکی میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء کو استنبول سے چھپ چکا ہے[4]۔

مکتوبات کی ترتیب وتعداد

حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات ہی آپ کے مکتوبات شریف مرتب ومدون ہو کر کامل شہرت حاصل کر چکے تھے، نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی توزک میں ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء کے واقعات کے تحت، جہاں حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر نہایت بے ادبانہ انداز سے کیا ہے وہاں آپ کے مکتوبات پر بھی جس لاعلمی سے پھبتی اڑائی[5] ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوبات شریف مذکورہ سنہ تک سارے ہندوستان میں معروف ومتعارف ہو چکے تھے۔ اس وقت تک مکتوبات کی پہلی دو جلدیں مرتب ہوئی تھیں۔ تیسری جلد بعد میں مرتب ہوئی۔ پہلا دفتر دُرّ المعرفت کے تاریخی نام سے موسوم ہے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں، اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید بدخشی طالقانی[6] مرید حضرت مجدد الف ثانی نے ۱۰۲۵ھ کو جمع کیا۔ دُرّ المعرفت اس کا تاریخی نام ہے جس کے عدد جمع کرنے سے

---

[1] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۴۲

[2] حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ شیخ قل احمد معروف بہ احمد یک دست (ف ۱۱۱۹ھ) تھے جن کے ترک خلفاء میں سے ایک بزرگ شیخ محمد امین توقادری بھی تھے جن سے مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے ظاہری وباطنی فیض پایا (تحفۃ الخطاطین، مقدمہ ۴۵۔۴۶)

[3] مستقیم زادہ: تحفۃ الخطاطین ۴۶ وبہ بعد (مقدمہ)

[4] مکتوبات کا آخری ترکی ترجمہ حسین حلمی ایشیق کا ہے، جو انہوں نے خود استنبول سے کئی بار شائع کیا ہے۔ ۱۹۷۵ء کا ایک ایڈیشن اس وقت پیش نظر ہے۔

[5] جہانگیر: توزکِ جہانگیری ۲۷۲

[6] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۳۵

مذکورہ سنہ ترتیب بر آمد ہوتا ہے۔ اس جلد کے مکاتیب کی تعداد حضرت مجدد الف ثانی کے ارشاد کے مطابق اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ رکھی گئی۔ اسی سال آپ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد صادق کا وصال ہوا ان کے تین عریضے بنام حضرت مجدد الف ثانی اس جلد کے آخر میں بطور ضمیمہ منقول ہیں۔

مکتوبات کا دوسرا دفتر ۱۰۲۸ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع خواجہ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری[1] ہیں انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم کے حکم پر یہ مجموعہ مرتب کیا اس کا تاریخی نام "نور الخلائق" ہے جس سے مذکورہ سنہ ترتیب بر آمد ہوتا ہے۔ اس میں اسماء حسنیٰ کے مطابق ۹۹ مکاتیب ہیں۔

تیسرا دفتر ۱۰۳۱ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع صاحبِ زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی[2] برہانپوری ہیں۔ لفظ "ثالث" سے اس کا سالِ ترتیب بر آمد ہوتا ہے۔ اس میں مکتوبات شریف کی تعداد سُور قرآنی کے مطابق ۱۱۴ رکھی گئی تھی لیکن تکمیل کے بعد چند اور مکاتیب ملے اب عام طور پر اس جلد میں ۱۲۴ مکاتیب پائے جاتے ہیں۔ مختلف مطبوعہ ایڈیشنوں میں ان کی تعداد بھی مختلف ہے۔ لیکن حضرت خواجہ محمد معصوم کی تصریح کے مطابق اس کے نسخہ مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری میں ان کی تعداد ۱۲۴ ہی ہے۔

مکتوبات کے خطی نسخے

مکتوباتِ مجدد الف ثانی کے دنیا بھر میں بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت امام ربانی کے حین حیات کا مکتوبہ کوئی خطی نسخہ تاحال ہماری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ اس کا قدیم ترین قلمی نسخہ خانقاہ نقشبندیہ قلعہ جواد کابل میں تھا جس کی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن حضرت نور المشائخ فضل عمر ملا شور بازار نے ۱۹۷۶ء میں مجھے زیارت کروائی تھی اس نسخے کی خوبی یہ تھی کہ اس کے آخر میں ایک صفحے پر اس امر کی تصریح کی گئی تھی کہ یہ وہ قلمی نسخہ ہے۔ جس کی تصحیح خود حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے کی ہے اور جابجا حواشی بھی لکھے ہوئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ ۱۹۷۷ء کے روسی انقلابِ افغانستان کے دوران جب یہ مبارک خانقاہ اور علمی مرکز

---

1. بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۳۳۶
2. محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات (آغازِ کتاب)، حضرات القدس ۲/ ۳۴۸

مسمار کیا گیا تو کتابخانہ بھی منتشر اور تباہ ہو گیا جس میں یہ نادر الوجود قلمی نسخہ بھی معلوم نہیں کہ اب کس کے پاس ہے؟

البتہ حضرت ضیاء المشائخ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس کے چند اوراق کا عکس مجھے عنایت فرمایا تھا جو میری مرتبہ کتاب مقاماتِ معصومی کے عکسیات میں شامل ہے۔

دنیا بھر کے کتب خانوں میں اس کے جتنے خطی نسخے پائے جاتے ہیں ان کی جامع فہرست ابھی تک کسی نے نہیں بنائی ہے۔ تاہم نسخوں کی کثیر تعداد یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ کتاب اہلِ علم وعرفان کے نزدیک کس قدر مقبول تھی۔

ایرانیوں کی کوشش سے مکتوبات شریف کے پاکستان میں موجود اکہتر (۷۱) قلمی نسخوں کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ ان میں قدیم ترین نسخہ ۱۰۵۶ھ کا مکتوبہ ہے[۱]۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور رسائل کا ایک مجموعہ بصورت کلیات مکتوبہ ۱۰۷۹ھ اورینٹل انسٹیٹیوٹ لائبریری تاشکند میں ہے، ہمارا خیال ہے کہ شاہ بخارا نے حضرات سرہند سے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریرات بھیجنے کے لیے کہا تھا[۲]۔ یہ غالباً وہی مجموعہ ہے۔

مکتوبات کے مختلف ایڈیشن

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے فارسی متن کے اب تک کئی ایڈیشن طبع ہوئے ہیں، چند اشاعتیں ہماری نظر سے گذری ہیں جن کا ذکر کیا جارہا ہے۔

۱۔ دہلی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء مکمل متن

۲۔ مطبع خاص مرتضوی دہلی ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء باہتمام حافظ حاجی عزیز الدین احمد مالک مطبع، ہر سہ دفتر کامل

۳۔ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء۔ ۱۹۱۳ء کئی ایدیشن طبع ہوئے۔

---

۱ احمد منزوی: فہرست مشترک / ۲۰۰۲-۲۰۰۸

۲ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ (دفتر دوم وقائع آمدن وفود از بخارک۔۔۔)

۴۔ مطبوعہ امر تسر ۷ ۱۳۲ ۔ ۱۳۳۴ھ تحقیق و تعلیق مولانا نور احمد امر تسری[1] (ف ۱۳۴۸ھ)

مولانا نور احمد امر تسری مرحوم نے اپنی زندگی کا ایک حصہ مکتوبات شریف کی تصحیح، تخریج اور تعلیقات نویسی میں صرف کر کے اسے بہت ہی اہتمام کے ساتھ خود امر تسر سے شائع کیا تھا، سلسلہ نقشبندیہ کی یہ پہلی دقیق ترین کتاب ہے جس کا متن اتنی صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا۔ ورنہ اس سے قبل محض ایک ہی قلمی نسخہ کی بنیاد پر مطابع نے نقل کر کے چھاپ دیا تھا[2]۔

مولانا نور احمد امر تسری کے مصحح نسخہ کو عکسی صورت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے کراچی سے دوبارہ چھاپ دیا ہے لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے سرورق سے مولانا امر تسری کا اسم گرامی نکال دیا ہے موصوف نے یہی کارنامہ مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم مرتبہ مولانا امر تسری کا عکس شائع کرتے ہوئے انجام دیا ہے جس پر علمی دنیا یقیناً انہیں خراج تحسین پیش کرے گی کہ کیا ایک عالم کے عمر بھر کے علمی سرمایہ کے ساتھ یہی کیا جانا چاہیے تھا؟

مکتوبات کے مختلف تراجم

عربی تراجم

۱۔ عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی۔ مترجم شیخ محمد مراد شامی[3] (ف ۱۱۳۲ھ)

۲۔ ایک عربی ترجمہ (جو ابتدائی چند مکاتیب پر مشتمل ہے) نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔ یہ بارہویں صدی ہجری کی کتابت معلوم ہوتی ہے (حدود ۱۱۰۰ھ)

۳۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ مترجم شیخ یونس نقش بندی[4]

---

[1] مولانا نور احمد امر تسری کے احوال و آثار پر حکیم محمد موسیٰ امر تسری مرحوم نے ایک کتابچہ تالیف کیا ہے جو تا حال شائع نہیں ہوا۔

[2] مولانا نور احمد امر تسری کے مرتبہ مکتوبات کے متن پر نظر ثانی مولانا محمد سعید نقش بندی (مترجم اُردو مکتوبات) نے کی تھی اور اس کا ایک جدید ایڈیشن نور کمپنی لاہور نے بھی شائع کیا تھا۔

[3] تفصیل گذشتہ اوراق میں ملاحظہ کریں۔

[4] اطلس، محمد اسعد: الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف، ص ۱۳۶، ۱۴۸ یہ دونوں عربی ترجمے محکمہ اوقات بغداد کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

۴۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی مترجم نامعلوم[1]۔

۵۔ الدرر المکنونات النفیسہ۔ مترجم شیخ محمد مراد بن عبد اللہ قازانی مکی[2] (ف ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء)

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا یہ کامل ترجمہ ہے۔ جو عربی زبان میں کیا گیا، جس سے دورِ آخر کے عرب علماء اہل سنت نے استفادہ کیا۔

ترکی تراجم

۱۔ مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوباتِ معصومیہ دونوں کے ترکی میں ترجمے کیے تھے[3]۔

۲۔ ایک اور ترکی ترجمہ بھی ہے جو غالباً مذکورہ ترجمے کے بعد کیا گیا ہے مکتوباتِ عربی مترجم شیخ محمد مراد قازانی نے اپنے ابتدائیہ میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تفصیل نہیں دی۔

۳۔ آخری ترجمہ حسین حلمی ایشیق کا ہے جو استنبول سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد بھی دو تراجم ہوئے جو ان دنوں ترکی میں عام ملتے ہیں۔

---

[1] ایضاً

[2] شیخ محمد مراد منزلوی قازانی مکی (۱۲۷۲۔۱۳۵۲ھ) کے حالات عربی ترجمے کے آخر میں تفصیل سے درج ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں صاحب رباطِ مظہر شیخ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی سے بیعت ہوئے ان کے وصال کے بعد شیخ محمد صالح زواوی کی صحبت میں رہے، وہاں سے اپنے وطن قازان چلے گئے۔ (قازان اس وقت آزاد روسی ریاست تاتارستان کا صدر مقام ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے)
شیخ محمد مراد قازانی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ رشحات تالیف فخر الدین علی کاشفی کا بھی عربی میں ترجمہ کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ انہوں نے موسیٰ جار اللہ کے رد میں ایک کتاب مشایعۃ حزب الرحمٰن کے نام سے لکھی تھی (بحوالہ: معجم المولفین ۱۲/ ۱۱، زرکلی: الاعلام ۷/ ۳۱۴، حسین حلمی: سعادت ابدیہ ص ۱۰۴۰)
شیخ محمد مراد قازانی کا یہ مکمل عربی ترجمہ مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۷ھ کو تین دفاتر میں طبع ہوا تھا اسی کی عکسی نقل چند سال پیشتر استنبول سے بھی چھپی ہے۔

[3] تحفۃ الخطاطین، مقدمہ ۲۸

اُردو تراجم

۱۔ الطافِ رحمانی ترجمہ مکتوبات امام ربانی مترجم محمد حسین بن قادر بخش، راولپنڈی ۱۳۱۴ھ ابتدائی چند مکاتیب کا ترجمہ۔

۲۔ گنجینہ انوار رحمانی اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی، لاہور، ۱۳۳۰ھ (ابتدائی چالیس مکاتیب کا ترجمہ)

۳۔ ترجمہ از مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرتسر (مکتوب ۱۷ سے ترجمہ شروع کیا کہیں کہیں حواشی بھی لکھے ہیں۔ یہ صرف ابتدائی چند مکاتیب ہی کا ترجمہ ہے، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۰ھ

۴۔ ترجمہ از مولوی عالم دین نقشبندی۔ یہ پہلا مکمل اُردو ترجمہ ہے، جو کشمیری بازار لاہور سے طبع ہوا۔

۵۔ ترجمہ از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۳ء تین جلد کامل۔ (یہ بھی دراصل محمد عالم دین والا ہی ترجمہ ہے)

۶۔ درلاثانی کے نام سے شاہ ہدایت علی نقش بندی نے تینوں جلدوں کی تلخیص اُردو میں کی، جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۷۔ تجلّیات ربانی تلخیص مکتوبات امام ربانی از نسیم احمد فریدی امروہوی، مطبوعہ لکھنو۔

مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کی موضوعی ترتیب کی بھی کوشش کی گئی ہے، مولانا محمد عبداللہ جان مجددی نے تینوں جلدوں میں مندرجہ ذیل ابواب کے تحت مکتوبات میں سے اقتباسات یکجا کر دیئے ہیں:

بابِ اول دراصول اسلامیہ وعقائدِ صحیحہ اہل سنت والجماعت

باب دوم در مسائل فقہیہ واحکام شرعیہ

بابِ سوم در حقائق ومعارف علم باطن واسرار وانوار طریقۂ نقشبندیہ و..........

بابِ چہارم در مواعظ ونصائح وترغیب بحسنات وتحذیر از سیئات

یہ مجموعہ فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

انگریزی تراجم

۱۔ حسین علمی ایشیق نے Endless Bliss کے نام سے مکتوبات شریف کے بعض حصوں کا انگریزی

ترجمہ استنبول سے ۱۹۷۲ء کو شائع کیا۔

۲۔ ڈاکٹر عبد الحق انصاری نے تصوف اور شریعت کے موضوع پر مکتوبات امام ربانی میں جس قدر نکات درج ہوئے ہیں ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، کتاب کا پورا نام ہے:

Sufism and Shariah (A study of Sh. Ahmad Sirhind's effort to reform Sufism), London, 1986.

۳۔ آخری انگریزی ترجمہ پروفیسر شیخ محمد وجیہ الدین کا ہے۔ اس کی پہلی دو جلدیں نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہیں۔ یہ ترجمہ بڑی خوبیوں کا حامل ہے، اس میں اصطلاحاتِ تصوف کو بڑی مہارت کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی انگریزی حروف میں اصل اصطلاح کو بھی قائم رکھا ہے، اس کے باقی حصہ کا ترجمہ ان دنوں زیر نظر ہے، امید ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف جلد شائع کر دیں گے، اس ترجمہ کا پورا نام اس طرح سے ہے: Epistles (Maktubat Sharif), Institute of Naqshbandy Mujaddidy works, Lahore, 2000

مکتوبات کی شروح و تخریجات

مکتوبات شریف کی شروح کے سلسلے میں مفتی محمد باقر لاہوری اور شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی کے علمی کاموں کا ذکر کیا جا چکا ہے، اب اس عنوان کے تحت چند اور کتب کی تفصیل دی جا رہی ہے:

۱۔ شرحِ مکتوبات مولفہ مولانا میر عرب شاہ

مؤلف کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں، انہوں نے آغاز کتاب میں اس شرح کا سال تالیف ۱۱۷۲ھ لکھا ہے، افسوس کہ یہ گرانبہا کتاب ہمیں نہیں مل سکی جو مخطوطہ ہماری نظر سے گذرا ہے وہ صرف مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے دفتر ثالث کے چند مکاتیب کی شرح ہے، اس حصے کا ایک مختصر نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں ہے[1]۔

۲۔ ضیاء المقدمات لمطالعۃ المکتوبات (۱۳۴۰ھ)

مؤلفہ مولانا ضیاء الدین بن وزیر اچکزائی فراہی۔

اس کے مؤلف کی ولادت قریہ شیوان (من مضافات فراہ سیستان، افغانستان) میں ۱۲۸۷ھ کو ہوئی۔

[1] نوشاہی، سید عارف: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی / موزہ ملی پاکستان ص ۲۷۴ (نمبر مخطوطہ ۱/ ۱۰۹/ N.M،۱۹۷۵)

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر ہرات جا کر مولانا محمد عمر ہروی سلجوقی (صاحبِ تصانیف رائقہ) اور مولانا غلام مصطفیٰ کی خدمت میں آٹھ سال رہ کر منطق، معانی، بیان، بدیع، حدیث اور اصول فقہ کی تحصیل کی، وہاں سے قندھار چلے گئے اور سیّد محمد امین قندھاری سے منطق اور ریاضی کی تکمیل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے اس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی ہمہ تن لگے رہے ان کی تالیفات میں سے شرح ایساغوجی (سراج الساری و دیگر ضوالکافی در شرح، ضیاء الموازین در علم صرف، ضیاء التدقیق فی التصور و التصدیق، شرح مختصر قاضی عصندی در علم مناظرہ اور شمائل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) 'ضیاء المقدمات دراصل مکتوبات شریف کی کوئی مکمل شرح نہیں ہے بلکہ بعض مغلق اور دقیق مکاتیب کی توضیحات کرنے کی کوشش کی گئی ہے، البتہ مکتوبات میں شامل اصطلاحات کی شرح مفصل بیان کی ہے، مولف کی تشریحات بالکل سادہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اس کتاب کی تالیف کے دوران ماخذ و مراجع انتہائی کم تھے صاحبزادگان کے مکاتیب کے مجموعوں تک سے مولف ناواقف معلوم ہوتے ہیں، افغانستان کے ایک دور افتادہ قریہ عالمگیر من مضافات قلعہ گرشک (من توابع قندھار) میں بیٹھ کر یہ کام کیا ہے'۔[1]

۳۔ ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات

یہ بھی مولانا ضیاء الدین اچکزئی کی تالیف ہے، یہ دراصل کامکتوبات شریف کے تینوں دفاتر کا بین السطور اُردو ترجمہ اور کہیں کہیں تشریحات پر مشتمل ہے، اس کا خطی نسخہ مولف کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد (قندھار) کے پاس محفوظ تھا[2]۔ تقریباً پندرہ سال قبل یہی خطی نسخہ کسی طرح لاہور کے ایک ناشر کتب کے پاس بغرض اشاعت لایا گیا تھا۔ لیکن ضخامت زیادہ ہونے کے باعث چھپ نہ سکا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ نسخہ کہاں ہے؟

۴۔ شرح مکتوبات امام ربانی (فارسی نثر)

مولفہ مولوی نصر اللہ ہوتکی (ولادت ۱۸۹۸ء۔ وفات حدود ۱۹۷۸ء) اس کے مولف ایک بزرگ عالم تھے گذشتہ روسی حملہ بر افغانستان جس میں ہمارے مشائخ مجددیہ کو روسیوں نے شہید کر دیا تھا اس میں یہ بزرگ بھی

---

[1] خاتمہ کتاب ضیاء المقدمات ص ۲۵۷۔ ۲۵۹ (ملخصاً)

[2] ضیاء المقدمات کا ایک خطی نسخہ بخطِ مولف کتابخانہ گنج بخش، اسلام میں ہے (نمبر ۱۰۵۶۶)

[3] محمد موسیٰ امرتسری: مقدمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۷

لا پتہ ہو گئے۔ اس شرح کی اب تک کئی جلدیں چھپ گئی ہیں[1]، شارح ہر روز درس کے دوران حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی معروف بہ ملا شور بازار کابل کی موجودگی میں یہ شرح بیان فرماتے تھے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ شارح نے حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان اور پوتوں کے مجموعہ ہائے مکاتیب سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اور جابجا شرح کے دوران ان سے نقل و اقتباس کر کے توضیحات کو مستند بنایا ہے۔ اب تک منظر عام پر آنے والی شروح میں یہ سب سے وقیع اور علمی شرح ہے، لیکن افسوس کہ افغانستان کے خونین انقلاب کے باعث یہ عظیم الشان کام ادھورا رہ گیا[2]۔

۵۔ مکتوباتِ امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت

تالیف ڈاکٹر سراج احمد خان

یہ کتاب ڈاکٹر سراج احمد خان بن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، یہ مقالہ سات ابواب کا مجموعہ ہے، لیکن مکتوبات شریف کے حوالے سے اس میں صرف دو باب ہیں باب پنجم مکتوبات کی دینی اہمیت اور باب ششم مکتوبات کی معاشرتی اہمیت، لیکن مؤلف نے ان ابواب کے تحت چند عنوانات قائم کر کے مکتوبات میں سے اقتباسات مع اُردو ترجمہ یکجا کر دیئے ہیں۔ نہ ان پر کوئی حواشی ہیں اور نہ ہی مباحث اور ان کے مطالب کی توضیحات و شرح کی طرف مطلق توجہ نہیں کی گئی[3]۔

۶۔ البینات شرح مکتوبات مولفہ مولانا محمد سعید احمد مجددی[4]

۷۔ تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات

---

[1] یہ شرح مرشدی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن ملا شور بازار نے خود شائع کی تھی، جو اب تقریباً نایاب ہے۔

[2] مولوی نصر اللہ ہوتکی مرحوم نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ میری والدہ ملا محمد رمضان (خلیفہ صاحب سوات، اخوند عبد الغفور) کی بیٹی تھیں، مولوی نصر اللہ کو حضرت فضل عمر نور المشائخ کی صحبت مبارک میں ۳۷ سال رہنے کا موقع ملا تھا۔

[3] مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ اس قدر تشنہ اور سرسری تحقیقات کا آئینہ دار ہے کہ مؤلف جو خود اس کے ناشر معلوم ہوتے ہیں اس پر مقالہ برائے حصولِ درجہ پی ایچ ڈی لکھنا پسند نہیں فرمایا۔

[4] تفصیل آخر میں ملاحظہ کریں۔

مولفہ شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۴۔ ۱۲۹۶ھ) بن شاہ ابو سعید مجددی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں شامل احادیث کی تخریج اس رسالے کا موضوع ہے۔ اس کے بزرگ موکف محدث اور مدینہ منورہ میں مسندِ وقت تھے۔ لیکن اس کے باوجود موصوف تمام احادیث واردہ مکتوبات شریف کی تخریج میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے، شاہ عبدالغنی مجددی کے اس رسالے کے بارے میں مفتی عدالت سرکار آصفیہ (حیدر آباد دکن) نے یہ رائے دی ہے:

لکن عزا کثیراً من الاحادیث التی لم یظفر بہاالی الوضع والضعف وعدم وجود اصلہ [۱]....

۸۔ تشہید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الام الربانی

تالیف مولانا محمد سعید [۲] (مفتی عدالتِ سرکار آصفیہ) موکف شاہ عبدالغنی کے مذکورہ رسالہ کے نقائص بتانے کے باوجود کامیابی کے ساتھ تخریج کا کام انجام نہیں دے سکے۔ [۳] ان دونوں حضرات کے زمانے تک تخریج حدیث کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کے بموجب مولانا نور احمد امر تسری مرحوم نے مکتوبات کی تصحیح کا کام کیا تو ایک حد تک ان دونوں کتابوں کی کمی کو پورا کرنے کی سعی کی۔

۹۔ مکتوباتِ مجدد الف ثانی، تخریج احادیث

مولفہ بابر بیگ مطلی

یہ موکف کا پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۹۴ء) سے پی ایچ ڈی (شعبہ علوم اسلامیہ) کا مقالہ ہے جس پر انہیں یہ ڈگری تفویض ہوئی ہے، موصوف نے بڑی جانفشانی سے تخریج کا کام انجام دیا ہے اور بہت حد تک سابقہ مولفین کے چھوڑے ہوئے خلاء کو پر کرنے کی کوشش کی ہے کیوں کہ اب تو تخریج حدیث کے سلسلے میں بہت سے انڈیکس تیار ہو کر دنیا کے ہاتھ میں ہیں، موکف نے اپنی مرتبہ تلخیص میں تخریج کے سارے امکانات بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ کہاں کس مقام پر کتنے فیصد تخریج ممکن ہو سکی ہے۔

---

[۱] محمد سعید: تشہید المبانی ص ۳ (تبریز المکنونات کا قلمی نسخہ مولانا زید ابو الحسن فاروقی کے کتابخانہ واقع دہلی میں ہے)

[۲] مولانا محمد سعید کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ النوائط ص ۴۵۶۔ ۴۶۱

[۳] تشہید المبانی، مطبع فتح الکریم حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوئی جو عربی میں ہے۔

۱۰۔ فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی

مرتبہ ارثور بیولر[۱] (Arthur F. Buehler)

مکتوبات شریف کا یہ انڈیکس ایک امریکی جواں سال محقق جو بحمد للہ اسلام قبول کر چکے ہیں، اور سالم عبداللہ کے نام سے پاکستان میں معروف ہیں، انہوں نے اس کتاب میں مکتوبات کے متعلق آٹھ انڈیکس بنائے ہیں یعنی ۱۔ فہرست آیات ۲۔ فہرست احادیث ۳۔ فہرست گفتار و امثال عرفانی از مشائخ ۴۔ فہرست تحلیلی الفاظ و اصطلاحاتِ عرفانی ۵۔ فہرست نامہای اشخاص ۶۔ فہرست گروہا فرقہ ہا ۷۔ فہرست نامہای کتب و رسالہ ہا ۸۔ فہرست نام جاہا یہ انڈیکس اپنی خوبیوں کے ساتھ بعض خامیوں کا بھی حامل ہے مولف اجنبیت کے باعث کئی نام صحیح طور سے پڑھ نہیں سکے اسی طرح اسمائے جغرافیہ میں بھی کئی اغلاط موجود ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا سب سے صحیح ایڈیشن مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کا مرتب کیا ہوا ہے، لیکن ایک مقام پر اس کے مصحح بزرگ کو سہو ہوا ہے، جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے گرو ارجن کے قتل کی خبر جب حضرت مجدد الف ثانی کو ملی تو آپ نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو اپنے جذبات سے آگاہ فرمایا:

درین وقت کشتن کافر لعین گوبند و آل او بسیار خوب واقع شد[۲] ....

---

[۱] پروفیسر ڈاکٹر بیولر نے نقش بندی سلسلہ پر امریکہ میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے:
Sufi Heirs of the Prophet (The Indian Naqshbandiyya and the rise of Mediating Sufi Shaykh), Univeristy of South Carolina press, 1998.
موصوف ان دنوں لوزیانا یونیورسٹی امریکہ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ ان کا مرتبہ انڈیکس مکتوبات شریف اقبال اکیڈمی لاہور سے شائع ہوگا۔ جس کا پورا نام یہ ہے:
Analytical Indexes for the Collected letters of Ahmad Sirhindi.

[۲] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۱۹۳ مرتبہ مولانا امرتسری

یہاں مولانا نور احمد امر تسری مرحوم کو تصحیح متن کے دوران خط کشیدہ الفاظ پڑھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے،

اس کے مقابلے میں مولانا امر تسری سے پہلے کی اشاعتوں میں یہ جملہ یوں نقل ہوا ہے:

دریں وقت کشتن کافر لعین گویندوال بسیار خوب واقع شد[1]

مولانا امر تسری نے عربی وفارسی قاعدہ کے مطابق اسے یوں پڑھ لیا "کافر لعین گوبند و آل او.......

یعنی گویندوال کو مرحوم نے گوبند و آلِ او سمجھا جو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ گرو گوبند کا زمانہ حضرت مجدد الف ثانی

کے وصال ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء کے بعد یعنی ۱۶۷۵۔۱۷۰۸ء کا ہے۔ انہوں نے مکتوبات کے حاشیہ میں خود ہی گوبند

کو اورنگزیب کا معاصر بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کسی سکھ گرو کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز

گویندوال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز گویندوال میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے۔

گویندوال سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا وہاں ان کے اہم گردوارے موجود ہیں گرو امر داس

(۱۵۵۲۔۱۵۷۴ء) کا گردوارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتاب گرنتھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرو ارجن

(۱۵۸۱۔۱۶۰۶ء) مرتب ہوئی تھی، گویا اسی لیے احمد شاہ درانی نے ایک حملے کے دوران اس مرکز جلا کر خاکستر کر

دیا تھا[2] گویا حضرت مجدد الف ثانی کا اشارہ گرو ارجن کے قتل سے متعلق ہے جو ۱۶۰۶ء کو ہوا گرو گوبند سنگھ کا اس

سے کوئی تعلق نہیں ہے[3]۔

بعض اہم امور انجام دینے کی ضرورت

مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کی شرح کے دوران یا اس کے علاوہ مستقل عنوانات کے تحت بعض اہم

امور کی انجام دہی لازم ہے، جن میں سے چند اشارات ملاحظہ ہوں:

---

[1] مکتوبات شریف ۱/ ۱۹۳ مطبوعہ مطبع مرتضوی، دہلی ۱۸۹۰ء ص ۱۹۳

[2] Stein, A: Archeological Reconnaissaces in Nort-western India...... p. 5-6

[3] ان امور کی تفصیل کے لیے مقامات مظہری کے مقدمہ پر ہمارا حاشیہ نمبر ۹۶ (طبع دوم) ملاحظہ کریں

ا۔ مکتوبات کا دیگر عصری لٹریچر کے ساتھ تقابلی مطالعہ

اگر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا آپ کے زمانے یعنی اکبر بادشاہ (۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) اور نور الدین جہانگیر (۱۶۰۵۔۱۶۲۸ء) میں تصنیف ہونے والے مذہبی لٹریچر، کتب تاریخ اور انشاء لٹریچر اور کتب تصوف کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے تو مکتوبات شریف کی اصل اہمیت سامنے آجائے گی۔ اس عہد میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات و تالیفات، کتب تاریخ خاص طور پر عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ اور شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبدۃ التواریخ وغیرہ اور دوسرے انشاء لٹریچر سے تقابل کیا جائے تو جو فکری بلندی اور دفاع اسلام کے لیے جس قدر تجاویز مکتوبات شریف میں ملیں گی دیگر انشاء لٹریچر میں اس کا عکس تک نظر نہیں آئے گا، اس عہد کی کتب انشاء کا تمام تر زور قلم و علم زبان دانی اور اُسے مسجع و مقفع بنانے میں صرف ہوا ہے۔

۲۔ مسائلِ عہدِ مجدد الف ثانی

اس عنوان کے تحت ایسے مسائل کا احاطہ کیا جائے جن کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی کے زمانۂ حیات (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) سے ہے تاکہ اس منظر و پس منظر میں یہ سمجھا جاسکے کہ مکتوباتِ حاضر کے مؤلف کے افکار و خیالات کس ماحول میں پروان چڑھے انہیں کن سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے ان مسائل میں اپنے افکار کو کیسے محکم بنانے کو سعی فرمائی۔ یعنی حکمران طبقہ جو ماحول کو سنوارنے اور بگاڑنے کا ذمہ دار ہوتا ہے خود کن خیالات کا مالک تھا؟ اور ان کے ان افکار نے اس عہد کی معاشرت کو کس حد تک متاثر کیا؟

اس عہد کا مذہبی طبقہ یعنی علماء و صوفیہ کن معتقدات کے حامل تھے؟ اور عوام پر ان کے عقائد کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

اس سارے پس منظر کو جانے بغیر مکتوبات شریف کے مندرجات سمجھ آہی نہیں سکتے مثلاً آپ فرماتے ہیں:

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دارِ اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے...........

بادشاہ دنیا کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے اگر دل ٹھیک ہے تو بدن صحیح ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہو گا، بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے......

واویلا وامصیبتا واحسرتا واحزنا محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل وخوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو...........

زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انہی علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں[1]...........

احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدائے تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس طرح مسائل شرعیہ میں ایک مسئلے کو رواج دینا[2]........

تقریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بلادِ اسلام میں کفار صرف احکامِ کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور اسلام کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائرِ اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو اُسے قتل کر دیا جاتا ہے[3]......

---

[1] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۴۷ بنام شیخ مرتضیٰ خان فرید بخاری
[2] ایضاً ۱/ ۴۸
[3] ایضاً ۱/ ۸۱

اس قسم کے بہت سے اقتباسات مکتوبات شریف میں سے پیش کیے جاسکتے ہیں کیا کوئی شارح یا قاری عہد حضرت مجدد الف ثانی کے مسائل جانے بغیر ان مندرجات کو سمجھ سکتا ہے؟ ہر گز نہیں اس لیے ازبس لازم ہے کہ مکتوباتِ قدسیہ کا مطالعہ کرنے سے قبل عصری تقاضوں کا عمیق مطالعہ کیا جائے۔

۳۔ عقائدِ صحیحہ اہل سنت کی عملی صورت مکتوبات کے آئینہ میں

بے دینی الحاد اور زندقہ کے دور میں جبکہ حکومتِ وقت ایک نئے دین یعنی دین الٰہی کے سوا کسی مذہب خاص طور پر اسلام کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھی حضرت مجدد الف ثانی نے راسخ العقیدہ امراء اور علماء کو خطوط لکھ کر انہیں اپنا ہم خیال بنایا اور انہیں وقت کی نزاکت سے آگاہ کرتے ہوئے اسلام کے صحیح عقائد بتائے اور دین الٰہی کی جگہ دین اسلام کے اصل عقائد سے انہیں آگاہ کیا اور بتایا کہ اس وقت کس طرح ان کا اجرا ممکن ہے، ترویج شریعت کا طریقہ بتاتے ہوئے یہ حقیقت ان پر واضح کی کہ اس وقت بادشاہِ اسلام (جہانگیر) کے ممد و معاون بن جائیں:

اہل اسلام بر خود لازم دانستند کو ممد و معاونِ بادشاہ، باشند و بر ترویج شریعت و تقویت ملت دلالت نمایند[1]..........

اس کار خیر کے لیے امراء کی جو جماعت آپ نے تیار کی تھی اسے "جرگہِ ممدانِ دولت اسلام" کا نام دیتے ہوئے خود اس میں شمولیت کو اپنی سعادت سمجھا[2]۔

بعض طویل مکاتیب صرف عقائد کے موضوع پر ہیں جو بجای خود رسائل سے کم نہیں ہیں۔

۴۔ اسلام کا دفاع اور مکتوبات

مکتوباتِ امام ربانی میں ہندوستان کے مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں بہت اہم مواد موجود ہے، یقیناً جب کوئی ہندوستان میں اسلام کے بارے میں تحقیق کرے گا تو مکتوبات شریف اس کے لیے ایک ناگزیر ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنا لازم ہوں گے، ان مکاتیب میں مسلمانوں اور اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ جن

---

۱ ایضاً / ۴۷

۲ ایضاً / ۴۷

الفاظ میں کھینچا گیا ہے، اس عہد کی کتب تاریخ اور دوسرا لٹریچر اس سے یکسر خالی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے عہد کے سارے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے کر مکتوبات شریفہ میں شامل ایسے سارے نکات یکجا کر کے ان کی اہمیت پر مورخانہ وناقدانہ نوعیت کا کام کیا جائے۔

۵۔ غیر مسلم اور مکتوبات

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں جہاں کہیں غیر مسلموں کے متعلق اشارات ملتے ہیں وہاں زیادہ مقاماتِ پر آپ کی مراد ہندوستان کے ہندو ہیں، آپ کے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں پر جس قدر ابتلا کا نزول ہوا وہ وہاں کے مسلمان حکمرانوں کا ہندوؤں کو مراعات دے کر ان کے برابر ان کی حیثیت دینے کا نتیجہ ہے، آپ ہندوؤں کی اہانت کو اسلام کی فتح اور ان کو ذلیل وخوار کرنے سے مسلمانوں کی توقیر کے مساوی قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں سے جزیہ لینا آپ لازم سمجھتے تھے، اور اکبر بادشاہ نے اسے موقوف کر کے اسلام کے ساتھ زیادتی کی تھی، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کو بڑے مناصب نہ دیئے جائیں اور اگر ان میں سے کسی سے ملے بغیر چارہ کار نہ ہو تو ان کے پاس ایسے جائیں جیسے رفعِ حاجت کے لیے بیت الخلا میں جاتے ہیں، نیز آپ نے اس قسم کے بہت سے افکار کا اظہار اپنے ان مکاتیب میں کیا ہے جو مرتضیٰ خان فرید بخاری، خان اعظم اور صدر جہاں وغیرہ کے نام ہیں۔

عرصہ ہوا راقم احقر نے ایک مفصل مقالہ بعنوان Analysis of Mujaddid-i-Alf-i-Sani's attitude towards Hinuds لکھا تھا، لیکن عدم فرصت کے باعث اس پر نظر ثانی تاحال نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس کا اُردو ترجمہ پیش کیا جاسکا ہے۔ تاہم اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مکتوبات شریف میں سے ایسے تمام نکات سیاق وسباق کے ساتھ عصری کتب تاریخ کی روشنی میں یکجا کر کے تجزیاتی مطالعہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

۶۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود

یہ دونوں نظریات عرصہ دراز سے صوفیہ کے نزدیک مختلف فیہ چلے آرہے ہیں، وحدت الوجود کو شیخ اکبر ابن عربی نے خوب ترقی دی اور اس موضوع پر اپنی کتب میں اظہارِ خیال فرمایا آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد نے ان کے اس نظریہ کی تشریحات وتوضیحات میں بہت کچھ لکھا ان کی تصانیف کی بکثرت شرحیں لکھی گئیں اور عالم

اسلام میں اس کا خوب رواج ہوا اس کے مقابلہ میں بعض صوفیہ کرام نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا کہ صوفیانہ مدارج کی ترقی کی دوسری شاہراہ اس نظریہ سے آگے بڑھتی ہے۔ ان اکابر مشائخ میں سب سے نمایاں نام شیخ علاء الدولہ سمنانی (۶۵۹۔۷۳۶ھ) کا ہے۔ جنہوں نے وحدت الوجود کو کشفی طور پر ایک تنگ و جامد مقام قرار دیا اور اس کے مقابل وحدت الشہود کے نظریہ کو پیش کر کے ایسے دلائل دیئے جو زیادہ عقلی و قابل قبول تھے، ہندوستان میں سب سے زیادہ اس نظریہ کی ترجمانی حضرت مجدد الف ثانی نے کی آپ کی روحانی تربیت کا آغاز ہی تھا کہ آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ خود حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو لکھا کہ مجھے اپنے خیالات کی شیخ علاء الدولہ کے افکار کے ساتھ زیادہ مناسبت معلوم ہوتی ہے، لکھتے ہیں:

کتب حقائق و معارف علی الخصوص سخنانِ توحید و تنزلاتِ مراتب رانمی تواند مطالعہ کرد خود را دریں باب بحضرت شیخ علاء الدولہ بسیار مناسبت می یابد و در ذوق و حال دریں مسئلہ (وحدت الشہود) شیخ مشار الیہ متفق است[1]۔

افکارِ حضرت مجدد الف ثانی کی بالیدگی کے سلسلہ میں یہ بہت اہم فقرات ہیں یعنی آپ آغازِ تربیتِ سلوک ہی سے خود کو شیخ علاء الدولہ سمنانی کے نظریات سے ہم آہنگ پاتے تھے اور آخر وقت تک آپ اسی پر قائم رہے۔

خود فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ بھی کچھ عرصہ توحید وجودی کا مشرب رکھتے تھے، آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام سے ترقی دی اور توحیدِ وجودی جو ایک تنگ راہ ہے سے ترقی کر کے کھلی شاہراہ یعنی توحیدِ شہودی منکشف ہوئی، آپ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے روایت کرتے ہیں:

معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ چند گاہ مشرب توحید وجودی داشتند...... اما آخر کار حق سبحانہ و تعالیٰ بکمال عنایتِ خویش از آں مقام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہرہ انداختہ از ضیق ایں معرفت

---

[1] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۱۱/ ۲۷

خلاصی داد، میاں عبد الحق کہ یکی از مخلصان ایشاں اند نقل کردند کی پیش از مرض موت ایشاں بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ دیگر است[۱]۔

کئی مکاتیب میں ان علماء ومشائخ پر افسوس کا اظہار کیا ہے جو اس دور ظلمت میں ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہنے کی بجائے شب وروز شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف پڑھنے پڑھانے اور اس کی شروح لکھنے میں مستغرق تھے دراصل ان متاخرین نے شیخ اکبر کے نظریۂ وحدت الوجود کی ایسی تشریحات وتوضیحات کی تھیں کہ وحدت الوجود سے وحدتِ ادیان تک کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا۔ ایک مکتوب کے ذریعہ جب ملا حسن کشمیری نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ شیخ عبد الکبیر یمنی نے لکھا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے غیرت وحمیت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ اس قسم کے جملے سن کر میری رگِ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے ان نظریات اور ان کی تاویلات کرنے والوں سے اس طرح بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں نص سے کار ہے فص (فصوص الحکم ابن عربی) سے نہیں، ہمیں فتوحاتِ مدینہ نے فتوحاتِ مکیہ (تالیف ابن عربی) بے نیاز کر دیا ہے، آپ کے پرزور الفاظ قابلِ سماعت ہیں:

> فقیر را تاب استماعِ امثال ایں سخنان اصلاً نیست بی اختیار رگِ فاروقیم در حرکت می آید و فرصتِ تاویل وتوجیہ آں نمی دہد قائل آں سخنان (حق سبحانہ وتعالیٰ عالم بغیب نیست) کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ دراسلام درکار است نہ کلام محی الدین ابن عربی وصدر الدین قونوی وعبد الرزاق کاشی مارا بانص کار است نہ بفص، فتوحاتِ مدینہ از فتوحاتِ مکیہ مستغنی ساختہ است[۲] ......

اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت جملے آپ کے مبارک مکتوبات میں جابجا پائے جاتے ہیں جن سے مشرب وحدت الوجود اور اس کے قائلین سے بے زاری کا اظہار ہوتا ہے۔

---

۱ ایضاً / ۴۳ / ۱۱۴

۲ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱ / ۱۰۰ / ۲۰۵

اصل معاملہ رجوع کا ہے، بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الوجود کی مخالفت کی دور اواخر عمر میں اس سے رجوع کر لیا[1]۔ بظاہر یہ بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی آپ نے ایک مکتوب میں مشرب وحدت الوجود سے وابستہ بعض اصحاب کو ان کی وابستگی کا سبب الحاد وزندقہ بتایا ہے[2]۔

ایک صاحب سیّد عبد القادر مہربان فخری (۱۱۴۳۔ ۱۲۰۴ھ) نے وحدت الوجود کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب اصل الاصول کے نام سے ۱۱۳۷ھ کو تالیف کی اس میں موصوف نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آخری دور میں وحدت الوجود کی حمایت کرنی شروع کر دی تھی اور مشرب وحدت الشہود سے رجوع کر لیا تھا، موٴلف کے دلائل بہت کمزور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ نے تجدید الف ثانی کے زعم میں جہاں دیگر مسائل سے اختلاف کیا ہے، وہاں وحدت الوجود سے بھی انحراف کیا ہے، لکھتے ہیں:

> بدانکہ ایں بزرگوار بزعم تجدید الف ثانی ہر چند خواست کہ مسئلۂ وحدت الوجود را کہ اصل الاصول معارف الف اول است برہم زند ولہٰذا در توحید شہودی وحمایت متکلمین سعیہائ موفودہ فرمودہ[3] ....

موٴلف نے اس سلسلے میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب ۵۸ (جلد ثالث) کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے حالانکہ اس میں وحدت الوجود کے مشرب سے رجوع کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ علماء وعرفا کی طرح حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، اگر اس امر ونظریہ سے رجوع کرنا ہوتا تو کون سی چیز مانع تھی؟ آپ نے اپنے مکاشفات سے بعد تحقیق رجوع بھی فرمایا ہے مثلاً مبداء ومعاد کی ایک عبارت سے آپ نے اپنے ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں رجوع کرنے کا اعلان کیا ہے[4]۔ بھلا اتنے قدیم مسئلہ کی کشفی مخالفت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا دبے الفاظ میں کیونکر ممکن تھا، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کبھی اس سے رجوع نہیں کیا، ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ دور آخر میں ان دونوں نظریات کے ماننے والوں ایک دوسرے کی مخالفت

---

[1] محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین ۱۸۷

[2] مکتوبات ۱/ ۴۳

[3] مہربان، عبد القادر فخری: اصل الاصول، مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، مدراس، ۱۹۵۹ء، ص ۲۲۱۔۲۲۵

[4] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۲۰۹

میں انتہا پسندی اختیار کر کے جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے تھے، نقش بندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب "صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین" کے نام سے تالیف کی[۱]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ انہی خدشات کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اُن کے ہم خیالی علماء نے اسے محض لفظی فرق قرار دے کر دونوں کے جذبات فرو کرنے کی کوشش کی[۲]۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور رسائل میں سے نظریات وحدت وجود اور وحدت الشہود سے متعلق تحریرات کو یکجا کر کے دوسرے صوفیہ کے خیالات کے پس منظر میں ایک جامع کتاب مرتب کی جائے[۳]۔

۵۔ مکتوب الیہم کے تراجم

اس عنوان کے تحت ابھی کوئی قابل توجہ کام نہیں ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جن اصحاب کے نام خطوط تحریر فرمائے تھے ان میں سے اکثر اس عہد میں کسی نہ کسی طرح قابل توجہ معاشرتی مقام رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ نے اس وقت کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات کا بخوبی و بغور جائزہ لینے کے بعد اقدامات فرمائے تھے ان میں سے ایک اہم قدم یہ بھی اٹھایا تھا کہ راسخ العقیدہ امرائے سلطنت کے نام آپ نے کئی مکاتیب تحریر فرمائے اور انہیں حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ آپ لوگ بادشاہ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، اس لحاظ سے آپ کے فرائض کیا ہیں؟ ان حالات میں بادشاہ کی حمایت و معاونت کے بغیر ہندوستان میں اسلام کو جو ضعف آ چکا ہے، اس میں تقویت نہیں آسکتی۔ آپ نے ایک ایک امیر کو اس عہد کے حالات بتا کر

۱۔ مقامات مظہری، تعلیقات ۱۲۶، ۲۰۹، ۵۳۳

۲۔ ایضاً ۵۳۲۔ ۵۳۳ و مقدمہ ۱۲۵۔ ۱۲۸

۳۔ اگرچہ اس موضوع پر بعض اصحاب نے خامہ فرسائی کی ہے جیسے مولانا مبارک علی حیدر آبادی نے بہت عرق ریزی سے فصوص الحکم ایڈٹ کی اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا جس میں ان دونوں مشربوں کا تقابلی محاکمہ کیا، اسی طرح مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم نے ملا عبد العلی بحر العلوم کے رسالہ وحدت الوجود کو مرتب کرتے ہوئے اس کے حواشی میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض متعلقہ اقتباسات بھی دیئے ہیں لیکن یہ ابتدائی نوعیت کے کام ہیں ایک جامع کتاب کا تقاضا پورا نہیں کر سکتے۔

کہ کس طرح اکبر کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی گئی اور انہیں بتایا کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ تباہی کے دہانے پر کھڑے ہے اگر کچھ عرصہ مزید وہ اسی حالت میں رہے تو یہاں سے اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا، انہیں ترویج شریعت کے لیے اقدامات کرنے اور بادشاہ سے اسلامی احکام جاری کروانے کے لیے مکرر خطوط لکھے۔ اور ان کی کوشش کو آپ نے کئی بار سراہا اور ان کوششوں کو جہاد کا درجہ دیا۔ اور متعدد مرتبہ اس کی وصیت پر زور دیتے ہوئے لکھا کہ اس وقت ایک مردہ سنت کو زندہ کرنا خانہ کعبہ کے پاس جا کر نفل پڑھنے سے بھی افضل ہے[1]۔ آپ نے امراء و علمائے حق کے اس گروہ کو "جرگہ مردانِ دولت اسلام" کا نام دیا اور خود اس میں شمولیت کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا[2]۔

جب تک ان مکتوب الیہم حضرات کے صحیح صحیح حالات معلوم نہ ہو جائیں اس وقت تک حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین کا اصل مشن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مکتوب الیہم کے تراجم کے ساتھ ہی مکتوبات شریف میں وارد ہونے والے تمام اسماء الرجال کے حالات کی جستجو کرنا اس طرح لازم ہے جس طرح مکتوبات کی شرح لکھنا ضروری ہے۔ اس عہد کے تاریخی لٹریچر میں اور علماء و صوفیہ کے تذکروں میں ان شخصیات کے حالات مل سکتے ہیں۔ لیکن بآسانی نہیں اس کام کے لیے فن تذکرہ نویسی سے پوری واقفیت لازم ہے[3]۔

۸۔ مکتوبات کی موضوعی ترتیب

مکتوبات شریف کو مضامین اور مطالب کے لحاظ سے مرتب کرنا ایک الگ لیکن سب سے دشوار مرحلہ ہے یہی وہ موضوع ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارناموں اور مجتہدانہ مقام پر براہِ راست روشنی پڑ سکتی ہے، یہ کام اسی التزام کے ساتھ کیا جائے کہ ایک طرف فارسی متن ہو اور دوسری طرف اس کا اُردو یا انگریزی

---

[1] ہم سابقہ اوراق میں مختلف عنوانات کے تحت اس قسم کے بہت سے اقتباسات نقل کر چکے ہیں۔

[2] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۴۷/ ۱۲۴

[3] اس سلسلے میں بعض بزرگ حضرات مثلاً ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور مولانا سیّد زوار حسین مرحوم نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آخر میں بطور ضمیمہ جات اس قسم کی سعی فرمائی ہے۔ لیکن ان حضرات کے یہ کام اتنے مختصر ہیں کہ شخصیت کا تعارف ادھورا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے تجلیاتِ ربانی میں بعض مکتوبات الیہم کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن بہت سی شخصیات کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔

ترجمہ پھر حواشی میں حل مطالب الفاظ و اصطلاحات کی تشریح اور احادیث مبارکہ کی تخریج ہو اس کے ساتھ علماء کرام اور محققین کے تائیدی مقالات ہوں تاکہ اُس عہد کے پس منظر اور ماحول میں آپ کی تحریک احیائے دین کے مقاصد نوجوان نسل بھی سمجھ سکے۔ اور اسے زمانے کے حالات سے ہم آہنگ کر سکے!

ایک جامع شرح کی ضرورت

مکتوبات شریف کی کئی ایک شروح کا ذکر اس سے پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک تینوں دفتروں کی کامل شرح نہیں ہے، ان میں سے کسی بھی شارح کو تاحال مکتوبات کی جامع شرح کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کے سارے تقاضے سامنے رکھ کر ایک ایسی جامع شرح تالیف کی جائے جو قدیم و جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے لیے ازبس مفید ہو، آج ہر قسم کے پریس اور علمی معلومات کے ان گنت ذرائع سے انسان مالا مال ہے اس میں مکتوبات حضرت مجدد کی ایک ایسی شرح مرتب کی جائے جو سریع الفہم، آسان اور عوام و خواص کے لیے قابلِ استفادہ ہو۔

ایک ایسی شرح کا بھی ایک عرصہ دراز سے تقاضا ہو رہا ہے۔ جو علومِ مشرقیہ کے محققین کے لیے مفید ہو، آج یورپ میں صوفیہ کے سلاسل کی علمی خدمات پر وسیع پیمانے پر تحقیقی کام ہو رہا ہے، لیکن افسوس کہ اب تک کوئی جامع شرح ان کی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی یورپین زبان میں نہیں لکھی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین محققین افکار حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھنے اور سمجھانے کے سلسلہ میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، عرصہ دراز سے یورپ سے تصوف پر جو تحقیقی کتابیں چھپ کر آ رہی ہیں ان میں ان کی کج فہمی اور ہمارے بزرگوں سے متعلق ان کی آراء میں غیر متوازن تنقید کی اصل وجہ یہی ہے کہ ابھی تک ہم نے اس ذمہ داری کا احساس ہی نہیں کیا

اگرچہ اس موضوع پر کوشش بھی کی گئی ہے مولانا محمد عبد اللہ جان مجددی معروف بہ شاہ آغا (ٹنڈو سائیں داد، سندھ) نے فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے صرف چار ابواب کے تحت مکتوبات شریف سے اقتباسات یک جا کیے تھے۔ لیکن وسیع پیمانے پر ایک جامع کتاب کا ابھی تک دنیا کو انتظار ہے۔ شاہ آغا مرحوم نے ۱۳۶۱ھ کو مکتوبات شریف کا ایک انتخاب اربعین مکتوبات کے نام سے مرتب کر کے خود ہی شائع کیا جس میں طلبہ کے لیے مفید حواشی لکھ کر انہیں سہل بنانے کی کوشش کی تھی۔

کہ ہمارے صوفیہ کرام کے خیالات وتعلیمات کے دقیق اور مغلق مقامات حل طلب ہیں اور ہمیں ان کو کس طرح آسان بنا کر جدید تعلیم یافتہ طبقات کے لیے کس طرح اور کس نوعیت کا علمی کام کرنا ہے، جو ان کی بنیادی مشکلات آسان کرنے کے قابل ہو۔

ہم اپنے ملک کے علماء ومشائخ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس میدان میں آکر نمایاں خدمات انجام دیں گے، جس سے ہمارے ملک کی علمی دنیا میں بھی عزت ہو سکے۔

البیّنات شرح مکتوبات

اہل علم وعرفان کے لیے نہایت درجہ خوشی کی خبر ہے کہ ہمارے ملک کے نامور عالم وشیخ طریقت حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی مدظلہ العالی نے مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شرح لکھنے کا عزم فرمایا ہے، اور نہایت مصروفیت کے لمحات میں سے کچھ وقت نکال کر مکتوبات شریف کا درس گوجرانوالہ میں دینے اور مکتوبات کی ایک جامع ومفصل شرح لکھنے کا پروگرام بنایا ہے۔ حضرت مولانا مجددی عرصہ دراز سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور ان کے رسالہ ماہنامہ دعوتِ تنظیم الاسلام (گوجرانوالہ) میں یہ شرح بالاقساط شائع ہوتی رہی ہے۔ اب اسے از سر نو حوالوں سے مزین کر کے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں، یہ شرح البینات شرح مکتوبات کے نام سے مکتوبات شریف کی توضیحات، تخریج اور شرح پر مشتمل ہے، یہ شرح اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث کئی اعتبار سے منفرد مقام رکھتی ہے۔ ایک نظر میں اس کے خصائص اس طرح دیکھے جا سکتے ہیں:

۱۔ مکتوبات کے مندرجات کو قرآن وحدیث سے موید کیا گیا ہے۔

۲۔ نفس مضمون کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ مکتوبات میں شامل اصطلاحات تصوف پہلی مرتبہ اتنی وضاحت کے ساتھ مکتوبات کے سیاق وسباق میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴۔ حضرت مجدد الف ثانی خود حنفی تھے اور مکتوبات میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ بجائے خود ایک وسیع موضوع ہے کہ مکتوباتِ شریف ہی شامل مسائل فقیہ کی فقہ حنفی کے مطابق تطبیق

کی جائے، خدا کا شکر ہے کہ مؤلف البینات نے شرح کے دوران یہ اہم فریضہ بھی انجام دینے کی سعی فرمائی ہے۔

۵۔ مکتوبات میں شامل احادیث نبویہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تخریج ایک دقیق ترین مرحلہ ہے، لیکن آج کے دور میں احادیث کے انڈیکس طبع ہو چکے ہیں۔ اور حدیث کے ذخائر کمپیوٹرز میں منتقل ہو چکے ہیں اس لیے اب یہ مرحلہ تہ ہو جانا چاہیے۔ ہمارے شارح بزرگ نے اس مقام پر بھی سعی تمام فرمائی ہے اور حدیثِ متعلقہ اس کے اصل متون سے مطابقت دے دی ہیں۔

۔ مکتوبات کی شرح کے دوران ایک مرحلہ اور دشوار گذار ہے کہ اس میں روحانی مقامات کا اندراج جس طریقہ سے ہوا ہے آج کا قاری ان مقامات کو سمجھنے سے قاصر ہے ان مقامات کو صرف وہی سمجھا سکتا ہے۔ جس پر یہ واردات ہوئے ہوں اور عملی طور پر وہ خود شیخ طریقت بھی ہو وہ ان روحانی کیفیات کا ادراک کر کے اس کی شرح کر سکتا ہے۔ ہمارے بزرگ شارح چونکہ خود ایک عالم اور اس سلسلہ کے شیخِ طریقت ہیں، اس روحانی مرحلے کو بھی سلجھانے کے لیے قلم اٹھایا ہے۔

۔ اس شرح کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شارح نے علومِ اسلامیہ کے متعارف سارے مآخذ سامنے رکھ کر شرح کی ہے اور ہر مقام کو مستند بنانے کے لیے ان کے حوالے بھی دیئے ہیں گویا اس شرح پر علمی تحقیقات کا رنگ غالب ہے۔

۔ ہر مکتوب میں سے صرف دقیق مقامات منتخب کر کے اس کی شرح کی گئی ہے۔

۔ شارح بزرگ نے اس شرح میں یہ التزام کیا ہے کہ پہلے مکتوب شریف کے جس حصہ کی شرح کرنا ہے اس کا فارسی متن نقل کیا ہے، اس کے بعد اس کا اُردو ترجمہ دیا ہے اور پھر اس کی شرح بیان کی ہے اس شرح میں حتی الامکان ایسے تمام نکات یکجا کر دیئے ہیں جن کا اس اقتباس کے فہم و تفہیم کے لیے ہونا لازم ہے، قابل شرح اقتباس کی مکتوبات میں سے دوسرے جن مقامات سے توضیح ہو سکتی تھی اس مقام پر وہ بھی نقل کر کے اسے آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔

مآخذ

مخطوطات

۱۔ بیولر، آرثور: فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، مسودہ موکف لوزیانہ، امریکہ ۲۰۰۰ء (فارسی)

۲۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی (احوال و تعلیمات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی مولفہ بسال ۱۱۳۴ھ) مرتبہ محمد اقبال مجددی، زیر طبع

۳۔ ضیاء الدین اچکزئی فراہی: ضیاء المقدمات لمطالعۃ المکتوبات، کتابخانہ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، نمبر ۱۰۵۶۶

۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال شیخ آدم بنوڑی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) جلد سوم مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن۔ نمبر ۶۵۲

۵۔ مطلبی، بابر بیگ: مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث، مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، بسال ۱۹۹۴ء

۶۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی: لطائف المدینہ (سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی۔ زیر طبع

مطبوعات عربی

۷۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت

۸۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المولفین، ۱۵ جلد طبع عکسی، بیروت (س ن)

۹۔ محمد سعید ناظی: تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی۔ مطبوعہ مطبع فتح الکریم، حیدر آباد، دکن ۱۳۱۱ھ

۱۰۔ محمد مراد قازانی مکی: الدرر المکنونات النفیسہ۔ طبع عکسی۔ استنبول ترکیہ (س ن)

۱۱۔ مرادی، محمد خلیل: سلک الدرر، مکتبہ المثنیٰ، بغداد

مطبوعات فارسی

۱۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد (جلد سوم) ۱۹۸۴ء

۱۳۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۸۔ ۱۸۶۹ء

۱۴۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الٰہی، لاہور، ۱۹۷۱ء

۱۵۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات سیفیہ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کرچی (س ن)

۱۶۔ صادق کیا: نقطویان یا پسیخانیان۔ تہران، ۱۳۲۰ھ

۱۷۔ عبیداللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، ۱۹۷۳ء

۱۸۔ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین مرتبہ معین الحق، کراچی، ۱۹۶۸۔ ۱۹۷۰ء

۱۹۔ فضل اللہ مجددی قندھاری: عمدۃ المقامات، ٹنڈوسائین داد، سندھ، ۱۳۵۵ھ

۲۰۔ کیخسرو اسفندیار: دبستان مذاہب مرتبہ رحیم رضازادہ ملک، تہران، ۱۳۶۲ش

۲۱۔ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی: مکتوبات مرتبہ نوراحمد امرتسری، طبع عکسی، کراچی ۱۳۹۲ھ

۲۲۔ محمد باقر لاہوری، مفتی: کنز الہدایات مرتبہ نوراحمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۵ھ

۲۳۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۲۴۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: مکتوبات جلد اول، دوم مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، جلد سوم مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی حیدرآباد، سندھ، ۱۹۷۶ء

۲۵۔ محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول مرتبہ غلام مصطفی خان، حیدرآباد، سندھ، ۱۹۶۳ء

۲۶۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۲۷۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: مقدمہ مکتوبات امام ربانی، مشمولہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سعید نقشبندی۔ کراچی، ج اوّل، ۱۹۷۳ء

۲۸۔ مہربان، عبدالقادر فخری: اصل الاصول مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، مدراس، ۱۹۵۹ء

۲۹۔ نصراللہ ہوتکی، مولوی: شرح مکتوبات امام ربانی، کابل، ۱۹۷۳ء (دو جلد)

۳۰۔ نظام الدین احمد بخشی: طبقاتِ اکبری، کلکتہ، ۱۹۱۳۔ ۱۹۳۱ء

۳۱۔ نوشاہی، عارف سیّد: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد

۳۲۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی: گلشن وحدت مرتبہ عبد اللہ جان فاروقی، کراچی، ۱۹۶۶ء

ترکی

۳۳۔ مستقیم زادہ، سلیمان سعد الدین آفندی: تحفۃ الخطاطین، استنبول، ۱۹۲۸ء

مطبوعات اُردو

۳۴۔ بحر العلوم، علامہ عبد العلی: وحدت الوجود ترجمہ ابو الحسن زید فاروقی، دہلی، ۱۹۷۱ء

۳۵۔ سراج احمد خان: مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت، کراچی، ۱۹۷۷ء

۳۶۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری، تحقیق، تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، طبع دوم، لاہور، ۲۰۰۱ء

۳۷۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ

۳۸۔ نذیر احمد: اکبری عہد کا فارسی ادب، مقالہ مشمولہ تحقیق شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی (شمارہ ۱۲۔۱۳)

مطبوعاتِ انگریزی:

39- Buehler, A.F: Sufi Heirs of the Prophet (The Naqshbandiyya and the Rise of Mediating Sufi Shaykh, University of South Carolina Press. 1998.

40- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1970.

41- Stein, A: Archeological Reconnaisances in North-western India...... London

42- Nizami, K.A: Akbar and Religion, Delhi, 1989.

43- Wajihuddin, M: Epistlas (Trans. of 213 Maktubat of Sh. Ahmad Sirhindi), Vol.I Lahore, 2000.

البینات شرح مکتوبات

۲۰۰۲ء

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کے خیالات و نظریات کو جس قدر اور جس کثرت سے تسلیم کیا گیا ہے، پاکستان وہند کی کسی شخصیت سے اس کا تقابل بے سود ہو گا۔

عالم اسلام اور یورپ میں آپ کے نظریات پر نقد و نظر کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بہت سے فقہی و اجتہادی مسائل میں علمائے عرب و عجم نے آپ کی تائید کی ہے۔ مسائلِ تصوف کا بھی یہی معاملہ ہے، خصوصاً آپ کے نظریہ وحدت الشہود کو صوفیہ نے اپنی تحریر و تقریر میں خوب جگہ دی ہے۔ پاک وہند میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بکثرت رسائل لکھے گئے ہیں۔ تقریباً ہر رسالہ میں آپ کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کیا گیا ہے۔

اگر اختلافِ رائے کا معاملہ محض علمی ہوتا تو یہ الگ بات تھی، بہت سے مخالفین نے آپ کے معاصر اور پیر بھائی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''رسالۂ اعتراضات بر حضرت مجدد'' کو آڑ بنا کر ایسے ایسے پہاڑ کھڑے کیے ہیں کہ ان دونوں معاصر شخصیتوں کو متحارب گروہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ یہ اختلافات محض کشفی نوعیت کے اور وقتی تھے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بعد میں رجوع کر لیا گیا تھا۔

۱۹۷۰ء کے اوائل میں ہمیں اپنی تالیف احوال و آثار عبد اللہ خویشگی کی ترتیب کے دوران حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے رسائل کے متون کا جائزہ لینے کا موقع ملا تھا، اور اس وقت کی معلومات کے مطابق ہم نے اس نوعیت کے مواد کی ایک مختصر فہرست بھی اس کتاب میں شامل کر دی تھی۔

اگر دستیاب شدہ[1] اس سارے مواد کا بغور مطالعہ کیا جائے جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلاف مدون ہوا تھا، تو مفصلہ ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں:

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، احوال و آثار عبد اللہ خویشگی قصوری۔ ص ۱۸۱۔۱۹۵

۱۔ اکثر مخالفین کی ایسی قوتیں پشت پناہی کر رہی تھیں جو حسد وبغض زدہ لوگوں پر مشتمل تھیں۔

۲۔ عرب میں باقاعدہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلاف مہم چلا کر مخالفت کی گئی اور آپ کی تحریرات میں تحریف کر کے علمائے عرب کے لیے ان کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

۳۔ علمائے عرب کے اس موضوع پر بعض رسائل کے عربی سے فارسی میں اضافی ترجمے کر کے ہندوستان میں شائع کیے گئے۔

۴۔ پاک وہند کے صرف صوفیۂ خام ہی معاندین کے ساتھ تھے، راسخ العقیدہ صوفیہ نے آپ کی تائید میں کمر ہمت باندھے رکھی جس میں خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے۔

۵۔ چونکہ حضرت مجدد قدس سرہ کی تحریک، احیائے دین، تصوفِ اسلامی کی بدعات سے تطہیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی تحریک تھی، اس لیے آپ کی مخالفت میں کبھی پس پردہ اور کبھی علانیہ سیاسی ہاتھ بھی کام کرتے رہے۔

۶۔ داراشکوہ کے مقابلہ میں اورنگ زیب عالمگیر کی کامیابی کی کامیابی دراصل حضرت مجددؒ کے احیائے دین کے مشن کی کامیابی تھی، اس لیے اورنگ زیب کے عہد میں ہم نے ترتیبِ زمانی کے اعتبار سے ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء کے تحت جس مخالفت کا ذکر کیا ہے اور ردِّ مخالفین میں جن رسائل کا تعارف کروایا ہے، دراصل وہ بھی اس جنگ تختِ نشینی میں جو کہ حق وباطل کے درمیان ایک معرکہ تھا، میں شکست خوردہ گروپ کی وہ انتہائی پشیمانی اُس وقتی مخالفت کے رُوپ میں ظاہر ہوئی تھی۔

مقاماتِ تصوف، خصوصاً نظریۂ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں آپ کے خیالات کے ردّ وقبول کا مستقل سلسلہ جاری ہے۔ اس موضوع پر صرف پاک وہند میں اتنے رسائل لکھے گئے ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں ہے اس لیے انہیں اس فہرست میں جگہ نہیں دی گئی۔

اسی طرح حضرات القدس (تالیف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) سے لے کر آج تک حضرت مجددؒ کے تمام مخلص سوانح نگاروں نے اپنی تالیفات میں مستقل ابواب کے تحت معترضین کے جواب دیئے ہیں چونکہ یہ بھی تعداد میں سیکڑوں سے متجاوز ہیں اس لیے اس مضمون میں ان کا اندراج نہیں کیا گیا۔

اگر آپ کی تردید میں لکھے گئے رسائل کا جائزہ لیا جائے تو ان میں نہ صرف دلائل کی کمی ہے بلکہ وہ تعداد میں بھی کسی طرح اس تائیدی فہرستِ کتب سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ ہم نے پیشِ نظر فہرست میں جتنے رسائل کا تعارف کروایا ہے ان میں سے اکثر کے مولفین کے حالات اور علمی کمالات معتبر کتبِ رجال وسیر میں ملتے ہیں، گویا معاشرے میں ان کی علمی حیثیت مسلمہ تھی، جبکہ اکثر معترضین کا صرف نام ہی ملتا ہے ان کے حالات تو درکنار نشان تک کا پتا نہیں۔۔۔ جو آپ کی قطعی نصرت کی واضح دلیل ہے۔

عصر حاضر کے بعض سائنٹیفک سٹڈیز کے دعویداروں[1] نے معلوم نہیں یہ مفروضہ کیسے تراش لیا کہ "حضرت مجددؒ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی اقلیت کے ایک تنگ نظر نمائندے تھے"۔ اس دور میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ شب وروز راسخ العقیدہ مسلمانوں کی تحریکوں کے خلاف زہر اگلنے اور اُسے یورپین زبانوں میں منتقل کرنے میں مصروف ہے۔ اس جماعت کا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ:

"حضرت مجدد علماء کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے"۔

یقیناً اس آخری مفروضہ کے جواب میں جہاں وزنی دلائل مہیا کیے جا سکتے ہیں وہاں مسلمہ علماء کے ان تائیدی ودفاعی رسائل کی یہ فہرست بھی فخر کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہے۔

چونکہ اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے اس لیے اس فہرست کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، امید ہے کہ محققین اس فہرست میں اضافہ کریں گے۔

اب آئندہ سطور میں ان کتب ورسائل کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو جو حضرت مجدد قدس اللہ سرہ کے دفاع میں مختلف ممالک میں لکھے گئے ہیں۔ اس فہرست میں شامل رسائلِ متبرکہ میں سے نمبر ۳، ۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۳۵، ۳۱ کو اہل علم سے پہلی مرتبہ متعارف کروانے کا ہمیں شرف حاصل ہو رہا ہے۔

یہ فہرست کتابوں کے سالِ تصنیف کے اعتبار سے بلحاظِ ترتیبِ زمانی بنائی گئی ہے، اگر کسی کتاب کا زمانۂ تالیف معلوم نہیں ہو سکا تو مولف کا سالِ وفات پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

---

[1] جمال محمد صدیقی: حضرت مجدد، اور مارکسی مورخین۔ مقالہ مشمولہ برہان۔ دہلی، مارچ واپریل ۱۹۸۰ء میں تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۔ ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء دلائل التجدید علّامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مجددیت کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا گیا تھا۔ مولانا محمد ہاشم کشمی نے علامہ عبدالحکیم اور حضرت مجددؒ کے مخلصانہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان حضرات کے مابین مراسلت بھی تھی حضرت سیالکوٹی نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مجددؒ میں آپ کو "مجدد الالف الثانی" کے لقب سے ملقب کیا ہے، حضرت مجدد نے مولانا کشمی کو مخاطب فرماتے ہوئے خود اس مکتوب کا تذکرہ کیا تھا[۱]۔

مولانا محمد ہاشم کشمی نے زیرِ بحث کتاب کا ذکر تو نہیں کیا۔ البتہ نقش بندی سلسلہ کے حضرات میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ علّامہ سیالکوٹی نے حضرت امام ربانی کی مجددیت کے اثبات میں ایک رسالہ لکھا تھا، حضرت وحدتؔ سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ) نے شواہد التجدید (سبیل الرشاد) میں اس رسالہ کا انتساب حضرت سیالکوٹی سے کرتے ہوئے اس کے اقتباسات دیئے ہیں۔[۲]

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے واضح الفاظ میں اس رسالہ کا نام "دلائل التجدید" لکھا ہے۔ اور توضیح کی ہے کہ حضرت مجدد کے بارہویں سالِ تجدید میں یہ رسالہ لکھا گیا[۳]۔ یہ سال ۱۰۲۲ھ کے مساوی ہے۔ "دلائل التجدید" کے کسی نسخہ کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے۔

۲۔ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء رسالہ فی منع رفع سبابہ۔ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد نے اپنے ایک مکتوب میں رفعِ سبابہ کا بیان کرتے ہوئے اس سے منع کیا ہے[۴]۔ خود حضرات مجددیہ نے اس مسئلہ میں کئی رسائل لکھے ہیں[۵]۔ حضرت مجدد کی زندگی میں آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سعیدؒ نے رفعِ سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ لکھا جس کا ذکر حضرت مجدد نے خود فرمایا ہے[۶]۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

---

۱ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات۔ مطبوعہ لکھنو ۱۳۰۷ھ ص ۱۷۶

۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو یہی مضمون شمارہ مسلسل ۱۷

۳ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/۱۴۹ (اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور)

۴ امام ربانی حضرت مجدد: مکتوبات ۱/۳۱۲

۵ تفصیل کے لیے مقالہ ہذا کے اعداد مسلسل ۱۵، ۱۸، ۳۰

۶ امام ربانی: مکتوبات ۱/۳۱۲، نیز زبدۃ المقامات ۳۱۰، حضرات القدس ۲/۲۳۵، روضۃ القیومیہ ۱/۲۸۸

مکتوبات کے دفتر اول کی تدوین (دُر المعرفہ ۱۰۲۵ھ) کے فوراً بعد ہی یہ رسالہ مکمل ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علماء نے اس مسئلہ میں حضرت مجدد سے اختلاف کیا تھا اس لیے حضرات مجددیہ کا یہ رسالہ بھی ہے دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (فارسی) مولانا محمد امین بدخشی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی (ﷺ) پر فضیلت دی ہے[1]۔
حضرت مجدد کے خلیفۂ اجل حضرت شیخ ادم بنوڑی جب ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اپنے شیخ کے اس نظریہ کا پرچار فرمایا جس پر علماء وصوفیہ حرمین اور حضرت بنوڑی کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا۔ خصوصاً شیخ احمد قشاشی کے ساتھ اس موضوع پر خوب بحثیں ہوئیں[2]، یہ مبحث شیخ بنوڑی کی وفات ۱۰۵۳ھ کے بعد بھی جاری رہے۔ جب ۱۰۶۷ھ میں مخدوم زادگانِ سرہند حرمین الشریفین گئے تو انہوں نے بھی اس موضوع پر رسائل دیکھے، نیز حرمین میں سلسلۂ مجددیہ کی اشاعت میں جو رکاوٹیں پیش آئیں ان کا بھی اس رسالہ میں مجمل ساذکر ملتا ہے——
مختلف خطی نسخوں کی بنیاد پر ہم نے اسے ایڈٹ کیا ہے۔

اس رسالہ کے مؤلف حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ کے حالات پر تین جلدوں میں نہایات ضخیم اور درجہ اول کی سوانح نتائج الحرمین کے نام سے لکھی ہے۔ ہم نے اس موکف کی بہت ہی دیگر کتابوں کا سراغ لگایا ہے——

۴۔ ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء کشف الغطا عن اذہان الاغبیاء (عربی وفارسی) علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندیؒ

اس میں بھی حضرت مجدد کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔
اس کے ایک فقرہ سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ موکف کے والد بزرگ حضرت خواجہ محمد سعیدؒ کی

---

[1] امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/ ۱۲۴
ایضاً: مبداء ومعاد نمبر ۴۸
بدر الدین سرہندی ملا: حضرات القدس ۲/ ۱۲۶

[2] احوال وآثار عبد اللہ خویشگی ص ۱۵۰-۱۵۳ میں ہم نے تفصیل دی ہے

وفات ۱۰۷۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا۔ اس موضوع پر یہ اہم رسالہ ہے۔ ہم نے اسے بھی مرتب کیا ہے عنقریب شائع ہو گا۔

اس رسالہ کے مؤلف حضرت مجدد کے پوتے اجل علماء میں سے تھے حدیث کے حافظ اور مدرسہ سرہند کے نامور مدرسین میں سے تھے۔ کئی اہم کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۵۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ در ردّ مخالفینِ حضرت مجددؒ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ

حضرت حجۃ اللہ (متوفی ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کا یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا روضۃ القیومیہ میں حضرت حجۃ اللہ کے پندرھویں سالِ قیومیت میں اس رسالہ کا ذکر ملتا ہے[1]۔ حضرت حجۃ اللہ کے مکتوبات وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔ جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ کا پندرھواں سالِ قیومیت ۱۰۹۴ھ ہے[2]، ایسا سال ہے جس میں ایک جعلی خط یا حکم نامہ سرہند بھیجا گیا کہ آئندہ مکتوبات حضرت مجدد کی تدریس کا سلسلہ بند کر دیا جائے یہ وضع خط معارج الولایت میں محفوظ ہے[3]۔

اگر روضۃ القیومیہ کے اندراج پر مبالغہ آمیزی کا الزام نہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی سال یعنی ۱۰۹۴ھ میں اس خانوادہ کے معتقدین نے حضرت مجدد، کے دفاع میں جو رسائل تصنیف کیے ان کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں بہتر (۷۲) رسائل تو صرف حضرت مجدد کی اولاد نے ہی لکھے:

> اول رسالہ حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ تصنیف کردند۔۔۔ ہمیں قسم حضرت محمد اشرف و حضرت شیخ سیف الدین و حضرت محمد صبغۃ اللہ و حضرت شیخ محمد ہادی جد شریف مؤلف این کتاب، رسائل تصنیف نمودند، ہفتاد و دو رسالہ فرزندانِ حضرت مجدد الف ثانی درین باب

---

1. کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۴۸ قلمی
2. حجۃ اللہ کی مسند نشینی کا پہلا سال ۱۰۷۹ھ ہے اگر اس میں پندرہ سال جمع کیے جائیں تو (۱۰۷۹+۱۵ =) ۱۰۹۴ھ برآمد ہو گا۔ ایضاً
3. ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبد اللہ خویشگی میں اس سلسلہ میں مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۴۵۔ ۱۵۰

نوشتند د خلفائے این طریقہ نیز رسالہ بسیار درین مقدمہ تصنیف نمودند ہمگی صد و شصت

رسالہ درین باب تصنیف شدند[1]۔۔۔

یہ تمام رسائل تو دستیاب نہیں ہو سکے۔ البتہ چند کتابوں کے نام ملتے ہیں، ان میں سے بعض کی تفصیل

ذیل میں بیان کی جا رہی ہے:

۶۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء، رسالہ در جواب مخالفین حضرت مجدد۔ حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶ھ)

یہ رسالہ بھی بقولِ صاحب روضۃ القیومیہ اسی واقعہ کے دوران لکھا گیا[2]۔

۷۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ در ردّ مخالفین حضرت مجددؒ

حضرت عبدالاحد شاہ گل وحدت متوفیٰ ۱۱۲۶ھ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی متعدد کتابوں کے

مؤلف تھے، یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا، حضرت شاہ غلام نے اس سے استفادہ کیا ہے[3]۔

۸۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء حل المغلقات فی الرد علی اہل الضلالات (عربی و فارسی)

حضرت خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی، حضرت خواجہ محمد اشرف کی ولادت

۱۰۴۳ھ اور وفات ۱۱۱۸ھ کو ہوئی۔ صاحب روضۃ القیومیہ نے اسی سال (۱۰۹۴ھ) کو اس رسالہ کی تالیف کا ذکر کیا

ہے۔

۹۔ ۱۰۹۴/ ۱۶۸۳ رسالہ رد منکران حضرت مجدد

حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہؒ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

یہ رسالہ بھی اسی ہنگامی حالت (مخالفت ۱۰۹۴ھ) میں لکھا گیا[4]۔

۱۰۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ ردّ مخالفین حضرت مجدد

---

[1] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۴۸ قلمی

[2] غلام علی دہلوی شاہ: رسائل سبعہ سیارہ ص ۳۰

[3] کمال الدین محمد احسان ۲/ ۴۳۲ قلمی

[4] ایضاً ۳/ ۴۸

شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبیدہ مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ اس کے موکف روضۃ القیومیہ کے مصنف شیخ کمال الدین محمد احسان کے دادا تھے۔

ان کی ولادت ۱۰۶۲ھ اور وفات ۱۱۲۱ھ ہے۔ اس رسالہ کے علاوہ آپ کواکب الدریہ (در پنج جلد) حجۃ الاحمدیہ، تجدید احوال اور نصوص الدقائق کے علاوہ کتب معقول و منقول پر حواشی بھی لکھے تھے[1]۔ اس ہنگامہ (۱۰۹۴ھ) کے دوران انہوں نے یہ رسالہ دررد مخالفین بھی تالیف کیا تھا[2]۔

یہ رسالہ ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے۔

۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء (حدود)

رسالہ دررد منکران حضرت مجددؒ

شیخ عبداللطیف نواسہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ان کی ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی[3]۔ اورنگ زیب کی مصاحبت وملازمت اختیار کرلی تھی[4]۔ انہوں نے مخالفین حضرت مجدد کے رد میں ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔

۱۱۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطاوالصواب (عربی)

شیخ محمد بیگ اوزبکی برہانپوری ثم مکی نے یہ رسالہ دو ربیع الاول ۱۰۹۴ھ / یکم مارچ ۱۶۸۳ء کو مکمل کیا۔ انہیں دنوں برزنجی نے قدح الزند اور النشر الناجرہ مکمل کیے تھے بقولِ برزنجی[5] شیخ محمد بیگ ہندوستان سے حجاز گئے تھے۔ اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ مکتوباتِ حضرت مجدد کا جو عربی ترجمہ علمائے حجاز کے لیے کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ نیز انہوں نے اس میں علمائے ہند کے ان فتوؤں کے اقتباسات بھی دیئے ہیں جو حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے تھے۔

---

[1] کمال الدین محمد احسان ۲/۴۰۷

[2] ایضاً ۳/۴۸

[3] صفر احمد معصومی، مقامات معصومیہ ص ۷۳۸

[4] حسنات الحرمین، مقدمہ ص ۱۴۴

[5] ملحق خلاصۃ السیر، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مرتب کر کے مجلہ انجمن عربی وفارسی اور پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور سے شائع کی تھی جو اسی موکف کی ہے۔

عطیۂ الوہاب، مکتوباتِ حضرت مجدد کا عربی ترجمہ شیخ محمد مراد قزانی کے دفتر ثالث کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ان کی کئی اور تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں۔

اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس وقت کے جید علماء نے اس رسالہ پر تقریظیں لکھ کر اس کے مندرجات کی تصدیق کی ہے جو اس رسالہ کے ساتھ ہی طبع ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء العرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السہرندی (عربی)

علامہ شیخ حسن بن شیخ محمد مراد تونسی مکی،

شیخ محمد مراد قزانی کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ تونسی نے ایک کراسہ (جز) کے بقدر یہ رسالہ لکھا تھا:

وھو مقدار کراسۃ سماہ بالعرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السھرندی[1]

اس رسالہ کے چند اقتباسات شیخ محمد مراد قزانی نے اپنے حواشی میں دیے ہیں[2]۔

۱۳۔ ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء رسالہ در ردِّ معترضین حضرت مجدد

حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ (متوفی ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

صاحب روضۃ القیومیہ نے ۱۰۹۴ھ کے مذکورہ واقعات کے دوران تصنیف ہونے والے رسائل میں اس رسالہ کا ذکر نہیں کیا جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ اس واقعہ کے بعد لکھا گیا ہوگا حضرت میرزا مظہر نے اپنے مکتوب[3] میں اس رسالہ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز انہوں نے آپ کی ایک اور تالیف رسالہ فی اثبات رفع سبابہ کا بھی ذکر فرمایا ہے[4]۔ افسوس کہ یہ دونوں رسائل ہمیں نہیں مل سکے۔

۱۴۔ ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء رسالہ فی تائید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (عربی)

علامہ شیخ احمد البشبیشی مصری ازہری شافعی (ف ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

---

1. قزانی، محمد مراد: الدرد المکنونات النفیسہ (ترجمہ عربی مکتوبات حضرت مجدد) ۱/۷۷۔ ترکی
2. ایضاً۔ ۱/۷۷۔ ۱۲۲
3. مظہر جان جاناں مرزا: مکتوبات ۵/۱۰۹ (شامل مقامات مظہری مطبوعہ دہلی ۱۲۶۹ھ)
4. ایضاً۔ ۱۵/۱۲۱

ان کے والد کا نام عبداللطیف بن قاضی احمد بن شمس الدین بن علی مصری تھا، بلدہ بشبیش میں ولادت ہوئی۔ شیخ علی الحلی، حسن البدری، سلطان المفاجی، سے تحصیل کی۔ ۱۰۹۲ھ میں حج کے لیے گئے اور مکہ مکہ میں ہی مقیم ہو گئے لیکن پھر واپس اپنے خطۂ مولود بشبیش میں چلے گئے[1]۔ ۱۰۹۶ھ میں انتقال کیا[2]۔

۱۵۔ اس رسالہ کے علاوہ التحفتہ السنیۃ فی الاجوبۃ السنیہ عن الامسئلۃ المرضیہ مطبوعہ[3] مصر ۱۲۷۸ھ اور العقود الجوہریۃ بالجیود المشرقیہ کے بھی آپ موکف ہیں[4]۔

حضرت مجددؒ کی نصرۃ و تائید میں اس موکف بزرگ کا جو رسالہ ہے اس کی طباعت کا تو ہمیں علم نہیں ہو سکا ہے البتہ شیخ محمد مراد قزانی نے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد کے حواشی میں اس کے طویل اقتباسات دیے ہیں[5]۔

جیسا کہ سطور بالا میں وضاحت کی گئی ہے کہ موکف ۱۰۹۲ھ میں حجاز مقدس میں موجود تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ اسی سال یا ۱۰۹۴ھ کے حدود میں اسے تالیف کیا ہو۔ تاہم ہم نے موکف کے سالِ وفات ۱۰۹۶ھ کی بنیاد پر ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۶۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء بہجۃ النظار فی براۃ الابرار (فارسی و عربی)

مخدوم محمد معین بن مخدوم محمد امین متخلص بہ تسلیم و بیراگی ٹھٹھوی (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷ء)

بارہویں صدی ہجری کے جیّد عالم، صاحب تصانیف کثیرہ، سندھ میں سلسلۂ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کے امین اور صاحب صدق و صفا بزرگ تھے۔ ڈاکٹر حسام الدین راشدی نے ان کی بیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں[6]۔

---

۱ سرکیس، یوسف لیان: معجم المطبوعات العربیہ۔ بغداد طبع عکسی از طبع اول ۱۹۲۸ء ص ۵۶۶

۲ محبی: خلاصتہ الاثر

۳ سرکیس۔ ص ۵۶۷

۴ کحالہ، عمر رضا: معجم المولفین ۱/ ۲۸۱ (حالات کے دیگر ماخذ کی نشاندہی کی گئی ہے)

۵ قزانی، محمد مراد: الدرر المکنونات النفیسہ ۱/ ۱۲۳۔ ۱۴۰

۶ خلیل محمد ابراہیم: تکملہ مقالات الشعرا (مرتبہ حسام الدین راشدی۔ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد ۱۹۵۸ء ص ۲۴۴ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

بہجتہ النظار کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے مولوی عبد اللہ جان معروف بہ شاہ آغا نے لکھا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے مکتوباتِ حضرت مجدد پر اعتراضات کیے تھے جن کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا:

در رفع اعتراضات مخدوم محمد ہاشم تتوی بر مکتوباتِ شریف و جواب دیگر معترضین است"[1]

یہ سببِ تالیف محض قیاسی اور بے بنیاد ہے۔ بہجتہ النظار میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ نیز کسی بیرونی شہادت سے بھی مخدوم محمد ہاشم کے حضرت مجدد کے مخالف ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔

اس رسالہ کا صرف ایک خطی نسخہ دستیاب ہوا ہے جس کی بنیاد پر ہم نے اس کا متن تیار کیا ہے جو تفصیلی حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع ہو گا۔

۱۷۔ ۱۱۲۶ھ۔ ۱۷۱۴ء سبیل الرشاد (فارسی)

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی[2] (۱۱۲۶ھ)

اس رسالہ میں حضرت مجدد، قدس سرہ کی مجددیت کے دلائل و شواہد یکجا کیے گئے ہیں، یہ رسالہ شواہد التجدید کے نام سے بھی متعارف ہے۔ کئی خطی نسخوں کے ناقلین نے اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلے اسے رسالہ الرحیم حیدر آبادِ سندھ میں پھر حضرت وحدت کی تالیف جنات الثمانیہ کے اقتباسات سمیت اسے سبیل الرشاد کے نام سے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے۔ یاد رہے اس موضوع پر علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔

۱۸۔ ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء رسالہ فی منع رفع سبابہ

حضرت وحدت سرہندی

قانع: تحفۃ الکرام: مقالات الشعر ۱۲۱۱۔۱۲۹ (واشاریہ کتاب)

مکتوبات حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ص ۱۰۶۔۱۰۸ دراسات اللبیب مقدمہ نوشتہ عبد الرشید نعمانی۔ سندھی ادبی بورڈ تذکرہ علمائے ہند حواشی محمد ایوب قادری ص ۴۷۷، نزہۃ الخواطر ۶/ ۳۵۱

[1] شاہ آغا: مونس المخلصین۔ کراچی ۱۳۶۸ھ ص ۱۰۰

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ بذات تحت شمارہ مسلسل ۷

یہ رسالہ بھی ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے۔ حضرت شاہ فضل اللہ مجددی نے اس کا حوالہ دیا ہے۔[۱]

۱۹۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء رسالہ ردِ منکرانِ حضرت مجدد

شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری بن ملا مفتی محمد طاہر

ان کی ولادت ۱۰۵۷ھ اور وفات ۱۱۳۱ھ ہے۔ کشمیر میں سلسلۂ نقشبندیہ کے فروغ میں جن اصحاب نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں ان کا نام سر فہرست ہے۔ آپ ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء میں جبکہ صاحبزادگانِ سرہند نے کشمیر میں ورود فرمایا، اس خانوادۂ مبارک سے منسلک ہوئے ۱۰۸۱ھ سے ۱۱۰۱ھ / ۱۶۷۰۔۱۶۸۹ء تین مرتبہ سرہند شریف کا سفر کیا اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ظاہری وباطنی فیوض حاصل کیے۔

آپ حضرت شیخ عبد الاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے خاص خلفا میں سے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد، شیخ محمد صبغۃ اللہ، خواجہ محمد نقشبند ثانی، خواجہ عبید اللہ، خواجہ سیف الدین (صاحبزادگانِ حضرت خواجہ محمد معصومؒ) کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ ہم نے ان پر ایک مختصر مضمون بھی لکھا ہے جس میں ان کی ۳۸ تصانیف کا تعارف کروایا ہے[۲]۔ ان میں ان کی ایک اہم کتاب "صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین" کا تعلق بھی بہت حد تک ہمارے اس موضوع سے ہے۔ ان کا رسالہ ردِ منکرانِ حضرت مجدد ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔

۲۰۔ ۱۱۵۲ھ۔ ۱۷۳۹ء حجۃ الحق فی دفع اعترافعاتِ شیخ عبد الحق (فارسی)

میاں شاہ فی الحال بن حضرت شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

نام ونسب سے موکف کی بزرگی وثقاہت عیاں ہے۔ ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا۔ کئی اہم کتابوں کے موکف ہیں اپنے دادا حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے حالات پر ایک ضخیم کتاب لکھی جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب تھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی اہم کتابوں کے موکف تھے[۳]۔

---

۱ فضل اللہ مجددی: عمدۃ المقامات۔ مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۳۵۵ھ ص ۲۴۶

۲ مقالہ مشمولہ رسالہ نور اسلام۔ شرقپور۔ اولیائے نقشبند نمبر۔ مارچ اپریل ۱۹۷۹ء ص ۷۹۔ ۸۳ حصہ دوم

۳ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۴۔ قلمی

حجۃ الحق کے پورے نام سے اس کتاب کا موضوع عیاں ہے کہ موکف نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو انہوں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی تحریرات پر کیے تھے۔

۲۱۔ ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء مواہب القیوم فی تائید احمد و معصوم (فارسی)

میاں شاہ فی الحال سرہندیؒ

اس رسالہ میں موکف نے مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر معترضین کے جوابات دیئے ہیں، چونکہ ان دونوں رسائل کے موکف خانوادۂ مجددیہ کے اہم ارکان میں سے تھے۔ لہٰذا ذی علم مصنف ہونے کی حیثیت سے ان کے بیانات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں نہ صرف حضرت مجدد پر اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے بلکہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا بھی دفاع کیا ہے۔

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ کی وساطت سے ہمیں یہ نسخے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جس کے لیے تہِ دل سے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

۲۲۔ تنبیہ الغافلین (فارسی)

موکف نامعلوم

حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی بن حضرت ملا شور بازار۔ کابل، افغانستان نے جولائی ۱۹۷۶ء میں ایک مسودہ دکھایا تھا۔ اس کے سرسری مطالعہ کے بعد ہم نے مفصلہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

۱۔ یہ بارہویں صدی ہجری کے اوائل کی تالیف ہے۔

۲۔ موکف کا اپنا مسودہ معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی اسے بیضہ شکل نہیں دلائی گئی تھی کہ موکف کا انتقال ہو گیا۔

۳۔ اس کے بعض اندرونی شواہد سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے زیرِ اثر تالیف ہوا ہے۔ کئی مقامات پر ان کا نام احترام سے لیا گیا ہے۔

۴۔ اسی خط میں دیگر رسائل بھی نظر سے گذرے جن کی کتابت ٹونک میں ہوئی تھی اس سے اندازہ لگانا زیادہ دشوار نہیں ہے کہ اس رسالہ کا مقام بھی ٹونک ہی ہو۔

افسوس کہ حالیہ انقلابِ افغانستان میں حضرت کا کتب خانہ تباہ کر دیا گیا ورنہ اس سے استفادہ کیا جاتا۔

۲۳۔ رسالہ ردِّ مخالفین حضرت مجدد قدس سرہ (فارسی)

یہ بھی بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں تالیف ہوا۔ اس کے موکف کا نام رسالہ کے متنِ میں مذکور نہیں ہے حضرت حافظ محمد ہاشم جان مرحوم کے آبائی کتب خانہ واقعہ ٹنڈو سائیں داد۔ سندھ میں اس کا ایک نسخہ ہماری نظر سے گذرا تھا۔

۲۴۔ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء تصریحاتِ مجید (فارسی)

یہ اس رسالہ کا تاریخی نام ہے، جس سے ۱۱۶۶ھ بر آمد ہوتے ہیں۔ افسوس کہ پیش نظر خطی نسخہ کے ورق اول میں موکف کا نام دیمک کی نظر ہو چکا ہے، رسالہ کے سطحی مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ موکف کا تعلق خطۂ کشمیر سے تھا۔ عین ممکن ہے۔ کہ رسالہ کے نام کا جز مجید ہی موکف کا نام ہو۔

اس کا خطی نسخہ جناب جی معین الدین۔ لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۲۵۔ رسالہ ردّ مخالفین حضرت مجدد (فارسی)

اس رسالہ کے موکف کا نام بھی معلوم نہیں ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موکف کا تعلق کشمیر سے تھا۔ اور بارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے، حضرت مجدد پر مختلف اعتراضات کے کامیاب جوابات دینے کی سعی کی گئی ہے۔ افغانستان میں اس کا خطی نسخہ ہماری نظر سے گذرا۔

۲۶۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء شواہد التجدید۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ)

فریڈمان یوحنا نے پہلی مرتبہ اس رسالہ کو متعارف کروایا ہے۔ اس کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں تجدید کا جو تصور تھا اسے سمجھنے میں یہ رسالہ ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ بقول فریڈمان:

Which gives us valuable insight into the understanding of the concept of tajdid in the eiqhteenth century.[1]

اس کا ایک قلمی نسخہ حبیب گنج کلیکشن۔ آزاد لائبریری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ میں موجود ہے۔ جو رسائل شاہ ولی اللہ میں شامل ہے۔ یہ مخطوطہ کئی مقامات سے افتادہ اور اس کا خط غیر واضح بھی ہے[2]۔

۲۷۔۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء رسالہ خلت۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں اصطلاحِ خلت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اس باب میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں مؤلف نے انہیں دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا خطی نسخہ بھی مذکورہ کتب خانہ میں ہے اور اسے ڈاکٹر فریڈمان یوحنانے پہلی مرتبہ متعارف کروایا ہے[3]۔

۲۸۔۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ (عربی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۸ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے فارسی رسالہ ردِ روافض شاہ ولی اللہ نے علمائے حجاز کی فرمائش پر عربی ترجمہ اور مفید شرح سے مزین کیا، انہوں نے اس کی شرح کے دوران حضرت مجدد، کے نظریات سے جابجا اختلاف بھی کیا ہے۔ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ کی تجدیدی کوششوں کو بھی بطریق احسن اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد کی بدعات کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لادینیت پیدا ہوئی۔

شارح کے فرزند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے جو کہ اس موضوع پر ایک شہرۂ آفاق کتاب تحفہ اثنائے عشریہ کے مؤلف بھی ہیں اس رسالہ پر مزید حواشی لکھے ہیں۔ اور حواشی میں اپنے والد کے اعتراضات پر اختلاف کرتے ہوئے رسالہ کے مؤلف حضرت مجدد کا دفاع کیا ہے، ڈاکٹر زبید احمد کے الفاظ میں۔[4]

Shah Abd ul- Aziz, Who in his turn differs in places from his father and agrees with the original author.

---

1 Yohanan Friedmann: Sh. Ahmad Sirhindi London. 1971. p.9

2 ایضاً۔ ص ۹

3 ایضاً

4 Zubaid Ahmad: The Contribution of Indo-Pakistan to arabic Literature. Lahore. 1968. pp.115-116

ڈاکٹر زبید احمد نے اس کے تین خطی نسخوں یعنی ذخیرۂ دہلی، رضا لائبریری رام پور اور کتابخانہ آصفیہ کے نمبر درج کیے ہیں[۱]۔ لیکن اس کا ایک ناقص قلمی نسخہ مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری (صدر مدرس۔ دیوبند) کے پاس بھی ہے جس کا تعارف انہوں نے اپنے ایک مقالہ میں کروایا ہے اور اس کے اقتباسات بھی دیئے ہیں[۲]۔

۲۹۔ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء رسالہ احقاق (فارسی)

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء)

آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جانان کے خلیفۂ اجل، حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگردِ رشید، بیہقیِ وقت اور کثیر التصانیف عالم تھے ان کی تقریباً چالیس تصانیف دریافت ہو چکی ہیں، ان میں تفسیرِ مظہری (عربی سات جلد) ارشاد الطالبین، مالابد منہ اور السیف لمسلول بہت مشہور ہیں۔

رسالۂ احقاق دراصل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالۂ اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے، ہمارے نزدیک مولانا وکیل احمد سکندر پوری مرحوم سے پہلے حضرت شیخ کے اعتراضات کے جواب میں جتنے رسائل لکھے گئے ہیں حضرت قاضی صاحب کا یہ رسالہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے انہوں نے ہر اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کا جواب لکھا ہے، مولانا وکیل احمد سکنہ پوری کو یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا تھا[۳]۔

خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس کے دو نہایت قابلِ اعتبار نسخے دستیاب ہوئے ہیں جن کی بنیاد پر ہم نے اس کا تنقیدی متن تیار کیا ہے۔

۳۰۔ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء رسالہ در جوابِ شبہات بر کلامِ امام ربانیؒ (فارسی)

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی

یہ رسالہ حضرت مجدد قدس سرہ پر معترضین کے عمومی اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس کا

---

۱ ایضاً ص ۳۸۴

۲ مہدی حسن مفتی: "حضرت مجدد و شاہ ولی اللہ کی نظر میں" مقالہ مشمولہ الفرقان۔ لکھنؤ۔ حضرت مجدد نمبر ص ۲۹۹۔۳۰۶

۳ وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ مجددیہ۔ دہلی ۱۳۱۱ھ ص ۲۶۴ حاشیہ

ایک قلمی نسخہ حضرت زید ابوالحسن فاروقی دہلی (بھارت) کے کتب خانہ کی زینت ہے[1]۔

۳۲۔ ۱۲۳۹ھ / ۲۶-۱۷۲۷ء رسالہ در اعتراضات (فارسی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ) بن حضرت شاہ ولی اللہؒ

اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور (بھارت) میں محفوظ ہے[2]۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ میں حضرت مجدد قدس سرہ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا ہے[3]۔ اس رسالہ کی طباعت کے بارے میں ہمیں تاحال علم نہیں ہے۔

۳۳۔ ۱۲۳۹ھ / ۲۶-۱۷۲۷ء حواشی بر رسالۂ اعتراضاتِ شیخ عبدالحق دہلوی (فارسی)

حواشی از حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت مجددؒ کے مکاشافات پر بعض اعتراضات کیے تھے جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان رسائل کا ذکر کیا جا چکا ہے جو حضرت شیخ کے رسالۂ اعتراضات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔

اس رسالہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حضرت شیخ کے رسالۂ اعتراضات پر حواشی لکھے تھے۔ جس میں انہوں نے حضرت شیخ کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے ان حواشی کو اپنے رسالہ میں ایک مستقل فصل کے تحت محفوظ کر لیا ہے۔ چونکہ رسالہ مذکورۂ رام پور اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حواشی رسالۂ رام پور سے مختلف ہوں۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں:

> فصل چہارم در بیانِ حواشی بدانکہ استادِ من حضرت شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کہ درین وقت ممتاز اند در علومِ دینی و علومِ صوفیہ در صغر سن بر رسالۂ حضرت شیخ معترض (عبدالحق) رحمۃ اللہ علیہ تعلیقاتِ حواشی نمودہ بودند تبرکا نوشتہ می شود[4]۔۔۔

---

[1] قریشی، عبدالرزاق: مکاتیبِ حضرت مظہر۔ بمبئی ۱۹۶۶ء ص ۲۳۲

[2] فریڈمان یوحنا: ص ۱۲۱

[3] رضوی، اطہر عباس: مسلمان مجددوں کی تحریکیں ص ۴۲۴

[4] غلام علی دہلوی، شاہ: رسالۂ دیگر در ردِ مخالفین ص ۴۸ مشمولہ سبع سیارہ ص ۴۸۔۵۰

اس اقتباس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آغازِ شباب میں رسالۂ اعتراضات پر یہ حواشی لکھے تھے۔ چونکہ صحیح سالِ تالیف معلوم نہیں ہے اس لیے محشی کے سالِ وفات ۱۲۳۹ھ کے تحت اس کا اندراج ہوا ہے۔

۳۴۔ ۱۲۴۰ھ / ۲۷-۱۸۲۴ء رسالہ رد رد اعتراضات شیخ عبدالحق (فارسی) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ)

اس موضوع پر دیگر رسائل کا تعارف سابقہ سطور میں کروایا جا چکا ہے۔ یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چونکہ اس رسالہ کے مؤلف حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے جانشین اور بارہویں صدی ہجری میں سلسلۂ نقشبندیہ کے روح و رواں تھے۔ آپ کے تمام رسائل خلوص و محبت کی زندہ تصویر ہیں[1]۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق نے اپنے یہ اعتراضات واپس لے لیے تھے ان کی غلط فہمی دور ہو گئی تھی۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ سبع سیارہ کے علاوہ آپ کے مکتوبات میں بھی شامل ہے۔

۳۵۔ ۱۲۴۰ھ / ۲۷-۱۸۲۴ء رسالۂ دیگر در ردِّ مخالفینِ حضرت مجدد (فارسی)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

اس رسالہ میں معترضین کے جوابات دیئے گئے ہیں اس موضوع پر بے شک چھوٹے بڑے کئی رسائل تالیف ہوئے ہیں لیکن اس رسالہ کی اہمیت اپنی جگہ ہے جو اس کی مندرجہ ذیل پانچ فصول سے بخوبی عیاں ہوگی:

اول۔ در بیان عملی احوالِ حضرت مجدد

دوم۔ در رفع اعتراضات از کلامِ ایشان بطریق اجمال

سوم۔ در اجوبۂ بعض اعتراضاتِ شیخ عبدالحق۔۔۔

چہارم۔ در بیانِ حواشی کہ اوستادِ فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز۔۔۔ بر رسالۂ شیخ مذکور تحریر فرمودہ اند

پنجم۔ در رفع شبہاتی کہ بر السنۂ عوام مذکور است

یہ رسالہ بھی سبع سیارہ میں شامل ہے۔[2]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے ملفوظاتِ شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء

[2] یہ مجموعہ رسائل سبعہ سیارہ کے نام سے مطبع علوی سے ۱۲۸۴ھ میں چھپ چکا ہے (ر۔ک ص ۳۶)

۳۶۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء۔ رسالہ فی رفع المطاعن عن الامام الربانی واولادہ (عربی)

مولانا عبداللہ آفندی عناقی زادہ مفتی احناف مکہ معظمہ

اس رسالہ میں حضرت مجدد اور آپ کی اولاد پر ان الزامات کا خصوصیت سے ازالہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جو حرمین الشریفین میں ان پر لگائے گئے تھے، اس کے مولف وہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے شیخ محمد مراد قزانی کے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد پر بڑی مؤثر تقریظ بھی لکھی ہے[۱]۔ زیرِ بحث رسالہ مطبع حیدری بمبئی سے چھپ چکا ہے۔ اور مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں یہ مطبوعہ نسخہ موجود ہے[۲]۔

۳۷۔ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۸۹۰ء الکلام المنجی برد ایرادت البرزنجی (عربی)

مولانا وکیل احمد سکندرپوری (ف ۱۳۲۲ھ)

اپنے وقت کے درجۂ اول کے علماء میں سے تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد نوے تک پہنچ جاتی ہے۔ جو عربی، فارسی اور اُردو زبانوں میں ہیں اور متنوع موضوعات پر مشتمل ہیں[۳]۔

زیرِ نظر تین تالیفات ایسی ہیں جو حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی گئی ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ اس موضوع پر اس قدر وقیع اور ٹھوس کتابیں آج تک تالیف نہیں ہوئی ہیں۔

الکلام المنجی میں انہوں نے سلسلۂ مجددیہ کے مشہور مخالف سیّد محمد برزنجی کے رسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ یہ رسالہ مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا تھا[۴]۔

۳۸۔ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء انوارِ احمدیہ (فارسی)

۱۔ قزانی محمد مراد: الدرر المکنونات ۱/ ۶۹۔۷۶

۲۔ فہرست کتبِ خانہ مدرسہ محمدیہ۔ بمبئی ص ۱۶۸ نمبر ۵۴۱

۳۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸/ ۵۱۷۔۵۱۸ کراچی ۱۹۷۶ء

۴۔ مولانا عبدالشکور نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ الکلام المنجی مولانا عبدالحی لکھنوی کی تالیف ہے جو مولانا وکیل کے نام سے شائع ہوئی تھی تذکرہ مجدد (الفرقان حضرت مجدد نمبر) لکھنو ۱۹۶۰ء ص ۲۸۳ یہ بیان کسی طرح بھی درست نہیں ہے بھلا مولانا عبدالحی کو اسے اپنے نام سے شائع میں کیا قباحت تھی؟ ہمارے نزدیک دونوں بزرگ اس درجہ کے تھے کہ ان سے اس قسم کی توقع کرنا صحیح نہیں ہے۔

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

یہ رسالہ حلقہ برزنجی کے ایک شخص گجراتی کے رسالہ مکاشف الاسرار کے ردّ میں لکھا ہے۔ اور رسالہ کے اقتباسات دے کر اس کے لایعنی اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔

یہ رسالہ بھی مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں چھپا تھا۔

۳۹۔ ۱۰۳۹ھ / ۱۸۹۱ء ہدیہ مجددیہ (فارسی)

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

مولانا کا یہ ضخیم رسالہ حضرت شیخ محدث دہلوی کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ موکف چونکہ خود اجل عالم تھے اس لیے کمال ادب و احترام کے ساتھ حضرت شیخ محدث کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ صرف انہوں نے حضرت مجدد کی تمام تحریرات کا بغور مطالعہ کیا ہے بلکہ حضرت محدث کے رسائل سے ایسے کلمات و مکاشفات کا استخراج کر کے بتایا ہے کہ حضرت شیخ، حضرت مجدد کے جن کلمات پر اعتراضات فرما رہے ہیں وہ خود ان کے اپنے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بے شبہہ ۳۳۶ صفحات کا یہ ضخیم و جسیم رسالہ اس موضوع پر تالیف ہونے والے رسائل میں سب سے اہم ہے، اگر صدقِ دل سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے تو شخصیتوں کے مابین نہ صرف اختلاف کے رفع ہونے کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مخالفین حضرت شیخ محدث کی آڑ میں جو کھیل کھیل رہے ہیں وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اب یہ رسائل در دفاع مجدد الف ثانی مرتبہ محمد اقبال مجددی میں شامل ہے مطبوعہ شیر ربانی پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۱ء۔ یہ نادر رسالہ بھی مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔

۴۰۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۸۸۴ء رسالہ فی بشارہ لاہل الاشارہ (فارسی)

مولانا محمد حسن جان مجددی سندھی (ف ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء)

میر علی نواز شکار پوری نے حضرت مجدد کے مکتوب (۱/۳۱۲) در مسئلہ رفع سبابہ سے اختلاف کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا تھا۔ جس کے جواب میں مولانا محمد حسن جان مرحوم نے بڑے سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو اوراق

پر مشتمل ایک رسالہ لکھ کر اس کا مدلل جواب دیا ہے۔ مولانا نے اپنے دلائل میں سیکڑوں معروف کتب فقہ کے اقتباسات پیش کیے ہیں اور رفع سبابہ کی نفی کرتے ہوئے حضرت مجدد کی تائید کی ہے۔ یہ رسالہ تاحال طبع نہیں ہوا ہے اس کا ایک خطی نسخہ بخطِ مولف، مولانا محمد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ ٹنڈو سائیں داد سندھ میں موجود ہے۔

۴۱۔ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء حضرت مجدد اور ان کے ناقدین (اُردو)

مولانا زید ابوالحسن مجددی مد ظلہ سجادہ نشین درگاہِ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید۔ دہلی

حضرت مولانا زید مد ظلہ نے حضرت شیخ عبدالحق سے لے کر زمانۂ حال تک کے ہندوستانی اور یورپین معترضین کے حضرت مجدد پر اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ عہد حاضر میں قدیم و جدید ذہنوں کے مطالعہ کے بعد اہم نتائج اخذ کر کے اس کتاب میں ہدیۂ قارئین کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب درگاہِ حضرت شاہ ابوالخیرؒ۔ دہلی کی طرف ۱۹۷۷ء میں اور پھر دارالمبلغین شرقپور سے ۱۹۷۹ء میں چھپ چکی ہے۔

(ماہنامہ) نور اسلام، شرقپور

(حضرت مجدد الف ثانی نمبر، ۱۹۸۸ء)

حضرت حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری کے حالات اور ان کی شہادت کے واقعات بیان کرنے سے قبل چند امور کا تذکرہ لازم ہے، اوّل یہ کہ ان کا مستقر تھانیسر، دوم مہابھارت سوم ذبیحۂ گاؤ کا مسئلہ۔

شہر تھانیسر کرنال ڈسرکٹ کا ایک معروف علاقہ ہے، جو ابتدا میں ہندوؤں کا صدر مقام تھا، سلطان محمود غزنوی نے اپنے ہندوستان پر حملوں کے دوران اس علاقہ پر قبضہ کر لیا، ابو ریحان البیرونی نے اس شہر کا ذکر کیا ہے اور ان اس کا نام تانیشر لکھا ہے اور اسے قنوج اور متھرا کے درمیان اٹھائیس فرسخ کے فاصلہ پر بتایا ہے۔[1]

تھانیسر، ہندوؤں کی قدیم ترین زیارت گاہ ہے سارے ہندوستان سے ہندو اس مقام پر آتے اور یاترا کرتے ہیں[2] ہندو روایت کے مطابق ہستنا پور میں بھرت نام کا ایک راجہ تھا اس کی نسل سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو راجہ کور کے نام سے مشہور ہوا اس نے جو شہر بسایا وہ اس کے نام پر کورو کشیتر (Kurukshetrs) مشہور ہوا اور پھر کثرت استعمال سے تھانیسر بن گیا، یہاں کے ہندو راجاؤں کی آپس کی جنگوں کے سمجھنے کے لیے راجہ ارجن کی تیسری نسل کے ایک راجہ نے ان جنگوں میں شریک ایک پنڈت بیاس سے ان واقعات کو لکھوایا جو ایک کتاب مہابھارت کی شکل میں تیار ہو گئی، یہ کتاب تھانیسر کے قریب دریائے سرسوتی کے کنارے تکمیل کو پہنچی۔

گویا تھانیسر ہندو مت کے احیا کا بہت بڑا مرکز تھا، یہ دارالکفر تھا وہاں کے کرکھیت تالاب میں کوروں اور پانڈوں کی مشہور لڑائی ہوئی تھی جو کتاب مہابھارت کا مرکز خیال ہے، یہ شہر ہندوؤں کا سب سے بڑا مذہبی مرکز ہے جس طرح مسلمان مکہ مکرمہ کو اپنا مذہبی مرکز تصور کرتے ہیں اس طرح ہندو اسے زیارت گاہ کے طور پر چاہتے ہیں۔

---

۱ البیرونی، ابو ریحان: کتاب الھند، ۱/ ۲۶۴، فہرست دیہات تحصیل کرنال ۲۳۲

۲ Ency. Of Sikhism 4/349-50

ہندوؤں کی مشہور رزمیہ کتاب مہابھارت یہیں پایہ تکمیل کو پہنچی تھی، یہ کتاب اٹھارہ حصوں میں ایک لاکھ اشلوک پر مشتمل ہے ہر حصہ کا نام پرب ہے، پنڈت بیاس جو اس میں مندرجہ واقعات کا راوی ہے اور برہما بیٹا بنا ایک اس کا کاتب ہے۔[1]

بعض کی رائے ہے کہ یہ واقعات چار ہزار سال پہلے پیش آئے تھے اور بعض اصحاب کا خیال ہے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کے وقائع اس میں درج ہیں، ہندو اس کتاب کا مطالعہ عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور اسے مسلمانوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔[2]

اکبر بادشاہ نے اپنی صلح کلی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ہندوؤں کی بہت سی رسمیں اپنائیں اور پھر ان کے ساتھ مزید ہم آہنگی کا اظہار کرنے کے لیے اس نے ہندومت میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ان کی کئی مذہبی کتابوں کے فارسی میں تراجم کروائے جن میں سنگھاسن بتیسی (۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء) اتھربن (۹۸۳ھ / ۱۵۸۵ء)، راماین (۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء)، بحر الاسمار (۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء) اور کرشن کے حالات میں ایک رسالہ ہربنس کا بھی فارسی میں ترجمہ کروایا۔[3]

ان میں سب سے بڑی اور مفصل کتاب مہابھارت ہے، جس کے ترجمہ کا آغاز ۹۹۰ھ کو ہوا اور پانچ سال کی محنت کے بعد ۹۹۵ھ کو مکمل ہوا یہ ترجمہ جن علماء نے کیا ان کے نام یہ ہیں۔

نقیب خان، عبدالقادر بدایونی، ملا شیری لاہوری، ابوالفیض فیضی اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خسر حاجی سلطان تھانیسری۔

مسلمانانِ ہندو مزاج نے اکبر بادشاہ کو یہ باور کروایا کہ ہندوؤں کی کتابیں جنہیں ان کے عبادت گزار دانشوروں نے لکھا وہ سب کی سب حقیقی اور نص قاطع ہیں، اسے یہ باور کروایا گیا کہ ان کتابوں کی اشاعت دین اور دنیوی سعادت کا موجب اور شان وشوکت کے بقاء اور اولاد واموال کی کثرت کا باعث بھی ہوگی، چنانچہ اس نے ہندو اہل علم کو جمع کیا اور انہیں مسلمان علماء کے ساتھ شریک "تعبیر" کیا۔ بادشاہ خود چند راتوں تک نقیب خان کی مدد سے

---

[1] کتاب الہند ا / ۱۷۷

[2] بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲ / ۲۲۳

[3] صباح الدین عبدالرحمن: بزم تیموریہ ا / ۱۰۷۔۱۱۸ (آئین اکبری ا / ۱۱۰۔۱۱۳ مع تعلیقاتِ بلوخمان)

مہابھارت کے مضامین سمجھتا رہا اور اس کے مطالب کو فارسی میں لکھواتا رہا، جب مہابھارت کا ترجمہ مکمل ہو گیا تو خود اکبر نے اس ترجمہ کا نام "رزم نامہ" رکھا، اسے درباری مصوروں سے مصور کروایا، پھر اکبر بادشاہ کی طرف سے امرائے دربار کو حکم ہوا کہ مہابھارت کے اس ترجمہ پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں، وہ شیخ ابوالفضل جس نے اس سے پہلے آیت الکرسی کی تفسیر لکھی تھی اب اتنا گر گیا کہ اس نے اس ترجمہ مہابھارت پر دو جز کا مقدمہ لکھا جو معاصر مورخ اور خود اس ترجمہ میں شریک مترجم عبدالقادر بدایونی کی نظر میں "کفریات و حشویات" کا مجموعہ ہے۔[1]

اس مقدمہ میں ابوالفضل نے علمائے حق کے لیے تقلید پرست، منتسبان کیشِ احمدی، پیروانِ کیش احمدی، گرفتار زندانِ تقلید اور سادہ لوحانِ تقلید پرست جیسے القاب لکھے ہیں[2]، اسی مقدمہ میں اکبر کو ابوالفضل نے "خلیفۃ اللہ" بھی لکھا ہے[3]۔ جس سے اس عہد کے مجاہد مورخ عبدالقادر بدایونی کے اس بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اکبر بادشاہ کے مریدین یہ کلمہ پڑھتے تھے: لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔[4]

اس کلمہ کا مطلب بہت واضح ہے کہ اکبر بادشاہ کا اعتقاد تھا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق ہے اور خدا کے درمیان نبی آخر الزماں کا واسطہ ضروری نہیں۔

مہابھارت کے مقدمہ میں ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کو "خلاصہ آفرینش" بھی لکھا[5] تمام مکاتبِ فکر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت محمد رسول اکرم ﷺ کے سوا کوئی دوسرا انسان "خلاصہ آفرینش" نہیں کہلا سکتا، گویا ابوالفضل نے اکبر کو یہ خطاب دے کر اسے نبی کریم ﷺ کا ہم پلہ بنا دیا ہے، اسی ابوالفضل نے اکبر کو جو اُمی بھی تھا مندرجہ ذیل صفات سے اس مقدمہ میں متصف کیا ہے:

"آن سلطان عادل و برہانِ کامل دلیل قاطع خدادانی

---

[1] منتخب التواریخ ۲/ ۲۲۴

[2] ابوالفضل نے علمائے حق کے لیے یہ القاب مہابھارت کے مقدمہ اور آئین اکبری میں جابجا لکھے ہیں۔

[3] مہابھارت، مقدمہ ص ۳۶

[4] منتخب التواریخ ۲/ ۲۷۳

[5] مہابھارت، مقدمہ ۳۶

حجت ساطع رحمت روحانی قافلۂ سالار حقیقی و مجازی"[1]

اس کے علاوہ اس نے اکبر کو:

"پیشوائے خدا شناسان و مقتدای ہدیٰ اساسان"

"قبلہ خدا آگاہان" پردہ بہ انداز اسرار غیبی"[2]

"چہرہ کشای صورتِ لاریبی"، قاسم ارزاقِ بندگانِ الٰہی"

ہادی علی الاطلاق ومہدی باستحقاق[3] کے القاب سے بھی پکارتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عہد کے درباری مورخ ابوالفضل نے اسے باقاعدہ مہدی موعود بنا دیا تھا۔

بہر حال ہم کہاں تک اس مقدمہ کی کفریات وحشویات بیان کریں اس نے اپنی مرتبہ فصیح و بلیغ درباری تاریخ اکبر نامہ میں جس طرح اکبر کو امی محض بنایا ہے وہ دراصل یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اکبر انبیائے کرام کی طرح "امی" تھا اور وہ ان تمام صفات کا حامل ہے جو انبیاء کی ہوتی ہیں۔

یہ تھا کہ اکبر کے دربار کی رواداری اور صلح کلی کا ایک منظر جس میں اسلام اور مسلمانوں کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔

حاجی سلطان تھانیسری کی زندگی اور شہادت کا پس منظر سمجھنے کے لیے ایک اور مسئلہ سے آگاہ ہونا بھی لازم ہے اور وہ ہے ذبح گائے کا مسئلہ۔

ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق گائے ایک مقدس جانور ہے ہندوؤں کے اوتار نے اس کا رُوپ دھارا تھا ہندوستانی معاشرت میں "گائے درشن اور گاؤ ماتا" مشہور ہے اوّل تو ہندو گوشت کھاتے ہی نہیں ہیں دوسرے گائے کا گوشت تو ان کے مذہب میں حرام ہے جب کہ مسلمان گائے ذبح کرنا اور اس کی قربانی کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ذبح گاؤ مسئلہ متنازعہ رہا ہے اور اس مسئلہ پر ان دونوں قوموں کے مابین اختلاف اور فسادات ہوتے رہتے ہیں۔

---

1. ایضاً ۱۴
2. ایضاً ۵۔۶
3. ایضاً

اکبر بادشاہ سے پہلے مسلمان سلاطین ہند باقاعدہ گائے ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت کھاتے تھے لیکن اکبر نے اپنی صلح کل کی روش پر عمل کرتے ہوئے اپنے اٹھائیسویں سالِ جلوس (۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء) کو باقاعدہ ایک حکم کے ذریعہ جانوروں کے ذبحہ کرنے پر پابندی عائد کر دی، یہ حکم بھی ہندوؤں کی خاطر نافذ کیا گیا اکبر خود ہندوؤں کے زیر اثر گوشت خوری سے بہت پرہیز کرنے لگا تھا، خاص دن مقرر کر دیئے گئے کہ جو مسلمان ان دنوں میں ذبحہ کرتا اُسے جرمانہ کیا جاتا اور اس کا گھر تباہ کر دیا جاتا تھا اور پھر (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو یہ حکم جاری ہوا اور ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا منع کر دیا گیا جس کا پیشہ ذبحہ کرنا ہو اگر کوئی ایسا کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔[1]

گویا اس طرح مسلمان اپنے مذہبی شعار یعنی ذبحہ گاؤ اور قربانی گاؤ سے محروم کر دیئے گئے، اب اس پس منظر میں اس عہد کے عالم باعمل حضرت حاجی سلطان تھانیسری کے حالات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

حاجی سلطان تھانیسری کا تعلق اُس تھانیسر سے تھا جو ہندو مت کے احیا کا مرکز تھا ان کے سامنے ہندو سارے مذہبی رسم و رواج کرتے تھے اور ہندو احیا کی تمام تحریکیں یہیں سے جنم لیتیں اور پروان چڑھتی رہیں۔ موصوف اس وقت کے مروجہ اسلامی علوم پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ سنسکرت و ہندی میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے، انہوں نے حج بھی کیا تھا، چونکہ ہندی اور ہندوؤں کے علوم کے بھی عالم تھے اس لیے تلاش روزگار میں جب اکبر بادشاہ کا قرب حاصل ہوا تو انہیں اس وقت کے زیرِ نظر کام یعنی مہابھارت کے ترجمہ فارسی پر مامور کیا گیا، ہم اس سے قبل ان علماء کے نام لکھ چکے ہیں جو اس ترجمہ میں مصروف کار رہے تھے ان حضرات سے اس مشکل اور دقیق کتاب کا ترجمہ نہیں ہو رہا تھا چنانچہ حاجی سلطان تھانیسری کی طرف رجوع کیا گیا تو آپ نے ان علماء کے ادھورے کام کی تکمیل کی اور اسے چار سال کی محنت کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

معاصر مورخ بدایونی گواہ ہیں کہ جب اس ترجمہ کے دوران ان سے ان کی مصروفیت کے بارے میں کسی نے پوچھا تو آپ نے اس کام سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"دس ہزار سال پرانی خرافات کو مروجہ زبان فارسی میں منتقل کر رہا ہوں"۔[2]

---

[1] منتخب التواریخ ۲ / ۵۴۰

[2] ایضاً ۲۶۷/ ۳

حاجی سلطان اپنے مستقر تھانیسر میں رہتے ہوئے باقاعدہ گائے ذبحہ کرتے تھے جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی اکبر ذبیحہ پر پابندی لگا چکا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ذبحہ کرتے تھے، تھانیسر کے ہندوؤں نے اکبر سے شکایت کی تو اس نے انہیں سندھ کے علاقہ بھکر کی طرف جلاوطن کر دیا (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو مرزا عبدالرحیم خان خاناں نے سندھ فتح کر لیا تھا اور وہاں خانِ خاناں کی عمل داری تھی جب یہ بدحالی میں بھکر پہنچے تو مرزا نے ان کا دکھ دور کرنے کے لیے ان کا استقبال کیا اور وعدہ کر لیا کہ میں آپ کو اکبر سے معافی دلوادوں گا، جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ مذکورہ سنہ میں اکبر ذبیحہ پر اس قدر سختی سے پابندی کر رہا تھا کہ اس فریضہ (قربانی گاؤ) پر عمل کرنے والوں کے ہاتھ کٹوا دیتا تھا لیکن اس کے باوجود خانِ خاناں نے ان کے علمی تبحر کے باعث ان کے لیے معافی کی درخواست کی اور ابوالفضل کو اکبر نے حکم دیا کہ انہیں ان کے علاقہ تھانیسر کا کروڑی بنا دو، چنانچہ آپ منتخب التواریخ کی تالیف (۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) تک اسی خدمت میں مامور تھے۔[1]

کروڑی ایک عہدہ ہے جو خالصہ (وہ زمین جو براہِ راست بادشاہ کے کنٹرول میں ہو) کی زمین سے ایک کروڑ (دس ملین ڈیم) کا خراج وصول کرنے کا ذمہ دار ہو کروڑی کہلاتا تھا۔

حاجی سلطان تھانیسری مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری سے بھی ملنے گئے تھے ان کے ابتدا میں ابوالفضل اور عبدالقادر بدایونی سے اچھے مراسم تھے، اکبر سے قرب کے باوجود وہ اکبر کی مذہبی پالیسی اور صلح کل سے متاثر نہ ہوئے بلکہ اس کے مخالف رہے، ہمارا قیاس ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ان کی دختر سے نکاح ہوا تو انہوں نے ہی اکبر اور اس کے مریدین و مسلمانانِ ہندو مزاج کے عقائد سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو براہِ راست آگاہ کیا ہوگا۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاجی سلطان تھانیسری گائے ذبحہ کرنے کے جرم میں معافی ملنے کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی سے باز نہ آئے اور اس پر برابر عمل کرتے رہے اور تھانیسر کے ہندو اس کا برا مانتے رہے۔ یہاں تک اکبر لاہور میں طویل قیام کے بعد ۱۵۹۸ء کو جب براستہ تھانیسر واپس جا رہا تھا تو تھانیسر میں رکا جہاں کے ہندوؤں نے ان کے خلاف شکایت کی، اکبر چونکہ ذبحہ گاؤ کے سلسلہ میں نہایت سخت رویہ رکھتا تھا برداشت نہ کر سکا

---

[1] ایضاً ۳/ ۲۲۷

اور وہیں تھانیسر میں ہی انہیں پھانسی دینے کا حکم صادر کر دیا، درباری مورخ ابو الفضل نے اس واقعہ کا ذکر لن الفاظ میں کیا ہے:۔

(سال جلوس ۴۳۔ ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) دریں روز شیخ سلطان را از حلق کشیدند، در گروہِ دارن می زیست آرزوی عمل گذاری اُورا کالیوہ ساخت، تھانیسر (کہ بنگاہ او بود) بدو سپر دند از بد مستیٔ دنیا کہن کینہا را تازہ بر ساخت، و بجان گزائی نیکوان برخاست چون داد خدا را ابداں شہر گذارہ شد و لختی ستمگاری او در خاطر نشین گشت۔[1]

یہی بات اقبال نامۂ جہانگیری میں بھی درج ہے کہ (ہندوؤں) کی کثیر تعداد نے بادشاہ کی آمد کا سن کر حاجی سلطان کے ظلم کی داستانیں بیان کیں جس کے نتیجہ میں اکبر نے انہیں پھانسی کی سزا دی۔[2]

یہاں ان دونوں مورخین نے حقیقتِ حال کو بادشاہ وقت سے ڈرتے ہوئے چھپانے کی کوشش کی ہے کہ حاجی سلطان عوام پر ظلم کرتے تھے جن کی انہیں سزا دی گئی ہے جبکہ وہ بقولِ معاصر مورخ ایک عالم و پرہیز گار تھے، ابو الفضل کے الفاظ "کہن کین ہارا تازہ ساخت" کو بدایونی کے بیان سے تقابل کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ یہ وہی پرانا ذبحہ گاؤ والا قضیہ تھا جس پر آپ نے دوبارہ عمل کیا، بدایونی کے الفاظ ہیں:

بہ سبب جریمہ گاؤ کشی بہ شکایت ہندوان آں پرگنہ اُورا حکم بہ اخراج بہ جانبِ بکر فرمودند۔[3]

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، حضرت حاجی سلطان تھانیسری کے اس دردناک انجام سے یقیناً بہت افسردہ ہوئے تھے، اس کے کیا اسباب تھے:

- ظاہری سبب تو یہی تھا کہ حاجی صاحب آپ کے خسر تھے۔
- دوسرا سبب یہ کہ آپ فریضۂ اسلام (ذبح گاؤ) کے جرم میں مسلمانوں کی حکومت کے دوران انہیں اس کی سزا موت کی صورت میں دی گئی۔

---

[1] ابو الفضل: اکبر نامہ، طبع کلکتہ ۱۸۸۶ء، ۳/ ۷۴۸

[2] معتمد خان: اقبال نامہ جہانگیری ۲/ ۴۵۹

[3] منتخب التواریخ ۳/ ۸۰

تیسرا سبب بھی ظاہری ہی ہے آپ کی زوجۂ محترمہ جو حاجی صاحب کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے فرزندان گرامی جن کے آپ نانائے بزرگوار تھے۔ صدمہ سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے عیاں ہوتا ہے کہ حاجی سلطان تھانیسری کو جو سزا ذبحہ گاؤ کی دی گئی وہ باغی کی سزا کی مانند تھی یعنی ان کی تمام جائیداد ضبط کرلی گئی ان کے دو فرزند تھے جو عرصۂ دراز تک بے حال رہے یہاں تک کہ اکبر کی وفات کے بعد حالات میں تبدیلی آئی، جہانگیر تخت نشین ہوا تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے جہانگیر کے ایک مقرب خواجہ جہاں (دوست محمد کابلی) کو ایک خط لکھ کر حاجی صاحب کے ان دونوں فرزندوں کی "امداد و اعانت" کرنے کی سفارش کی۔[1]

اس کے بعد اس عہد کے سب سے زیادہ مؤثر منصب دار مرزا عبدالرحیم خانِ خاناں کو ان کی حاجی سلطان پر سابقہ عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ایک فرزند میاں شیخ احمد کی سفارش کی ہے کہ انہیں آپ ہی کی وساطت سے پراگندہ دور میں ملازمت ملی تھی۔ آپ کے برجستہ الفاظ ملاحظہ کیجیے:

میاں شیخ احمد ولد اعز مغفرت پناہی سلطان تھانیسری است ملاحظہ الطاف و احسانہای شمارا نسبت بہ پور بزرگوار او بودہ نمودہ بخدمتِ عالیہ بتوسل ایں فقیر خود رسانیدہ است

حاجی سلطان تھانیسری کے ایک بھائی شیخ زکریا تھے[2]، حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکاتیب میں ان کا بھی کئی بار ذکر کیا ہے اور ان کی امداد کی سفارش کی ہے۔ جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حاجی سلطان کی سزائے موت کے بعد ان کی ساری جائیداد ضبط ہو گئی لی تھی، یہی اصول تھا حکومت مغلیہ کا خود جہانگیر نے جب آپ کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا تو آپ کی حویلی، دیگر املاک اور کتابیں تک ضبط کرلیں تھیں جن کا ذکر آپ نے خود اپنے آخری مکاتیب میں فرمایا ہے۔

حاجی سلطان تھانیسری کی صاحبزادی سے حضرت مجدد الف ثانی کا عقدِ مسنون ہوا تھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ آگرہ جا کر مقیم ہو گئے تھے اور آپ کے والدِ بزرگوار مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہ، آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکے تھے اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ سے ملاقات کے لیے طویل سفر کر کے آگرہ تشریف لے

---

[1] مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۵ /۶۷

[2] ایضاً ۱/ ۱۱۸/ ۲۱۴ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۲

گئے اور آپ کو اپنے ساتھ واپس سرہند لے آئے تھے۔[1]

جب راستہ میں تھانیسر پہنچے تو روضۃ القیومیہ کی روایت کے مطابق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حاجی سلطان تھانیسری کو خواب میں تشریف لا کر حکم دیا کہ تم اپنی بیٹی کا عقد شیخ احمد سے کر دو، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کے والد گرامی سے جو اس وقت ساتھ ہی تھے درخواست کی گئی اور اس خواب مبارک کا تذکرہ بھی کیا گیا تو انہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا اور نکاح کے بعد آپ اپنی بہو کو لے کر سرہند شریف آئے۔[2]

حاجی سلطان کی یہ دختر نیک اختر بہت ہی عبادت گذار اور تقویٰ شعار تھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بطن مبارک سے آپ کو جو اولاد عطا کی وہ مادر زاد اولیا میں شمار ہوئی۔

اس مبارک شادی کا سنہ تذکروں میں مرقوم نہیں لیکن قیاس ہے کہ یہ عقدِ مسنون (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو ہوا ہو گا وہ اس طرح کہ حضرت مجدد الف ثانی کے سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کی ولادت ۱۰۰۰ھ کو ہوئی[3]، اس سے پہلے کی اولاد کے تولد ہونے کا ذکر نہیں ملتا اس لیے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ شادی اس ولادت سے تقریباً ایک سال قبل ۹۹۹ھ کو ہوئی۔

اس خاتون عفت مآب نے طویل عمر پائی اور ۷ ذی الحج (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱ء) کو وصال ہوا، خود خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمت اپنی والدہ محترمہ کے وصال کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے خلیفۂ نامدار خواجہ محمد حنیف کابلی کو لکھتے ہیں:

> شبِ دوشنبہ ہفتم ماہِ حال کہ ماہ ذی الحج سنہ یک ہزار و پنجاہ ہجری است حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو سفر آخرت گزیدند و پسماندگان را جگر کباب و دیدہ پر آب گذاشتند وجود شریف شان وسیلۂ سعادت کونین و دریچہ رضامندی رب المشرقین بود کہ الحال از کسب مہ اں ازاں راہ حرمان دست دادہ است۔[4]

یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ) سے صرف سولہ سال بعد آپ کی زوجۂ محترمہ نے دنیا کو خیر باد کہا۔

---

[1] مکتوبات ۱/ ۹۱/ ۹۸، ۵۴/ ۷۲، ۲۲/ ۵۰، ۴۳/ ۹

[2] زبدۃ المقامات

[3] روضۃ القیومیہ ۱/ ۶۷۔۶۹

[4] مکتوبات معصومیہ ۱۳/ ۱۲/ ۴۱

شیخ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی

حضرت خواجہ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی گیارہویں صدی ہجری / سترھویں صدی عیسوی کے ایک عالم، صوفی اور مصنف تھے۔

حضرت خواجہ محمد سعید کی ولادت شعبان ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء کو سرہند میں ہوئی، آپ اپنے والدِ گرامی کے دوسرے فرزند تھے، کم سنی سے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے محبوب تھے (زبدۃ المقامات ۳۰۹، حضرات القدس ۲ / ۲۳۴)

جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے والد گرامی سے پڑھا پھر اپنے برادر بزرگ خواجہ محمد صادق (ف ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) کی خدمت میں تحصیل کی اور حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) کے حضور تکمیل کی، اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی اسی سال آپ نے علوم منقول و معقول کا درس دینا بھی شروع کر دیا تھا جو تاحیات جاری رہا (ایضا)۔

خواجہ محمد سعید نے بعض معتبر کتبِ درسیہ پر حواشی و تعلیقات بھی لکھے تھے ان میں سے مشکوٰۃ المصابیح پر حواشی میں آپ نے ان احادیث کی صحت اور اہمیت پر بحث کی ہے جو ائمۂ حنفیہ کا مآخذ ہیں، علماء نے ان تعلیقات کو پسند کیا تھا (زبدۃ المقامات ۳۱۱)

آپ کا لکھا ہوا حاشیۂ خیالی بھی بہت متین ہے جس میں خاص دقائق بیان کیے ہیں (حضرات القدس ۲ / ۲۳۴) آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات "عدم رفع سبابہ در تشہد" کے موضوع پر بھی ایک رسالہ تالیف کیا تھا (مکتوبات امام ربانی ۱ / ۳۱۲ / ۶۱۲، زبدۃ المقامات ۳۱۰، حضرات القدس ۲ / ۲۳۵، عمدۃ المقامات ۲۲۷۔۲۲۸)۔

خواجہ محمد سعید کے مکتوبات آپ کے فرزند علامہ محمد فرخ نے مکتوباتِ سعیدیہ کے نام سے جمع کیے تھے جو لاہور سے طبع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تحقیقات نام کی ایک کتاب خواجہ محمد سعید سے منسوب کر دی ہے جو ان کی نہیں ہے راقم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب ان کی تالیف نہیں ہے۔(لطائف المدینہ، مقدمہ ۶۲۔۶۴)

آپ کے حینِ حیات آپ کے فرزند اور فارسی کے معروف شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۱۰۵۰۔۱۱۲۶ھ/۱۶۴۰۔۱۷۱۴ء) نے آپ کے احوال و معارف پر مدینہ منورہ میں عربی میں ایک رسالہ لطائف المدینہ کے نام سے تالیف کیا تھا جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے سلوک کی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی اور خلافت یاب ہوئے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ میں عروج وزوال کے کسی مقام پر محمد سعید کے بغیر نہیں گیا(حضرات القدس ۲/۳۲۶)

خواجہ محمد سعید کا وصال ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء کو دہلی سے سرہند جاتے ہوئے راستہ میں ہوا نعش مبارک سرہند لے جا کر دفن کی گئی (چہار چمن وحدت ۱۴۹، دیوانِ وحدت ورق ۲۳۹۔الف، عمدۃ المقامات ۲۳۷)

خواجہ محمد سعید کے آٹھ فرزند اور پانچ صاحبزادیاں تھیں (ہدیۂ احمدیہ ۹) جن میں سے علامہ محمد فرخ (ف ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء) کثیر التصانیف تھے (مقاماتِ معصومی ۳/۴۰۵۔۴۰۷، ۴/۲۸۶۔۲۹۳) اور شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) فارسی کے معروف صاحبِ دیوان شاعر اور تقریباً پچاس کتابوں کے موکف تھے (لطائف المدینہ، مقدمہ ۴۵۔۶۱)، نامور ہوئے۔

خواجہ محمد سعید کا مجموعۂ مکتوبات بھی خاصے کی چیز ہے اس میں کل ایک سو مکاتیب ہیں، ان میں سے چند عربی میں ہیں اور باقی سب فارسی نثر میں ہیں جو اعلیٰ درجہ کی انشاپردازی پر شاہد ہیں، یہ مجموعہ لاہور سے ۱۳۷۵ھ کو طبع ہوا۔

خواجہ محمد سعید کے اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ/۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے حضرت خواجہ کے ۹ مکاتیب اورنگ زیب کے نام ہیں (مکتوبات سعیدیہ نمبر ۴۵، ۴۶، ۶۵، ۸۲، ۸۴، ۸۸ اور باقی چار اس کے بادشاہ بننے کے بعد لکھے گئے ہیں، حضرت خواجہ نے اسے بار بار "ظلمات، محدثات اور بدعات" کے

خاتمہ کی تلقین کی ہے، جنگِ تخت نشینی (۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء) میں کامیابی کے بعد اس نے خواجہ محمد سعید اور آپ کے برادر خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کو دربار میں بلا کر بہت تعظیم و تکریم کی اور تین سو اشرفیاں بطور نذر پیش کیں (عالمگیر نامہ ۲۹۳) اس سے خواجہ محمد سعید کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی انہیں ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) کو دہلی بلایا (ایضاً ۵۹۵) اگلے سال آپ شدید علیل تھے لیکن اس کے اصرار پر سفر کیا بادشاہ بہت ہی احترام سے پیش آیا (مرآۃ العالم ۲ / ۴۱۳، مکتوبات سعیدیہ ۹۹ / ۲۱۵) یہ انہی حضراتِ نقشبندیہ مجددیہ کی کوششیں تھیں کہ وہ "محی الدین" بنا اور عملی طور پر اسلام کا ہندوستان میں احیا کیا (لطائف المدینہ مقدمہ ۱۳۔۱۹، حسنات الحرمین، مقدمہ اور مقاماتِ معصومی جلد اول مجددی تحریک ۲۶۔۵۹ و بہ بعد)

حضرت خواجہ محمد سعید اپنے برادرانِ عزیز سمیت حج کے لیے گئے تو وہاں عالم اسلام کے اکابر علماء و مشائخ اور سلاطین و امراء نے عقیدت مندی کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور فیض یاب ہوئے اس سے سلسلۂ نقشبندیہ کو عربستان، ترکستان، ایران اور افغانستان تک وسعت ہوئی (مقاماتِ معصومی ۱ / ۲۰۴۔۲۱۳)

ماخذ

۱۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ، کانپور، ۱۳۱۳ھ

۲۔ بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء

۳۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، جلد دوم مرتبہ محبوب الٰہی، لاہور، ۱۹۷۱ء

۴۔ ایضاً: حضرات القدس، جلد دوم اُردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۵۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی (احوال خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۶۔ مجدد الف ثانی، امام ربانی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امر تسری، امر تسر، ۱۳۳۴ھ

۷۔ محمد سعید سرہندی: مکتوباتِ سعیدیہ جامع محمد فرخ مجددی، لاہور، ۱۳۷۵ھ

۸۔ محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات، استنبول، ترکی، ۱۹۹۶ء

۹۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: حسنات الحرمین فارسی ترجمہ محمد شاکر سرہندی، تحقیق وتعلیق واُردو ترجمہ محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۸۱ء

۱۰۔ محمد کاظم شیرازی: عالمگیرنامہ، کلکتہ، ۱۸۶۸ء

۱۱۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو، ۱۳۰۷ھ

۱۲۔ وحدت، عبدالاحد سرہندی: چہار چمن، خطی مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی، کراچی

۱۳۔ ایضاً: لطائف المدینہ (احوال خواجہ محمد سعید سرہندی) تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء

۱۴۔ ایضاً: دیوانِ وحدت، مائیکروفلم مخزونہ کتابخانۂ مرکزی دانشگاہ تہران، ایران۔

۱۴ر اکتوبر ۲۰۰۷ء

یوم عید الفطر

برائی دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی

خواجہ محمد ہاشم بدخشان کے قصبہ کشم میں ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء) کو متولد ہوئے (نسمات القدس بحوالہ نقدِ عمر ۵۲)، ان کے والدِ گرامی خواجہ محمد قاسم (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کا اپنے علاقہ کے علماء و مشائخ میں شمار تھا، ان کے اجداد کا سلسلۂ کبرویہ سے تعلق تھا (مفتاح العارفین ۲۸۔ب) لیکن خواجہ محمد ہاشم کا میلانِ طبع سلسلۂ نقشبندیہ کی طرف تھا (زبدۃ المقامات ۱۔۲)

موصوف تلاشِ شیخ میں ہندوستان آئے اور اپنے ہم وطن میر محمد نعمان بدخشی (ف ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء) کی خدمت میں برہانپور (Burhanpur) حاضر ہوئے جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے انہی کی صحبت سے انہیں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق ہوا تو میر محمد نعمان کی اجازت اور حضرت مجدد الف ثانی کی طلبی پر ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء کو آپ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے (زبدۃ المقامات ۳، مکتوبات امام ربانی ۳/۱) انہی سے تعلقِ خاطر کے باعث وہ اپنی نسبت نعمانی لکھتے تھے (زبدۃ المقامات، ۳، ۲۳) اور پھر دو سال تک سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہے، اس دوران انہیں بہت سے روحانی "فوائد" حاصل ہوئے (ایضاً ۳)

حضرت میر محمد نعمان بدخشی کی ایک صاحبزادی جو حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۹۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی تربیت یافتہ تھیں کا عقد خواجہ محمد ہاشم سے ہوا (ایضاً ۱۹)

خواجہ محمد ہاشم نے حدیث کی سماعت خواجہ محمد سعید سرہندی (۱۰۰۵أ۔۱۰۷۱ھ / ۱۵۹۶۔۱۶۶۱ء) سے کی (ایضاً ۱۳۰) نیز انہوں نے مولانا عبدالمومن لاہوری کی خدمت میں مشکواۃ اور مطول کے کچھ حصے بھی پڑھے تھے (ایضاً ۳۹۸)

حضرت مجدد الف ثانی قلعہ گوالیار سے رہائی (۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء) کے بعد لشکر جہانگیری ساتھ رہنے کی مجبوری کے دوران جب اجمیر میں تھے تو خواجہ محمد ہاشم بھی وہاں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر تھے۔ (ایضاً ۳۲۲)

خواجہ محمد ہاشم حضرت مجدد الف ثانی کے آخری سنین حیات میں رجب ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء) کو اجازت لے کر اپنے مستقر برہان پور کے لیے روانہ ہوگئے، یہ ان کی ان کے شیخ کے ساتھ آخری ملاقات تھی (ایضاً) اسی ماہ و سال میں انہیں حضرت مجدد نے حدیثِ مسلسل اور دیگر کتب کی بھی اجازت مرحمت فرمائی (ایضاً) حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب خواجہ محمد ہاشم کے نام صادر ہوئے تھے (فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات ۱۵۶)

خواجہ محمد ہاشم کو حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان کی خدمت میں کامل اعتماد کا درجہ حاصل تھا، حضرت مجدد کے آخری ایامِ حیات میں صاحبزادگان کے ساتھ جن مخصوص اصحاب کو حاضری کی اجازت تھی ان میں خواجہ محمد ہاشم بھی تھی (زبدۃ ۲۸۴) خواجہ محمد معصوم سرہندی خواجہ محمد ہاشم پر "نظر عنایت" فرماتے اور انہیں اسی خانوادے کا "محرم" جانتے تھے ایضاً ۶۵)

خواجہ محمد ہاشم کشمی کے سال وفات میں اختلاف ہے، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء (طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم ۲۱) اور میر عبد الفتاح بن میر محمد نعمان بدخشی نے بھی یہی سنہ دیا ہے (مفتاح العارفین، خطی برگ ۲۶۱۔الف) اختر محمد خان رام پوری نے بغیر کسی حوالہ کے خواجہ کشمی کا سالِ وفات ۱۰۴۵ھ لکھ دیا ہے (جواہر ہاشمیہ ۴۵) خواجہ کشمی نے رسالہ طریق الوصول ۱۰۴۲ھ کو مکمل کیا (نقدِ عمر ۵۲) گویا وہ ۱۰۴۲ھ تک بقیدِ حیات تھے۔ کلیاتِ ہاشم کشمی (مخزونہ عجائب گھر، لاہور) کی ایک یادداشت میں خواجہ کشمی کا سالِ وفات ۱۰۵۹ھ ہے (نقدِ عمر ۵۳) لیکن ہم نے کلیات کا محولہ نسخہ دیکھا اس میں ۱۰۵۹ھ نہیں بلکہ ۱۲۵۹ھ درج ہے یقیناً یہ کسی اور ہاشم کا سنہ وفات ہے، ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ دیوانِ ہاشم کشمی پر درج قطعہ تاریخ وفات ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء قرین قیاس کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ (نقد عمر ۵۳)

خواجہ کشمی کے ایک ہی فرزند محمد قاسم تھے (جواہر ہاشمیہ ۱۰۷) خواجہ محمد ہاشم کشمی کئی کتابوں کے موئلف تھے جن میں سے حسبِ ذیل کتب معلوم ہیں۔

خواجہ ہاشم کے رسائل کا ایک خوش خط نسخہ حضرت پیر ابو الخیر عبد اللہ جان صاحب کے کتب خانہ پشاور پاکستان میں ہے جس میں حسب ذیل آٹھ رسالے ہیں۔

۱۔ حلیۂ رسول اللہ ۲۔ طریق الوصول فی شریعۃ الرسول ۳۔ نسمات القدس من حدائق الانس (دیگر خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے نقدِ عمر ۴۶) اس رسالہ کا اردو ترجمہ سیّد محبوب حسین واسطی نے کیا جو سیالکوٹ سے ۱۴۱۰ھ کو طبع ہوا۔ ۴۔ روئیداد تدوین مکتوباتِ امام ربانی ۵۔ مکتوباتِ کشمی ۶۔ احوال خواجہ قاسم شیخ کرمنی ۷۔ قدر العالی فی اسرار خیر اللیالی ۸۔ گوہر نامی سر اسرار نام سیّد الانامی (ﷺ) نقدِ عمر ۴۲۔۵۱) ۹۔ صفحات الانوار من مقامات الاخیار (نسمات القدس، نسخہ اسلام آباد ۷) ۱۰۔ کلیاتِ ہاشم (خطی نسخے عجائب گھر لاہور، دیوانِ ہاشم، ڈھاکہ یونیورسٹی، انڈیا آفس لائبریری لندن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہیں نسخہ انڈیا آفس میں سے غزلیات والا حصہ ایم اے فارسی کی ایک طالبہ روبینہ انجم نقوی نے بصورتِ مقالہ مرتب کیا ۱۱۔ خواجہ کشمی کا ایک مختصر رسالہ مرآۃ الرویۃ کتابخانۂ آصفیہ، حیدرآباد، دکن میں موجود ہے (فہرت مخطوطاتِ تصوف ص ۸۶)

زبدۃ المقامات

یہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کی سب سے مشہور تالیف ہے، چونکہ حضرت مجدد الف ثانی کی کنیت ابو البرکات اور نام شیخ احمد تھا اور آپ کے شیخ بزرگوار کا اسمِ گرامی خواجہ باقی باللہ تھا اس مناسبت سے اس کتاب کا ایک نام "برکات الاحمدیۃ الباقیہ" بھی ہے، پھر موکف نے اس کا مادۂ تاریخ تالیف سوچا تو "ھو زبدۃ المقامات" القاہوا جس کے عدد ۱۰۳۷ھ ہوتے ہیں پھر اسے موکف نے "زبدۃ المقامات" کا نام ہی دے دیا، یہ کتاب دو مقاصد (حصوں) پر مشتمل ہے، مقصدِ اول حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے احوال پر ہے اس مقصد کی مزید چار فصول ہیں، کتاب کا دوسرا مقصد حضرت مجدد الف ثانی کے احوال کا بیان ہے جو کتاب کی تالیف کا اصل مقصد ہے یہ حصہ گیارہ فصول پر مشتمل ہے (زبدۃ المقامات ۵،۸۸)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزندانِ گرامی خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم نے موکف سے کہا کہ چند وہ فوائد اور معارف جو تم نے حضرت کی خدمت (جلوات و خلوات) میں سنے ہیں اور آپ کے مکتوبات میں شامل نہیں ہیں انہیں تحریر کر دو اور ساتھ ہی دیگر سوانحی نوعیت کے نکات بھی جمع کر کے کتاب مرتب کر دو جس میں آپ

کے مرشد خواجہ باقی باللہ کے احوال بھی ہوں تو میں نے ان حضرات کے امر پر یہ کام کیا (زبدۃ المقامات ۴) گویا زبدۃ المقامات مکتوباتِ حضرت مجدد الف کا تکملہ بھی ہے، موئلف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے ۱۰۳۷ھ میں اس کتاب کی تالیف کی لیکن وہ تاحیات یعنی ۱۰۴۳ھ تک اپنے مستقر برہان پور میں بیٹھے اس میں اضافات کرتے رہے، (مقاماتِ معصومی ۱/ ۲۷۰۔۲۷۳)

زبدۃ المقامات کے خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔

(Storey: Persian Literature, Vol I Part II p. 989

پاکستان میں موجود نسخوں کے لیے فہرستِ مشترک (۱۱/ ۸۹۰۔۸۹۱) ملاحظہ ہو

زبدۃ المقامات کا فارسی متن لکھنؤ سے ۱۸۸۵ء اور پھر کانپور سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا یہی متن عکسی صورت میں استنبول ترکی سے ۱۹۷۷ء کو شائع ہوا اس کا پہلا اُردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۰۹ء کو طبع ہوا، پھر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین نے کیا جو سیالکوٹ سے ۱۳۰۷ھ کو چھپا تھا۔

مآخذ

۱۔ آریانا، دائرۃ المعارف، کابل افغانستان (مقالہ شیخ محمد ہاشم کشمی)

۲۔ اختر محمد خان رام پوری: جواہر ہاشمیہ (احوال خواجہ محمد ہاشم کشمی)، حیدر آباد، دکن (س ن)

۳۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوب الٰہی، لاہور ۱۹۷۱ء

۴۔ بیولر، آرثور: فہارسِ تحلیلی ہشتگانہ مکتوباتِ امام ربانی، لاہور ۲۰۰۱ء

۵۔ روبینہ انجم نقوی: غزلیاتِ خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ برای حصول درجہ ایم اے فارسی، دانشگاہِ پنجاب، لاہور۔

۶۔ خلیل، محمد ابراہیم: شیخ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ، مجلہ آریانا، کابل، ش ۶، سال سوم اول سرطان ۱۳۲۴ ش

۷۔ عارف نوشاہی: محمد ہاشم کشمی کے بعض فارسی رسائل کی بازیافت، مقالہ مشمولہ نقد عمر، لاہور، ۲۰۰۵ء

۸۔ عبدالفتاح: مفتاح العارفین، خطی، ذخیرۂ شیرانی کتابخانۂ مرکزی دانشگاہِ پنجاب، لاہور، نمبر ۴۲۶۳/۱۶۱۳

۹۔ غلام مصطفیٰ خان: خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ ارمغان فاروقی، دہلی، ۱۹۸۷ء

۱۰۔ ایضاً: مقالہ مشمولہ تحقیق، حیدر آباد، سندھ ش ۲، (۱۹۸۸ء)

۱۱۔ فہرست مخطوطاتِ تصوّف، خدا بخش لائبریری، بانکی پور، پٹنہ، ۱۹۹۲ء

۱۲۔ کلیم سہرامی: دیوانِ ہاشم، مقالہ، مشمولہ جرنل خدا بخش لائبریری پٹنہ ش ۷۸۔ ۸۰

۱۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اُردو ترجمہ لاہور، ۱۳۳۵ھ

۱۴۔ محمد اسلم: خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات، لاہور ۱۹۷۰ء

۱۵۔ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ معصومی (جلد اول مجددی تحریک) لاہور، ۲۰۰۴ء

۱۶۔ محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، کانپور، مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۱۷۔ ایضاً: کلیاتِ ہاشم، خطی مخزونہ عجائب گھر، لاہور

۱۸۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری، طبقات شاہ جہانی، (طبقہ نہم۔ دہم) دہلی۔ ۱۹۹۰۔ ۱۹۹۳ء

۱۹۔ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امر تسری، ترکی ۱۹۷۷ء

۲۰۔ خلیل الرحمٰن: تاریخ برہان پور، دہلی، ۱۳۱۷ھ

21- Iqbal Sabir: Khawaja Muhammad Hashim Kishmi (Sufis, Sultans and Feudal Orders, Ed. Mansura Haider, Delhi 2004

22- Storey, C.A: Persian Literature London, 1972

23- Quddusi, M.I: Khandesh Under the Mughals, Delhi, 2002

۷، اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران

مُلا شیخ بدر الدین سرہندی

مُلا شیخ بدر الدین سرہندی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے نامور خلیفہ، آپ کے سوانح نویس اور مشہور کتاب حضرات القدس کے مولف تھے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، اپنا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:

بدر الدین بن شیخ ابراہیم سرہندی بن عبد الرحمن مشہور بہ شیخ میھتا بن شیخ خلیل اللہ بن شیخ محمد بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عمر بن عثمان بن شیخ محمد بن علی بن ابو طالب بن علی ابن ابو محمد قاسم بن علی بن جعفر بن شیخ محمد بن علی بن حسن بن شیخ محمد بن نصر بن قاسم بن شیخ محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن قاسم بن محمد بن امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (سنوات الاتقیا ۳۲۳ الف)

ملا بدر الدین کے والد شیخ ابراہیم سرہندی محدث، مفسر اور متصوف تھے، سلسلۂ قادریہ میں شاہ قیس قادری (ت ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء) کے مرید اور مولانا نظامی گنجوی کے دو واسطوں سے شاگرد تھے ان کی کتاب "مخزنِ اسرار" کو سب سے پہلے ہندوستان میں انہوں نے ہی رائج اور شامل درس کیا تھا اور وہ اس کتاب کا چونکہ کثرت سے درس دیتے تھے اس لیے ان کی نسبت ہی "مخزنی" مشہور ہو گئی۔ انہوں نے اکثر علوم حاجی ابراہیم سرہندی سے حاصل کیے تھے اور صرف ایک واسطے سے مولانا جامیؔ سے تعلق خاطر تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے والد ماجد شیخ عبد الاحد سرہندی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (ایضاً ۳۲۱ ب۔ ۳۲۲ الف)

شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی کا انتقال بعمر ۷۳ سال ۲۹ شوال ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء کو ہوا اور شیخ بدر الدین کی والدہ ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء کو فوت ہوئیں اور سرہند ہی میں روضۂ شاہ ابو بخاری کے صحن میں دفن ہیں۔ (ایضاً ۳۲۲ الف)

ملا بدر الدین سرہندی کا سالِ ولادت حضرات القدس کے اندرونی شواہد کی بنا پر حدود ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء متعین کیا جا سکتا ہے (۲/ ۱۵۷، ۳۸۶)۔ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی سے منسلک ہوئے۔ (ایضاً ۳۸۶) اور کل سترہ سال خدمت گرامی میں رہے (ایضاً ۱۵۷)۔

ابتداً والدِ گرامی سے تحصیل اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت و اجازت حاصل کی (سنوات الاتقیاء ۳۲۲ الف) پھر مدرسہ مجددیہ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق (ت ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) سے مطول باحاشیۂ میر، شرح عقائد باحاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح مطالع باحاشیہ میران کی خدمت میں پڑھیں (حضرات القدس ۲/ ۲۲۳) ان کے وصال کے بعد شرح مواقف، تفسیر بیضاوی اور عضدی باحاشیۂ میر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں مطالعہ کیا (ایضاً ۲/ ۸۹، ۲۲۳) اور پھر حضرت حاجی رمزی سے مصافحہ کی سعادت و اجازت میر محمد نعمان بدخشی (خلیفۂ حضرت مجدد) کی وساطت سے حاصل کی۔ (سنوات الاتقیاء ۲۴۲ الف)

ملا بدر الدین اسی مدرسۂ مجددیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خانوادۂ مجددیہ اور حوزۂ مجددیہ کے بہت سے افراد نے ان سے تحصیل علم کا اعتراف کیا ہے۔ درسی کتب پر حواشی بھی اسی دور کی یادگار ہیں، چنانچہ شرح خلاصہ کیدانی اسی زمانے میں تالیف کی تھی۔

ملا بدر الدین سرہندی کے تین صاحبزادوں کے نام ملتے ہیں اول ملا محمد شاکر (مترجم حسنات الحرمین بسال ۱۰۷۱ھ / و مولف دستور المؤمنین در مسائلِ نماز) دوم ملا محمد افضل خلیفہ و مکتوب الیہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۴۵، مکتوباتِ معصومیہ ۱/ ۷۰، ۱۹۴، حضرات القدس ۳/ ۴۰۳) اور سوم شیخ محمد (جامع مناقبِ حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی، لطائف المدینہ، خطی برگ ۳۰ الف)

ملا بدر الدین نے اپنے ایک چچا شیخ محمد کا بھی ذکر کیا ہے جو ان سے منسلک تھے (حضرات القدس ۲/ ۴۰۵)

۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء میں دارا شکوہ بن شاہ جہاں نے جب کہ وہ خود ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور کتبِ تصوف سے ابھی بیزار نہیں ہوا تھا، ملا بدر الدین سرہندی کو بعض کتب صوفیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ اس کام میں عرصہ تک مصروف رہے۔ (حضرات القدس ۲/ ۱۵۹)

ملا بدر الدین کا سالِ وفات معلوم نہیں ہے موصوف ۱۰۵۸ھ /۱۶۴۸ء تک حضرات القدس کی تالیف میں مصروف نظر آتے ہیں (ایضاً ۲/ ۲۹۹) اور اس کے بعد بھی بقیدِ حیات رہے، البتہ مخدومزادگانِ سرہند کے سفر حرمین ۱۰۶۸ھ /۱۶۵۷ء کے دوران دیگر خلفاء وحضراتِ سرہند کے ہمراہ ان کے ہمرکاب ہونے کا ذکر نہیں ملتا البتہ ان کے صاحبزادگان کے ہمسفر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے (حسنات الحرمین، مقدمہ ۶۰، ۶۱) جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ موصوف ۱۰۶۸ھ /۱۶۵۷ء سے قبل فوت ہوگئے ہوں گے۔

ان کے نام حضرت مجدد الف ثانی کے مندرج ذیل مکاتیب ہیں (مکتوباتِ امام ربانی ۱/ ۲،۲۹۷،۲۸۹، ۲، ۴۰،۳/۳۱)

ملا بدر الدین سرہندی کی حسب ذیل تالیفات کا ہمیں تاحال علم ہوسکا ہے:

۱۔ سیر احمدی

سوانح حضرت مجدد الف ثانی در حین حیات حضرت مجدد تالیف شدہ بود ودر نظر کیمیا اثر حضرت مجدد گذرانیدہ (حضرات القدس ۲/ ۱۵۸) یہ کتاب حدود ۱۰۲۵ھ /۱۶۱۶ء میں تالیف ہوئی (ایضاً ۲/ ۳۱۴) سیر احمدی کا مسودہ مولف کے دیگر سامان کے ساتھ چوری ہوگیا تھا (ایضاً ۲/ ۱۵۸)۔

۲۔ سنوات الاتقیاء

اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانۂ تالیف تک صلحای امت کے سنین وفات مع مختصر مناقب، درج کیے ہیں "مآثر الصدیقین" سے اس کا آغازِ تالیف ۱۰۳۶ھ برآمد ہوتا ہے، کتب خانہ دیوانِ ہند، لندن کے ذخیرۂ دہلی میں اس کا ایک نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے۔

۳۔ مجمع الاولیاء

"منازلِ شیوخ" اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۰۴۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس میں ایک ہزار پانصد بزرگوں کا تذکرہ ہے (حضرات القدس ۲/ ۱۵۹،۱۵۸) خانوادۂ مجددیہ کا ذکرِ خیر نہایت دل کش ہے۔ سرہند کے کروڑی علی اکبر اردستانی نے اس کا نسخہ مؤلف سے مستعار کیا اور اس میں تحریف کر کے اسے اپنے نام سے شہرت دی (سنوات الاتقیا برگ ۲۰۷) کتب خانہ دیوانِ ہند، لندن نمبر ۴۶۔ ۶۴۵ Ethe میں یہی محرف نسخہ محفوظ ہے جس میں جابجا قطع وبرید کی گئی ہے آقائی خلیق احمد نظامی نے بغیر تحقیق کے Encyclopedia Iranica میں

علی اکبر اردستانی پر بحیثیت مولفِ مجمع الاولیاء ایک مقالہ لکھا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے علی اکبر اردستانی ایک عامی آدمی ہے وہ سوادِ خط تک سے واقف نہیں تھا (سنوات الاتقیا برگ ۲۰۷)

۴۔ وصالِ احمدی

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے ایامِ وصال کے احوال پر آپ کے انتقال سے قبل اور بعد کی خوارق عادات کے ظہور پر یہ رسالہ عین اس وقت ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں تالیف ہوا، کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۵۔ کراماتِ الاولیا

دراثباتِ خوارق بعدِ موت، تالیف شدہ (حضرات القدس ۲/۱۵۸)

۶۔ فتوح الغیب

فارسی ترجمہ (ایضاً)

۷۔ روائح

دربیان اصطلاحاتِ صوفیہ واشغالِ قادریہ ونقشبندیہ جمع شدہ است (ایضاً)

داراشکوہ بن شاہ جہان کی فرمائش پر حدود ۱۰۴۷ھ /۱۶۳۸ء تا ۱۰۵۸ھ /۱۶۴۸ء حسب ذیل کتب عربیہ کا فارسی میں ترجمہ کیا

۸۔ مقاماتِ غوث الثقلین

ترجمہ فارسی بہجۃ الاسرار (درمناقبِ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوث الاعظم) ایضاً ۲/۱۵۹)

۹۔ روضۃ النواظر

(درمناقبِ حضرت غوث الاعظم) ترجمہ فارسی (ایضاً)

۱۰۔ عرائس البیان

تفسیر از شیخ روزبہان بقلی، ترجمۂ فارسی (ایضاً)

۱۱۔ حضرات لقدس

دو جلدوں پر مشتمل یہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کا تذکرہ ہے، جلد اول میں خلفای راشدین سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ تک تمام نقشبندی بزرگوں کے حالات درج کیے ہیں۔ اس کی دوسری جلد میں

حضرت مجدد الف ثانی آپ کے صاحبزادگان اور خلفا کا تذکرہ ہے۔ چونکہ مؤلف صاحب سوانح حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت گرامی میں سترہ برس تک رہے تھے اس لیے وہ اس سلسلے کی بہت سی روایات کے امین اور خود راوی ہیں جس کی وجہ سے اس تذکرے کا یہ حصہ درجۂ اول کی معلومات کا حامل ہے۔

مولف نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۰۳۹ھ /۱۶۲۹ء میں کیا (حضرات القدس ۲/ ۱۵۸) اور پھر مختلف مصروفیات کے بعد حدود ۱۰۵۸ھ /۱۶۴۸ء تک اس پر کام کرتے رہے (ایضاً ۲/ ۲۹۹)

اس کی دوسری جلد کا فارسی متن مولانا محبوب الٰہی نے مرتب کیا جو لاہور سے ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا، جلد اول کا متن ابھی تک شائع نہیں ہوا اس جلد کے نسخے بہت کمیاب ہیں، لاہور میوزیم لاہور میں اس جلد کا ایک خطی نسخہ محفوظ ہے۔ اس کی دونوں جلدوں کا اُردو ترجمہ دفتر اوّل احمد حسین قادری نقش بندی امروہوی ۱۳۳۶ھ دفتر دوم عرفان احمد انصاری لاہور ۱۳۴۱ھ نے کیا جو لاہور سے ---- میں چھپا تھا حال ہی میں اس کی جلد اول کا اُردو ترجمہ از محمد اشرف سیالکوٹ سے اور جلد دوم کا ترجمہ از غلام مصطفٰی خان ۱۹۸۴ء میں اسلام آباد سے طبع ہوا۔

۱۲۔ معراج المومنین الی اعلی علیین

یہ خلاصہ کیدانی کی عربی زبان میں شرح ہے۔ حضرات القدس (تکمیل حدود ۱۰۵۸ھ) میں اس کی تالیف کا ذکر نہیں آیا اس لیے اسے ۱۰۵۸ھ /۱۶۴۸ء کے بعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے دو خطی نسخے آقای خلیل الرحمٰن داوٗدی، لاہور کے کتب خانے میں ہیں۔

مآخذ

۱۔ بدر الدین سرہندی: سنوات الاتقیا خطی، ذخیرۂ دہلی، کتب خانہ دیوان ہند، لندن

۲۔ ایضاً: مجمع الاولیا، خطی نسخہ بخطِ مولف، کتب خانہ دیوانِ ہند، لندن نمبر ۴۶۔۶۴۵ Ethe

۳۔ ایضاً، معراج المؤمنین، خطی مخزونہ کتابخانۂ آقای خلیل الرحمٰن داوٗدی، لاہور

۴۔ ایضاً حضرات القدس جلد اوّل خطی کتابخانہ لاہور میوزیم، لاہور جلد دوم مرتبہ محبوب الٰہی لاہور، ۱۹۷۱ء

۵۔ ایضاً: وصالِ احمدی، فارسی مع اُردو ترجمہ ۱۳۸۸ھ حیدر آباد سندھ

۶۔ محمد اعظم دیدہ مری: فیض مراد، خطی، ذخیرۂ شیرانی کتب خانۂ دانش گاہ پنجاب لاہور نمبر ۱۱۴۲

۷۔ مجدد الف ثانی احمد سرہندی شیخ مکتوبات مرتبہ نور احمد امر تسری، کراچی ۱۳۹۲ھ

۸۔ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۶ء

۹۔ ایضاً: حسنات الحرمین جامع خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۱

۱۰۔ وحدتؔ، عبد الاحد سرہندی: لطائف المدینہ تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء

11- Encyclopedia Iranica , New York (Ali Akbar Urdistani by Nizami, K.A)

دیگر مراجع

۱۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقاتِ شاہ جہانی، خطی نسخہ دیوان ہند، لندن نمبر ۷۰۵، Ethe

۲۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، نولکشور، لکھنو ۱۳۰۷ھ

۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اُردو ترجمہ لاہور ۱۳۵۷ھ

۴۔ عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر، عربی، حیدر آباد دکن

۵۔ زید ابو الحسن فاروقی: مقاماتِ خیر دہلی ۱۳۹۲ھ

۶۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی، تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

(جنوری ۱۹۹۱ء)

دانشنامۂ جہان اسلام، تہران

شیخ محمد صدیق ہدایت کشمی بدخشی

شیخ محمد صدیق ہدایت کشمی گیارہویں صدی ہجری کے ایک عالم، شاعر اور صوفی تھے۔

شیخ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشمی بدخشی، بدخشان (افغانستان) کے معروف علاقہ کشم (Kisham از کلفگان بہ سمت شرقی بہ مسافت ۱۱ کروہ...... (رہنمائی قطغن و بدخشان ص ۱۲۷ وبہ بعد تاریخ بدخشاں ص ۶، ۴۷ وبہ بعد) کے باشندے تھے۔ اکبر بادشاہ (۹۶۳۔ ۱۰۱۴ھ / ۱۵۵۶۔ ۱۶۰۵ء) کے عہد میں ہندوستان آئے، چونکہ عالم اور شاعر تھے اس لیے طبعاً اس عہد کے معروف علم پرور امیر عبدالرحیم خانِ خانان کی صحبت اختیار کر کے اس سے متوسل ہو گئے۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۷، زبدۃ المقامات ۳۷۲) لیکن تعجب ہے کہ مآثر رحیمی جیسی ضخیم کتاب کے کسی طبقے میں بھی ان کا ذکر نہیں آیا۔

ہندوستان میں ہی کچھ عرصہ فوج میں ملازمت کی، مولانا محمد صدیق چونکہ شاعر تھے اور فن شاعری اور انشاء پردازی میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ہدایت تخلص اختیار کیا تھا۔ خانِ خانان کے حوزۂ شعر وادب کے ارکان میں شامل ہو کر ملا شکیبی اصفہانی اور ملا نظیری نیشاپوری کے حلقۂ مجلس کے روح رواں بنے (طبقاتِ شاہ جہانی ۳۰)

اسی دوران ہدایت مشہور نقش بندی صوفی خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) سے بیعت ہو گئے، اور اس طریقہ کے اشغال کی بہت جلد مشق کر لی اور حضرتِ خواجہ کے مقربِ خاص بن گئے۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۹)۔

۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء کو سفر دکن (ہمراہِ خانِ خانان) کی اجازت ملی اور ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء کو واپس دہلی حاضر ہوئے۔ (حیاتِ باقیہ ۲۸، ۳۵ وبہ بعد) اسی سال حضرتِ خواجہ نے مشیخت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اپنے تمام مریدوں کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) سے منسلک ہونے کا حکم دیا۔

لیکن چند اصحاب اس سے مستثنیٰ رہے ان میں خواجہ محمد صدیق ہدایت بھی شامل ہیں۔ (حضرات القدس ۲/ ۳۲۹۔ ۳۳۰)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے بعد خواجہ ہدایت حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت یاب ہو کر واپس دہلی آئے اور مریدوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ (طبقاتِ شاہ جہانی ۳۰) حضرت مجدد الف ثانی نے ولایتِ خاصہ کی خوشخبری دی (حضرات القدس ۲/ ۳۳۰)

مولانا ہدایت ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء کو حرمین الشریفین گئے واپس دہلی آکر پھر تعلیم سلوک میں مصروف ہو گئے (زبدۃ المقامات ۳۷۳، حضرات القدس ۲/ ۳۳۳)

خواجہ ہدایت زبدۃ المقامات کی تالیف (۱۰۳۷۔۱۰۴۰ھ حدود) کے دوران اپنے وطن بدخشاں اور ماوراء النہر کی سیر کے لیے گئے تھے (زبدۃ المقامات ۳۷۳)

خواجہ صدیق کو فارسی نظم ونثر دونوں پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ نقش بندی سلسلہ کے ہم عصر تذکرہ نویسوں نے ان کا فارسی کلام نقل کر کے تبصرہ بھی کیا ہے۔ انہیں فنِ شعر سے مکمل آشنائی تھی اور شعر خوب کہتے تھے (زبدۃ المقامات ۳۷۲۔ ۳۷۳) اور بنیادی طور پر وہ ایک مثنوی گو شاعر تھے (ہمانجا ۳۷۳) ان کے اشعار دلفریب، طینِ عشق اور مایۂ محبت سے لبریز تھے۔ ان کی غزلیں دل خراش اور گلوگیر ہوتی ہیں۔ (حضرت القدس ۲/ ۳۲۷)

حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت اختیار کرنے کے بعد شعر و شاعری سے رغبت کم ہو گئی اور زیادہ وقت روحانی اشغال میں صرف کرنے لگے حتی کہ آپ کے حکم پر شاعری ترک کر دی (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ۱/ ۱۷۶، طبقاتِ شاہ جہانی ۳۰)

مولانا ہدایت دکن کے علاوہ اکبر آباد (آگرہ) میں بھی مقیم رہے۔ (ہمانجا ۱/ ۱۹۹)

مولانا ہدایت نے شوال ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱ء کو انتقال کیا اور جوارِ مزار حضرت خواجہ باقی باللہ (دہلی) میں دفن کیے گئے (حضرات القدس ۲/ ۳۳۴) لیکن کمال اسماعیل سنبھلی نے سال وفات ۱۰۵۱ھ تحریر کیا ہے (اسراریہ ۱۴۵) جو صاحبِ حضرات القدس کی عصری شہادت کے مقابلہ میں کم اہمیت رکھتا ہے۔

مولانا ہدایت نے دو فرزند خواجہ عطاء اللہ اور خواجہ محمد فاروق یادگار چھوڑے (اسراریہ ۱۴۵، ۱۶۷) یہ دونوں صاحبزادے ادیب اور شاعر تھے اور خواجہ خُرد بن خواجہ باقی باللہ سے اصلاحِ سخن لیتے تھے (ہمانجا) خواجہ محمد فاروق منصب دار اور عظیم فارسی شاعر تھے بقول علامی افضل خان پورے ہندوستان میں فہم وفراست اور مرتبۂ شاعری میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا (طبقاتِ شاہ جہانی ۶۱)

مولانا ہدایت کی حسبِ ذیل تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ شعری سرمایہ

مولانا ہدایت کا کوئی دیوان مرتب صورت میں تاحال دریافت نہیں ہوا صوفیہ کے تذکروں میں جتنے اشعار نقل ہوئے ہیں وہ سب کے سب فارسی ہیں۔ (زبدۃ المقامات ۷۲۔ ۷۳، حضرات القدس ۲/ ۳۲۹۔ ۳۳۰، طبقاتِ شاہ جہانی ۳۰) انہوں نے مثنوی مولانا روم کے وزن اور طرز میں حکایت شیشہ گر ماچین نظم کی اور نظامی کی خسرو وشیرین کے وزن پر ایک مثنوی بھی یادگار چھوڑی ہے۔ (بعض اقتباسات مشمولہ زبدۃ المقامات ۷۳، حضرات القدس ۲/ ۳۳۰، تاریخ افغانستان ص ۳۲۰)

۲۔ مبداء ومعاد

مولانا ہدایت نے اپنے مرشد مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی بیاضِ خاصہ میں سے آپ کے معارف کو کتابی صورت میں ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء کو جمع کر کے مبداء ومعاد نام رکھا کتاب کے خاتمہ میں مرتب نے اپنے پورا نام مع مذکورہ تاریخ درج کیا ہے۔ اور ترتیب کی تاریخ کے لیے ایک فارسی قطعہ بھی دیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا ہدایت نے فصیح وبلیغ فارسی میں ایک ابتدائیہ بھی لکھا ہے جس سے ان کی انشاء پردازی کے فن میں مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

رسالہ مبداء ومعاد کا فاری متن مولانا نور احمد امرتسری نے تحقیق وتعلیق اور اعراب کے ساتھ مرتب کر کے مطبع مجددی امرتسر سے ۱۳۳۰ھ کو شائع کیا تھا۔

۳۔ مکتوبات

خواجہ محمد ہاشم کشمی کے پاس مولانا ہدایت کے مکتوبات بھی تھے انہوں نے ان کا ایک عریضہ بنام خواجہ

محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی نقل کیا ہے (زبدۃ المقامات ۷۴۔۳۷۵)

حضرت مجدد الف ثانی کے تقریباً پندرہ مکاتیبِ مولانا ہدایت کے نام ہیں (مکتوبات امام ربانی بامدادِ اشاریہ) ان مکتوبات سے مولانا ہدایت کی عرفانی سرگرمیوں ان کے مختلف اسفار اور خانِ خانان سے وابستگی کی معلومات بھی ملتی ہیں۔

ماخذ

۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوباتِ امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، چاپ عکسی استنبول، ۱۹۷۷ء

۲۔ باقی باللہ، محمد، خواجہ: کلیاتِ باقی باللہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی وبرہان احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۶۷ء

۳۔ رُشدی، محمد اسماعیل: حیاتِ باقیہ مع ملفوظات مرتبہ محمد رحیم بخش دہلوی، دہلی، ۱۳۳۲ھ

۴۔ بدخشی، محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۵۔ بدخشی، مرزاسنگ محمد: تاریخ بدخشاں مرتبہ منوچہر ستودہ، تہران، ۱۲۶۷ش

۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس جلد ۲ مرتبہ محبوب الٰہی، لاہور، ۱۹۷۱ء و اُردو ترجمہ از غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۷۔ حبیبی، عبدالحی: تاریخ افغانستان در عصر گورگانی ہند، کابل، ۱۳۲۰ش

۸۔ سراج احمد خان: مکتوباتِ امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت، کراچی، ۱۹۷۷ء

۹۔ عبدالباقی نہاوندی: مآثر رحیمی مرتبہ محمد ہدایت حسین، کلکتہ، ۱۹۳۱ء

۱۰۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، جلد ۵، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵ء

۱۱۔ کشمیری، محمد صادق ہمدانی: طبقاتِ شاہ جہانی (طبقۂ عاشرہ) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۱۹۹۰ء

۱۲۔ کمال محمد سنبھلی: اسراریہ، خطی نسخہ، مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۱۳۔ محمد نادر خان: راہنما قطغن وبدخشاں مرتبہ منوچہر ستودہ، تہران، ۱۳۶۷ش

۱۳/ مارچ ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامہ شبہ قارہ، تہران)

حضرت شیخ آدم بنوڑی نقش بندی

حضرت شیخ آدم بنوڑی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے معروف ترین خلیفہ، متعدد دینی و عرفانی کتب کے مولف، طریقہ احسنیہ کے موسس اور لاکھوں طالبوں کے شیخ طریقت تھے۔

شیخ آدم بنوڑی حُسینی سادات میں سے تھے امام موسیٰ کاظم تک اپنا شجرہ نسب یُوں تحریر کیا ہے:

احقر الفقر بندہ آلِ محمدی آدم بن سیّد اسماعیل بن بہوا (بضم الباء الموحدہ و اختلاس الہاء و معہا و فتح الواؤ الف بعدہا۔ حاشیہ بدخشی بر خلاصۃ المعارف، برگ اول) بن حاجی یوسف بن یعقوب بن حسین بن دولت بن اقبیل بن سعدی بن قلندر کہ از فرزندانِ شیخ المشائخ سیّد محمد العلویست و او از اولادِ سیّد علی بن سیّد اسماعیل صاحبِ الاخبار است و او (ابن) سیّد ابراہیم کہ برادرِ خرد امام علی رضاست و ایشاں ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (آدم بنوری: خلاصۃ المعارف خطی برگ اول و نکات الاسرار، خطی، برگ ۲)

شیخ آدم کے اجداد کا تعلق علاقہ رَوَہ (از ہرات تا حسن ابدال) سے تھا (حضرات القدس ۲/ ۳۸۴) لیکن شیخ آدم مضافاتِ سرہند کے ایک قصبہ بنوڑ آئے اور وہیں مقیم ہو گئے، ان کے والد سیّد اسماعیل اکبر آباد (آگرہ) میں رہتے تھے (نتائج الحرمین ۵۳ الف، ۱۴۱، الف)

حضرت شیخ آدم بنوڑی نے ابتداء میں بحیثیت خوش نویس ملازمت کی (ایضاً ۱۷۹) جلد ہی ملازمت ترک کر کے راہ فقر اختیار کر لی، سب سے پہلے سلسلۂ شطاریہ کے شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری (ت ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) سے نسبت حاصل کی، پھر پیر بہلای کی روح سے جو ساڈھورہ میں مدفون اور سلسلہ سہروردیہ کے شیخ تھے فیض پایا، اسی طرح طریقہ نقشبندیہ میں قیام ملتان کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حاجی خضر افغان بہلول پوری سے استفادہ کیا انہی کے کہنے پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے (نتائج الحرمین ۱۱۹ب)، طریقہ قادریہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ شیخ محمد طاہر

لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) سے خوب استفادۂ باطنی کیا (خلاصۃ المعارف ۲/ ۲۵۹، نتائج الحرمین ۱۱۹ ب، ۱۸۵الف)

شیخ آدم بنوڑی کو دو ۲ مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی اول ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۴ء (خلاصۃ المعارف ۱/ ۲ الف) دوسری مرتبہ شاہ جہان بادشاہِ ہندوستان نے جب آپ کے مریدین کی کثیر تعداد سے خوفزدہ ہو کر انہیں حج پر جانے کا حکم دیا تو آپ ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱ء کو پاپیادہ ہی روانہ ہو گئے ۹ ذی الحج کو عرفات پہنچے، رجب میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ۳ شوال بروز جمعہ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء کو مدینہ طیبہ میں وصال ہو گیا، وہیں جنت البقیع میں روضہ حضرت عثمانؓ کے جوار میں دفن کیے گئے (نتائج الحرمین ۲۱۶ب تا ۲۱۸) جہاں شیخ آدم کا مزار اب تک مرجع خلائق ہے۔

شیخ آدم بنوڑی کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹوں میں شیخ غلام محمد (ف ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء)، سیّد محمد اولیاء (۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۰ء)، شیخ محمد عیسیٰ اور شیخ محمد محسن نے مشائخ کی حیثیت سے مدتوں عرفانی خدمات انجام دیں (نتائج ۴۵۔۴۸ب)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے شیخ آدم بنوڑی کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی شیخ آدم نے خود بیان فرمایا تھا کہ مجھ سے "دو صد ہزار طالب متوسل ہوئے (نتائج ۳۳ب ح) نیز روایت ہے کہ چار لاکھ طالب ان سے فیض یاب ہوئے تھے اور اس روایت کے بعد بھی آپ پندرہ سال حیات رہ کر مصروفِ ارشاد رہے (ایضاً نیز حضرات القدس ۲/ ۳۸۴) شیخ آدم کے خلیفہ و سوانح نویس شیخ محمد امین بدخشی (رک باں) نے شیخ آدم بنوڑی کے خلفاء کی ایک طویل فہرست دی ہے اور ان میں سے بعض کے مفصل حالات بھی بیان کیے ہیں (نتائج الحرمین ۴۹ الف تا ۱۱۵ب ح)

شیخ کی اولاد اور خلفاء کا سلسلہ اب تک پاکستان، ہندوستان اور عربستان میں جاری ہے، شیخ آدم بنوڑی کئی اہم کتابوں کے موکف تھے جن میں سے صرف حسب ذیل کتب کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ نظم النکات

یہ دراصل ایک عرفانی مثنوی ہے، عالم رویا میں موئلف کو حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ نے بطور "تربیت تلقینی" تعلیم دی جسے موئلف نے افادۂ عام غرض سے نظم کر دیا۔ (نکات الاسرار ۱۸۵)

جسے شیخ نے اپنی تالیف خلاصۃ المعارف میں من وعن نقل کر دیا ہے (۲/ ۱۹۲ب تا ۱۹۵)

خلاصۃ المعارف ۱۰۳۷ھ میں مکمل ہوئی اس لیے یہ رسالہ اس سے پہلے کی تالیف ہے، نیز اس رسالے کا متن شیخ نے نکات الاسرار میں بھی محفوظ کر دیا ہے (۱۸۶۔۱۹۱)

۲۔ خلاصۃ المعارف

تصوفِ اسلامی کا بہترین خلاصہ اور موئلف کے اپنے مشاہدات پر مشتمل یہ ایسی عرفانی کتاب ہے کہ عالم اسلام میں عرصہ تک مروج رہی، اسکے بہت سے نسخے دنیا کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، اس کا آغاز موئلف نے عزمِ سفر حج کے دوران ۱۰۳۵ھ میں کیا اور ۱۰۳۷ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا، یہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

(رک فہرست مشترک پاکستان ۳/ ۱۴۳۵۔۱۴۳۶)

۳۔ نکات الاسرار

موئلف نے برای حصول حقیقت "بعضی مسائل اجمالیہ عقائد اسلامیہ متفق علیہ برفع خدشات متفرقات مختلفہ خلافیہ واختلافیہ فقہاءِ کرام وعرفاعظام بہ تحقیق حقیق متحقق باشد (نکات الاسرار برگ ۳) یہ کتاب مرتب کی۔

شیخ نے اپنے آخری سفر حج ۱۰۵۱ھ، ۱۰۵۳ھ کے دوران اسے مکمل کیا (نکات ۲۶۸)

اس کے پاکستان میں موجود مختلف خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے فہرست مشترک ۳/ ۲۰۷۸)

۴۔ تفسیر سورہ فاتحہ مرتبہ محمد امین بدخشی، شامل جلد اول نتائج الحرمین، خطی نسخہ مخزونہ دانش کدۂ اسلامیہ، پشاور نمبر ۹۹۰ب

۵۔ مکتوبات جامع محمد امین بدخشی، مشمولہ نتائج الحرمین جلد اول

۶۔ درودِ الہامیہ

شرح الصلوۃ الملہمۃ کے نام سے عبد الاحد بن بایزید نے اس کی شرح لکھی، یہ صلوٰۃ ملہمہ نقش بندی سلسلے کے معروف شیخ حضرت یحیٰ اٹکی جو سلسلہ آدمیہ احسنیہ کے اہم فرد تھے سے سن کر شیخ محمد عمر چمکنی پشاوری نے قلم بند کی اور شارح مولانا عبد الاحد بن بایزید کے پیشِ نظر یہی نسخہ بخطِ شیخ چمکنی تھا (شرح صلوٰۃ ملہمہ، خطی، خاتمہ برگ ۳۰ الف)

درودِ الہامیہ کا متن لاہور سے پیر عبد الغفار نے شائع کیا تھا۔

۷۔ وضوح المذاہب

شیخ آدم بنوری کے سوانح نگاروں خصوصاً شیخ محمد امین بدخشی نے اس کا ذکر نہیں کیا اب تک اس کے صرف دو خطی نسخے ہماری نظر سے گذرے ہیں اول کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب لاہور نمبر ۵۷۵۷' دوسرا نسخہ کتابخانہ سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، سندھ میں دونوں کے پہلے زائد اوراق پر کاتب یا کسی قاری نے اسے شیخ آدم سے منسوب کر دیا ہے لیکن متن کے ابتدائی حصے میں حسب روایتِ تالیف مؤلف نے اپنا نام نہیں لکھا۔

مآخذ

۱۔ آدم بنوری، شیخ: خلاصۃ المعارف، خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، مخزونہ کتابخانہ مرکزی دانش گاہِ پنجاب، لاہور، نمبر ۶۹۷۶،

۲۔ ایضاً: نکات الاسرار، خطی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، نمبر ۸۸۱۳

۳۔ عبد الاحد بن بایزید: شرح الصلوٰۃ الملہمہ، خطی مخزونہ دانش کدۂ اسلامیہ پشاور، نمبر ۱۰۳۸

۴۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس، جلد دوم، لاہور، ۱۹۷۱ء

۵۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال و آثار و مقامات شیخ آدم بنوڑی) خطی نسخہ جلد اول کتابخانہ دانش کدۂ اسلامیہ، پشاور، نمبر ۹۹۰ ب جلد سوم کتابخانہ دیوانِ ہند، لندن، نمبر ۶۵۲ Ethe

ذخیرہ شیرانی نسخہ ناقص الطرفین

۶۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد

مراجع دیگر:

۱۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، طبع نولکشور، ۱۳۰۰ھ

۲۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اُردو ترجمہ، لاہور، ۱۳۵۵ھ

۳۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: حسنات الحرمین طبع محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۱ء

۴۔ محمد عمر چمکنی پشاوری: ظواہر، خطی نسخہ ذخیرۂ شیرانی، کتابخانہ دانش گاہِ پنجاب، لاہور، نمبر ۳۸۸

۵۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، طبع ثمر ہند، لکھنو، ۱۸۷۳ء

۶۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر جلد ۶ حیدر آباد، دکن۔

۷۔ عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی موزہ ملی کراچی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۱۹۸۹ء

دانشنامۂ جہان اسلام، تہران

دانشنامۂ شبہ قارہ، تہران

حضرت حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹی

حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹی (ف ۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۹ء) نقش بندی مجددی سلسلہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ موصوف شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ء / ۱۶۲۴ء) کے نامور خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) سے وابستہ تھے کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے، برِ صغیر پاکستان وہند اور عرب میں ان کے متعدد خلفاو دعوت وارشاد میں مصروف رہتے تھے، اُن کی روحانی استعداد کی وجہ سے انہیں اپنے شیخ اور عالمِ کشف میں حضرت نبی کریم ﷺ سے "بہادر" کا لقب ملا تھا (محمد درویش لاہوری: تحفۃ السالکین، خطی ۱۵۵۔ الف)

حاجی بہادر حسینی سیّد تھے۔ ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء کو پہلی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر دوسری مرتبہ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء کو حرمین الشریفین میں حاضری ہوئی اس موقع پر بہت سے حجاج نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر روحانی ترقی کی مکہ مکرمہ میں علماء کے آپ کے ساتھ مناظرے ہوئے، آپ کا روحانی کشف تھا کہ حقیقتِ محمدی کعبہ سے افضل ہے، اسی قسم کی رائے آپ کے شیخ آدم بنوڑی کی بھی تھی جس پر اس وقت حرمین الشریفین میں علماء اور نقش بندی مشائخ کے مابین خوب بحثیں رہیں۔ شیخ محمد امین بذخشی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "المفاضلہ بین الانسان والکعبہ" کے نام سے تالیف کیا۔ (نتائج الحرمین، خطی، برگ ۶۲ الف، ب)

حاجی بہادر کے بے شمار مریدین تھے، جن میں سے بہت سے اصحاب مرتبہ تکمیل کو پہنچ کر مختلف علاقوں میں رشد وہدایت میں مصروف رہے، حاجی دنیا میں ظاہری آنکھوں سے رویتِ خداوندی کے قائل تھے، حسن ابدال جاتے ہوئے جب اورنگزیب عالمگیر (حکو ۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) کو موصوف کے اس دعویٰ کا علم ہوا تو اس نے آپ کو طلب کیا جس پر دربار سے وابستہ علماء کا حاجی بہادر سے اس مسئلہ پر سخت مناظرہ ہوا، ان علماء میں مولانا نور محمد مدقق لاہوری بھی شامل تھے، علماء نے ان کی روحانی قوت اور استدلال سے متاثر ہو کر شکست تسلیم

کرلی۔ مولانا مدقق نے آپ کے مکاشفات کے اثبات میں ایک کتاب کشف الاسرار تالیف کی (تحفۃ السالکین برگ ۱۶۶۔الف۔ ۱۶۸۔الف) اس کے علاوہ بھی آپ کے معتقدین نے آپ کے احوال پر فارسی نثر میں کتابیں لکھی تھیں جو اب نہیں ملتیں صرف ایک کتاب تحفۃ السالکین آپ کے مرید خاص محمد درویش لاہوری نے لکھی تھی جو لاہور اور کوہاٹ سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء کو تالیف ہوئی۔

حاجی بہادر کی کئی تالیفات ہیں جن میں سے صرف مندرجہ ذیل کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ مفتاح الدقائق

اصل کتاب بزبانِ افغانی (پشتو) اخوند کریم داد (ف ۱۰۷۲ھ /۱۶۶۱ء) بن اخوند درویزہ (۱۰۴۸ھ /۱۶۳۸ء) نے مسائلِ عرفانی و عقائدِ اسلامی کے موضوع پر تالیف کی تھی حاجی بہادر نے اس کی شرح مع متن فارسی نثر میں عوام کے فائدہ کے لیے مفتاح الدقائق کے نام سے لکھی جس کے دو خطی نسخے آقای خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم لاہور کے پاس دیکھے تھے۔ ایک نسخہ چورہ شریف کی خانقاہِ نقشبندیہ کے کتب خانے میں ہے (فہرست مشترک ۳/ ۱۹۶۲)

۲۔ تبیان الحقائق

یہ اخوند درویزہ اور اخوند کریمداد کی پشتو تصنیف مخزن الاسلام کی شرح ہے، جسے ولی اللہ بن محمد گل از نبائرِ حاجی بہادر نے عام فہم طریقہ سے عربی زبان میں منتقل کیا، یہ شرح مخزن ہنوز شائع نہیں ہوئی اس کا ایک خطی نسخہ قاری احسان اللہ صاحب کے پاس کوئٹہ میں ہے۔

حاجی بہادر کے اخلاف بھی کئی کتابوں کے مولف تھے ان میں سے محمد گل بن محمد نور بن محمد قاسم بن حاجی بہادر نے یوسف زلیخا جامی کی فارسی میں شرح لکھی تھی جس کے پاکستان میں متعدد خطی نسخے پائے جاتے ہیں (فہرست مشترک ۷/ ۵۸۱۔ ۵۸۲)

محمد نور بن محمد قاسم بن حاجی بہادر نے تحقیق الحقائق کے نام سے تصوف کی ایک کتاب تالیف کی تھی۔ (فہرستِ مشترک ۱۰/ ۳۰۲)

خواجہ غلام علی شاہ از اولاد حاجی بہادر نے فارسی زبان اور اس کے قواعد پر ایک کتاب تعلیم نامہ کے نام سے تالیف کی تھی جس کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں محفوظ ہے (ایضاً ۱۳/ ۲۔۲۵)

حاجی بہادر کوہاٹی اور ان کے خلفاء و اخلاف نے پاکستان کے سرحدی علاقوں کے افغانوں کو اسلامی شریعت کی صحیح روح سے روشناس کروانے کے لیے تبلیغ کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی کام لیا جس کے باعث آج ان مقامات پر اسلام کی تعلیمات کے گہرے اثرات موجود ہیں۔

مآخذ

۱۔ اثر، عبدالحلیم افغانی: روحانی تڑون اور روحانی رابطہ (پشتو)، پشاور

۲۔ احمد منزوی: فہرستِ مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد

۳۔ قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیای سرحد، لاہور، ۱۹۶۶ء

۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی کتابخانۂ انڈیا آفس، لندن، شمارہ ۶۵۲ Ethe و اُردو ترجمہ بنام مناقب الحضرات از معین نظامی، آزاد کشمیر، ۲۰۰۲ء

۵۔ محمد امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، پشاور، ۱۹۶۴ء، ۱۹۷۲ء

۶۔ محمد درویش لاہوری: تحفۃ السالکین، کوہاٹ ۱۳۳۲ھ

۲۲ مارچ، ۲۰۱۱ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران

حضرت سیّد علم اللہ حسنی رائے بریلوی

سیّد شاہ علم اللہ حسنی حسینی قطبی بن سیّد محمد فضیل کا نسب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے[۱]۔ یہ ایک بلند پایہ صوفی، نہایت درجہ پابندِ شرع اور شیخ آدم بنوری کے نامور خلیفہ تھے۔

سیّد شاہ علم اللہ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) کو ہوئی[۲]۔ خانوادے کے تمام اصحاب صاحبِ علم تھے اس لیے ان کی تعلیم و تربیت یتیمی کے باوجود بطریقِ احسن ہوئی[۳]۔ کچھ عرصہ لشکرِ شاہی میں ملازمت کی۔ لیکن جلد ہی اسے چھوڑ کر ترک و تجرید کی زندگی اختیار کرلی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۲۳ء) کے ساتھ آغازِ شباب سے ہی غائبانہ طور پر عقیدت تھی۔ آخر حدود ۱۰۴۹ھ / ۱۶۴۰ء کو شیخ آدم بنوری دہلی تشریف لائے اس وقت شاہ علم اللہ کی عمر ۱۶ سال کی تھی حاضرِ خدمت ہو کر کسبِ سلوک کے لیے استدعا کی۔ جو قبول ہوئی اور بہت جلد مراتبِ سلوک طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچے[۴]۔ حضرت شیخ آدم بنوڑی کے گوالیار کے قیام کے دوران بھی شاہ علم اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے تھے[۵]۔ اور بہت جلد مراتب سلوک طے کیے، حضرت شیخ آدم بنوری سے خلافت یاب ہو کر نصیر آباد کے مقام پر

---

۱ محمد حسنی: تذکرہ حضرت سیّد شاہ علم اللہ ۲۲

۲ ایضاً ۴۶

۳ ایضاً

۴ ایضاً ۵۳

۵ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، برگ ۶۹۔ الف

دائرہ کی بنیاد رکھی اور طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۴ء کو حج کے لیے گئے[۱]۔ پھر دوسری مرتبہ حدود ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء میں فریضۂ حج ادا کیا[۲]۔

شاہ علم اللہ کا ۶۳ برس کی عمر میں ۹ ذی الحج ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء کو انتقال ہوا[۳]۔

شاہ علم اللہ رائے بریلوی کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ان کے ایک مریدِ مخلص شیخ عبدالحکیم نے حرمین الشریفین میں مرتب کیا تھا۔ شیخ آدم بنوری کے معروف سوانح نویس شیخ محمد امین بدخشی (رک بآن) کی استدعا پر یہ ملفوظات مرتب ہوئے تھے۔ جسے انہوں نے نتائج الحرمین میں من و عن نقل کر دیا ہے ملفوظات کا ایک خطی نسخہ اس وقت کتابخانۂ ندوۃ العلماء لکھنو میں محفوظ ہے۔

سیّد شاہ علم اللہ کے چار فرزند تھے شاہ آیت اللہ (ف ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء) شاہ محمد ہدیٰ، (ف ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء) سیّد ابو حنیفہ (ف ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) اور سیّد محمد جی مولف شرح کلماتِ نقشبندیہ[۴]۔

شاہ علم اللہ کے بہت سے خلفا تھے لیکن صرف مندرجہ ذیل اصحاب کے احوال و کمالات تذکروں میں ملتے ہیں، فتح محمد انبالوی، عبدالاحد نبیرۂ شیخ آدم بنوری، سیّد عبداللہ محدث اکبر آبادی، محمود رس تاب خورجوی، محمود ولی کاکوروی اور محمود خان افغان[۵]۔

---

۱ ایضاً
۲ تذکرہ شاہ علم اللہ ۶۷
۳ ایضاً ۱۰۷-۱۰۸
۴ تذکرہ شاہ علم اللہ ۱۴۰-۱۸۴
۵ ایضاً ۱۳۱-۱۳۹

مآخذ

۱۔ عبدالحکیم: ملفوظاتِ شاہ علم[1] اللہ رائے بریلوی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلما، لکھنو

۲۔ محمد امین چشتی: نتائج الحرمین، خطی نسخہ دیوانِ ہند، لندن

۳۔ وجیہ الدین اشرف: بحر زخار، خطی نسخہ کتابخانہ موزۂ بریطانیہ، لندن نمبر ۱۸۹۴

۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد، دکن

۵۔ ابوالحسن علی ندوی: سیرت سیّد احمد شہید، لاہور (س ن)

۶۔ محمد حسنی: تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی، لکھنو ۱۹۷۰ء

۲۵ جون ۱۹۹۲ء

• برائے دانشنامہ جہان اسلام، تہران

---

[1] شاہ علم اللہ کے خانوادے کے ایک فرد سیّد احمد بریلوی نے ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے خلاف زبردست جہاد کیا اور اس میں شہید ہوئے تھے۔ (ابوالحسن علی ندوی: سیرت سیّد احمد شہید)

شیخ محمد امین بدخشی

شیخ محمد امین بدخشی ثم مکی خواجہ محمد معصوم سرہندی (ت ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹ء) اور شیخ آدم بنوری (ت ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء) کے خلیفہ، متعدد دینی وعرفانی کتابوں کے مولف اور شیخ آدم بنوری کے سوانح نویس تھے۔

شیخ محمد امین بدخشی بن شیخ علی الدین جہانگیر کی ولادت ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء میں ہوئی، انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہما کے تقریباً چالیس خلفاء کی صحبت میسر آئی (نتائج الحرمین، خطی ورق ۱۰۹ الف) ابتداء میں اپنے والد کے کہنے پر شیخ سلطان محمد فرخاری سے بیعت ہوئے، والدین کی وفات اور شاہانِ ہند واز بکوں کے ہاتھوں ان کے آبائی مسکن بلخ وبدخشاں کی خرابی کے بعد وطن سے بہ نیتِ حج نکلے، لاہور میں ایک ماہ کے قیام کے دوران حضرات خانوادۂ مجددیہ سرہند اور شیخ آدم بنوری کی بزرگی کا شہرہ سن کر ان حضرات سے منسلک ہوگئے۔ (ایضاً ۱۰۹ الف)۔

شیخ بدخشی ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۲ء کے اواخر میں شیخ آدم بنوری کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور شیخ کے وصال ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء کے بعد حرمین الشریفین میں ہی مقیم ہوگئے (ایضاً ۱۱۵ الف) شیخ بدخشی نے حصولِ علم اور تکمیلِ سلوک کے لیے بہت طویل سفر کیے، انہوں نے اپنے مندرجہ ذیل اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے:

ملا عیسیٰ، ملا یوسف پشاوری، ملا مختار، ملا چالاک پشاوری، ملا عبد الحکیم، ملا عبد السلام، ملا سعید خان، ملا سعد اللہ خان لاہوری، شیخ محمد بابلی، ملا محمد مصری، شیخ عیسیٰ مغربی، امام علی، امام زین العابدین طبری، شیخ تاج الدین مالکی، شیخ الاسلام محمد مکی، شیخ عبد الرحمن خیاری اور ملا نافع مدنی وغیرہ۔ (ایضاً ۱۱۵ ب)

انہوں نے خود وضاحت کی ہے کہ وہ پچاس سال سے حرمین الشریفین میں مقیم ہیں (ایضاً ۱۱۵ الف)

مولانا بدخشی شیخ آدم بنوری کے ہمراہ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۳ء کے اواخر میں حرمین پہنچے اور حرمین میں بیس ماہ ایک روز صحبت رہی اور اس سے قبل تین سال تک سفر و حضر میں ہمراہ رہے (ایضاً ۴۹ ب)، اس طرح

۱۱۰۲/۱۶۹۰ء (۱۰۵۲+۵۰= ۱۱۰۲ھ) تک ان کا قیام وہاں رہا۔ مکہ مکرمہ میں مولانا بدخشی اور ان کی اولاد کا مسکن ”شبیکہ فی حوش امام طبری“ میں تھا (خلاصۃ المعارف، خطی برگ اولین)۔

مولانا بدخشی کا سالِ وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ اس قدر واضح ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے مصر گئے اور وہیں انتقال ہو گیا دفن بھی مصر میں ہی ہیں (ظواہر، خطی برگ ۱۰۳الف)

مولانا بدخشی کثیر التصانیف عالم تھے، اب تک ان کی حسبِ ذیل کتابوں کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (فارسی منثور) روداد مباحثہ مابین شیخ احمد قشاشی و شیخ آدم بنوری در افضلیتِ حقیقتِ کعبہ۔ خطی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور نمبر ۹۹۰ب انہوں نے نتائج الحرمین میں اس کے بکثرت اقتباسات دیئے ہیں برگ ۸۰ب، ۸۱ب، ۱۱۰ب ۱۱۲، ۱۸۲ب، ۲۱۷

۲۔ رسالہ در مسائل جمعہ و چہار گانہ احتیاطی

اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔ نتائج الحرمین میں لکھا ہے کہ اس رسالے کے ۲۳ورق ہیں (۱۵۲ب)

۳۔ رسالہ در اثباتِ ذکر (نتائج الحرمین برگ ۲۵۵۔۲۵۷ ملخص متن)

۴۔ رسالہ فقہ ضروریہ در مذاہب اربعہ (ایضاً ۱۱۶الف)

۵۔ مناسک الحج والعمرہ ورد الحاسیہ وجواب الکشائیہ (ایضاً)

۶۔ فضایلہا (آداب الزیارات) ایضاً ۱۱۶۔۱

۷۔ منتخب احادیث الجوامع والمسانید حضرات (ایضاً)

۸۔ رسائل امینیہ۔ مولف نے اپنے رسائل غالباً در موضوع کلامیہ کو ایک مجموعے کی شکل دی (ایضاً ۱۵۸)

۹۔ مقامات احمدیہ و مناقب حضرات المعصومیہ (فارسی نثر)

یہ کتاب مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال و مقامات پر مشتمل ہے، اس کا اُردو ترجمہ لاہور سے طبع ہوا تھا۔ نیز رک بہ نتائج الحرمین ۱۶، ۶۹ب، ۱۱۲، ۱۸۵

۱۰۔ رسالہ فی احوالِ شیخ محمد جمال پشاوری (ت ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) (بحوالہ نتائج الحرمین ۹۸ب)

۱۱۔ رسالہ عرفانیہ (نتائج الحرمین ۲۵۷ب)

۱۲۔ رسالہ شجرہ و دوائر طریقہ (ایضاً)

۱۳۔ اختصار التاریخ فی فضائل الحرمین الشریفین (نتائج ۱۶الف)

۱۴۔ مکتوباتِ بدخشی در موعظت و نصیحت و فضائلِ طریقت (ایضاً)

۱۵۔ رسالہ کراماتِ آدمیہ (خوارق شیخ آدم بنوری) (نتائج ۱۵۲۔۱۵۳ب)

۱۶۔ رسالہ بری و بحری (در بشارات) (ایضاً ۴۲ب)

۱۷۔ رسالہ فی الترجمۃ الشیخ آدم بنوری (عربی نثر) خطی نسخہ مخزونہ دانش کدۂ اسلامیہ پشاور نمبر ۹۹۰ب

۱۸۔ رسالہ واقعاتِ وفاتِ شیخ آدم بنوری (نتائج ۲۵۹۔الف)

۱۹۔ اقوال شیخ آدم بنوری۔ خطی نسخہ مخزونہ دانش کدۂ اسلامیہ، پشاور نمبر ۹۹۰ب

۲۰۔ نتائج الحرمین (احوال، افکار و مناقب شیخ آدم بنوری و خلفاو معاصرین)

مشتمل بر سہ جلدیں اول در تفسیر سورۂ فاتحہ از شیخ آدم بنوری و مکتوباتِ بنوری جلد دوم در وقائع وصالِ شیخ آدم بنوری۔ جلد سوم شامل احوال و مناقب شیخ آدم بنوری و خلفاؤ مریدین

نسخ خطی ایں کتاب در دانش کدۂ اسلامیہ پشاور نمبر ۹۹۰ب دیوان ہند لندن نمبر ۶۵۲ I.O.Ethe اس کا اُردو ترجمہ از معین نظامی، مناقب الحضرات کے نام سے آزاد کشمیر پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۱۔ رسالہ وحدت الوجود (نتائج ۱۰۶ب)

۲۲۔ عربی ترجمہ رسائل شیخ آدم بنوری (بحوالہ الفاضلہ بین الانسان والکعبہ خطی نسخہ دانش کدۂ اسلامیہ، پشاور)

۲۳۔ ترتیب خلاصۃ المعارف تالیف شیخ آدم بنوری۔ خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد نمبر ۶۹۷۶

۲۴۔ ترتیب نکات الاسرار تالیف شیخ آدم بنوری، خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد نمبر ۸۸۱۳

مآخذ

۱۔ آدم بنوری شیخ: خلاصۃ المعارف، خطی مخزونہ کتابخانۂ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد نمبر ۶۹۷۶

۲۔ ایضاً: نکات الاسرار مرتبہ محمد امین بدخشی، خطی نسخہ، کتابخانۂ گنج بخش اسلام آباد، نمبر ۸۸۱۳

۳۔ بدخشی، محمد امین: نتائج الحرمین، خطی نسخہ دیوان ہند، لندن نمبر ۶۵۲ I.O.Ethe

۴۔ ایضاً: المفاضلہ بین الانسان والکعبہ، خطی، مخزونہ کتابخانہ دانش کدۂ اسلامیہ، پشاور نمبر ۹۹۰ ب

۵۔ ایضاً: مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ معصومیہ، اُردو ترجمہ مطبوعہ لاہور (س ن)

۶۔ محمد عمر چمکنی پشاوری: ظواہر، خطی نسخہ ذخیرۂ شیرانی، دانش گاہِ پنجاب، لاہور۔ نمبر ۳۸۸

۷۔ محمد حسنی: تذکرۂ سیّد شاہ علم اللہ (خلیفہ شیخ آدم بنوری) مطبوعہ لکھنو ۱۹۷۰ء

۸۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اور ترجمہ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۷ھ

برائے دانشنامہ جہاں اسلام، تہران

وبرائے دانشامہ شبہ قارہ

شیخ باقر بن شرف الدین عباسی لاہوری

شیخ محمد باقر لاہوری بارہویں صدی ہجری کے معروف عالم، صوفی اور مولف تھے۔

مفتی محمد باقر لاہوری عباسی حسینی سادات میں سے تھے (کنزالہدایات ص ۲، تحفۃ الفقراء ۷۳) ان کا خاندان کہاں سے وارد ہندوستان ہوا اور پھر اس خانوادے نے لاہور کی سکونت کب سے اختیار کی اس کا ہمیں علم نہیں ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی لاہور کے مفتی تھے (فرحۃ الناظرین ۲۰۵) اورنگزیب عالمگیر کی خواہش پر خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے جو بہت بڑے عالم تھے (مکتوبات سیفیہ ۱۴۲/۱۶۹، ۱۲۳/۱۵۲)

مفتی محمد باقر لاہوری کی تعلیم و تربیت ان کے والد گرامی کے علاوہ یقیناً اس عہد کے اکابر علماء کی نگرانی میں ہوئی ہوگی۔ ہمیں اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔

مفتی محمد باقر اپنے عہد کے مشہور نقش بندی شیخِ طریقت خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے وابستہ ہو کر روحانی تربیت حاصل کرنے لگے حضرتِ خواجہ نے انہیں اپنے فرزند خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) کے سپرد کر دیا تھا۔ (تحفۃ لفقراء ۷۳) بہت جلد روحانی مراتب طے کرنے کے بعد خلافت یاب ہوئے، خواجہ محمد معصوم سرہندی نے انہیں اورنگ زیب عالمگیر کی باطنی تربیت کے لیے مقرر کیا اور مفتی محمد باقر اورنگ زیب کے دربار میں رہنے لگے۔ جہاں انہوں نے اسے ترویج شریعت کے لیے تجاویز بھی پیش کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ (مقاماتِ معصومی ۳/ ۵۲۴ و تعلیقاتِ مفصل ۴/ ۳۳۵-۳۴۹)

اورنگ زیب نے شیخ محمد باقر کو لاہور کا مفتی مقرر کیا (مقاماتِ معصومی ۳/ ۴۵۲، دامِ حق، برگ ۱-۲ فرحۃ الناظرین ۲۰۵) اورنگزیب نے شیخ محمد باقر کو یقیناً ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی کی بجائے یا ان کے

وصال کے بعد لاہور کا مفتی مقرر کیا ہوگا۔ اور شیخ محمد باقر لاہوری اپنے حدود وصال ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۴ء تک لاہور کے مفتی رہے۔ (مقاماتِ معصومی ۳/ ۴۵۴، تعلیقات ۴/ ۳۴۵)

مفتی محمد باقر کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ شیخ محمد مراد کشمیری نے حدودِ سنہ ہزار و یک صد و چند (تحفہ الفقر ا ۱۴۷)، اسماعیل پاشا بغدادی نے ۱۰۸۰ھ (ہدیۃ العارفین ۲/ ۲۹۲)، عمر رضا کحالہ نے ۱۰۷۹ھ (معجم المولفین ۹/ ۹۰)

میر صفر احمد رومی معصومی نے جو مفتی محمد باقر لاہوری سے کئی بار ملے بھی تھے سالِ وفات حدود ۱۱۰۹ھ درج کیا ہے (مقاماتِ معصومی ۳/ ۴۵۵) وصال کے بعد مفتی محمد باقر لاہور شہر میں اپنے دیوان خانہ میں دفن کیے گئے (ہمانجا ۳۰/ ۴۵۵)

مقامی روایت کے مطابق لاہور کے اندرون شہر میں چوہٹہ مفتی باقر کے نام سے جو محلہ ہے وہ انہی مفتی محمد باقر کا ہے۔ (تاریخ لاہور ۵۴۔۵۵)

مفتی محمد باقر لاہوری کی اولاد میں سے شیخ محمد قطبِ عالم اور شاعر تھے (گلزارِ اسرار الصوفیہ، خاتمہ)

مفتی محمد باقر لاہوری کے ایک بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی بھی ذی علم اور خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے (مقاماتِ معصومی ۴۹۰)

مفتی محمد باقر لاہوری کی اب تک حسبِ ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

۱۔ منتہی الایجاز لکشف الاعجاز

یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ کتاب کے نام سے اس کا سال تکمیل ۱۱۰۱ھ بر آمد ہوتا ہے۔ یہ تفسیر عربی نثر میں ہے۔ تفسیر کے دوران مولف نے اہم کتب تفسیر کے حوالے اور اقتباسات دیئے ہیں۔ طرزِ استدلال صوفیانہ ہے۔ مباحث کو زیادہ طول نہیں دیا۔ اس کتاب کا ایک قدیم خطی نسخہ ذخیرۂ مولانا غلام محی الدین قصوری مخزونہ مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں ہے۔ (نمبر ۴۱۲۳)

۲۔ حاشیۂ قرآنِ مجید

قرآن پاک کی مذکورہ تفسیر کی تالیف کے سلسلہ میں مفتی محمد باقر نے قرآن مجید کے اس نسخے پر حواشی

لکھے ہیں۔ ان حواشی کا آغاز ۱۰۷۸ھ کو ہوا اور اگلے سال یعنی ۱۰۷۹ھ میں مکمل کر لیا۔ حواشی میں زیادہ تر معروف کتب تفسیر مثلاً اعانۃ القاری علیٰ فہم کلام الباری مولفہ مولانا ابی القاسم، بیضاوی، زاہدی، حسینی، وجیز، معالم التنزیل، جامع البیان۔۔۔ سے نقل واقتباس کا کام لیا ہے۔

ان حواشی کا ایک خطی نسخہ بخطِ مفتی محمد باقر لاہوری، مکتبۂ خاور لاہور میں دیکھا جس پر شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۱۸۔۱۱۲۴ھ) کے کتب خانے کی مہر ثبت ہے۔

۳۔ دامِ حق

مفتی محمد باقر نے کتاب خلاصۂ کیدانی کو معروف درسی کتاب نامِ حق کی پیروی میں فارسی میں نظم کر ڈالا ہے۔ کتاب کے آغاز میں خود کو دارالسلطنت لاہور کا مفتی بتایا ہے۔ (دامِ حق۔ برگ ۲)

یہ پورا رسالہ فارسی نظم میں ہے۔ اسے ہم کوئی اعلیٰ درجے کی فارسی ادبیات کا نمونہ نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ طلبہ کی آسانی کے لیے عام فہم انداز وطرزِ نگارش میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کے کئی خطی نسخے ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ ایک نسخہ کتابخانۂ گنج بخش اسلام آباد (نمبر ۴۸۹۸) میں ہے۔

۴۔ کنزالہدایات

یہ کتاب فارسی نثر میں سلوک پر ہے۔ اس میں مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم سرہندی اور رسالۂ مبدأ و معاد کی عبارتوں کو بلا تفاوت وتصرف موضوعی ترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ کتاب کا پورا نام کنزالہدایات فی کشف الہدایات والنہایات ہے۔

اس کتاب کی ترتیب کا آغاز ۲۱ شوال ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء کو ہوا اور اسی سال ۹ ذی قعدہ کو مکمل ہو گئی (کنزالہدایات، ص ۳)

کنزالہدایات کا فارسی متن مولانا نور احمد امرتسری نے مرتب کیا اور امرتسر سے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔

اس کتاب کے عربی میں دو ترجمے ہوئے ایک کے مترجم شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی ہیں اس کا خطی نسخہ کتابخانۂ رباطِ مظہر، مدینہ منورہ میں ہے۔

دوسرا ترجمہ شیخ محمد حفظی آفندی نے حرزِ العنایات کے نام سے کیا جس کا متن ڈاکٹر امین اللہ وثیر کی تصحیح سے مجلہ جامعۂ اسلامیہ بہاول پور جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں طبع ہوا۔

۵۔ شمائل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کتاب کا ایک نسخہ مفتی محمد باقر نے معروف عالم اور نقش بندی صوفی شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۸-۱۷۱۷ء) کو دیا تھا (تحفۃ الفقراء ۷۳)

اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے۔

۶۔ مبداؐ ومعاد

برٹش لائبریری، لندن کے فہرست ساز Owens نے غلط فہمی کی بنا پر کنز الہدایات کے خطی نسخہ کو مبداؐ ومعاد کا نام دے دیا ہے۔ ہم نے یہ نسخہ خود دیکھا ہے اس کے ورق ۵۷ ب پر اس کا نام کنز الہدایات ہی درج ہے۔ البتہ اس کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ مبداؐ ومعاد کا ذکر دیکھ کر فہرست ساز یہ سمجھا کہ یہی کتاب کا نام ہو گا۔

مآخذ

۱۔ آغر خان، دیدۂ مغل: گلزارِ اسرار الصوفیہ، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانۂ انڈیا آفس، لندن

۲۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، بیروت (س ن)

۳۔ باقر لاہوری محمد: کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر ۱۳۳۵ھ

۴۔ ایضاً منتہی الایجاز لکشف الاعجاز۔ خطی نسخہ مخزونہ کتابخانۂ گنج بخش، اسلام آباد نمبر ۴۱۲۳

۵۔ حفظی، محمد آفندی: حرز العنایات۔ مرتبہ امین اللہ وثیر، مشمولہ مجلہ جامعۂ اسلامیہ بہاول پور، جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء

۶۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوباتِ سیفیہ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی۔ (س ن)

۷۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی (احوال و آثار خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، بیروت ۱۹۶۸ء

کنھیالال: تاریخ لاہور، لاہور ۱۸۸۴ء

محمد اسلم پسروری: فرحۃ الناظرین ترجمہ و تحشیہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۷۲ء

محمد مراد ٹنگ کشمیری، تحفۃ الفقرا، خطی نسخہ کتابخانہ قادیان، ربوہ

12- Owens, M: Hand List of Persian Manuscripts in the Britis Museum, London 1968

۶ مارچ ۱۹۹۷ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران

دانشنامہ جہان اسلام، تہران

شیخ محمد بیگ برہانپوری

شیخ محمد بیگ برہانپوری ایک ذی علمی مؤلف، فعال صوفی اور سلسلہ نقشبندیہ کے اہم افراد میں سے تھے۔

شیخ محمد بن یار محمد بن خواجہ محمد بن موھب البخاری الاوزبکی المکی البرہانپوری نقش بندی کی ولادت ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء کو ہوئی اور وفات حدود ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۸ء میں ہوئی (ہدیۃ العارفین ۲/۳۰۶) انہوں نے مشرق و مغرب میں کئی سفر کیے اور پھر واپس اپنے وطن برہان پور (از بلادِ دکن) آ گئے (ایضاً)

مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے ان کا لقب "نور الدین" لکھا ہے (الکلام المنجی ۱۰)

۱۰۹۳ھ سے ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۲۔۱۶۸۳ء میں موصوف حرمین الشریفین میں موجود اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ت ۱۰۳۴ء، ۱۶۲۴ء) پر بعض اعتراضات کے جواب دینے میں مصروف نظر آتے ہیں (عطیۃ الوہاب ۳)

شیخ محمد بیگ برہانپوری حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے علامہ محمد فرخ مجددی سرہندی (ت ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء) کے مخلصین میں سے تھے (مقاماتِ مظہری ۴۸۳) مزید تفصیل کے لیے فوائد الارتحال ونتائج السفر (جلد اوّل) ملاحظہ کریں۔ شیخ برہانپوری کی حسب ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

۱۔ ترغیب الحسنات وترھیب السیئات فی الحدیث (ہدیۃ العارفین ۲/۳۰۶، ایضاح المکنون ۱/۲۸۲)

۲۔ جامعۃ الدلائل شافعیۃ لمذہب الحنفیہ (ہدیۃ ۲/۳۰۶)

۳۔ خلاصۃ الرسائل فی فضائل مکہ (ایضاً و ایضاح ۱/۴۳۵)

۴۔ رسالہ فی الحج والعمرہ (ہدیہ ۲/۳۰۶)

۵۔ الرسالۃ لکاشفۃ لھیئۃ الارض والسموات بالاحادیث والآیات الواضحۃ (ایضاً)

۶۔ زبدۃ عقائد الاسلام فی شرح تہذیب المنطق والکلام (شرح القسمین الاخرین) (ایضاح ۱/۶۱۱)

۷۔ شرح الارشاد فی النحو (ہدیہ ۲/۳۰۶)

۸۔ عمدۃ الوصف فی الصلوۃ خلف المخالف (ایضاً)

۹۔ شرح اشکال التاسیس (ایضاً)

۱۰۔ فائض المنیبین فی السلوک والحقائق (ایضاً، ایضاح ۲/ ۱۵۴)

۱۱۔ الفوائد السنیۃ فی بیان الامور الدنیویۃ والاُخرویۃ (ایضاً، ایضاح ۲/ ۲۰۶)

۱۲۔ الفوائد الفاخرۃ فی بیان احوال الدنیویۃ والآخرۃ (ہدیۃ ۲/ ۳۰۶)

۱۳۔ مراد المقصود فی رفع شبہات وحدۃ الوجود (ایضاً)

۱۴۔ مفرح القلوب فی الآداب والسلوک (ایضاً)

۱۵۔ مناسک الحج وبیان حقیقۃ المکۃ والمدینۃ

۱۶۔ خلاصۃ السیر فی بیان ابتداء العالم وبعض احوال خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم (سال تالیف ۱۰۹۴ھ)

۱۷۔ ملحق خلاصۃ السیر (سال تالیف ۱۱۰۳ھ)

یہ خلاصۃ السیر کا ذیل ہے، اس میں پاکستان وہند کی تاریخ کے علاوہ ایران، ترکستان اور افغانستان کی تاریخ بھی مختصراً بیان کی گئی ہے۔

موخر الذکر دونوں کتب کے خطی نسخے کتابخانۂ مرکزی دانش گاہِ پنجاب لاہور (نمبر ARE،۱۹) میں موجود ہیں اور ایک ہی جلد میں مجلد ہیں۔ ملحق خلاصۃ السیر کو ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے ایڈٹ کیا اور مجلہ انجمن عربی وفارسی دانشگاہِ پنجاب لاہور (ج ۱۵/ ش ۱۔۲ فروری ۱۹۷۰) میں شائع کیا۔

۱۸۔ عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطاء والصواب۔

شیخ برہانپوری کی یہ اہم ترین کتاب ہے اسے ۱۰۹۳ھ میں شروع کیا اور ۱۰۹۴ھ میں مکمل کر لیا۔ یہ دراصل مخالفینِ حضرت مجدد الف ثانی خصوصاً شیخ ابراہیم کردی شاگرد محمد برزنجی (ت ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء) کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے، آخر میں اس میں علمای حرمین الشریفین کی تصدیقی تقریظیں بھی شامل ہیں۔ یہ رسالہ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوباتِ حضرت مجدد کے دفتر ثالث کے عربی ترجمہ از محمد مراد منزلوی کے حاشیہ پر بھی چھپ چکا ہے۔

۱۹۔ تعریب بعض مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی:

خطی نسخہ مخزونہ موزۂ ملی پاکستان، کراچی۔

مآخذ

۱۔ برہانپوری، شیخ محمد بیگ: عطیۃ الوہاب الفاصلۃ بین الخطا والصواب (حاشی الدرر المکنونات النفیسہ جلد سوم، استنبول، ترکی)

۲۔ ایضاً، ملحق خلاصۃ السیر طبع ظہور احمد اظہر (مجلہ انجمن عربی، وفارسی، دانش گاہِ پنجاب لاہور ج ۱۵ ش ۱۔۲ فروری۔ مئی ۱۹۷۰ء)

۳۔ ایضاً: تعریب بعض المکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، خطی نسخہ مخزونہ، موزہ ملی پاکستان، کراچی

۴۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۸۳ء

۵۔ وکیل احمد سکندر پوری: الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی، دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۱۲ھ

۶۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، استنبول، ترکی ۱۹۵۵ء

۷۔ ایضاً: ایضاح المکنون فی الذیل علیٰ کشف الظنون، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ (س ن)

۸۔ محمد مراد قازانی منزلوی: الدرر المکنونات النفیسۃ (معرب المکتوبات مجدد الف ثانی) مکہ مکرمہ مطبع الامیریۃ ۱۳۱۸ھ تجدید چاپ استنبول، ترکی (س ن)

۹۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین (۱۵ اجز) بیروت، مکتبہ المثنیٰ (س ن)

۱۰۔ مصطفیٰ حموی: فوائد الارتحال ونتائج السفر مرتبہ عبد اللہ محمد الکندری، بیروت ۲۰۱۱ء

یکم مارچ ۱۹۹۱ء

برائے دانشنامۂ جہانِ اسلام، تہران

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت حضرت خواجہ محمد سعید کے صاحبزادے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے پوتے تھے۔

ولادت

حضرت وحدت کی ولادت حدود ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء کو سرہند شریف میں ہوئی[۱]۔

تعلیم

حضرت وحدت مدرسہ مجددیہ سرہند کے نامور مدرس وعالم اخوند عبد الحق سجاول سرہندی[۲] کے شاگرد تھے[۳]، اس کے علاوہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید اور دیگر اساتذہ سے بھی تحصیل کی تھی۔

کسبِ سلوک

حصولِ علم کے دوران ہی حضرت وحدت نے اپنے والد گرامی کی خدمت میں کسبِ سلوک کا آغاز کر دیا

---

[۱] صفر احمد: مقامات معصومی ۳/ ۴۰۸ سال ولادت میں اختلاف ہے معاصر موکف شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے جو حضرت وحدت کے خلیفہ بھی تھے، حضرت وحدت کا یہ کشف نقل کیا ہے کہ میری عمر ۷۵ سال ہوگی، جو صحیح ثابت ہوا اور ۱۱۲۶ھ کو وصال ہو گیا (حسنات المقربین، ورق ۱۲۳ب) اس اعتبار سے سال ولادت ۱۰۵۱ھ (۱۱۲۶ + ۷۵ = ۱۰۵۱ھ) ہونا چاہیے، تاہم ایک سال اگر جاری سال کے طور پر تصور کیا جائے تو مقامات معصومی کی روایت صحت کے قریب ہے۔

[۲] اخوند سجاول سرہندی حضرت خواجہ محمد معصوم کے استاد اور خلیفہ تھے، وصال کے بعد حضرت خواجہ کو غسل دینے کی سعادت بھی انہیں کو نصیب ہوئی تھی، حضرت خواجہ کے حکم پر شرح وقایہ کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اسے اورنگزیب کے نام معنون کیا، اورنگزیب سے توسل بھی تھا (مقامات معصومی ۳/ ۴۸۰،۴/ ۳۸۶

[۳] ایضاً ۴۸۰، گلشن وحدت ۵۴/ ۶۶

تھا، آپ کے والد کے بھانجے میر شیخ محمد فضل اللہ (ف ۱۱۱۷ھ) بھی جو کہ آپ سے صرف چھ ماہ بڑے تھے اور انہی ایام میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کی خدمت میں مصروفِ عمل تھے، کئی اہم بشارات سے نوازے گئے[1]۔

حضرت وحدت سلوک کی منازل طے کر کے اپنے والد سے خلافت کے حق دار ٹھہرے[2]، آپ اپنے والد بزرگوار کے باطنی اسرار سے کما حقہ واقف تھے، اپنے والد گرامی کے وصال (۱۰۷۱ھ) کے بعد فوری طور پر حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ کامل ایک سال توقف کیا اور اس دوران حضرت خواجہ محمد سعید کی روح پُر فتوح سے فیض یاب ہوتے رہے[3]۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ معصوم علیہ الرحمت کی خدمت میں رجوع کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں از سر نو مرید کریں گے جس پر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ والد بزرگ کی خدمت میں میں نے جو محنت و ریاضت کی ہے وہ سب ضائع گئی آپ اسی تردد میں تھے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارے والد نے تمہیں جو بشارتیں دی ہیں وہ سب مجھے معلوم ہیں لیکن میرا قاعدہ جداگانہ ہے، بہر حال آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے اور جلد مراحلِ سلوک تہ کرنا شروع کر دیئے، آپ کے ابتدائی ایام کسب کی کیفیت خود حضرت خواجہ نے اپنے ایک ایک مکتوب میں یوں تحریر فرمائی ہے:

> ''تمہارے (مخدوم زادہ ثالث حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ) کے جانے کے بعد آج کل شیخ عبد الاحد (وحدت) فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور اپنے معاملات میں بہت ہی سرگرم ہیں شب و روز خدمت میں حاضر رہتے ہیں، خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر زندگی گذار رہے ہیں عجیب وارفتگی کی کیفیت ان پر طاری ہے، بہت ترقی کی ہے....... ان کا معاملہ روز بروز ترقی پر ہے[4]....

---

[1] مقامات معصومی ۳/ ۳۶۷

[2] تحفۃ الفقراء ۱۰۱

[3] مقامات معصومی ۳/ ۴۰۹ گلشن وحدت ۵۴/ ۶۶

[4] مکتوبات معصومیہ ۳/ ۱۱۷/ ۱۵۸۔۱۵۹

جب حضرت خواجہ نے اپنے فرزندوں کو "محمدی المشرب" ہونے کی بشارت دی تو حضرت و[illegible]نے بھی اس کے لیے استدعا کی جس کے جواب میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "تم بھی ہمارے فرزندوں میں شامل ہو"۔

حضرت وحدت نے حضرت خواجہ سے جو اور جس طرح فیض پایا اس کی تفصیلات اپنے استاد گرامی اخوند مولوی عبدالحق سجاول سرہندی کی خدمت خود تحریر کی ہیں کہ حضرت خواجہ نے مخدوم زادہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ کے ذریعہ مجھے طلب فرمایا، میں نے حاضر ہونے پر عرض کیا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے جو بشارات اجمالاً دی تھیں میں ان کی تفصیل کا امیدوار ہوں، اس پر اس نے فرمایا کہ سابقہ بشارات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ان میں "قوت واسباب" پیدا ہوں گے، آپ نے پہلی مجلس میں منعقدہ جمادی الاول ۱۰۷۶ھ کو فرمایا کہ تمہارا باطن بہت بہت ہی "مزین" معلوم ہوا ہے، اسی طرح دیگر مجالس کے دوران آپ نے بشاراتِ عظیم سے نوازا، کل پچاس مجالس منعقد ہوئیں جس میں مجھے بشارات عنایت کی گئیں[۲]۔ یہ مجلسیں دو سال (۱۰۷۶۔۱۰۷۷ھ) تک جاری رہیں[۳]۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے کئی اور مکاتیب بھی حضرت وحدت کے نام ہیں جن میں اس سلسلہ کی تمام مروجہ بشارات سے انہیں نوازا گیا ہے[۴]۔

حضرت وحدت کی ایک بیاض بھی تھی جس میں آپ نے اپنے والد گرامی، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی سے ملنے والی بشارات تحریر کی ہیں بعض بشارات تو ان مذکورہ حضرات نے اپنے دست مبارک سے بھی اس میں تحریر کی تھیں[۵]۔

مقامات معصومی ۴۱۱

گلشن وحدت ۵۴/ ۶۶۔۷۰

ایضاً ص ۶۸

مکتوباتِ معصومیہ ۲/ ۳،۱۱۹/ ۱۲۸،۱۱۷ (بنام شیخ محمد باقر لاہوری) ۲۴۸،۲۰۵،۱۶۸،۱۴۰

تفصیل تالیفات حضرت وحدت کے تحت ملاحظہ کریں۔

حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمت کے کئی مکاتیب شریفہ حضرت وحدت کے نام ہیں، ایک مکتوب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اسرار پر مشتمل ہے[۱]، دوسرا مکتوب مراتب یاس و تفاوتِ اذواق پر ہے[۲]، تیسرے مکتوب کا موضوع حافظ شیرازی کے ایک شعر کی تشریح ہے[۳]، چوتھے مکتوب کا موضوع ہے "مقرب ترین اشیاء بحضرت حق سبحانہ برابر کلام مجید نیست"[۴] ایک عربی مکتوب ترغیب بر حصولِ صلاح و محبت......"[۵]

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمت کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد حضرت وحدت بڑے "خضوع" کے ساتھ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء) سے منسلک ہو گئے، روضۃ القیومیہ کی روایت کے مطابق یہ ۱۰۸۷ھ کا زمانہ تھا، آپ نے "منصب قیومیت" کے حضرت حجۃ اللہ کی طرف منتقل ہونے کے اثبات میں ایک رسالہ انہی ایام میں تالیف کیا[۶]، دونوں حضرات کے مابین گہرے روابط رہے، حضرت حجۃ اللہ کے کئی مکاتیب حضرت وحدت کے نام ہیں[۷]۔

اسفارِ حج

حضرت وحدت نے حرمین الشریفین کا پہلا سفر اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمت کے ہمراہ ۱۰۶۷۔۱۰۶۸ھ کو کیا اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی اسی دوران آپ نے عربی میں اپنے والد کی سوانح لطائف المدینہ کے نام سے تالیف کی۔

آخری دونوں حج حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ کے ساتھ کیے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

---

۱ مکتوبات سعیدیہ ۱۷/ ۴۳

۲ ایضاً ۲۱/ ۲۶

۳ ایضاً ۳۶/ ۸۶

۴ ایضاً ۴۲/ ۹۷

۵ ایضاً ۸۶/ ۱۴۸

۶ روضۃ القیومیہ ۳/ ۲۹۔۳۰ حضرت حجۃ اللہ کے ایک مکتوب بنام حضرت وحدت سے بھی اسی قسم کا مفہوم قیاس کیا جا سکتا ہے (وسیلۃ القبول ۲/ ۱۴/ ۳۱۔۳۳)، گلشن وحدت ۵۹/ ۹۰

۷ وسیلۃ القبول ۱/ ۱۵/ ۱۹، ۲۲/ ۲۹، ۳۴/ ۴۵، ۲/ ۱۴/ ۳۱، ۴۲/ ۸۱

حضرت وحدت ۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء کو دوسری مرتبہ حج کے لیے حرمین الشریفین گئے، یہ سفر آپ نے حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ کیا جس میں شیخ خلیل اللہ[1] بن حضرت خواجہ محمد سعید اور شیخ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ بھی ہم رکاب تھے اور نگزیب عالمگیر کے کہنے پر آپ نے یہ سفر براستہ دکن اختیار کیا، کیوں کہ اورنگزیب ان دنوں دکنی مہمات سر کرنے میں مصروف تھا اس نے عرصۂ دراز تک حضرت حجۃ اللہ کو تعلیم سلوک کے لیے روکے رکھا[2]۔

حضرت حجۃ اللہ تیسری مرتبہ ۱۱۰۳ھ کو براستہ افغانستان و ایران حج کے لیے روانہ ہوئے، عقیدت مندوں نے کئی مقامات پر قیام کے لیے مجبور کیا ۱۱۰۹ھ کو حرمین الشریفین پہنچے[3]، اور نگزیب نے اس مرتبہ بھی آپ کو روکے رکھا، آخر اس سے اجازت لے کر روانہ ہوئے آپ نے کابل سے اُسے جو خط لکھا وہ آپ کے مجموعہ مکاتیب[4] میں شامل ہے۔

اس تیسرے سفر میں حضرت حجۃ اللہ اور حضرت وحدت کے اہل خانہ اور متعلقین کی کثیر تعداد نے شرکت کی[5]۔ یہ سفر پہلے سفر حج کی مانند تھا جب حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) عازم سفر ہوئے تھے[6]۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وحدت ۱۱۰۹ھ کو سرہند شریف واپس نہیں گئے تھے بلکہ مختلف مقامات پر قیام پذیر رہے اور آپ اور نگزیب کے ساتھ بھی رہے کیوں کہ حضرت وحدت کے ساتھ بادشاہ کو جو موانست

---

۱ شیخ خلیل اللہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۳/ ۴۱۷

۲ روضۃ القیومیہ ۳/ ۳۲_۳۴، ۴۲

۳ ایضاً ۳/ ۱۰۱، ۱۱۹

۴ وسیلۃ القبول ۲/ ۵۶/ ۹۸، حضرت وحدت کے تیسرے سفر حج کے یہ سنین آپ کے مکتوبات سے ماخوذ ہیں (گلشن وحدت ۶۵/ ۱۱۶)

۵ گلشن وحدت ۶۵/ ۱۱۶ (حضرت وحدت نے لکھا ہے مع قبائل تا بہ بندر مخا......... رسید) اس مبارک سفر سے واپس سرہند شریف پہنچ کر حضرت وحدت نے اپنے مرید مخلص شیخ محمد مراد ننگ کشمیری کو اطلاع دی ہے (ایضاً ۶۷/ ۱۱۷)،

حسنات المقربین ۱۱۳_۱

۶ حسنات الحرمین، مقدمہ

تھی وہ انہیں حج سے واپس آکر جلد گھر جانے میں حائل ہوگئی تھی، آپ ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء کے وسط میں سرہند شریف پہنچے[1]۔

حج کے ان تین مبارک اسفار کے علاوہ حضرت وحدت نے اور بھی طویل سفر کیے جن میں آپ کا کئی بار کشمیر جانا اس میں آپ کے خلیفہ اور معروف عالم شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) بن محمد طاہر کشمیری کی تحریک کا عمل دخل ہے[2]۔ اس کے علاوہ کابل جانا اور پھر اورنگزیب کے کہنے پر دکن کی مہمات کے دوران اس کے لشکر کے ساتھ کئی سال تک طویل قیام بھی قابلِ توجہ ہے، پاکستان و ہند کے کئی مقامات پر آپ کے ورود کا تذکرہ آپ کے مکتوبات میں جابجا ملتا ہے[3]۔

حضرت وحدت "ضعف خون کشیدن"[4] اور "حبس بول" کے امراض میں مبتلا تھے بادشاہ فرخ سیر نے شاہی طبیبوں سے بہت علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا[5]۔ حضرت وحدت کا ۵۷ سال کی عمر میں ۲۷ ذی الحج ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء کو دہلی میں وصال ہوا[6]، نعش مبارک دہلی سے سرہند شریف لاکر دفن کی گئی۔

حضرت وحدت کو بذریعہ کشف سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے کا علم ہوگیا تھا، اس لیے آپ نے وہاں سے ہجرت کی اور دہلی میں آکر کوٹلہ فیروز آباد، قدیم دہلی میں قیام کرلیا[7]، حضرت وحدت کی

---

۱ گلشن وحدت ۷۵ / ۱۲۶

۲ ان امور کی تفصیل شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیفات، تحفۃ الفقراء، حسنات المقربین، گلشن وحدت اور فیض مراد تالیف شیخ محمد اعظم میں ملاحظہ کریں۔

۳ گلشن وحدت میں سیر پورب ۳۲/ ۴۲، کابل (۳۳/ ۴۲)، بہلول پور وروپڑ (۴۹/ ۶۱) کا ذکر ہے۔

۴ گلشن وحدت ۴۱/ ۴۷

۵ حسنات المقربین ۱۲۰ب

۶ حسنات المقربین ورق ۱۲۱، ا۔ب، حضرت وحدت کے سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب مقامات معصومی (ص ۴۱۴) اور موٴلف روضۃ القیومیہ (ا/ ۳۰۱) نے ۱۱۲۷ھ لکھا ہے، گویا ایک سال کا فرق ہے، شعراء کے تذکرہ نویسوں میں سے اکثر نے ۱۱۲۶ھ تحریر کیا ہے جن میں سفینہ خوشگو (۶۹) نتائج الافکار (۷۴۵) اور روز روشن (۷۹۴) نے یہی سنہ دیا ہے، معاصر مورخ حارثی نے بھی یہی سال وصال تحریر کیا ہے (تاریخ محمدی ۳۳) جس سے معاصر اور حضرت وحدت کے خلیفہ شیخ محمد مراد کشمیری کے بیان (۱۱۲۶ھ) کی تصدیق ہو جاتی ہے، متاخرین کے بیانات قابل توجہ نہیں ہیں۔

۷ سفینہ خوشگو ۶۹

یہ ہجرت روضۃ القیومیہ کے مرتبہ سنین کے مطابق ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء کو ہوئی[1]، جو کتب تاریخ کے مطابق درست ہے کیوں کہ اس کے چند ماہ بعد سکھوں نے بندہ سنگھ کی قیادت میں سرہند پر[2] حملہ کر کے مسلم آبادی کو انتقام کا نشانہ بنایا، سکھوں کے سرہند پر حملے جاری رہے ۱۷۵۴ء کو ان کا دوسرا حملہ ۱۷۵۸ء کو سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور پھر ۱۷۶۴ء میں سکھوں نے سرہند پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا، آبادی کا نام ونشان تک مٹ گیا، ان حملوں سے متاثر ہو کر اہل سرہند اور خاص طور پر خانوادہ حضرت مجدد الف ثانی نے جہاں انہیں پناہ ملی چلے گئے[3]۔

بحیثیتِ شاعر

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت فارسی اور ریختہ (اُردو) دونوں زبانوں کے شاعر تھے بارہویں صدی ہجری میں لکھے جانے والے شعراء کے اکثر تذکروں میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے، فارسی میں آپ کا تخلص وحدت[4] اور ریختہ (اُردو وہندی) میں گل تھا، آپ کے والد گرامی نے آپ کی خندہ روئی اور "شگفتگی رخسار" کے باعث کم سنی میں "گل" کہہ کر مخاطب کیا تو عوام وخواص میں آپ اس عرف سے مشہور ہو گئے، مقامات معصومی میں ہے:

> آدابِ معرفت و حقیقت معابر کمال شگفتگی رخسار بہ نہجی درخشاں بودہ کہ حضرت خازن الرحمت در خرد سالیہا ایشاں "گل" می فرمودند و ایں نام بہ مرتبہ اشتہار گرفتہ کہ بسیاری از عوام بہ نام دیگر نمی شناسند، حتیٰ کہ اکثر از حضرات احمدیہ ہم "گل صاحب" می گویند، ہماں مصراع گویا بہ خواست درباره ایشاں سر برزدہ است
>
> خجل از رنگ و بویش خرمن گل[5]

---

[1] روضۃ القیومیہ ۴/ ۵۴-۵۵

[2] Kirpal Singh: Life of Mahraja Ala Singh of Patiala. P.115

[3] ہم نے ان اموری تفصیلات مقامات مظہری ۴۵-۵۱ اور مقامات معصومی کے مقدمات میں دے دی ہیں۔

[4] چہار چمن ۴ "احقر البریہ طالب راہ احدیہ عبد الاحد ملقب بہ وحدت"۔........

[5] مقامات معصومی ۳۰۹۳

حضرت وحدت کے فارسی کلام کے دو مجموعے ہم دست ہو چکے ہیں اول چہار چمن وحدت جس میں سلسلہ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات کے علاوہ دیگر منظومات بھی ہیں، دوسرا دیوان وحدت، جو غزلیات اور دیگر اصناف سخن پر مشتمل ہے[۱]۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے حضرت وحدت کے اشعار کو "رنگین" قرار دیا ہے، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

رقعہ شریفہ رسیدہ و مضامین دلکش آں دل نشین گردید و اشعار رنگین آں متلون و ذوقین ساخت[۲]۔

شعراء کے تذکروں میں بھی آپ کے کلام پر عمدہ آراء کا اظہار کیا گیا ہے، بقول خوش گو:

اگرچہ از اشغال باطن فرصت نمی یافت کہ بہ فکر سخن پرداز دامادریں کار نیز استاد بود و بسیار معانی تازہ و مضامین رنگین از و گل می کرد[۳]۔

بقول کشن چند اخلاص:

گاہ گاہی بحسب اتفاق زبان معجز بیان را یک دو مصرع گلفشاں می فرمودہ[۴]۔

میر نجان اجملی نے لکھا ہے:

وحدت باوجود فضل و کمال بقول الشعراء تلامیذ الرحمٰن شعر ہم می گفت[۵]۔

بقول رائے ٹیکارام ظفر:

گاہ گاہ بہ عالم سخن رونق افزای در رنگ معانی می شوند از آبِ حیات کرامت مآب است[۶]۔

---

۱ تفصیل تالیفات حضرت وحدت کے تحت ملاحظہ کریں۔

۲ مکتوبات معصومیہ ۳/ ۲۰۵/ ۲۵۰

۳ سفینہ خوش گو ۶۹

۴ ہمیشہ بہار ۲۶۱

۵ خازن الشعراء ورق ۱۶۸۔ا (روٹوگراف مملوکہ جناب مشفق خواجہ)

۶ گلزار مضامین (۱۱۹۹ھ) خطی

فارسی کے علاوہ حضرت وحدت ریختہ (اُردو) میں بھی شعر کہتے تھے اُردو میں آپ کا تخلص گل تھا، آپ کی ایک اُردو غزل میر محمدی مائل دہلوی کے ایک قطعہ میں ملتی ہے، اب تک آپ کی یہی ایک غزل دستیاب ہوئی ہے:

ذرا تو سوچ اے غافل کہ کیا دم کا ٹھکانا ہے
نکل ہی جب گیا تن سوں تو پھر اپنا بگانا ہے
مسافرتوں ہے اور دنیا سرائے، بھول مت غافل
سفر ملکِ عدم آخر تجھے در پیش آنا ہے
لگاتا ہے عبث دولت پہ کیوں دل کوں کہ اب ناحق
نا جاوے سنگ کچھ ہرگز، یہاں سب چھوڑ جانا ہے
نہ بھائی بند ہے کوئی، نہ یار و آشنا کوئی
تک اک جو غور سے دیکھو تو مطلب کا زمانا ہے
لگاؤ یاد میں اس کی نجاتِ اپنی اگر چاہے
عبث دنیا کے دھندے میں ہوا گل کیوں دوانا ہے[1]

اس غزل میں جو مزاج کی سنجیدگی نظر آتی ہے وہ نقش بندی شعراء کی خصوصیت رہی ہے، سنجیدہ گوئی کا یہ وہ رجحان ہے جو آئندہ دور میں مرزا مظہر جان جاناں کے زیر اثر ایک تحریک بن کر ابھرتا ہے[2]۔

دیگر تذکرہ نویسوں کے بیانات کے لیے ملاحظہ ہو فارسی ادب بعہد اورنگزیب ۳۴۷ اور تذکرہ شعرائے کشمیر ۵۲۹۔۵۳۱ مخزن الغرائب (۵/ ۷۰۶) میں ہے کہ آغازِ جوانی میں آپ نے شعر گوئی شروع کی تھی اور آخر عمر میں شعر کہنے سے توبہ کرلی۔

محمد اکرام چغتائی: مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ، مقالہ مشمولہ فنون، لاہور، ش ۷، دسمبر ۱۹۶۶ء مائل کا یہ تاریخی قطعہ جناب ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی کی دریافت ہے جو انہیں پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتابخانہ میں محفوظ ایک خطی بیاض سے ملا ہے۔

جمیل جالبی: تاریخ ادب اُردو ۲/ ۱/ ۱۲۳۔۱۲۴

یہ حضرت وحدت کے شاگرد و مرید خاص شیخ سعد اللہ گلشن ہی تھے جنہوں نے اپنے شاگرد ولی دکنی کو یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ تمام فارسی مضامین جن سے اب تک کسی نے کام نہیں لیا اپنے ریختہ میں کام میں لاؤ تم سے کون باز پرس کرے گا"[1]۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ولی نے فارسی شعراء کے انداز پر اُردو میں اپنا دیوان مرتب کیا جس نے شمالی ہند کے شعراء کی پہلی نسل کو اس طور پر متاثر کیا کہ اُردو شاعری کی باقاعدہ روایت کا آغاز ہو گیا[2]۔

حضرت وحدت کی اولاد میں بھی شاعری کی روایت قائم رہی آپ کے فرزند گرامی شیخ محمد نقی (ف ۱۱۴۸ھ) حضرت حجۃ اللہ کے تربیت یافتہ تھے، موکف مقامات معصومی کی روایت ہے کہ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم شیخ نقی کے کلام کو ان کے والد کے کلام پر ترجیح دیتے تھے:

> شعر ایشاں (شیخ محمد نقی) مستغنی از توصیف و اصفان است یکی از معتبر ان روایت نمودہ کہ حضرت حجۃ اللہ.... شعر ایشاں را بر شعر والدِ شریف شان ترجیح دادند[3]

شعراء کے تذکروں میں نقی سرہندی کے نام سے ان کے کلام کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں[4] شیخ محمد نقی کے فرزند نواب اظہر الدین خان کو نواب کا خطاب اورنگزیب نے دیا تھا[5]، قدرت اللہ قاسم کا بیان ہے:

> پدرش (انعام اللہ یقین) قطع نظر از پیرزادگی بہ مصاجت حضرت فردوس آرام گاہ نور اللہ مضجعہ کلاہ گوشہ بآسمان می شود خودش در ایام دولت نواب غفران مآب وزیر الممالک عماد الملک غازی الدین خان بہادر بسیار بہ جاہ ومکنت ایام بکام دل بسر می فرمود[6]۔

---

۱ میر تقی میر: نکات الشعراء ۹۴، ولی دکنی گجراتی شیخ علی رضا بن علامہ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید سرہندی کے بھی مرید تھے (کلیات ولی ۸۷)

۲ جالبی: تاریخ ادب اُردو ۲/ ۱/ ۱۲۸-۱۲۹

۳ مقامات معصومی ۳/ ۴۱۶

۴ صبح گلشن ۵۳۷، عمدۃ المقامات (ص ۲۴۹) میں شیخ نقی کے دو شعر بھی نقل ہوئے ہیں، روضۃ القیومیہ (۱/ ۳۰۲) میں ان کا ایک شعر دیا گیا ہے۔

۵ ہدیہ احمدیہ ۲۴-۲۵

۶ مجموعہ نغز ۳۵۵

نواب اظہر الدین کی شادی مشہور عالمگیری سردار نواب حمید الدین خان کی بیٹی سے ہوئی تھی، شادی کے بعد شیخ اظہر الدین کو مبارک جنگ بہادر کا خطاب اور ہزاری وپانصدی کا منصب ملا اور وہ امرائے محمد شاہی میں داخل ہو گئے، اُردو کے مشہور شاعر انعام اللہ خان یقین (ف ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء) انہی نواب اظہر الدین خان کے فرزند تھے، جو حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد اور صاحبِ دیوان شاعر تھے، مشہور شاعر میر تقی میر جب سرہند گیا تو یقین کے دادا شیخ محمد نقی سے ملا تھا، وہ نکات الشعراء میں لکھتا ہے:

باجدش نیز در سرہند ملاقات کردہ بودم، بسیار آدم خوب بامزہ یافتہ شد بافقیر بسلوک وتواضع پیش آمدہ وضیافت فقیر کردہ، تادیر نشست صحبت مستوفی داشتم، شعر فارسی بطرز نیکومی گوید[1]

حضرت وحدت کے نبائر میں سے ولی اللہ اشتیاق بھی اُردو کے شاعر تھے، میر تقی میر اور قدرت اللہ شوق وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے کہ وہ کوٹلہ فیروز شاہ میں سکونت پذیر ہیں[2]۔ اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ کوٹلہ فیروز شاہ میں جو مسکن حضرت وحدت کا تھا وہی عرصہ تک آپ کی اولاد کے پاس رہا۔

تالیفاتِ حضرت وحدت

حضرت وحدت بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے، آپ کے مرید مخلص شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری نے آپ کی تالیفات کی تعداد تیس بتائی ہے[3]۔ لیکن صوفیہ کے تذکروں میں آپ کی تقریباً پچاس تالیفات کے نام ملتے ہیں ان

---

[1] میر: نکات الشعراء طبع محمود الٰہی ۸۳، شیخ محمد نقی جن سے میر کی سرہند میں ملاقات ہوئی تھی ۱۱۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (ہدیہ احمدیہ ۴۴) اس حساب سے جب میر تقی میر سرہند گیا تو اس کی عمر کل تیرہ برس (ولادت میر ۱۱۳۵ھ) تھی اتنے کم سن کی ضیافت اور اس کی شاعری کے بارے میں اظہار رائے سب کچھ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

[2] میر: نکات الشعراء ۲۸، شوق: طبقات الشعراء ۶

ولی اللہ اشتیاق کا ذکر انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی کی کتابوں میں نہیں ملتا ممکن ہے وہ حضرت وحدت کی دختری اولاد میں سے ہوں۔ اس طرح بشیر احمد سرہندی، صابر سرہندی اور عنایت اللہ مشتاق سرہندی کے حالات اُردو شعراء کے تذکروں میں ملتے ہیں (طبقات الشعراء شوق ص ۵۹۳، ۲۴۴، ۳۳۳)

[3] احمد منزوی: فہرست مشترک ۱/ ۱۲۳-۱۲۴

کی کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جارہا ہے اول وہ جو مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں دوم وہ کتب جن کے نام تذکروں میں ملتے ہیں لیکن ہمیں تاحال ان کے وجود کا علم نہیں ہے:

قراۃ القارئین

یہ فارسی نثر میں ہے جو قرأت کے اصول و ضوابط پر مشتمل ہے، حضرت وحدت نے بتایا ہے کہ وہ اس سے پہلے عربی میں اسی موضوع پر ۱۱۰۶ھ کو "الدرر" کے نام سے ایک کتاب تالیف کر چکے ہیں، قرأت القارئین انہوں نے نفع عام کی غرض سے فارسی میں لکھی ہے اس کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ درگاہ پیر مہر علی شاہ، گولڑہ، راولپنڈی میں ہے[1]۔

خزائن النبوۃ

یہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت وحدت نے بڑے والہانہ انداز میں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت پاک لکھی ہے، کتاب کے خاتمہ میں اپنے نعتیہ اشعار دیئے ہیں، خود وضاحت فرماتے ہیں:

> الرسالۃ مسماۃ بہ خزائن النبوۃ وہی تاریخ تالیفہا بدانکہ رقیمہ ایں کریمہ حاوی است بر دوازدہ خزینۃ و خاتمہ وحُسن خاتمہ........ خاتمہ در ایراد بعض اشعار نعت او علیہ الصلوۃ والتحیۃ با عرض حال شکستہ بال
>
> حسن خاتمہ در ذکر بعض مبشرات عالیات وانا الفقیر عبد الاحد بن خازن الرحمت رحمانی شیخ محمد سعید بن مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی قدس سرہما

گویا کتاب کے نام خزائن النبوۃ سے اس کا سال تالیف برآمد ہوتا ہے، اس کا ایک خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں ہے[2]، سٹوری[3] اور مارشل نے بھی اس کا ذکر کیا ہے[4]۔

---

[1] احمد منزوی: فہرست مشترک ۱/ ۱۲۳-۱۲۴

[2] I.O.D. P.636

[3] Storey: Persian literature, Vol. I, P.I P. 1257

[4] Marshall, D.N: Mughals in India, Vol. I. P. No. 4

سبیل الرشاد

یہ رسالہ بھی فارسی نثر میں ہے "موٴلف نے اس میں اپنی کتاب "الجنات ثمانیۃ" کا حوالہ دیا ہے، اس رسالہ میں مقاماتِ سلوک کو مختلف دوائر کی شکل میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مرتب کر کے حیدر آباد سندھ سے ۱۹۷۸ء کو شائع کیا، اس قسم کے مباحث موٴلف کے ایک اور رسالہ شواہد التجدید میں بھی پائے جاتے ہیں، مختلف کتابوں میں شواہد التجدید' کے نام سے جو رسائل ہیں وہ اور سبیل الرشاد ایک ہی ہیں۔

برہانِ جلی

یہ عربی نثر میں ہے، مؤلف عمدۃ المقامات نے اسے حضرت وحدت کی تالیف بتایا ہے[۲]، اس کے ابواب و فصول کی تفصیل بتاتے ہوئے مؤلفِ خود وضاحت کرتے ہیں:

> الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فان..... ھذہ الرسالۃ وھی مشتملہ علی مقدمۃ و خمسۃ فصول و خاتمہ و حسن خاتمہ......
>
> المقدمۃ فی انواع الذکر. الفصل الاول فی فضیلت مطلق الذکر. الثانی فی اثبات الذکر الخفی. الثالث فی فضل الذکر الخفی علی الجھر. الرابع فی فضل کلمۃ التھلیل و بعض الادعیۃ الماثورہ بالسند الجلیل. الخامس فی بعض حقائق قلب العارف الکامل. الخاتمہ فی ان اتباع طریقۃ الصوفیۃ العلیہ و حسن الخاتمہ فی ایراد بعض الحکایات المفیدۃ و الرسالۃ مسماۃ البُرھان الجلی فی فضل الذکر الخفی......[۳]

آخر میں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے اقوال نقل کیے ہیں، اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ (ف ۱۱۱۵ھ) کے نام کے ساتھ "دام ارشادہ" لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت وحدت نے یہ رسالہ ان کے حین حیات تالیف کیا تھا۔

---

[۱] فہرست مشترک ۲/ ۱۱۲۶ میں شواہد التجدید کے چار خطی نسخوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔

[۲] عمدۃ المقامات ۳۴۴

[۳] برہان جلی کا ایک خطی نسخہ جناب نعیم اختر قمر مجددی، مرید کے کے پاس ہے، دوسرا نسخہ ذخیرہ شیفتہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔

فیض العام

یہ رسالہ عربی نثر میں ہے، مؤلف نے آغاز میں اس کی تالیف کے بارے میں بتایا ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد فھذہ الرسالۃ شریفہ مشتملہ علی مسائل ضروریۃ متعلقہ بکل شھر من شھور السنۃ القمر یہ مخبرۃ عما فیھا من العبادات العُلیۃ و الفعل الخیرات البسمیۃ مشعرۃ بسائر المماسم الدینۃ و المراسم الشریعۃ استخر جھا من کتب الحدیث و الفقہ و التفسیر و السیر السینۃ ہم بھا فیض عام و ھو تاریخھا عند الکرام و فیھا اثنا عشر بروجا فی کل بُرج منھا من النجوم......... خاتمہ فیھا بعض المسائل الغاشیہ من الشھور الشمسیہ و بعدہا حسن خاتمہ فی ایراد معرفۃ من المعارف العالیہ و انا الفقیر الراجی الی کرم اللّٰہ الحمید عبدالاحد بن خازن الرحمت محمد سعید قدس سرہ المجید.........

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ذکر احترام کے ساتھ کیا ہے اور دہلی و سرہند کی فضیلت بھی بیان کی ہے[1]۔ (ورق ۲۴۔ا)

الجنات الثمانیۃ

حضرت وحدت کا یہ رسالہ عربی نثر میں ہے اور جب آپ شیخ محمد نقشبند ثانی کے ہمراہ حج کے لیے گئے تو حرمین الشریفین میں احباب کی درخواست پر تالیف کیا، خود لکھا ہے کہ یہ رسالہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے احوال پر لکھی جانے والی دو فارسی کتب حضرات القدس اور زبدۃ المقامات پر مبنی ہے، فرماتے ہیں:

سبحانک یامن بعث علی راس کل مایۃ سنۃ من ھذہ الامۃ......... اما بعد فیقول اضعف الریۃ عبدالاحد بن الشیخ محمد سعید خازن الرحمت الصمد قدس نفسہ العالیۃ فی لما خرجت بزیارت الحرمین الشریفین مع امام العصر و قطب الزمان الشیخ محمد نقشبند خلف قدوۃ العارفین غوث الواصلین معصوم قدس سرہ لشرفت با دراک صحبۃ الکرام فیھا المتمسا جمع منھم ان او الف الرسالۃ

---

[1] فیض العام کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ شیفتہ، کتابخانہ آزاد مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔

مشتملة علی احوال جدی المجدد للالف الثانی القطب الربانی الشیخ احمد العمری النقشبندی السرہندی قدسنا اللّٰہ بسرہ السامی حیث نکون تذکرہ لاصحابہ و تبصرۃ لاحبابہ فاستخرجت من مقامات الفارسیہ التی صنف اصحابہ الثقات مثل الفاضل الکامل الشیخ بدر الدین السرہندی و العارف المحقق خواجہ ہاشم الکشمی البرہانفوری رسالہ حاویۃ لما لابد من احوال وھی متضمنہ علی جنات الثمانیۃ و خاتمہ و حسن خاتمہ۔

الجنۃ الاول فی البشارات صدرت بوجودہ المسعود قبل ظہورہ. الثانیۃ فی بیان میلاد و نسبہ. الثالثہ فی انتسابہ فی سلاسل المشائخ الکرام قدس اسرارہم. الرابعۃ فی طریق مصافحہ و سندہ فی الحدیث و علم القرأۃ و غیرہا. الخامسۃ فی ذکر مصنفاتہ. السادستہ فی ذکر کراماتہ. السابعۃ فی ذکر بعض کلماتہ الطیبہ المتضمنۃ لمکاشفاتہ العالیہ. الثامنۃ فی الرد الشبہات الواردہ علی کلامہ. الخاتمہ فی حکایات السالکین و الصالحین........ و حسن الخاتمہ فی ایراد بعض البشری فی شانہ العظیم[1]........

بدائع الشرائع

یہ بہت مختصر سا رسالہ ہے جو عربی نثر میں ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ فہذہ بعض بدائع الشرائع[2]

رسالہ فی قرأۃ النبی المختار و اصحابہ الکبار

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

الجنات الثمانیۃ کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ شیفتہ، کتابخانہ آزاد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔

جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت وحدت نے حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ دو مرتبہ حج کیا اول ۱۰۸۹ھ کو دوم ۱۰۹۱ھ کو آپ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ جنات الثمانیۃ کون سے سفر کے دوران تالیف کی غالباً سفر اول کے قیام حرمین کے وقت لکھی ہوگی۔

مجموعہ رسائل حضرت وحدت، ذخیرہ شیفتہ، علی گڑھ (مذکورہ)

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفىٰ اما بعد فيقول العبد الراجى الى رحمة الله الحميد عبد الاحد ابن العارف بالله الشيخ محمد سعيد قدس سره المجيد إنّ هذه النسخة صحف مطهرة اشتملت على ما ورد من الآثار فى قرآة النبى المختار و اصحابه الكبار و اتباعه الاخيار......... فى الفرض و النفل لليل و النهار. الصحيفة الاولىٰ فيما ورد فى قرآة صلوٰة الفجر[1]......... (یہ رسالہ عربی نثر میں ہے)

اسرار الجمعہ

یہ رسالہ جمعہ کے فضائل پر ہے، آغاز یوں ہوتا ہے:

الحمد لله الذى ہدانا سبيل الرشاد لكلامه القويم....... اما بعد فان الله تبارک و تعالىٰ جعل يوم الجمعة سيّد الايام و عيداً من الخواص و العوام[2].....

رسالہ نفی الاشارۃ فی الصلوۃ

یہ رسالہ رفع سبابہ کے موضوع پر ہے جس میں مؤلف نماز کے دوران انگلی اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کرتے ہوئے دلائل دیئے ہیں[3]، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

سبحانه من... الاشارات فى جبروته و حاجت العبارات فى ملكوته و كلام على من اتقى الله حق تعالىٰ........ اما بعد لاتقرر ان حضرت المجدد للاف الثانى[4]......

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا ذخیرۂ مخطوطات محفوظ ہے، جس میں نقش بندی سلسلہ کے کئی نادر مخطوطات موجود ہیں، نواب شیفتہ کا اس سلسلہ سے قریبی اور گہرا تعلق تھا وہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے دونوں خلفاء شاہ ابو سعید اور شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت تھے اور حضرت شاہ

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً

[3] راقم نے مقامات مظہری کے تعلیقات (۱۱۷ تا ۱۲۶) صفحہ ۴۹۳۔۴۹۵ میں اس سلسلہ کے بزرگوں کے مابین جو اختلافات ہوئے اور ان حضرات نے اس موضوع پر جو کتابیں تالیف کی تھیں ان کی تفصیلات بیان کر دی ہیں (طبع دوم)

[4] مشمولہ مجموعہ رسائل وحدت ذخیرہ شیفتہ، علی گڑھ

عبدالغنی مجددی سے سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت یاب ہوئے تھے[1]۔ ان کے ذخیرۂ مخطوطات میں حضرت وحدت کے رسائل عربیہ کا یہ نادر الوجود مجموعہ موجود[2] ہے، یقیناً انہیں یہ مخطوطہ حضرات مجددیہ سے تبرکاً ملا ہوگا، راقم احقر کو ۲۵ جولائی ۱۹۸۹ء کو علی گڑھ جا کر یہ ذخیرہ علمیہ دیکھنے کا موقع ملا ہے، جس سے یہ یادداشتیں مرتب کی گئی ہیں۔

خیر الکلام

یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے معارف پر اعتراضات کے جواب کے طور پر لکھا گیا ہے، ذخیرہ شیفتہ میں اس کا جو خطی نسخہ ہے اس کے کل ۱۱۷ اوراق ہیں[3]۔

رسالہ

ذخیرہ شیفتہ میں یہ ۴۱ اوراق کا فارسی نثر میں حضرت وحدت کا ایک رسالہ ہے فہرست کے مرتب نے نہ تو رسالہ کا نام لکھا ہے اور نہ ہی کوئی تفصیل دی ہے[4]۔

رسالہ دربیانِ طریقہ احمدیہ (لطائف خمسہ)

یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے طریقۂ سلوک کے بارے میں ہے، آغاز یوں ہوتا ہے:

> الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذی نصطفیٰ اما بعد چوں سالک از حجاب ہستی و خود پرستی بیرون آید در دیدہ بصیرتش بکحل الجواہر معرفت مکتحل گردد.......

اس کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں ہے[5]، یہ رسالہ مولانا نور احمد امرتسری

---

[1] مالک رام: تلامذۂ غالب ۳۳۱

[2] اس مجموعہ کا تعارف تالیفات حضرت وحدت کے تحت رسالہ فیض العام سے لے کر رسالہ نفی الاشارہ تک کروا دیا گیا۔

[3] قیصر امروہوی: فہرست مخطوطات ذخیرہ، شیفتہ، علی گڑھ ص ۴۶

[4] ایضاً ۵۴

[5] عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان ۲۵۹

مرحوم کی تصحیح سے کنز الہدایات مؤلف شیخ محمد باقر لاہوری کے ساتھ کحل الجواہر کے نام سے بطور ضمیمہ طبع ہو گیا ہے[1]۔

دو رسالۂ وحدت

جناب جی معین الدین، لاہور کے ذاتی کتب خانہ میں ایک ایسا خطی مجموعہ ہے جس میں حضرت وحدت کے دو رسائل مجلد ہیں، لیکن افسوس کہ جلد ساز نے انہیں تباہ کر دیا ہے، یہ مخطوطہ کرم خوردہ تھا، مالک نسخہ نے اسے جلد ساز کے حوالہ کر دیا ہے اُسے جس طرح سمجھ آئی اس نے اوراق آپس ملا کر جلد کر دی پہلا رسالہ جس کا کوئی ورق بھی پڑھا نہیں جاتا اس کے ورق ۱۱ پر سرہند شریف کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، اس میں بعض منظوم حکایات بھی ہیں۔ دوسرا رسالہ بھی اسی ستم ظریفی کا شکار ہو گیا ہے اس کا آغاز منظوم ہے لیکن اوپر بٹر پیپر چسپاں ہونے کے باعث قابل قرأت نہیں ہے، بہرحال دونوں کا موضوع تصوف و عرفان ہے۔

رسالہ نقشبندیہ

اس عنوان سے ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مخزونہ مکتبہ ملک عبد العزیز، مدینہ منورہ میں ایک فارسی رسالہ موجود ہے، فہرست ساز نے اسے حضرت وحدت سے منسوب کیا ہے، لیکن عدم فرصت کے باعث ہم یہ رسالہ نکلوا کر نہیں دیکھ سکے۔

رسالہ لطائف

مشہور شاعر مرزا عبد القادر بیدل نے اپنی بیاض مخزونہ کتابخانہ برٹش میوزیم[2]، لندن میں حضرت وحدت کا ایک رسالہ لطائف نقل کیا ہے، ہم نے اپنے سفر برطانیہ (۱۹۸۶ء) کے دوران یہ بیاض دیکھی ہے جس میں

---

[1] مطبوعہ امر تسر، ۱۳۳۵ھ، مولانا نعیم اللہ بہرائچی نے معمولات مظہریہ ص ٦٦ میں رسالہ کحل الجواہر کو حضرت وحدت کا ایک مکتوب بتائے ہوئے من وعن نقل کر لیا ہے۔ جس کے آخر میں بعض اضافات بھی ہیں، حضرت وحدت کے خلیفہ شیخ محمد عابد سنامی کے احوال پر معاصر خطی رسالہ میں بھی ایک رسالہ "در بیان لطائف خمسہ و اصول آنہا" کے نام سے نقل کیا گیا ہے وہ یہی رسالہ لطائف خمسہ ہی ہے (مقاماتِ مظہری، تعلیقات طبع اول ۵٦۲)

[2] B.M.Ms. Add. No. 16802. f.f. 12-23

حضرت وحدت کا یہ دس ورقی رسالہ بیدل نے محفوظ کر لیا ہے اس کا موضوع لطائف ہے جو سالک منازل سلوک کے دوران طے کرتا ہے۔

گلشن وحدت

یہ حضرت وحدت کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جس کے جامع آپ کے خلیفۂ خاص اور کشمیر کے عالم خواجہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (۱۱۳۱ھ) ہیں، اس میں ایک سو انیس مکاتیب ہیں جن میں سے زیادہ تر جامع کے نام ہیں، بعض دوسرے اصحاب کے نام بھی مکتوبات موجود ہیں، یہ مجموعہ حضرت وحدت کے سوانحی اشارات سے پُر ہے۔ حضرت وحدت کے آخری دو حج جو آپ نے حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے ہمراہ کیے کی تفصیلات پہلی مرتبہ اسی مجموعہ سے معلوم ہوئی ہیں، مکتوبات کے جامع شیخ محمد مراد کشمیری بن ملا مفتی محمد طاہر کے احوال کے سلسلہ میں اسے بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

شہزادی زیب النسا، بنت اورنگزیب کے نام مکتوب نمبر ۴۴، ۴۷ ہیں بادشاہ فرخ سیر کے نام مکتوب ۱۰۶ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت وحدت سے باقاعدہ نقش بندی سلوک کی مشق کر رہا تھا، کشمیر کے صوبہ دار سیف خان کے نام مکتوب، ۵۰ ہے، یہ دو بار کشمیر کا صوبہ دار بنایا گیا اول ۱۰۷۵۔۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۴۔۱۶۶۷ء دوم ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۲ھ / ۱۶۶۸۔۱۶۷۱ء میں شیخ محمد مراد کشمیری مذکور کی سوانح فیض مراد میں حضرت وحدت کے کئی بار کشمیر جا کر قیام فرمانے کا ذکر ملتا ہے، جس میں سیف خان کی عقیدت مندی کے واقعات بھی درج ہیں، تواریخ کشمیر میں سیف خان کا آپ کے استقبال کرنے اور اپنے مسکن کے ساتھ ہی حضرت وحدت کو ٹھہرانے اور فیض یاب ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے[1]۔

گلشن وحدت کا فارسی متن مولانا عبداللہ جان فاروقی کی تصحیح سے، ادارہ مجددیہ، کراچی سے ۱۹۶۶ء کو طبع ہو چکا ہے۔

---

[1] فوق، محمد دین: تاریخ کشمیر ۲/ ۲۲۵، لاہور، ۱۹۱۰ء

خیابان وحدت

یہ حضرت وحدت کی فارسی منظومات کا مجموعہ ہے جو خود مصنف نے ۱۰۸۹ھ کو مرتب کیا۔ جو چار چمن، خاتمہ اور حسن خاتمہ پر مشتمل ہے، خود وضاحت فرماتے ہیں:

چمن چمن گل حمد و ثنا نثار بارگاہ کبریا آنکہ وحدتِ او را اختلاطِ کثرت حجاب نیست.... در بارہ احقر البریہ طالب راہ احدیہ عبد الاحد ملقب بہ وحدت..... بدانکہ ایں رسالہ ایست متضمن بر چہار چمن و خاتمہ و حسن خاتمہ ست و ہر چمن متضمن بر چہار خیابان ست خیابان اول در غزلیات، خیابان دوم در مثنویات، خیابان سوم در رباعیات و خیابانِ چہارم در لطائف مکتومہ و جواہر غیر منظومہ کہ تعبیر ازاں بہ گلدستہا رفتہ وہی عشرۃ عشرۃ و خاتمہ متضمن بر دو نشمن ست اول در غزلیات بدیعۃ در بحرہای مثنویہ....... دوم در نعت..... و بعضی تاریخ..... و حسن خاتمہ در ایراد بعضی احادیث نفیس در مدح شعر

ابتدا میں اس مجموعہ کا قطعہ تاریخ ہے:

خیابانش بر اربابِ حقیقت
خرد از سال تاریخش خبرداد
کہ دریاب از خیابا نہای وحدت

۱۰۸۹ھ

وفیات کے باب میں حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شاہ محمد یحییٰ کے سالہای وفات کی منظوم تواریخ شامل ہیں۔

خیابانِ وحدت کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۴ھ ڈاکٹر خواجہ محمد سلیم مرحوم سابق استاذ پشاور یونیورسٹی[1] اور دوسرا نسخہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی، ٹنڈو سائیں داد، سندھ کے کتب خانہ میں ہے۔

---

[1] منزوی، احمد (مرتب) فہرست مشترک ۳/ ۱۴۴۱

چہار چمن

یہ بھی چار چمن پر مشتمل ہے یعنی چمن ۱، وجود، ۲۔ علم، ۳۔ نور، ۴۔ شہود اس کا خطی نسخہ اول مملوکہ مولانا قدرت اللہ، ساکن بھلوال، سرگودھا۔

دوم پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ [۱]، سوم کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنو، چہارم خطی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے [۲]۔

دیوان وحدت

دانشگاہ تہران، ایران میں دیوان وحدت کی مائیکرو فلم ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

زہی زکنہ کمالت کلیم منا طقه لال　　　　بر آستان جلالت امین بے پر و بال

نسیم لطف تو گر بگذرد ز دار جحیم　　　　زند ز چشمه مشاق جوش زلال

دیوان وحدت میں حمد ونعت کے بعد غزلیات کی تعداد زیادہ ہے، آخر میں اپنے خاندان کے بزرگوں کے ناموں کے معمے بھی نظم کیے ہیں معما باسم احمد، سعید، معصوم۔ معموں کے بعد تین دوہڑے ہندی (قدیم اُردو) میں ہیں، اس کے بعد اپنے خانوادہ کے اکابر کے مرثیہ کہے ہیں مرثیہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، خازن الرحمت، عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم، اخوین خود، شیخ عبد اللہ، شیخ محمد نقی، شیخ محمد اشرف، (قطعات) تاریخہای وصال خواجہ محمد معصوم، شیخ محمد نقشبند ثانی، مرثیہ محمد جواد (برادر خود) مرثیہ شیخ سعد الدین (برادر خود)، غزلیات حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں۔

دیوان کا آخری شعر ہے:

نیست یک لفظ زین میان مهمل　　　　بخدای کریم عزوجل

سال کتابت ربیع الثانی ۱۱۲۷ھ ہے یعنی حضرت وحدت کے وصال (۱۱۲۶ھ) کے صرف ایک سال بعد اس کی کتابت ہوئی ہے، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا، اصل مخطوطہ سیّد علی رضا ریحان یزدی کے کتب خانہ میں ہے،

---

۱ منزوی، احمد (مرتب) فہرست مشترک ۳/ ۱۳۹۹

۲ فہرست مخطوطات فارسی، رضا لائبریری، رام پور، پٹنہ، ۱۹۹۵ء ص ۴۲۲

جہاں سے دانشگاہ تہران کے کتابخانہ مرکزی کے لیے اس کی مائیکرو فلم بنائی گئی ہے[۱]، ہم نے اپنے دوسرے سفر ایران (۱۹۹۲ء) کے دوران اس مائیکرو فلم کا مطالعہ کیا اور چند یادداشتیں مرتب کیں۔

دیوان وحدت کا دوسرا خطی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ میں ہے جس پر سال کتابت درج نہیں ہے[۲]۔

شعراء کے تذکروں میں حضرت وحدت کے صاحبِ دیوان شاعر ہونے کا ذکر ملتا ہے، آپ کے معاصر بندرابن داس خوشگو نے لکھا ہے:

دیوان مختصر از آنجناب یادگار است[۳]

شاہ خوب اللہ الہ آبادی کی بیاض میں حضرت وحدت کے کلام کا انتخاب موجود ہے[۴]، کشن چند اخلاص نے آپ کے دیوان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

دیوان مختصر ترتیب دادہ و اکثر مضامین تازہ بروے کار آوردہ[۵]

دیوان وحدت کے جس خطی نسخہ کی مائیکرو فلم (دانشگاہ تہران) ہماری نظر سے گذری ہے اس میں کوئی نثری دیباچہ نہیں ہے، تاہم کشن چند اخلاص کے مذکورہ بالا بیان سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت وحدت نے اپنا دیوان خود ترتیب دیا تھا۔

شرح بیت مثنوی

حضرت وحدت نے مثنوی مولانا روم کے مشہور شعر:

علم حق در علم صوفی گم شود ۔ ایں سخن کی باور مردم شود

کی شرح لکھی ہے، جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

---

۱ دانش پژوہ، محمد تقی: فہرست میکروفیلمہای کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران ۲/ ۲۳۵

۲ منزوی، احمد: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۳/ ۲۵۹۷

۳ خوشگو: سفینہ خوشگو ۳/ ۷۹

۴ اجملی، میر نجان نقش بندی: خازن الشعراء ورق ۱۶۸۔ا

۵ اخلاص، کشن چند: ہمیشہ بہار ۲۶۰۔۲۶۱ (سال تالیف ۱۱۳۶ھ)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد مولوی معنوی.....

فرماید۔ بیت...... علم حق..... آنچہ در حل ایں بیت بہ فہم قاصر در آمدہ

اس شرح کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد میں ہے[۱]

سال کتابت ۱۱۳۱ھ نمبر ۱۱۳۱۴

اسرار الفقر

اس رسالہ کا ایک خطی نسخہ جناب نذر صابری کے پاس اٹک میں ہے[۲]۔ جس کی اس وقت تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

مجالس وحدت

یہ حضرت وحدت کے ملفوظات ہیں، جو مسلسل اور سنہ وار نہیں ہیں بلکہ جامع شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری جب کبھی سرہند شریف حاضر ہوتے تو اپنے قیام کے دوران آپ کے فرمودات کو قلم بند کرتے رہتے تھے یا جب حضرت وحدت کشمیر تشریف لے جاتے تو وہاں قیام کے دوران آپ جو کچھ فرماتے جامع انہیں لکھ لیتے تھے، شیخ محمد مراد نے اس مجموعہ کو تحقیقات کا نام دیا ہے، حضرت وحدت نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ محمد مراد سے اپنے مکتوبات اور مجالس کی روداد کی نقل طلب فرمائی ہے[۳]، ان مجالس میں حضرت وحدت کے ایک مرید مخلص شیخ محمد یوسف کنٹ کشمیری مخاطب ہیں، ہر مجلس کو تحقیق کا عنوان دیا ہے، اور انہیں خطاب کرتے ہوئے اکثر مقامات پر "حقیقت آگاہی اخوی محمد یوسف" سے مخاطب کیا ہے، یہ وہی اخوی محمد یوسف کنٹ ہیں جن کے لیے حضرت وحدت نے اپنے کئی مکاتیب بنام شیخ محمد مراد میں بہت سی بشارات تحریر کی ہیں، ایک مکتوب میں ان کے لیے "اجازت نامہ ارشاد" بھی ہے[۴]۔ اس مجموعہ کو مکمل طور پر ملفوظات حضرت وحدت قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس میں جامع نے اپنے کئی مکاشفات، مکتوبات اور واردات درج کی ہیں، ایک مکاشفہ ۱۱۰۱ھ کا ہے اور اس سنہ میں شیخ محمد

---

۱ منزوی، احمد: فہرست مشترک ۷/ ۲۴۹

۲ تسبیجی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان ۱/ ۱۱۵

۳ گلشن وحدت ۱۲/ ۲۴

۴ ایضاً

مراد کشمیری کے سرہند حاضر ہو کر فیض یاب ہونے کا معاصر مؤلف محمد اعظم نے ذکر کیا ہے[1]۔ شیخ محمد مراد کشمیری تین مرتبہ سرہند شریف حاضر ہوئے ہر سفر میں اخوی محمد یوسف ہمراہ ہوتے تھے، پہلا سفر ۱۰۸۱ھ (ڈیڑھ سال قیام) دوسرا سفر ۱۰۸۶ھ کو کیا تو حضرت وحدت سرہند شریف میں نہیں تھے بلکہ دہلی میں مقیم تھے، شیخ محمد مراد آپ کی خدمت میں دہلی پہنچ گئے، پھر تیسرا سفر ۱۱۰۱ھ کا ہے[2]، گویا کتاب تحقیقات حضرت وحدت کے انہی مذکورہ سالوں کی مجالس کی روداد (ملفوظات و مقولات) پر مشتمل ہے۔

تحقیقات کا ایک خطی جو شیخ محمد مراد کشمیری کے خود نوشت نسخہ سے ۱۲۴۵ھ کو استنبول، ترکی میں مولانا محمد خلیل انصاری نے نقل کیا تھا، یہ خطی نسخہ ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت مخزونہ مکتبہ ملک عبدالعزیز، مدینہ منورہ میں ہے، جس سے کتابخانہ خانقاہ کندیاں کے لیے ظہور حسین نے ۱۳۶۸ھ کو نقل کیا، جو اس وقت خانقاہ سراجیہ، کندیاں ضلع میانوالی، پنجاب، پاکستان میں ہے[3]۔

دوسرے حصہ میں ہم حضرت وحدت کی ان تالیفات کے نام لکھ رہے ہیں جن کے خطی نسخوں تک ہماری رسائی نہیں ہوئی اور ان کے صرف نام مختلف تذکروں میں ملتے ہیں:

صاحب مقامات معصومی نے حسب ذیل تالیفات کے نام لکھے ہیں جو ہمیں نہیں مل سکیں:

گلزار وحدت، خرمن گل اور شقائق[4]، نواقض الروافض (عربی سے فارسی ترجمہ) اور تصنیف شریف کے حوالے خود حضرت وحدت نے دیئے ہیں[5]۔

مؤلف روضۃ القیومیہ نے جنود اللہ کا ذکر کیا ہے[6]، اور حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کی قیومیت کے اثبات میں رسالہ تالیف کرنے کا ذکر ہے[7]۔

---

۱ فیض مراد ورق ۱۲

۲ ان تمام اسفار کی تفصیل فیض مراد میں درج ہے، ورق ۱۱۔ ۱۲ب

۳ راقم احقر نے جون ۱۹۷۷ء کو یہ خطی نسخہ کندیاں حاضر ہو کر دیکھا اور منقولہ بالا یادداشتیں مرتب کیں، تحقیقات کی تلخیص فیض مراد میں بھی شامل ہے۔

۴ مقامات معصومی ۳/ ۴۱۲

۵ گلشن وحدت ۲۵/ ۳۷

۶ روضہ ۱/ ۳۰۱

۷ ایضاً ۳/ ۲۹۔۳۰

مقامات معصومی کے مؤلف نے بتایا ہے کہ حضرت وحدت کی ایک ایسی بیاض بھی ہے جس میں کئی حضرات نے اپنے ہاتھ سے حضرت وحدت کے لیے بشارات قلم بند کی تھیں چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے دست مبارک سے اس بیاض میں ایک بشارت تحریر فرمائی تھی[1]۔ یہ بیاض آپ کے مرید مخلص شیخ محمد مراد تنگ کشمیری نے بھی دیکھی تھی، لکھتے ہیں:

آنچہ از بیاض مخدوم مرشد مدظلہ العالی کہ از زبان مبارک حجۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ شنیدہ...... خود نگاہ داشتند و نقل آں باحقر فرستادند و آں ایں است در باب خود فرمودند کہ بہ خطاب حجۃ اللہ را مشرف ساختند و ندا در دادند کہ ہمہ دوستانِ تو مغفور اند[2]......

الدرر (فی علم قرأۃ) کا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ ۱۰۶اھ سے قبل ہم نے اس موضوع پر عربی میں رسالہ لکھا تھا[3]۔

صاحب عمدۃ المقامات نے آپ کی حسب ذیل تالیفات کے نام لکھے ہیں:

حاشیہ بر بعض اقوال تفسیر بیضاوی، سلسلۃ الجواہر در شرح چہل حدیث، خزائن المودہ، منثور الدرر فی فضائل السور، صحائف تسعہ، شرح رباعیات خواجہ بزرگ، مناجات کبیر، مناجات صغیر، قصص بر حق، نشر العطر، شرح کلمہ تسبیح، شرح کلمہ تہلیل، شرح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی[4]۔

رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانی[5]، رسالہ دراحوال حضرت قبلہ روحانی المجدد للہ الثانی[6] (بسلسلہ ذکر فیض گرفتن حضرت مجدد الف ثانی از حضرت غوث الثقلین)

---

[1] گلشن وحدت ۵۴/ ۷۰، مقامات معصومی ۳/ ۴۱۱

[2] حسنات المقربین، ورق ۷۰ اب (گویا حضرت وحدت اپنے مخلصین کو اس بیاض کی نقلیں فراہم کرتے تھے)

[3] رک قرأۃ القارئین، ورق ۲

[4] عمدۃ المقامات ۲۴۴

[5] غلام علی دہلوی، شاہ: سبعہ سیارہ ص ۳۰

[6] فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات ۴۹/ ۲۰۴

شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم مدنی نے حضرت وحدت کی ایک مثنوی کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تفصیل نہیں دی[1]۔

حضرت وحدت نے اپنے فرمودات میں لطائف اور ولایات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ فوائد نقشبندیہ کا ذکر کیا ہے[2]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت وحدت کے معاصر شیخ ابو الرضا محمد (ف ۱۱۰۱ھ) کی وحدت الوجود وغیرہ کے موضوع پر جو مکاتبت ہوئی تھی وہ انہوں نے انفاس العارفین میں محفوظ کرلی تھی، حضرت وحدت کی مجالس میں شیخ ابو الرضا کی متعدد بار حاضری اور معارف کا بیان بھی قابل توجہ ہے، ان کے وصال کے وقت حضرت وحدت ان کے ہاں تشریف فرما تھے، ان کے ساتھ حضرت وحدت کی رشتہ داری بھی تھی[3]۔ حضرت وحدت نے لطائف المدینہ (تالیف بسال ۱۰۶۸ھ بعمر اٹھارہ سال) میں اپنی ایک تالیف بشاراۃ الحقانیۃ کا ذکر کیا ہے کہ لطائف المدینہ کا خاتمہ اس کتاب سے ملخصاً ماخوذ ہے[4]۔ لیکن خاتمہ میں اس کتاب کے اقتباسات شامل نہیں ہو سکے، گویا حضرت وحدت لطائف المدینہ سے بھی پہلے ایک کتاب بشارات الحقانیۃ کے نام تالیف کر چکے تھے اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے معلوم نہیں شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) کی مرتبہ کتاب تحقیقات کو کس بنیاد پر حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی سے منسوب کر دیا ہے غالباً ان کی غلط فہمی کی وجہ کتابخانہ عارف حکمت میں موجود فہرست مخطوطات فارسی ہے[5]، جس کے فہرست ساز نے بلاتردد اسے حضرت خواجہ محمد

---

[1] محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۲۷

[2] محمد مراد کشمیری: تحقیقات ۱۰۵

[3] ولی اللہ محدث: انفاس العارفین ۱۲۳_۱۴۹، ۱۵۷ وغیرہ

[4] لطائف المدینہ ورق ۲_۱

[5] ۱۹۹۹ء کے سفر حرمین الشریفین کے دوران ہمیں یہ فہرست دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

سعید سے منسوب کر دیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے مخطوطہ کا مطالعہ کیے بغیر ہی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے تراجم پر حواشی میں اسے حضرت خواجہ سے منسوب کر دیا، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

خواجہ محمد سعید کا لقب خازن الرحمت ہوا، آپ کی ایک کتاب تحقیقات تصوف اور فقہ سے متعلق مدینہ منورہ میں مکتبہ عارف حکمت میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے اور وہ محمد یوسف کے نام مکتوبات اور مضامین ہیں[1]۔

اب اس کتاب کے متن سے کچھ ایسے شواہد پیش کیے جا رہے ہیں جن سے اس کے حضرت خواجہ محمد سعید کی تصنیف کی نفی اور شیخ محمد مراد کی تالیف ہونے کے دلائل مل سکیں گے:

آغاز —

لله الحمد و المنة و علی سید المرسلین الصلوة والتحیة علی ما انعم ..... بحقیقت آگاہی اخوی محمد یوسف خطاب نمودہ کلمات مغلق تحقیقی می نویسد.....

یہ اخوی محمد یوسف کون ہیں؟

اگر ڈاکٹر صاحب قبلہ اس پر غور فرماتے تو انہیں یہ مغالطہ ہی نہ ہوتا، یہ شیخ محمد یوسف وہی ہیں جن کا ڈاکٹر صاحب کے شائع کردہ گلشن وحدت (مکتوبات حضرت وحدت) میں متعدد مرتبہ ذکر آیا ہے یہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری کے مرید خاص تھے، حضرت وحدت نے اپنے کئی مکاتیب بنام شیخ محمد مراد میں جس اخوی محمد یوسف کے لیے بشارات تحریر فرمائی ہیں وہ یہی محمد یوسف ہیں[2]، کئی مکاتیب کا تو موضوع ہی "بشارات در حق اخوی محمد یوسف ہے[3]"، ایک مکتوب میں حضرت وحدت نے انہی اخوی محمد یوسف کے لیے اجازت نامہ ارشاد ارسال فرمایا ہے[4]۔

---

[1] زبدۃ المقامات ترجمہ غلام مصطفیٰ خان ص ۱۴۷ حاشیہ، حضرات القدس ۲/ ۲۱۳

[2] گلشن وحدت ۶/ ۱۹، ۱۰/ ۲۳

[3] ایضاً ۱۵/ ۲۸ و بہ بعد

[4] ایضاً ۱۹/ ۳۲ (شیخ محمد یوسف عنفوان شباب میں ہی شیخ محمد مراد کشمیری کی خدمت میں آگئے تھے اور حضرت وحدت کی خدمت میں شیخ محمد مراد کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور حضرات مجددیہ کے منظور نظر بنے، وہ نہایت باہمت بزرگ تھے زندگی کے نوے سال اسی تحصیل میں گذارے ۱۱۵۵ھ کو وصال ہوا کشمیر میں مدفون ہیں (تاریخ کشمیر اعظمی ۲۶۴)

یہ شیخ محمد یوسف کنت ہیں جن کی یہ نسبت گلشن وحدت، حسنات المقربین اور فیض مراد میں مذکور ہے یہ دراصل ''کنت'' ہے جو کشمیریوں کی ذاتوں میں سے ایک مشہور ذات ہے، گویا وہ مجاز و مرخص تو حضرت وحدت کی طرف سے تھے لیکن شیخ محمد مراد کے زیر تربیت رہے۔

اب غور فرمایئے کہ کتاب تحقیقات بھلا شیخ محمد سعید سرہندی کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ شیخ محمد یوسف کے عروج سے پہلے شیخ محمد سعید علیہ الرحمت کا وصال ہو گیا تھا یعنی ۱۰۷۱ھ کو۔

کتاب تحقیقات کے مرتب شیخ محمد مراد کشمیری نے ابدال کے وجود پر بحث کرتے ہوئے اپنی تالیف ''فوائد رضائیہ'' کا حوالہ دیا ہے[1]، اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا ہمیں تاحال علم نہیں ہے البتہ مؤلف کے مرید خاص شیخ محمد اعظم دیدہ مری نے اس کتاب کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ شیخ محمد مراد نے اس میں اپنے شیخ گرامی حضرت شاہ علی رضا فاروقی سرہندی بن علامہ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید کے حالات تحریر کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''فوائد رضائیہ دربیان احوال خدمت ولایت دستگاہ حضرت مرشدی شاہ علی رضا سلمہ اللہ تعالیٰ''[2]

یہ بالکل واضح سی بات ہے کہ اگر کتاب تحقیقات حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہ کی تصنیف ہوتی تو آپ اس میں اپنے پوتے (شاہ علی رضا) کے مناقب میں لکھی جانے والی کتاب کا حوالہ کیوں کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب شیخ محمد مراد کشمیری کی مولفہ ہے نہ کہ حضرت خواجہ محمد سعید کی، اسی طرح مؤلف نے اپنے رسالہ خوف ورجا کا بھی اس میں کئی مرتبہ حوالہ دیا ہے[3] جو بقول شیخ محمد اعظم مذکور انہی شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیف ہے[4]۔

---

[1] محمد مراد کشمیری: تحقیقات ۱۰۸

[2] محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۸۔ا

[3] تحقیقات ۱۲۲

[4] فیض مراد میں رسالہ خوف ورجا کی تلخیص شامل ہے۔ (ورق ۴۹۔الف۔ ۵۳۔ب)

مؤلف شیخ محمد مراد نے ۱۱۰۱ھ کو اپنے ایک مکاشفہ کی اپنے شیخ حضرت وحدت سے تاویل دریافت کی ہے۔

یہ واضح ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید کا وصال ۱۰۷۱ھ کو ہو گیا بھلا اس سنہ میں فوت ہونے والا ۱۱۰۱ھ میں اپنا مکاشفہ کیوں کر لکھ سکتا ہے؟

کتاب تحقیقات میں مؤلف نے اپنے تمام اجازت نامے اور اسناد ارشاد جمع کر دی ہیں[۲] لطف کی بات یہ ہے کہ یہ وہ سندیں ہیں جو مؤلف اپنے مرتبہ مکتوبات حضرت وحدت کے مجموعہ (گلشن وحدت) میں بھی نقل کر چکے ہیں[۳]، جسے خود ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ہی شائع کیا ہے۔

ان مختصر مباحث سے ثابت ہوا کہ کتاب تحقیقات حضرت خواجہ محمد سعید کی تالیف نہیں ہے بلکہ یہ تو حضرت شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیف ہے، کتاب تحقیقات کے کاتب نے اسے حضرت شیخ عبد الاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مقولات کا مجموعہ قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

> تمت ہذہ النسخة المبارکہ المسمیٰ بہ تحقیقات من مقولات قطب الاقطابی غوث الاعظم حضرت سیدنا و مولانا عبدالاحد بن شیخ محمد سعید......

پھر جن صاحب (ظہور حسین) نے یہ کتاب کتب خانہ عارف حکمت مدینہ منورہ سے خانقاہِ کندیاں کے لیے نقل کی ہے انہوں نے بھی اسے حضرت وحدت کے ملفوظات ہی بتایا ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اسے مکمل طور پر حضرت وحدت کے ملفوظات نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس میں جامع شیخ محمد مراد کشمیری نے آپ کے فرمودات کے ساتھ آپ کے بعض مکتوبات اور اجازت نامے بھی نقل کیے

---

۱ تحقیقات ۱۱۷

۲ ایضاً ۱۲۸۔ ۱۳۲ و بہ بعد (اگر کتاب تحقیقات اور گلشن وحدت کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو کئی مقامات ان میں مشترک ملیں گے، اس میں گلشن وحدت میں شامل بعض مکاتیب بھی نقل ہوئے ہیں)

۳ گلشن وحدت

ہیں، ہمارے نزدیک یہ وہی کتاب ہے جس کی نقل حضرت وحدت نے شیخ محمد مراد کشمیری سے اپنے ایک مکتوب میں طلب کی ہے[1]۔

حیات حضرت خواجہ محمد سعید کے مآخذ

حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہ کے احوال پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، ان لکھنے والوں میں معاصرین، قریب العہد اور متاخرین سبھی شامل ہیں، ان مآخذ میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، وصال احمدی، زبدۃ المقامات، حضرات القدس، مجمع الاولیاء، سنوات الاتقیاء، طبقات شاہ جہانی، مکتوبات معصومیہ، مکتوبات سعیدیہ، مقامات احمدیہ ومناقب حضرات معصومیہ، نتائج الحرمین، اسراریہ، ریاض الاولیاء، مفتاح العارفین، گلشن وحدت، کواکب دریہ، تحفۃ الفقراء، حسنات المقربین، گلزار اسرار الصوفیہ، روضۃ القیومیہ، روضۃ السلام، حسنات الحرمین، عمدۃ المقامات، مقامات معصومی اور لطائف المدینہ[2] (درحالات حضرت خواجہ محمد سعید) کتب تاریخ میں سے عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری، مرآۃ العالم، مرآۃ جہان نما وغیرہ شامل ہیں ان مآخذ کے ذکر کے بعد اب لطائف المدینہ کا تعارف کروایا جا رہا ہے۔

لطائف المدینہ

لطائف المدینہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کے حالات پر عربی نثر میں ایک رسالہ ہے جس کے مؤلف شیخ عبد الاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید ہیں، یہ کتاب ۱۰۶۷۔۱۰۶۸ھ کو تالیف ہوئی ہے جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت وحدت کی ولادت ۱۰۵۰ھ کو ہوئی تھی، اس اعتبار سے لطائف المدینہ کی تالیف کے وقت اُن کی عمر صرف ۱۸۔۱۷ سال تھی اور صاحب سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بقید حیات تھے۔

مذکورہ سنہ میں جب حضرات مخدوم زادگان سرہند حج کے لیے حرمین الشریفین کے سفر پر گئے تو ان میں سے دو بزرگ صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کے احوال وملفوظات و

---

[1] گلشن وحدت ۱۲/ ۲۴ (بعض تاملات کے لیے اسی مقدمہ کا عنوان "ایک غلط فہمی کا ازالہ" ملاحظہ کریں)

[2] راقم الحروف نے مقامات معصومی کی جلد اول میں ان مآخذ و مراجع کا تفصیلی تعارف کروایا ہے۔

مکاشفات پر ان کے صاحبزادگان نے عربی میں رسائل تالیف کیے ان میں سے اول الذکر کے احوال پر لطائف المدینہ اور ثانی الذکر کے مکاشفات حرمین پر یواقیت الحرمین کے نام سے رسائل تالیف کیے۔ موخر الذکر رسالہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند ارجمند مروج الشریعت محمد عبید اللہ نے لکھا جس کا حضرت خواجہ محمد معصوم کے حین حیات ہی ۱۰۷۱ھ کو فارسی میں حسنات الحرمین کے نام سے ترجمہ ہو کر مریدین سلسلہ میں رائج ہو گیا[1]۔ لیکن اول الذکر یعنی لطائف المدینہ کا ترجمہ نہ ہو سکا جس کی وجہ سے یہ رسالہ صرف عربی خوان حضرات تک محدود ہو کر رہ گیا۔

لطائف المدینہ سے پہلا براہِ راست استفادہ شیخ محمد امین بدخشی نے کیا جو حضرات مجددیہ کے سفر حرمین کے دوران ہمہ وقت ان کے ہمراہ رہتے تھے اور اپنی ضخیم کتاب نتائج الحرمین (در حالات شیخ آدم بنوڑی) مرتب کرنے میں مصروف تھے، لکھا ہے کہ میرے پاس شیخ فرخ شاہ (بن حضرت خواجہ محمد سعید) اور شیخ عبدالاحد وحدت کے نوشتہ مکاشفات حرمین کثیر تعداد میں موجود ہیں:

"........ مکاشفات الحرمین الشریفین کثیر عندی بخط الشیخ فرخ شاہ والشیخ عبدالاحد سلمهما الله تعالیٰ"[2]

اس اقتباس میں مکاشفات نوشتہ شیخ عبدالاحد سے مراد یہی لطائف المدینہ ہے، البتہ مکاشفات حرمین نوشتہ علامہ محمد فرخ مجددی کے ہمیں تاحال کسی خطی نسخہ کے وجود کا علم نہیں ہے، گویا حضرت خواجہ محمد سعید کے مکاشفات صرف حضرت وحدت نے ہی نہیں لکھے بلکہ آپ کے فرزند اکبر علامہ محمد فرخ نے بھی قلم بند کیے تھے۔ اس کے بعد اس سلسلہ کے اکثر تذکرہ نویسوں نے حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال کے بیان میں لطائف المدینہ سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے حسنات المقربین، تحفۃ الفقراء، مقاماتِ معصومی، روضۃ القیومیہ اور عمدۃ المقامات کے مولفین نے اس سے نقل واقتباس کیا ہے، لطائف المدینہ پانچ ابواب (مقالات) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

---

[1] حسنات الحرمین ہمارے مفصل مقدمہ اور ترجمہ سمیت مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان سے ۱۹۸۱ء کو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

[2] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی جلد سوم، مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن نمبر Per. MS. Ethe. 652 ورق ۱۷۶-ب

پہلا مقالہ حضرت خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کے نسب پر ہے جس میں آپ کے مشائخ طریقت، اسناد حدیث کا بیان اور دوسرا مقالہ آپ کے حق میں "بشارات جو آپ کے والد اور شیخ بزرگوار نے دی ہیں۔

اور جن کا ذکر مکاتیب شریفہ میں ہے۔

تیسرا مقالہ بعض مکاتیب شریفہ کا بیان جو آیات الفرقانیہ کی تاویلات پر مشتمل ہیں۔ چوتھا مقالہ ایسے اسرار عظیمہ کا بیان ہے جو آپ نے بلاواسطہ اپنے حضرت (مجدد الف ثانی) سے سنے........

پانچواں مقالہ آپ کی بعض کرامات و تصرفات

خاتمہ بعض وہ کلمات قدسیہ جو آپ کی کتاب مسمیٰ بالبشارۃ الحقانیہ..... لطائف المدینہ فصیح عربی میں ہونے کی وجہ سے معتقدین نے زیادہ نقول نہیں کیں جس کے باعث اس کے نسخے بہت ہی کمیاب ہیں، اس کا یہ ایک ہی نسخہ ہمیں مل سکا ہے جو اس وقت نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں شمارہ ۲ / ۱۰۵۶-۱۹۵۷: N.M محفوظ ہے اس سے پہلے یہی نسخہ کتب خانہ سرکار ٹونک میں (کتب تصوف عربی نمبر ۱۰۵) کے تحت تھا۔ حضرت وحدت کے سب سے مفصل حالات شیخ محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ) بن مروج الشریعت محمد عبید اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے مقامات حضرات خمسہ (کواکب دریہ) کی دوسری جلد میں لکھے ہیں جو حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال پر ہے اس میں ضمناً حضرت وحدت کے جو حالات لکھے گئے ہی وہ بقول صاحب مقامات معصومی ستر (۷۰) اجزاء کے مساوی ہیں جو ایک مستقل جلد سے کم نہیں ہیں[۱]، اس کتاب کے مؤلف نے حضرات مجددیہ کے احوال و مناقب کی تالیف کے لیے اپنی زندگی کے چالیس سال صرف کیے تھے[۲]۔

لیکن افسوس کہ اس پانچ جلدی ضخیم و جیم کتاب کی کسی جلد کے وجود سے ہم تاحال واقف نہیں ہیں۔

حضرت وحدت کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں[۳]۔

حضرت وحدت کے خلفاء و مریدین کثیر تعداد میں تھے جن میں کشمیر کے مفتی محمد طاہر کے صاحبزادے شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) جو ۳۸ کتابوں کے مؤلف اور آپ کے مکتوبات و ملفوظات

---

۱ صفر احمد معصومی: مقامات معصومی ۸۶-۸۷

۲ ایضاً ۸۶

۳ تفصیل کے لیے اس کتاب سے منسلک شجرات ملاحظہ کریں۔

کے جامع تھے[1] اور فارسی کے مشہور شاعر شیخ سعد اللہ گلشن (۱۰۷۵ـ ۱۱۴۰ھ / ۱۶۶۵ـ ۱۷۲۷ء) جنہوں نے حضرت وحدت کے عرف "شاہ گل" کی مناسبت سے اپنا تخلص گلشن رکھا تھا[2] صاحبِ دیوان شاعر اور ولی دکنی کے استاد تھے، خاص شہرت رکھتے ہیں ان کے علاوہ صوفیہ کے تذکروں میں آپ کے مریدین کے اسماء بھی ملتے ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے قلم زد کر دیا گیا ہے، البتہ شیخ محمد عابد سنامی ف ۱۱۶۰ھ) ایسی شخصیت ہیں جن کے دامن تربیت سے بہت سے افراد نے وابستہ ہو کر باطنی فیض پایا ان میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۱۱ـ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۰ـ ۱۷۸۱ء) خاص شہرت کے مالک تھے جن سے سلسلہ نقشبندیہ کو بہت فروغ ہوا انہی شیخ محمد عابد سنامی کے خلیفہ تھے[3]۔

حضرت وحدت کو اپنے ایک معاصر بزرگ شیخ محمد افضل الہ آبادی[4] (۱۰۸۸ـ ۱۱۲۴ھ / ۱۶۷۷ـ ۱۷۱۲ء) سے بڑی الفت تھی، یہ موانست عرصہ تک غائبانہ رہی لیکن جب الہ آباد کے ناظم سیف خان کی استدعا پر آپ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء کو الہ آباد تشریف لائے تو آپ نے متعدد مرتبہ شیخ محمد افضل سے ملاقات کی، شیخ نے اپنا رسالہ اثبات الاحوطیہ پیش کیا جسے ملاحظہ فرما کر آپ بہت خوش ہوئے[5]۔

---

۱ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری کے حالات پر ان کے مرید محمد اعظم دیدہ مری نے فیض مراد کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو انشاءاللہ حوزہ نقشبندیہ سے شائع کی جائے گی۔

۲ تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

۳ مقامات مظہری ۲۳۳ـ ۲۳۷

۴ شیخ محمد افضل الہ آبادی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ۶/ ۲۷۹

۵ اجملی، میر نجان الہ آبادی نقش بندی: خازن الشعراء ورق ۱۶۷ ب

حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی

- شاہ عبداللہ
  - عبدالحق
  - بی بی ذاکرہ
  - بی بی جانی
    - احمدی
    - صلاح النساء
    - بی بی مہدی
      - سراج الدین
        - امام الدین (لاولد)
      - امۃ الرحمن
      - بی بی ملیحہ
- شاہ لطیف اللہ لاعقب لا
- محمد فرخ (دیکھیے جداگانہ شجرہ)
- بی بی فاطمہ
- سعد الدین
  - محمد قطب الدین
    - محمد غوث
      - محمد عظیم
      - محمد جمال اللہ
      - بی بی لطفی
      - بی بی اصالت
      - ضیا النساء
      - بی بی منا
    - بی بی عصمت
  - شمس النساء
  - بی بی سعیدہ النساء
- عبدالاحد وحدت (رک جداگانہ شجرہ)
- خلیل اللہ (رک جداگانہ شجرہ)
- محمد یعقوب
  - عصمت اللہ
    - صفت اللہ (لاولد)
    - سلطان المشائخ
      - عنایت اللہ
    - ولی اللہ
    - خیر النساء
    - غلام الٰہی
    - غلام امام (لاولد)
    - جانا بیگم
  - بی بی جمیلہ
- محمد تقی
  - محمد نجیب
    - سلام اللہ
      - میرک جان (لاولد)
      - عابدہ
      - ستارہ
    - احسن اللہ
      - عرفان اللہ
        - غلام سعید
          - سعید احمد (لاولد)
      - ثناء اللہ
        - خلیل احمد
          - عرفان اللہ
          - کریم النساء
        - امۃ الرسول
    - بی بی بلاقی
    - بی بی درویش
    - بی بی فائق
  - عفت
  - عزت
  - قمر النساء
  - طرامت
  - شہزادی
  - شاہ بیگم
  - سعادت بیگم
- بی بی صالحہ
- لالی شاکرہ
- شرف النساء مریم
- فخر النساء

(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۲۳-۳۳)

- عنایت اللہ
  - عطاء النبی
    - رسول النبی
      - ہدایت النبی
        - عزیز الرحمٰن
        - زمرد رحمٰن
      - تقی النبی (لاولد)
      - مجید النبی
      - علی النبی
      - منیب النبی
    - امۃ النساء
    - امۃ الباقی
  - ضیاء النبی
    - مصباح النبی
    - احمد نبی (لاولد)
    - سراج النبی
      - غلام مرتضیٰ میاں ملا (لاولد)
      - سعید النبی
        - وحید النبی
          - فرید النبی
        - فاطمہ بیگم
    - حبیب النبی
      - رشید النبی
        - امۃ الکریم
      - ولی النبی
        - خلیل النبی
        - حسیب النبی
        - عزیز النبی
        - شفیق النبی
        - امۃ الولی
        - امۃ الغنی
      - لطیف النبی
        - امۃ الحلیم
        - امۃ الحکیم
        - امۃ الجلیل
        - امۃ الحسیب
      - حمید النبی
        - مجیب النبی
      - امۃ الرحمٰن
    - موتی بیگم
    - امۃ النبی
    - امیر بیگم
  - نور النبی
    - ظہور النبی
    - دلیل الرحمٰن
    - فضل الرحمٰن
    - عزیز الرحمٰن
    - عبد الرحمٰن
    - نور الرحمٰن
    - مری بیگم
    - قدسی بیگم
  - عبد اللہ
  - احمد شاہ (لاولد)
  - بی بی امۃ اللہ

(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۹، ۱۸-۱۹، انساب الانجاب ۱۶)

علامہ مولوی محمد فرخ شاہ بن خواجہ سعید بن حضرت مجدد الف ثانی

- شاہ علی رضا
  - محمد شاہ
    - روح اللہ
      - محمد علی
      - نور اللہ
      - دختر
  - وجہ اللہ
  - شیخ محمدی
  - بدر عالم
  - محمد مکی
  - قوام الدین
    - سیف الدین سیفی
      - احمد شاہ
        - اکبر شاہ (لاولد)
        - جہاں شاہ (لاولد)
        - عظیم شاہ
          - رحیم شاہ
            - لطیف احمد
              - حسین احمد
              - امتہ البصیر
              - فاروقی بیگم
            - محمد یوسف
            - محمد اسحٰق
            - بی بی مرشد
            - امتہ الحکیم
            - اسدی
          - کریم شاہ
            - شفیع احمد
            - حبیب النساء
            - لبیب النساء
          - نعیم شاہ
            - راحت بیگم
          - ہنراج بیگم
          - جمیلہ
          - صدیقی
        - رقیہ
        - بی بی حسن جہاں
      - محمد شاہ
        - محمود شاہ
          - محمد شریف
          - معصوم شاہ
            - پسر
        - غلام علی
        - فاطمہ
        - خدیجہ
        - عصمتہ
        - جان
      - نجم النساء
      - کریم النساء (منسوب بہ امام الدین بن سراج الدین)
  - ام کلثوم
  - رقیہ
  - بی بی قریشیہ
- محمد اسد اللہ (لاولد)
- محمد ارشد
- محمد ضیاء اللہ
  - صالحہ
  - عابدہ (منسوب بہ محبوب بن ید اللہ)
  - بخشی بیگم (منسوب بہ شاہ معصوم بن نیاز معصوم)
- فاضلہ بانو — منسوب بہ عبد الحق بن عبد اللہ بن حضرت خواجہ محمد سعید
- مکرمتہ النساء (منسوب بہ محمد رضا بن فقیر اللہ بن حضرت شاہ محمد یحیٰؒ)
- منیفہ خانم — منسوب بہ ضیاء احمد بن فقیر اللہ بن شاہ محمد یحیٰؒ

مولوی محمد ارشد بن مولوی محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید

- محمد راشد
- محمد مرشد (مدفون رام پور)
  - بادشاہ بیگم
  - براتی بیگم
    - محمد پیر
      - احمد کبیر
        - بیگما
        - عمدۃ بیگم
      - محمد بشیر
        - محمد نذیر
        - محمد قدیر
        - محمد عظیم
          - محمد کریم
          - محمد امین
        - محمد وزیر
        - حسن آراء
      - امۃ لارشد
    - سراج احمد (موگف سیر المرشدین)
    - فیض جہاں بیگم (والدہ شاہ ابو سعید دہلوی)
      - غلام حسین
        - امامی بیگم
        - عزیز جہاں بیگم
        - دلایتی بیگم
      - سراج الرحمن
        - عزیز الرحمن
          - عبد الرحمن
          - عبد الحمید
          - مقصودہ بیگم
          - سعید الرحمن
            - سعید عمر
            - خلیل الرحمن
            - عبد الرحمن
            - وحید الرحمن عرف بھورامیاں
        - مقبول بیگم
      - بی بی حضرت
      - امۃ القیوم
      - جوہر آراء
    - مرشدۃ النساء (والدہ شاہ ابو سعید دہلوی)
    - رشدۃ النساء
    - مسترشدۃ النساء
- محمد ارشاد
  - محمد اسحاق
- محمد رشید
  - محمد فرید
  - سعید النساء
  - آمنہ
  - دختر
- بی بی رشیدہ

ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۱۰-۱۸

انساب الانجاب ۱۲-۱۶

تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی شوق

حضرت وحدت بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی

- محمد ابوحنیف
  - محمد زکی
    - محمدی عرف شاہ بھیکہ
      - شاہ پیر
      - بی بی دینی
      - ظہورہ
      - مخلوقہ
      - احمدیہ
      - محمدیہ
      - سعیدیہ
  - محمد میر (لاولد)
  - ستارہ خانم (منسوب بہ نور الاحد بن شیخ فقیر اللہ مذکور)
- محمد جواد
  - محمد انوار اللہ
    - نور الاخیار
    - نور الابصار
      - احمد بخش
      - محبوب شاہ
        - محمد شاہ
        - غلا مصطفیٰ
        - ایوب شاہ
          - نظیر احمد
            - مجید احمد
            - شفیق احمد
            - امۃ الشکور
          - رحیم احمد
          - رزاق احمد
          - گمانی بیگم
        - محمود شاہ
          - کریم احمد
          - حکیم احمد
          - برخوردار بیگم
          - مسعود بیگم
          - دعوی بیگم
          - احمد شاہ
            - ارشاد بیگم
          - جہان شاہ
            - عثمان شاہ
          - سید شاہ
          - بسم اللہ بیگم
        - حامد شاہ
        - انور شاہ
        - خدیجہ
      - امیر النساء
      - رفیع النساء
    - غلام احمد
    - بی بی عیش
    - عشرت
  - راشدہ
- محمد نقی
- نور الحق
- حدیقہ (منسوب بہ فقیر احمد بن شاہ محمد یحیی)
- عطر گل (منسوب بہ عصمت اللہ بن محمد یعقوب بن خواجہ محمد سعید)
- آفتاب خانم (منسوب بہ اہل اللہ بخاری نواسۂ حضرت خواجہ محمد سعید)

احمد بخش

امام بخش — محمد بخش — سعید احمد — بخشی بیگم

عباس علی — کفایت علی — زین العابدین — رسول النبی

نصیر الدین — مشرف بیگم — اشرف بیگم

مصباح الدین

حمید احمد — نور حسین — بگہ بیگم — در نجف — محمدیہ

رؤف الراشدین

مجید احمد — رشید احمد — عزیز احمد — عطاء احمد — حبیب احمد — حفیظ احمد — امۃ العلیم — امۃ الحلیم — بسم اللہ بیگم — امۃ القدوس — امۃ الحکیم

رفیع الراشدین — بی بی لاڈلی — علی جان — حبیب الراشدین — امۃ الغفور — امت الحبیب — بدر النساء — نبی الراشدین — شفیع الراشدین — مجیب الراشدین — صالحہ

شیخ محمد نقی بن حضرت وحدت

- محمد اظہر نواب
  - احسان اللہ خان
    - محمد مشتاق
    - شاہ محمد آفاق (مشہور شیخ طریقت)
      - امت عائشہ
      - امت فاطمہ
  - انعام اللہ خان یقینؔ
    - مرید حسین
    - صمصام اللہ
    - مقبول النبی
    - مبارک بیگم
  - عرفان اللہ خان
  - عائشہ بیگم
  - مریم بیگم
  - فاطمہ
- ظہور اللہ
- خدیجہ بیگم
- لاڈلی بیگم
- پیاری بیگم
- اولیاء بیگم

شیخ نور الحق بن حضرت وحدت

- ضیاء الحق
  - جمال الحق
- عزیز الحق
  - معز الحق
    - عبد الحق
- سعید الحق
- ثناء الحق
- جمیل الحق
- عطاء الحق
- بی بی خانمی
- صالحہ

(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۱۹۔۲۷)

شیخ محمد خلیل اللہ بن خواجہ محمد سعید

نور القدس — شیخ مکین (لاولد) — مراد اللہ — فیض النساء (منسوب بہ محمد نجیب بن محمد تقی بن خواجہ محمد سعید)

نور العلی — شاہ میر — میر مجتبیٰ — غلام مصطفیٰ — غلام مرتضیٰ — بی بی سلامت (منسوب بہ ید اللہ بن مراد اللہ مذکور) — بی بی جکرو — ماہ بیگم

کریم اللہ — کریم النساء

منسوب بہ بھورا

ید اللہ — سعید اللہ — بی بی خانمی (منسوب بہ نور الصمد بن شیخ محمد ہادی بن حضرت مروج الشریعت) — بی بی صاحبی (منسوب بہ نور العلی بن نور القدس) — شاد خانم

محمد محبوب — بی بی محفوظہ

عزیز اللہ — سعید النساء — بی بی کابلی

محمد باقی — محمد مقصود — زینب

(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۲۷-۲۹)

مآخذ

مخطوطات

۱۔ اجملی، محمد میرن جان نقش بندی: خازن الشعراء، مخزونہ کتب خانہ انڈیا آفس، لندن نمبر 1.0.3899، روٹوگراف مملوکہ جناب۔ مشفق خواجہ، کراچی۔

۲۔ ظفر، رائے ٹیکارام: گلزار مضامین (بسال ۱۱۹۹ھ)

۳۔ محمد اعظم دیدہ مری: فیض مراد (احوال و آثار شیخ محمد مراد ننگ کشمیری ف ۱۱۳۱ھ)، مخزونہ کتابخانہ مرکزی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (ذخیرہ شیرانی)

۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال شیخ آدم بنوڑی) جلد سوم خطی، مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن، نمبر ۶۵۲۔

۵۔ محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء مرتبہ محمد اقبال مجددی، زیر طبع۔

۶۔ ایضاً: تحقیقات، مخزونہ کتابخانہ خانقاہ نقشبندیہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی پاکستان۔

۷۔ ایضاً: حسنات المقربین، کتابخانہ مرکزی لینن گراڈ، روس

۸۔ وحدت، عبدالاحد سرہندی، شیخ: چہار چمن، مخزونہ کتابخانہ خانقاہ سراجیہ، کندیاں۔

۹۔ ایضاً: مجموعہ رسائل وحدت، ذخیرہ شیفتہ، مخزونہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

مطبوعات فارسی

۲۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: خزانۂ عامرہ، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۸۷۱ء

۲۲۔ ایضاً: مآثر الکرام، لاہور، مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ، ۱۹۷۱ء

۲۳۔ ایضاً: سرو آزاد مرتبہ عبداللہ خان و عبدالحق، حیدر آباد، دکن، ۱۹۱۳ء

۲۴۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)، کانپور، ۱۳۱۳ھ

۲۵۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۴ جلدیں

۲۶۔ اخلاص، کشن چند: ہمیشہ بہار (تذکرہ شعرائے فارسی) مرتبہ وحید قریشی، کراچی، ۱۹۷۳ء

۲۷۔ الہدیہ چشتی: سیر الاقطاب، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۹۱۳ء

۲۸۔ ایمان، رحم علی خان: تذکرہ منتخب اللطائف مرتبہ محمد رضا جلالی نائینی وامیر حسن عابدی، تہران، ایران، ۱۳۴۹ش

۲۹۔ امیر خورد کرمانی: سیر الاولیاء دہلی، مطبع رضوی، ۱۳۰۲ھ

۳۰۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات خواجہ باقی باللہ مرتبہ برہان احمد فاروقی وابوالحسن زید فاروقی، لاہور ۱۹۶۷ء

۳۱۔ بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء

۳۲۔ تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد

۳۳۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء

۳۴۔ حمید شاعر قلندر: خیر المجالس مرتبہ خلیق احمد نظامی، علی گڑھ، ۱۹۵۹ء

۳۵۔ خادم، احمد علی ہاشمی سندیلوی: مخزن الغرائب مرتبہ محمد باقر، لاہور، ج اول دوم ۱۹۶۸۔ ۱۹۷۰، سوم، چہارم، پنجم، اسلام آباد ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲ش

۳۶۔ خوشگو، بندرابن داس: سفینہ خوشگو مرتبہ عطاء الرحمٰن کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۹ء

۳۷۔ دانش پژوہ، محمد تقی: فہرست میکروفلمہای کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، (۳ جلد) تہران، ایران، ۱۳۴۸۔۱۳۶۳ ش

۳۸۔ سجاول، اخوند عبدالحق سرہندی: مسائل شرح وقایہ، دہلی، مطبع مرتضوی، ۱۲۸۵ھ

۳۹۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، (س ن)

۴۰۔ شوق، قدرت اللہ: طبقات الشعراء مرتبہ نثار احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۶۸ء

۴۱۔ صبا، محمد مظفر حسین: روز روشن، تہران، ۱۳۴۳ش

۴۲۔ صفر احمد معصومی سرہندی: مقامات معصومی تحقیق وتعلیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۴۳۔ عارف نوشاہی، سیّد: فہرست نسخہ ہا خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۴۴۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: اخبار الاخیار، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۲ھ

۴۵۔ غلام علی دہلوی، شاہ: سبعہ سیارہ (مجموعہ رسائل)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ

۴۶۔ فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات جامع محمد فاضل انصاری، لاہور، مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۹ء

۴۷۔ قاسم، قدرت اللہ: مجموعۂ نغز مرتبہ حافظ محمود شیرانی، لاہور، ۱۹۳۳ء

۴۸۔ گوپاموی، قدرت اللہ: نتائج الافکار، بمبئی، ۱۳۳۶ش

۴۹۔ مجدد الف ثانی احمد سرہندی شیخ: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۴ھ

۵۰۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر مرتبہ سعادت کشمیری، مقبوضہ کشمیر، ۱۳۵۵ھ

۵۱۔ محمد سعید سرہندی، خواجہ: مکتوبات جامع علامہ فرخ، لاہور، ۱۳۸۵ھ

۵۲۔ محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات، استنبول، ترکی

۵۳۔ محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۶۸ء

۵۴۔ محمد مظہر مجددی مہاجر مدنی: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۷۷ھ

۵۵۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد اول، کانپور، ۱۳۰۴ھ، جلد دوم لدھیانہ، ۱۳۲۴ھ، جلد سوم مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۴۰ھ

۵۶۔ محمد نقشبند ثانی، حجۃ اللہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۶۳ء

۵۷۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۵۸۔ مروج الشریعت، عبید اللہ: حسنات الحرمین، تحقیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، مکتبہ سراجیہ، ۱۹۸۱ء

۵۹۔ میرزا، محمد اصلح: تذکرہ شعرای کشمیر مرتبہ حسام الدین راشدی، لاہور، ۱۳۶۴+ش

۶۰۔ میر تقی میر: نکات الشعراء مرتبہ عبد الحق، طبع دوم مرتبہ محمود الٰہی، ۱۹۸۴ء

۶۱۔ نور الحسن خان: نگارستان سخن، بھوپال، ۱۲۹۳ھ

۶۲۔ نور الدین جعفر بدخشی: خلاصۃ المناقب مرتبہ سیدہ اشرف ظفر، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

۶۳۔ نعیم اللہ بہرائچی: معمولات مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ

۶۴۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی، شیخ: گلشن وحدت مرتبہ عبد اللہ جان فاروقی، کراچی، ۱۹۶۶ء

۶۵۔ ایضاً: کحل الجواہر (مشمولہ بطور ضمیمہ کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری)، امرتسر، ۱۳۳۵ھ

۶۶۔ ایضاً: سبیل الرشاد مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۸ء

۶۷۔ ولی اللہ محدث دہلوی: انفاس العارفین، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۵ھ

مطبوعات اُردو

۶۸۔ احمد حسین خان امروہوی: جواہر معصومیہ، لاہور (س ن)

۶۹۔ اختر محمد خان رام پوری: جواہر ہاشمیہ (سوانح خواجہ محمد ہاشم کشمی)، حیدر آباد، دکن (س ن)

۷۰۔ ادریس احمد: سرہند میں فارسی ادب، دہلی ۱۹۸۸ء

۷۱۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس اُردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۷۲۔ جالبی، جمیل: تاریخ ادب اُردو، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء

۷۳۔ چغتائی، محمد اکرام: "مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ"، مقالہ مشمولہ فنون، (لاہور، ج ۴ ش ۲ نمبر ۷ دسمبر ۱۹۶۶ء، ص ۲۳۷۔۲۴۵)

۷۴۔ خالد محمود (مرتب) مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۹۹ء

۷۵۔ خیالی، محمد نعیم اللہ: معارف مکتوبات امام ربانی، دہلی ۲۰۰۲ء

۷۶۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)، لاہور (س ن)

۷۷۔ زید، ابو الحسن فاروقی: مقاماتِ خیر، دہلی، ۱۳۹۲ھ

۷۸۔ شائستہ خان: فہرست مخطوطات فارسی رضا لائبریری، رام پور، پٹنہ، ۱۹۹۵ء

۷۹۔ شمس الدین احمد: حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ، سری نگر، ۲۰۰۱ء

۸۰۔ شمس اللہ قادری: امرائے پائیگاہ، مقالہ مشمولہ تاریخ، حیدر آباد، دکن، (ج ۴ ش ۲۔۳ ستمبر تا دسمبر ۱۹۴۰ء)

۸۱۔ غلام علی دہلوی شیخ: مقاماتِ مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

۸۲۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ترجمہ فضل احمد جیوری، لاہور، ۱۳۹۵ھ

۸۳۔ فوق، محمد دین: تاریخ کشمیر، لاہور، ۱۹۱۰ء

۸۴۔ قیصر امروہوی: فہرست مخطوطات ذخیرہ شیفتہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۲ء

۸۵۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ

۸۶۔ مالک رام: تلامذۂ غالب، دہلی، ۱۹۸۴ء

۸۷۔ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۲ء

۸۸۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، سیالکوٹ، ۱۴۰۷ھ

۸۹۔ نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۳۰ء

۹۰۔ نورالحسن انصاری: فارسی ادب بعہد اورنگزیب، دہلی، ۱۹۶۹ء

۹۱۔ ولی دکنی: کلیات ولی مرتبہ نورالحسن ہاشمی، لکھنو، اترپریش اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

مطبوعات انگریزی

92- Kirpal Singh: Life of Maharaja Ala Singh of Patiala, Amritsar, 1954.

93- Marshall, D.N: Mughals In India, Bombay, 1967.

94- Rieu, Ch: Cat. of Persian Manuscripts in the British Museum, London, 1883.

95- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1970-72

۲۰۰۴ء

لطائف المدینہ، لاہور، ۲۰۰۴ء

شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری

ولادت

حضرت شیخ محمد مراد کے سالِ ولادت میں ایک سال کا اختلاف ہے۔ خود معاصر سوانح نگار مولانا محمد اعظم نے شیخ کا سالِ ولادت ۱۰۵۶ھ یا ۱۰۵۷ھ بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ولادتِ باسعادت آنحضرت بیست و ششم (۲۶) شہر ربیع الاوّل سنہ ہزار و پنجاہ و شش یا ہفت ہجری بودہ است"[1]۔

شیخ محمد مراد نے پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں ۱۱۳۱ھ میں انتقال کیا[2]۔ ۱۱۳۱ میں سے ۷۵ منہا کیے جائیں تو سالِ ولادت ۱۰۵۶ھ بر آمد ہوتا ہے۔

سال ولادت کے لیے مولانا محمد اعظم نے جو مادہ ہائے تاریخ نقل کیے ہیں ان سے ۱۰۵۷ھ ہی بر آمد ہوتا ہے۔ یہ مادے حسب ذیل ہیں[3]۔

"آمدہ شیخ زمن" ۱۰۵۷ھ

"ولیٔ اعظم" ۱۰۵۷ھ

لیکن ایک سال کی کمی بیشی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ شیخ محمد مراد ۲۶ ربیع الاول ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۵

۲ ایضاً ورق ۱۱۹۔ محمد اعظم: واقعاتِ کشمیر (تاریخ اعظمی) ص ۲۲۳

۳ محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۵

تحصیل علوم

عالمِ طفولیت میں قرآن مجید پڑھنے کے بعد آغازِ شباب میں ہی مروجہ دینی علوم کی اساتذۂ عصر سے تحصیل کی اور پھر مولانا خواجہ ابوالفتح کلو اور مولوی یوسف کاوسی سے درسی علوم پڑھے۔ اکثر علوم کی قاضی عبدالرشید زرگر کی خدمت میں تکمیل کی اور طالب علمی کے دوران ہی سلوک اور درویشی کی راہ اختیار کرنے کا جذبہ غالب تھا۔ بائیس (۲۲) سال کی عمر تک آپ کو قاضی عبدالرشید زرگرؒ سے شرفِ تلمذ رہا۔ مولانا محمد اعظم لکھتے ہیں:

> بعد اداء تعلیم کلام خدا و انقضائے ایام صبا در خدمت علمائے عصر بتحصیل علوم عربیہ و ادبیہ اشتغال نمودہ در اندک زمانی مہارتی در علوم دینیہ بہم رسانید مقتضای علو استعداد و ادراک خداداد بر اکثر اقران تفوق نمایانی حاصل فرمودند و بصحبت اعلام علماء مثل مولانا الاعظم خواجہ ابوالفتح کلو و مولوی ملا یوسف کاوسی وغیرھما فحول العلما میر سیدند و در خدمتِ ایشان تحقیق و تدقیق میفرمودند اما تحصیل اکثر علوم در پیشِ قاضی عبدالرشید زرگر کردہ بودند وہنوز در صدد ترقی علوم بودند کہ جاذبۂ طلب و محبت الٰہی و ادعیۂ سلوک راہِ درویشی دل معرفت حاصل آنحضرت را در گرفت در حالت عمر مسعود ظاہر اقرب بہ بیست و دو سالگی رسیدہ بود[1]۔

حضرت علامہ شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعیدؒ کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کرنے کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث کی درسی کتابیں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ خلیفہ صاحبِ حضرات القدس شیخ بدرالدین سرہندیؒ سے بھی شیخ محمد مراد نے اکتساب علوم کیا، مولانا محمد اعظم لکھتے ہیں۔

> در جناب شیخ الاسلام علامہ عصر مولوی شیخ محمد فرخ ولد امجد حضرت شیخ محمد سعید در ضمن سلوک درسِ علوم شریفہ فقہ و حدیث افادہ می نمودند و در خدمت علامۃ الوریٰ عارف کامل مولانا بدرالدین سرہندی کہ از یاران خاص حضرت مجدد الف ثانی بود صاحبِ تصانیف عمدہ نیز تحصیل فرمودند[2]

---

[1] محمد اعظم: فیض مراد۔ قلمی ورق ۵

[2] محمد اعظم: فیض مراد۔ قلمی ورق ۱۳

اساتذہ

شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے مروجہ علوم کی اپنے زمانہ کے جید علماء سے تحصیل کی۔ ان اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی ہیں مولانا ابوالفتح کلو۔ مولانا یوسف کاوسی۔ قاضی عبدالرشید زرگر۔ علامہ شیخ محمد فرخ مجددی اور مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہم۔ ذیل کی سطور میں ہم ان اساتذۂ کرام کے حالات کا مجمل جائزہ لے رہے ہیں۔

مولانا ابوالفتح کلو

خواجہ نور محمد تاجر کلاسپوری کے فرزندِ ارجمند تھے۔ کشمیر کے شرفا میں سے تھے۔ آغازِ شباب میں ہی علم کی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ علامہ مولانا حیدر چرخی کے شاگرد تھے۔ علومِ عقلی و نقلی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ مسائلِ فقہ کی تلاش میں مہارتِ کامل حاصل تھی۔ سنِ کہولت میں کشمیر کے مفتی مقرر ہوئے۔ اہلِ تشیع کے رد میں "سیف السابین" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کے علاوہ کئی اور کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ مختلف کتب پر حواشی و تعلیقات بھی لکھے۔ سالِ وفات اس شعر سے برآمد ہوتا ہے۔

خواجہ ابوالفتح باہزار کمال۔ رفت اندر ہزار و یکصد سال

"بحر فیض" سے بھی سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔ (حسن ۳/۴۲۷) اور نزہتہ الخواطر ۱۶/۶ میں سالِ وفات ۱۱۰۲ھ درست نہیں ہے کیوں کہ معاصر مورخین نے سال وفات ۱۱۰۲ھ لکھا ہے۔

مقبرہ سلطان زین العابدین میں مرزا حیدر کاشغری کی قبر کے سامنے دفن کیے گئے[1]۔ ملا سلیمان کلو[2] آپ کا فرزندِ ارجمند تھے۔ جو آپ کی وفات کے بعد مسند علم و ارشاد پر متمکن ہوئے، کشمیر کے نامور علماء اور قاضی آپ

---

[1] محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۸۰، غلام حسن: اسرار الاخیار (حصہ سوم تاریخ حسن) ص ۴۲۶

[2] والد کی وفات کے وقت ملا سلیمان کی عمر پانچ برس تھی۔ مولانا نے مرنے سے پیشتر یہ پیش گوئی کی تھی کہ میرا یہ بیٹا میرا جانشین ہو گا۔ چنانچہ سن بلوغت کو پہنچ کر ملا عنایت اللہ شال (ف ۱۱۲۵ھ) سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملا عبدالشکور بدخشی سے حساب، ہندسہ اور اصطرلاب وغیرہ کی تحصیل کی۔ نواب عنایت اللہ خان کے مدرسہ میں ملا حبیب اللہ صدر کی وساطت سے ملا سلیمان مدرس مقرر ہو گئے۔ موضع دتہ ناگام جاگیر میں ملا اس پر قناعت کی۔ صبح و مساطلبہ کو درس دیتے تھے۔ ۳ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ میں انتقال کیا۔ "گنج دانش شد نہاں زیرِ زمین" سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔ (حسن: اسرار الاخیار ۳/۴۳۴)

کے شاگرد تھے۔ ان میں سے آخوند علا عنایت اللہ[1] شال شیخ حسن لالو اور شیخ الاسلام مولوی ہدایت اللہ مفتی اعظم کشمیر خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں[2]۔

شیخ محمد مراد نے آغاز شباب میں مولانا ابوالفتح سے منسلک ہو کر شرفِ تلمذ طے کیا[3]

قاضی عبدالرشید زرگر

آپ مولانا محمد افضل چرخی۔ ملا سلطان مانتجی اور قاضی عبدالرحیم کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خوش تقریر اور شیرین تحریر تھے۔ شیخ میر علی قادریؒ سے بیعت تھے۔ سیف خان ناظمِ کشمیر نے ایک مرتبہ علماء کو باغِ جہاں آراء میں دعوت مناظرہ دی۔ تو آپ نے مناظرہ میں شامل ہو کر اس خوش اسلوبی سے مناظرہ ختم کر دیا کہ خان مذکور کو بولنے کی جرأت نہ ہو۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا کہ میں کشمیر کے علماء کا ادنیٰ شاگرد ہوں۔ خانِ مذکور پر علماء کی علمیت ظاہر ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے کبھی انہیں تنگ نہیں کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ اورنگ زیب عالمگیر کی نظروں میں مقبول ہو گئے اور آپ کو برہانپور کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔[4]

شیخ محمد مراد بائیس (۲۲) سال کی عمر تک قاضی موصوف سے علوم ظاہری حاصل کرتے رہے[5]۔

قاضی صاحب نے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ کی ۸۱۔۱۰۸۰ھ میں بیعت کی۔ بیعت کے محرک اور واسطہ شیخ محمد مراد تھے[6]۔

---

1. ملا عنایت اللہ شال متوفی ۳۰ شعبان ۱۱۲۵ھ مولانا ابوالفتح کلو کی وفات کے بعد مولانا نور الہدیٰ سے تحصیل علم کیا۔ حسن ۴۴۱/۳
2. محمد اعظم: اعظمی حاشیہ ص ۱۸۰
3. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ پورا اقتباس "تحصیل علوم" کے تحت نقل کیا جا چکا ہے۔
4. محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۷۷ حسن: اسرار الاخیار ۳/۴۲۷ مسکین محی الدین: تحائف الابرار تاریخ کبیر کشمیر ص ۲۹۷۔ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، عبدالحی: نزہتہ الخواطر: ۵/۲۲۰
5. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ (اقتباس تحصیل علوم کے تحت نقل کیا جا چکا ہے)
6. محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۶۶

مولانا بدر الدین سرہندیؒ بن ابراہیم

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفا میں سے تھے۔ حضرات القدس کے مصنف کی حیثیت سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں لیکن افسوس ہے کہ اتنی عظیم شخصیت کے حالات کلیتاً پردۂ اخفا میں ہیں۔ اگر شیخ موصوف حضرات القدس کے اختتام پر اپنے حالات نہ لکھتے تو آج ہمیں ان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہوتا۔

مولانا محبوب الٰہی مدظلہ کی تحقیق کے مطابق آپ کا سالِ ولادت تقریباً ۱۰۰۲ھ ہے[۱]۔ شرح المواقف۔ تفسیر بیضاوی۔ عضدیہ مع حاشیہ للسید شریف حضرت مجددؒ سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ پھر شیخ محمد صادق بن حضرت مجددؒ سے مطول مع حاشیہ سیّد شریف۔ شرح العقائد مع حاشیہ خیالی۔ تحریر الاقلیدس شرح المطالع حاشیہ سے پڑھیں۔ حضرت مجدد کی خدمتِ اقدس میں سترہ برس[۲] رہے آپ نے اپنی حسبِ ذیل تصانیف کا ذکر حضرات القدس میں کیا ہے۔

(۱) سیر احمدی[۳] (۲) کرامات الاولیا (۳) روائح (۴) ترجمہ فارسی فتوح الغیب (۵) سنوات الاتقیاء[۴]، (۶) مجمع الاولیاء (۷) مقاماتِ غوث الثقلین ترجمہ بہجۃ الاسرار (۸) ترجمہ روضۃ النواظر (۹) ترجمہ تفسیر عرائس البیان للشیخ روزبہان بقلی[۵]۔

ہمارا خیال ہے کہ شیخ محمد مرادؒ، ملا بدر الدین سرہندیؒ کی خدمت میں تحصیل علوم کے لیے ۱۰۸۰ھ کے بعد پہنچے[۶]۔

مولانا عبدالحی حسنی[۱] اور سٹوری[۲] نے مولانا بدر الدین سرہندیؒ کے خود نوشت حالات حضرات القدس سے ہی نقل کیے ہیں۔

---

۱ محبوب الٰہی مولانا مقدمہ حضرات القدس فارسی مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء ص ۱۰

۲ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس (خاتمہ در احوال خود)

۳ اس کا مسودہ مصنف سے ضائع ہوگیا (حضرات القدس)

۴ سنوات الاتقیا (تراجم مشائخ از حضرت آدمؑ تا ۱۰۴۲ھ مع سنین وفات) اس کا ایک قلمی نسخہ مکتوب ۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۴ء

۵ کتب خانہ انڈیا آفس لندن نمبر ۶۷۲ میں موجود ہے (IODP 672)

۶ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳

علامہ محمد فرخ مجددیؒ

علامہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندی آپ خواجہ محمد سعیدؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ۱۰۳۸ھ میں ولادت ہوئی۔ اپنے والدِ بزرگوار سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ علومِ منقولہ و معقولہ فقہ اور حدیث پر کامل عبور رکھتے تھے۔ حضرت مجددؒ کی اولاد میں سے اکثر آپ کے شاگرد تھے۔ بلکہ آپ کے زمانہ میں سرہند علومِ معقول و منقول کا مرجع بن گیا تھا۔ شیخ محسن بن یحییٰ ترھتی نے لکھا ہے کہ آپ کو سات ہزار احادیث مع متون، اسناد، جرح و تعدیل حفظ تھیں[۳]۔

آپ ایک کثیر التصانیف مصنف تھے۔ آپ کے زمانہ میں جن عاقبت نااندیشوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ پر اعتراضات کیے تھے آپ نے ان کے رد بھی رسائل لکھے ان میں سے (۱) کشف الغطاعن اذھان الاغبیا[۴] (۲) القول الفاصل بین الحق والباطل (۳) کشف الغطاعن وجوہ الخطا بھی ہیں۔ ان کے علاوہ (۴) رسالہ حرمۃ الغنا (۵) رسالہ فی العقائد (۶) رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ (۷) حاشیہ علیٰ حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی (۸) النجاۃ عن طریق الغواۃ (۹) جلاء الصدر عن مرآت الکعبۃ الحسناء[۵]۔

شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے اپنے مرشدِ عالی شیخ عبدالاحد سرہندیؒ کے حکم سے علامہ فرخ شاہؒ سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی آپ علامہ موصوف کی خدمت میں ۱۱۰۱ھ کے بعد حاضر ہوئے[۶]۔

علامہ فرخ شاہ شوال ۱۱۲۲ھ میں راہی ملک بقاء ہوئے۔[۷]

---

۱ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵

۲ Storey, C.A Persian Literature Vol. p.

۳ محسن ترہتی: الیانع الجنی ص ۶۶

۴ کشف الغطاء عن (اذھان (الاغبیاء کا ایک قلمی نسخہ مولانا محمد ہاشم جان، سندھ کے پاس ہے۔ (مکتوب مخدومی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ بنام مولف احقر مکتوب ۱۴ فروری ۱۹۷۱ء)

۵ مولانا فرخ نے النجاۃ اور جلاء الصلاء کے متعلق کشف الغطاعن اذھان الاغبیاء (ورق ۶۳) میں لکھا ہے کہ یہ بھی میری تصانیف ہیں۔ بحوالہ مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مذکور

۶ محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۱۳

۷ ثناء اللہ پانی پتی قاضی: تذکرۃ الانساب بحوالہ نزہۃ الخواطر ۶/ ۲۲۳

علامہ موصوف کے مفصل کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۹۴۔۲۹۵

۲۔ محمد فضل اللہ فاروقی سرہندی: عمدۃ المقامات ص ۲۳۸

۳۔ ثناء اللہ پانی پتی قاضی: تذکرۃ الانساب بحوالہ نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۲۲

۴۔ محسن ترھتی: الیانع الجنی

۵۔ محمد مظہر مجددی: مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ ص ۲۷

۶۔ احمد ابوالخیر المکی: ہدیۂ احمدیہ ص ۱۰

۷۔ غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیا ۱ / ۶۶۳

۸۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۲۲

۹۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس

۱۰۔ محمد اقبال مجددی (مؤلف کتابِ ہٰذا) "حدائق داوٗدی" مقالہ مشمولہ مجلہ برہان دہلی مئی ۱۹۷۰ء ص ۲۹۹۔ ومشمولہ تذکرۂ حاضر، مقامات معصومی ۳ / ۴۰۵۔۴۰۷، ۴، ۴ / ۲۸۴۔۴۹۵

مولانا یوسف کاوسی

کشمیر میں ہی مروجہ علوم حاصل کیے۔ آپ فنِ انشا کے ماہرین میں سے تھے شاہ جہان کے مقربین میں سے ایک کی سفارش سے درباری منشی کا عہدہ ملا۔ آخری عمر میں کشمیر کے "صدر" مقرر ہوئے۔

علی مردان خان کی گورنریٔ کشمیر کے زمانے میں کشمیر میں قحط اور غارت گری رونما ہوئی تو شاہ جہان کا قہر جن لوگوں پر ٹوٹا ان میں مولانا یوسف بھی شامل تھے۔ شاہی غضب کی تاب نہ لا کر اسہال کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے[1] شیخ محمد مراد عالم شباب میں ہی ان کی خدمت میں پہنچ کر تحصیل علوم میں مصروف ہو گئے تھے[2]۔

---

[1] محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۴۷، حسن: اسرار الاخیار ۳ / ۴۲۱۔۴۲۲، محمد اعظم نے ان کی نسبت فیض مراد میں کاوسی اور تاریخ کشمیر میں کاوسہ اور حسن نے کاوسو لکھی ہے۔

[2] محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ (مکمل اقتباس تحصیل علوم کے تحت نقل کیا جا چکا ہے)

تلاشِ شیخ

شیخ محمد مرادؒ کے والدِ بزرگوار مفتی محمد طاہر جو کہ کشمیر کے مفتیِ اعظم اور خود صاحبِ نظر بزرگ تھے۔ شیخ مراد اگر چاہتے تو پہلے والد سے بیعت ہوتے لیکن آپ نے اس کے باوجود مروجہ سلاسل کے شیوخ سے رجوع کیا۔ طالب علمی کے زمانہ کے دوران ہی انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو عالمِ رویا میں دیکھا کرتے تھے۔ قرآن خوانی کے زمانے میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی[۱]۔

سلسلہ کبرویہ جو کہ اس وقت عروج پر تھا۔ شیخ مراد بھی اس سلسلہ سے منسلک ہونا چاہتے تھے۔ لیکن عالم رویا میں حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانیؒ کو دیکھا گفتگو اس نوعیت کی ہوئی کہ آپ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمیں فیض اس سلسلہ سے نہیں ملے گا[۲]۔

اسی دوران آپ نے ایک خواب میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ خاوند محمود نقش بندی کشمیری ثم لاہوری کی خانقاہ کے صحن میں پایا[۳]۔

۱۰۸۱ھ میں جب کہ سیف[۴] خان کشمیر کا ناظم تھا اور خود سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے ارادت رکھتا تھا۔ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ سرہند کے پیرزادے کشمیر میں سیر وسیاحت کے لیے آرہے ہیں۔ چنانچہ ایک دو روز بعد حضرت شیخ سعد الدین اور آپ کے صاحبزادے شیخ قطب الدین اور حضرت شیخ عبد الاحد معروف بہ میاں شاہ گل خلف خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ تشریف لائے[۵]۔

شیخ محمد مراد حضرت شیخ عبد الاحدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ عبد الاحدؒ ایک چارپائی پر متمکن اور سیب تناول فرمانے میں مصروف تھے۔ مصافحہ اور استفسار کے بعد آپ نے شیخ محمد مرادؒ کو کھانے کے لیے سیب دیا۔ جس کے کھانے سے آپ کے دل کو روحانی تقویت ہوئی۔ شیخ محمد مراد نے تربیت اور توجہ کی درخواست کی۔ شیخ

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۶۔ الف، ب

۲ ایضاً ورق ۸ ب

۳ ایضاً ۸ ب

۴ سیف خان کے مفصل حالات اپنے مقام پر آئیں گے

۵ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۹۔ الف، ب ۱۰

عبد الاحد نے فرمایا کہ توجہ کے لیے مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت ہم نے مقرر کر رکھا ہے۔ اور مقررہ وقت کے انتظار کے لیے کہا۔ لیکن شیخ نے کمال مہربانی سے نمازِ عصر کے بعد اپنے حجرۂ خاص میں طلب فرمایا اور نصائح وافیہ، ذکرِ قلبی اور اسمِ ذات مبارک نقش بندی طریقہ کے مطابق ذکر کرنے کا حکم دیا[1]۔ حضرت شیخ عبد الاحد کے کشمیر میں چار ماہ کے قیام کے دوران شیخ محمد مراد ہمیشہ خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ آپ نے شیخ عبد الاحد کی مالی اور روحانی ہر طرح کی خدمت کی۔ اور سلوک کی منازل بڑی سرعت سے طے کرتے رہے[2]۔

مولانا محمد اعظم نے ہی لکھا ہے کہ شیخ عبد الاحدؒ سے متوسل ہونے سے دو سال پیشتر آپ ریاضاتِ شاقہ اور عباداتِ زائدہ میں مصروف رہے[3]۔

سرہند کا پہلا سفر

حضرت شیخ عبد الاحد نے جب اپنے چار ماہ کے قیامِ کشمیر کے بعد واپس سرہند جانے کا قصد فرمایا تو شیخ محمد مراد، شیخ کے ہمراہ سرہند نہ جاسکے سفر کے دیگر موانع کے علاوہ موسمِ گرما کا آغاز اس سفر میں مانع ہوا۔

آخر کار ۱۰۸۱ھ کے اختتام پر یعنی ۲۰ رجب المرجب کو سرہند کے لیے رختِ سفر باندھا۔ جب اپنے مرشد گرامی سے ملے تو حلقۂ معتقدین بالکل اس خواب کا عکس معلوم ہوا جو انہوں نے عالمِ رویا میں خانقاہِ حضرت خواجہ خاوند محمود میں دیکھا تھا ولایت صغریٰ اور کبریٰ۔ سے سرفراز ہوئے۔ اپنے مرشد کے حکم سے شیخ محمد مرادؒ کی سرہند میں ڈیڑھ سال کی حاضری کے بعد ۱۰۸۳ھ میں کشمیر واپس آگئے۔

اس وقت تک آپ کے والدین بقیدِ حیات تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اشغالِ باطن اور ریاضاتِ شاقہ کو جاری رکھا۔ اور نقش بندی سلوک کے مطابق آپ بھی اپنے شیخ کی خدمت میں اپنے باطن کے حالات تحریر کر کے ارسال کرتے رہے شیخ عبد الاحدؒ بھی اپنے مکاشفاتِ عالیہ اور دقائق کی توضیحات اپنے مکاتیب گرامی میں تحریر فرماتے رہے[4]۔

---

1. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۱
2. ایضاً ورق ۱۱۔ الف، ب
3. محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۲۲۲
4. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۱ ب

سرہند کا دوسرا سفر

تین سال کے بعد یعنی ۱۰۸۶ھ میں پھر وصالِ شیخ کی آرزو دل میں کروٹیں لینے لگی اور شیخ محمد یوسف ملازمِ رکاب اور خادمِ خاص کو ساتھ لے کر سرہند کے لیے رختِ سفر باندھا۔ سرہند پہنچ کر معلوم ہوا کہ شیخ عبد الاحدؒ سرہند میں تشریف فرما نہیں ہیں بلکہ شاہ جہان آباد گئے ہوئے ہیں شیخ محمد مرادؒ بھی شاہ جہان آباد پہنچ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ اپنے مرشدِ عالی کی خدمت میں رہے۔

سولہ سال تک آپ پر مختلف قسم کے مصائب اور حوادث آئے لیکن آپ نے جادۂ استقامت سے سرمو تجاوز نہ کیا۔ اور مصائب و آلام کا یہ عرصہ عزلت و تنہائی میں حجرہ مبارک میں بسر کیا[1]۔ اور اس طریقۂ عالیہ پر ثابت قدم رہے۔ اس سولہ سال کے عرصہ میں آپ نے اپنے خادم خاص کے ذریعہ اپنے مقدماتِ باطن اپنے مرشدِ عالی حضرت شیخ عبد الاحدؒ کی خدمت میں بہ صورت مکتوبات تحریر کر کے چار پانچ مرتبہ سرہند روانہ کیا۔ اس کے بعد شیخ عبد الاحدؒ نے آپ کو خلافت نامہ اور اجازتِ ارشاد سے مشرف فرمایا[2]۔

سرہند کا تیسرا سفر

شیخ محمد مرادؒ کو مسلسل سولہ سال اپنے مرشدِ عالی کا قرب نصیب نہ ہو سکا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دنوں آپ پر سخت آفات اور مصائب اور اہل و عیال کی بے کسی حد کمال تک پہنچ چکی تھی۔

انہی ایام میں آپ کو اپنے مرشدِ عالی کا حکم آیا کہ آپ سرہند حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے انتہائی مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر سرہند کے لیے رختِ سفر باندھا۔ ملازمِ رکاب شیخ محمد یوسفؒ ہمراہ تھے۔ آپ ۱۱۰۱ھ میں سرہند پہنچے۔ زیارت و ملاقات مرشد عالی سے مشرف ہوئے۔ چھ ماہ خدمتِ عالی میں گذارے۔ حقائق عالیہ میں سے حقیقتِ کعبہ و قرآن و صلوۃ و راسخیت و سابقیت و مداریت حاصل ہوئے۔ شیخ عبد الاحدؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ اور قادریہ کا خلافت نامہ مرحمت فرمایا[3]۔

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد: ورق ب

۲ ایضاً

۳ ایضاً ورق ۱۲ تمام سلاسل کے خلافت نامے اپنے مقام پر نقل کیے جائیں گے۔

دیگر حضراتِ مجددیہ سے اکتساب فیض

تین بار سفر سرہند شریف کے باوجود آپ نے خاندانِ عالیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دیگر شیوخ سے اکتساب فیض کیا۔ بلکہ خود شیخ عبد الاحدؒ نے آپ کو حضرت شیخ محمد یحییٰ خلف حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ صبغۃ اللہ، خواجہ محمدؒ نقشبند، میاں حضرت عرف شیخ عبید اللہ اور شیخ سیف الدینؒ صاحبزادگانِ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں حاضری کا حکم[1] دیا۔ شیخ محمد مرادؒ نے ان حضرات مجددیہ سے بشاراتِ کثیرہ حاصل کیں[2]۔

علامہ محمد فرخ مجددیؒ سے باطنی فیوض حاصل کرنے کے دوران فقہ و حدیث کی متداولہ کتب بھی پڑھیں[3]۔

حضرت شاہ علی رضا سرہندی کا ورودِ کشمیر ۱۱۰۳ھ

۱۱۰۳ھ میں حضرت شاہ علی رضا بن علامہ حضرت محمد فرخ مجددی نے کشمیر میں قدم رنجہ فرمایا۔ شیخ محمد مراد سراپا ذوق و شوق خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے طریقۂ چشتیہ، کبرویہ اور سہروردیہ کی خلافت حاصل کی[4] شاہ علی رضاؒ ابتداً میں سلوک مجددیہ اور قادریہ کی منازل اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں طے کرتے رہے۔ لیکن والد کی وفات کے بعد حضرت سیّد ابراہیم مراد آبادیؒ سے منسلک ہو گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ شاہ علی رضاؒ کی والدہ ماجدہ شیخ جلال الدینؒ تھانیسری کی اولاد میں تھیں۔ اس لیے آپ پر حضراتِ چشت کی نسبتِ روحانی اور جذبہ غالب آگیا۔ اور آپ بے اختیار سیّد ابراہیم مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

خلافت نامے

شیخ محمد مرادؒ سلسلہ نقشبندیہ قادریہ، چشتیہ، کبرویہ اور سہروردیہ میں بیعت تھے۔ ان سلاسل سے جو فیوض و برکات حاصل ہوئے ان کا ذکر اپنے مقامات پر آئے گا۔

---

[1] محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً ورق ۱۳ اب، محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۲۲۲

خلافت نامہ نقشبندیہ

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کو حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ سے ارادت و بیعت حاصل تھی۔ نقش بندی شجرۂ طریقت اس طرح ہے[1]۔

شیخ محمد مراد را ارادت و تربیت و صحبت و خلافت و جمیع ضروریاتِ طریقت از جناب مرشدنا الشیخ عبدالاحد السرہندی الفاروقی و آنحضرت در خدمتِ والدِ بزرگوار خود حضرت شیخ محمد سعید مرتبہ خلافت یافتہ بودند۔۔۔ (بعد) ارتحالِ ایشاں مجدداً کسب فیوض و برکات طریقہ از جناب عم عالی مقدارِ خویش حضرت عروۃ الوثقی شیخ محمد معصوم نمودہ۔۔۔ این ہر دو برادر والا گوہر تربیتِ ظاہر و باطن از حضرت والد امجد خود حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مجدد در خدمت خواجہ ما محمد الباقی المعروف بہ باقی باللہ الدہلوی البخاری الکابلی اند و آنجناب بخدمت مولانا خواجگی المکنگی و آنجناب از خدمتِ والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد و ایشان خال خود مولانا زاہد و ایشان از جناب خواجہ عبید اللہ احرار در آنجناب بخواجہ یعقوب چرخی اند و آنجناب بہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و آنجناب بخواجہ علاء الدین عطار شدند و آنجناب بخواجہ عبد الخالق غجدوانی و آنجناب محمد بابا سماسی و آن سیّد امیر کلال و آن بخواجہ علی رامیتنی المعروف بہ حضرت عزیزان۔

خلافت نامہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فان الاخ الصالح الفاضل محمد مراد الکشمیری لما اختار صحبۃ الفقراء و لازم طریقھم و دوام علی اذکار ہم اشغالھم حتی لاح علیه آثار السعادۃ والکرامۃ و نال خطا من الفناء والبقاء و شرف بالمشاھدات و المکاشفات والتجلیات و مایعدہ الاکابر فی المناقبات والکمالات بل وصل الی اما اختص به المشائخ النقشبندیه قدست اسرارہم بل و صل الی ما اختص به السادات الکرام الاحدیه رضی اللہ عنھم و افاض العالمین برکاتھم احزت له بعد الاستخارۃ والاستیذان من المشائخ تعلیم الطریقه النقشبندیه للطلاب و تسلیکھم سبیل الرشید الی رب الارباب و ذلک بشرط الاستقامۃ علی الشریعۃ المصطفویۃ التی لا یجاوزہا بر و لا فاجر علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ورقه اللہ الاستقامۃ والرشد والارشاد وانا الفقیر عبدالاحد بن الشیخ الکامل الشیخ محمد سعید الاحدی الفاروقی الحنفی السرھندی قدسنا اللہ سرہ الاسنی والسلام علی

---

[1] محمد اعظم: فیض مراد ۱۳اب بحوالہ اشجار خلد

عن اتبع الهدیٰ''۔

خلافتِ قادریہ

سلسلۂ قادریہ میں بھی شیخ محمد مرادؒ کو حضرت شیخ عبد الاحدؒ سے ارادت و بیعت تھی، شجرہ طریقت حسبِ ذیل ہے۔

شیخ محمد مراد راخرقه اجازت و ارشاد در طریقه علیه قادریه حاصل شد از جناب پیر بزرگوار خود حضرت شیخ عبدالاحد و ایشان از والد و عم بزرگوار خود شیخ محمد سعید و محمد معصوم و این دو بزرگوار را از خدمت والد خویش شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی و حضرت مجدد را فیضِ قادریه پدر طریقت یکے از والدِ ماجد خود حضرت شیخ عبدالاحد و قبل از رسیدن بدولت ارادت حضرت خواجه بیرنگ سلوک اتم هم در طریقهٔ قادریه در خدمت الچشتی القاری والد ماجد حاصل بود المعین الحسینی الایرحی و ایشاں را از شیخ بهاء الدین الانصاری الحسینی و ایشان را از شیخ احمد الجیلی القادری و ایشا نرا از والدِ خود سیّد موسیٰ قادری و ایشان را از والدِ خود سیّد عبدالقادر ثانی و ایشا نرا از والدِ خود سیّد حسن قادری و ایشان را از والدِ خود سیّد محی الدین ابو نصر و ایشان را از والدِ خود سیّد ابو صالح و ایشان را از والدِ خود سیّد عبدالرزاق و ایشان را از والدِ خود جناب سیّد محی الدین شیخ ابو محمد شاه عبدالقادر جیلانیؒ[۲] و دیگر

حضرت مجدد الف ثانی راخرقهٔ اجازت و خلافت طریقهٔ قادریه بعد تکمیل در طریقهٔ نقشبندیه حاصل است از جناب شاه سکندر و ایشان را از پدرِ بزرگوارِ خود شاه گدا خرقه خلافت از جدِ خود محبوب و مجذوب الٰهی حضرت شاه کمال رسیده و وصیت رسانیدن آن بحضرت مجدد الف ثانی یاخته و ایشا نرا از سیّد شاه فضیل و ایشانرا از سیّد گدا رحمٰن و ثانی و ایشان را از سیّد شمس الدین و ایشا نرا از سیّد گدا رحمٰن ایشا نرا از سیّد ابوالحسن و ایشانرا از سیّد شمس الدین صحرائی و ایشا نرا از سیّد عقیل و ایشا نرا از سیّد بها الدین و ایشانرا از سیّد عبدالوہاب و ایشانرا از سیّد شرف الدین و ایشانرا از سیّد عبدالرزاق و ایشانرا از جناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ[۳]

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۲۳ ب

محمد مراد شیخ: گلشن وحدت (مکتوبات شیخ عبد الاحد وحدتؒ) مکتوب نہم

۲ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸

۳ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸

شیخ عبدالاحدؒ نے اپنے مکتوب بنام شیخ محمد مراد کو نقش بندی خلافت کے علاوہ قادری خلافت بھی دی ہے۔ لکھتے ہیں:

الحمد للہ و سلام و علی عبادہٖ الذین اصطفیٰ اما بعد فیقول العبد الراجی الی رحمة اللہ الحمید عبدالاحد ابن قطب الطریقة والحقیقة الشیخ محمد سعید. قدس اللہ سرہ المجید ان الاخ الصالح الشیخ محمد المراد الکشمیری لما دخل فی الطریقة العلیة علی یدھذا الفقیر الحقیر اکتسب فیھا حقایقھا و معارِفھا ونال حظاً وافراً من خصائص السلسلة السنیة الاحمدیة من الفنا والبقا و کمالات الولایات الثلث من الصغریٰ والکبریٰ والعلیا و کمالاتِ مقام النبوة والحقائق الثلث من الکعبه والقرآن والصلواة وغیرھا اجرتھا بتعلیم الطریقة الشریفة النقشبندیه والقادریه للطلاب و تسلیکھم منازل السلوک فیھا و ذلک بشرطِ الاستقامة علی الشریعة والطریقة و انما کان ذلک بعد الا ستخارة منه سبحانه والا ستیذان من ارواح المشائخ الاحمدیه العلیة قدس اللہ اسرار ھم والسلام علی من اتبع الھدی و التزم متابعة المصطفیٰ علیه و علی آله الصلوۃ والتسلیمات"[1]۔

خلافتِ چشتیہ

شیخ محمد مرادؒ چشتی سلسلہ میں حضرت شاہ علی رضا فاروقی سرہندیؒ سے بیعت تھے شجرہ طریقت حسب ذیل ہے:

نیز حضرت ایشان (شیخ محمد مراد) مجاز بودند در طریقۂ علیہ چشتیہ و کبرویہ و سہروردیہ از جناب مرشدی شیخ محمد علی رضا الفاروقی السرہندی دام ظلہ ابن الشیخ مولانا محمد فرخ السرہندی ابن حضرت شیخ محمد سعید ابن حضرت مجدد الف ثانی وجناب شیخ محمد علی رضا اولاً سلوک طریقۂ احمدیہ نقشبندیہ وکسبِ فیوض قادریہ در خدمتِ پدر بزرگوار خود یعنی خواجہ محمد فرخ۔۔۔۔ فائز شدہ بودند (دو تین سال در ملازمت آن حضرت گذرانیدند کہ وصال ایشان بمیان آمد ثانیاً بوراثتِ اجداد مادری کہ از طرف ایشان نسبت شیخ جلال الدین تھانیسری دار ند نسبت وجذبہ حضراتِ

---

[1] محمد مراد شیخ: گلشن وحدت مکتوب نمبر ۲۲

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۳۱

چشت بر ایشان غالب شد وبی اختیار بخدمت سیّد السادات بحر الکرامات والجذبات حضرت سیّد ابراہیم مراد آبادی کہ از خلفاء آن خانوادۂ در طریقہ چشتیہ و قادریہ کامل مکمل بودند رسیدند و تامدت متمدی سلوک بہر دو طریقہ مذکورہ در جناب ایشان کردند و بمرتبۂ خلافت در طریقۂ چشتیہ و قادریہ واجازت سہر وردیہ و کبرویہ بہرہ مند شدند چنانچہ شمہ ازین مقال در رسالہ اشجار خلد مرقوم گردید وانتساب ایشان در طریقۂ چشتیہ بدین تفصیل است شیخ محمد علی رضا خلیفہ سیّد محمد ابراہیم مراد آبادی و ایشان از شیخ محمد صادق گنگوھی و ایشانرا از شیخ ابو سعید گنگوہی و از شیخ نظام الدین تھانیسری واز شیخ جلال الدین تھانیسری واز شیخ عبد القدوس گنگوہی[1]۔

خلافتِ سہر وردیہ

شیخ محمد مراد سلسلۂ سہر وردیہ میں بھی شیخ محمد علی رضا فاروقی سرہندیؒ سے بیعت تھے۔ شجرہ طریقت حسب ذیل ہے:

جناب ایشان (شیخ محمد مرادؒ) مجاز از خدمتِ حضرت شیخ محمد علی رضا واز سیّد محمد ابراہیم مراد آبادی واز شیخ محمد صادق گنگوہی واز شیخ ابو سعید واز شیخ نظام الدین تھانیسری و از شیخ جلال الدین تھانیسری و از شیخ عبد القدوس گنگوہی واز شیخ درویش قاسم اودھی واز شیخ بڈھن بہرائچی واز شیخ محمد اجمل واز مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدین بخاری و از شیخ رکن الدین ابوالفتح واز شیخ صدر الدین عارف و از مخدوم سیّد بہاء الدین زکریا ملتانی و از سیّد شہاب الدین سہر وردی[2]۔

خلافت نامہ طریقۂ چشتیہ، سہر وردیہ، کبرویہ

حضرت شاہ علی رضا فاروقیؒ نے کشمیر سے رخصت ہوتے وقت شیخ محمد مرادؒ کو طریقۂ چشتیہ، سہر وردیہ اور کبرویہ کا خلافت نامہ عنایت فرمایا جو حسب ذیل ہے:

> حق حق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فان الاخ الصالح الاعز الاکرم المھتد بطریق الامجد الاقوام سالک مسالک الطریقۃ عارف معارف الحقیقۃ الجامع بین الشریعۃ والمعرفت الشیخ

---

1. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸ اب
2. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸ اب

محمد مراد الکشمیری دام حبه فی الله و زید عرفانه بالله لماصح صحبة ارادة و شوقاً مع اسوة اہل العرفان و قبلة زمرة الوجدان قطب الفلک الهدایة و غدت سبیل اندراج النهایة فی البدایة محبوب حضرت الصمدعنی اعظمی الشیخ عبدالاحد السرہندی سلمه الله تعالیٰ و ابقاه و بلغ بتو جهاته و عنایاته مبلغ الرجال و حصل من جنابه خلافة الکمال فی طریقة العلیه النقشبندیه و الطریقه العالیة القادریه فاجز ناله ایضاً فی الطریقة السنیة الچشتیه العشقیة والطریقة الجلیلة الکبرویة الطریقه العظیمة السهروردیة کما اجاز لنا سیدنا و مولانا و مرشدنا و قبلتنا الی الله قطب الابدال والاوتاد والا فراد المستغرق فی بحر نور القدیم سیّدنا حضرت محمد ابراهیم المراد آباد رضی الله تعالیٰ عنه و ارضاه وجعل جنة الفردوس ماواه المسئول من الله سبحانه و تعالیٰ ان یرزقه التجلیات اندات الصفات و تجعله الی المخلوقات بحر مة سیّد السادات حبیبه محمد افضل البریات علیه و علی اله افضل الصلوة و اکمل التحیات اجازة احقر عباد الله محمد علی رضا ابن شیخ الاسلام شیخ محمد فرخ السرهندی عفی عنهم کتبه بخطه یوم السبت خامس شوال فی بلدة المبارکة الکشمیر بحمد الله سبحانه والسلام علی من اتبع الهدٰی"[1]۔

حضرت علی رضا فاروقیؒ ۱۱۰۳ھ کو کشمیر میں تشریف لائے لہٰذا اسی سال کے اختتام پر بروز ۵ شوال ۱۱۰۳ھ کو یہ خلافت تحریر فرما کر شیخ محمد مراد کو دیا۔

دیگر سلاسل کے اولیا کرام سے ارادت و ملاقات

مذکورہ اولیائے کرام سے ہمہ وقت صحبت اور اکتسابِ فیض کے باوجود آپ نے اپنے معاصر دیگر سلاسل کے اولیائے کرام سے بھی اکتسابِ فیض کیا اور ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہتے۔ ان معاصر اولیائے کرام میں سے۔

حضرت شیخ نجم الدین معروف بہ نجی ریشہ بابا۔ اخوند ملا محترم۔ خواجہ معین الدین۔ شیخ محمد امین ڈار۔ میاں حاجی فتح محمد، شیخ نور محمد پردانہ۔ روپی ریشہ بابا۔ سیّد محمد رضا دہلوی۔ حاجی مصطفیٰ اور اخوند نازک وغیرہ شیخ محمد

---

[1] محمد اعظم: فیض مراد ورق ۳۱۔ الف، ب ۳۲

مراد نے ان بزرگوں کے حالات ملاقات اور فیوضِ باطنی جو ان کی صحبت سے حاصل ہوئے ان کا تذکرہ اپنی کتاب تحفۃ الفقراء میں کیا ہے[1]۔

شیخ عبدالرشید ٹنگؒ

شیخ محمد مراد کے صاحبزادے تھے۔ عنفوانِ جوانی میں ہی طلبِ خداوندی میں ریاضتِ شاقہ کرنے لگے۔ اپنے والدِ بزرگوار سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ سے منسلک ہو گئے۔ اور سرہند میں رہنے لگے۔ مرشد کی اجازت سے سرہند سے کشمیر آئے اور دو سال کے قیامِ کشمیر کے بعد پھر وصالِ مرشد نے بے قرار کیا اس مرتبہ شاہ جہان آباد میں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور دو سال سے زیادہ مرشدِ عالی کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے۔ اس دوران (۱۱۲۶ھ) حضرت شیخ عبدالاحد راہیٔ ملک بقاء ہوئے۔ گویا شیخ عبدالرشید ۱۱۲۶ھ میں شاہ جہان آباد میں تھے۔ حضرات سرہند کے حکم سے آپ نے شیخ عبدالاحد کی نعش مبارک کو دہلی سے سرہند منتقل کیا۔ اور تدفین کا شرف بھی خود ہی حاصل کیا۔ یہاں سے واپس دہلی گئے اور اپنے دیگر شیوخ کی اجازت سے کشمیر میں قیام کیا اور طالبانِ راہِ خدا کی تربیت میں مصروف ہو گئے۔ امراض شدیدہ اور حوادثِ دنیوی کے باوجود آپ ثابت قدم رہے۔ جب آپ کی عمر ۵۴ چون سال سے متجاوز کر گئی تو امراض کے شدت اختیار کر جانے کے باوجود آپ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ مطہرہ کے لیے تیار ہو گئے۔ چند سال سرہند اور دہلی میں گذارنے کے بعد براہ ملتان حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور حج و زیارت سے فراغت کے بعد ہندوستان آ گئے۔ شاہ آباد پہنچ کر امراض نے غلبہ کیا اور شبِ معراج نبوی ۲۷ رجب ۱۱۵۵ھ کو مالکِ حقیقی سے جا ملے[2] اور شاہ جہان آباد ہی میں دفن کیے گئے[3]۔

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳ اب

۲ محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۶۴-۲۶۵

۳ حسن: اسرار الاخیار ۳/۳۲۴

غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیا ۱/۶۷۲

عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۱۴۹-۱۵۰، مسکین ابو محمد محی الدین: تاریخ کبیر کشمیر موسوم بہ تحائف الابرار ص ۲۴۲

مسکین نے شیخ عبدالرشید کا سال وفات ۱۱۵۰ھ لکھا ہے جو درست نہیں ہے

میر عبد الوہاب منور آبادیؒ

آپ میر محمد ہاشم منور آبادی کے صاحبزادے تھے۔ اپنے زمانے کے نامور عالم، متورع اور متشرع بزرگ تھے۔ ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شغل میں گذری، شیخ محمد مراد کشمیریؒ کی صبیۂ کلان (بڑی صاحبزادی) آپ کے عقد میں تھی۔ اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پائی اور ۱۱۵۳ھ میں انتقال کیا۔[1] آپ کی ولادت ۷ ذی الحجہ ۱۰۳۴ھ[2] کو ہوئی۔

میر عبد الوہاب کے آباء و اجداد کا مختصر حال اس طرح ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد میر سیّد محمد ہاشم، سیّد محمد حسین خوارزمی منور آبادی معروف بہ منوارہ کے برادر زادے تھے[3]۔

میر سیّد محمد ہاشمؒ

آپ نے بہت سیر و سیاحت کی سلسلۂ آبائی قادری تھا۔ کچھ عرصہ پرگنہ ہایہامہ موضع سولہ کوٹ، پرگنہ لارد اور موضع ینگر میں گوشہ نشین رہے۔

آپ بروز ۳ شنبہ نہم صفر ۱۰۱۴ھ میں پیدا ہوئے[4]۔ مولانا حیدر علامہ کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہوئے۔ علامہ موصوف نے آپ کو متبنیٰ بنالیا اور ساری زندگی درس و تدریس میں گذار دی۔ اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پائی اور ۱۰۹۷ھ میں فوت ہوئے[5]۔ آپ کے صاحبزادے میر عبد الوہاب کو شیخ محمد مرادؒ نے اپنا داماد بنا لیا اور بڑی صاحبزادی کا میر عبد الوہاب سے نکاح کر دیا۔ اس صاحبزادی کے بطن سے اللہ نے صالح اولاد عطا فرمائی۔ یہاں حضرت شیخ محمد مرادؒ کی دختری اولاد کا ذکر بہ صورتِ شجرہ کیا جارہا ہے۔ یہ شجرہ ہم نے تاریخ کشمیر اعظمی کے ضمیمہ بعنوان "تذکرہ سادات منور آبادی" مطبوعہ غلام محمد نور محمد سرینگر ۱۳۵۵ھ کی مدد سے تیار کیا ہے۔

---

[1] محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۶۵

[2] ضمیمہ تاریخ اعظمی "تذکرہ سادات منور آباد"۔

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۱۷۷

دختری اولاد شیخ محمد مراد کشمیریؒ

میر سیّد محمد ہاشم

میر سیّد عبدالوہاب (صبیہ کلان شیخ محمد مراد در عقدِ او بود)

سیّد نظام الدین (متولد ۱۲ رمضان ۲ شنبہ ۱۰۵۹ھ متوفی ۷ اشوال ۱۱۳۴ھ)

سیّد کمال الدین (متولد پنجشنبہ ۷ رجب ۱۱۸۹ھ)

سیّد جمال الدین متولد ۱۱۰۹ھ عمرِ ایشان یکصد و یازدہ بسال ۱۲۱۰ھ

سیّد جلال الدین (متولد سنہ ۳ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۷ھ متوفی نہم ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ)

سیّد نظام الدین — ہم از برادر سیّد جلال الدین صدر در شہر امرتسر در کوچہ تیلیاں اولاد موجود است

سیّد عتیق اللہ

سیّد جلال الدین کی اولاد:

سیّد نصیر الدین (متولد ۱۲ ربیع الثانی سنہ شنبہ ۱۱۴۹ھ متوفی ۱۲۴۴ مدفون صحن خانقاہ خواجہ خاوند محمود لاہور)

سیّد بہاء الدین۔ سیّد احمد

سیّد نصیر الدین کی اولاد:

سیّد محمد شاہ (متوفی ۱۲۶۷ھ صدر موضع گرند اولادِ ایشان موجود اند)

سیّد اسد اللہ (متوفی ۱۲۸۱ھ بعمرِ نود و سال شہر پونچھ اولادِ ایشان موضع جچی پورہ باقی اند)

سیّد خیر الدین (۱۲۵۶ھ بعمر ۸۰ سال مدفون پرگنہ ہانگل)

تصانیفِ شیخ محمد مراد کشمیریؒ

عموماً مشائخ طریقت کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ تصنیف و تالیف سے گریز کیا جائے لیکن نقش بندی مشائخ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے میدان کے مرد ہیں ہمارے خیال میں قریباً ہر مجددی بزرگ نے اپنے جدِ اعلیٰ کی تقلید میں اپنے مکتوبات کے مجموعے ضرور مرتب کروائے۔ حضرت شیخ محمد مرادؒ بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مولانا محمد اعظمؒ نے آپ کی اڑتیس (۳۸) کتابوں کا تعارف کروایا ہے۔[1]

یہ خوش قسمتی ہے کہ مولانا محمد اعظم کی وجہ سے شیخ محمد مرادؒ کی تین تصانیف خوف ورجا، غربت نامہ اور تحقیقات ملخص صورت میں علمی دنیا تک پہنچ چکی ہیں۔

ذیل میں ہم شیخ محمد مرادؒ کی تصانیف کا مجمل تعارف کروا رہے ہیں:

۱۔ اشاراتِ لدنی

"بشارات روح" اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۱۱۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ تاویلاتِ قرآنی کے موضوع پر ہے۔ قرآنی آیات کی مذہبی اور حضراتِ صوفیہ کے مذاق کے موافق تفسیر کی گئی ہے۔ ہر آیت کے حروف کے اعداد بھی بتائے گئے ہیں۔ سورتوں کے بعض خواص، شانِ نزول مقام نزول کہ آیا یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی ہر سورۃ سے قبل یہ باتیں تحریر کر دی گئی ہیں[2]۔ اس کے کسی خطی نسخے کی اب تک اطلاع نہیں ہے۔

۲۔ چہل حدیث

اس مجموعہ میں ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن کی کچھ محدثین کرام نے صحت کی تصدیق کی ہے[3]۔

۳۔ شرح چہل حدیث

مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے[4]۔

۱۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۴ باب ششم تصانیف شیخ محمد مراد

۲۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۴ ب

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۴۔ عقائدِ مرادات

حضرت شیخ عبد الشکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تمہیدات میں عقائد سے متعلق جو بحث کی ہے شیخ محمد مراد نے اس حصے کا عقائد مرادات کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا[1]۔ عقائدِ مرادات کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ (رک: فہرست مشترک ۲/ ۱۱۳۸)

۵۔ شرح کیدانی

فقہ کی مشہور کتاب شرح کیدانی کی مزید توضیحات و تفصیلات کی گئی ہیں۔ جس میں مسائلِ فقہ اور ضروریاتِ دین جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔[2]

۶۔ شرحِ غوثیہ

در حقائق وحدت اور دقائق تصوف کی شیخ محمد مرادؒ نے شرح کی ہے[3]۔

۷۔ تحقیقات

تحقیقات کے نام سے کئی مشائخ کی تصانیف ہیں۔ چنانچہ اس نام کی حضرت خواجہ محمد پارسا کی کتاب مشتمل بر حقائق و معارف زمانۂ تصنیف سے لے کر اب تک صوفیہ میں مروج و متداول ہے۔ خود شیخ محمد مراد نے اپنی اس تصنیف میں خواجہ محمد پارسا کی مذکورہ تصنیف کا متعدد مقامات پر حوالہ دیا ہے۔ شیخ مرادؒ نے اپنی اس کتاب میں اپنے ملازمِ رکاب اور خادمِ خاص شیخ محمد یوسف کو خطاب فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا محمد اعظم کی وجہ سے شیخ محمد مراد کی اس گراں بہا کتاب "تحقیقات" کا ملخص متن محفوظ رہ گیا۔ (بسال ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء)

---

۱ ایضاً

۲ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۴ب

۳ ایضاً

۸۔ حسنات المقربین

اس میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے شجرۂ طریقتِ نقشبندیہ میں مشمولہ مشائخ اور ہفت پشت مشائخ حضرات احمدیہ فاروقیہ کے حالات لکھے ہیں۔ جس کی ضخامت پندرہ ہزار اشعار کے برابر ہے[۱]۔ روسی مستشرق اکیموشکن نے اس پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔[۲]

۹۔ رسالہ فوائدِ احمدیہ

ہندوستان سے کسی درویش نے سیادت پناہ حضرت شاہ محمد فاضل قادریؒ[۳] کی خدمت میں سولہ سوالات تحریر کر کے جواب دینے کے لیے ارسال کیے۔ شاہ صاحب نے یہ سوالات شیخ محمد مرادؒ کی خدمت میں ارسال کیے۔ اور ان کو جواب تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ان سوالات کے مفصل اور مدلل جوابات تحریر فرمائے[۴]۔

۱۰۔ اسرارِ وحدت

شیخ محمد مراد کے سلسلۂ چشتیہ کے شیخ حضرت شاہ علی رضا فاروقیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت جلال الدین تھانیسریؒ کی اولاد میں سے تھیں۔ اس لیے شاہ علی رضاؒ پر اپنے والد کی وفات کے بعد جذبۂ مادری غالب آگیا اور آپ بے اختیار حضرت سیّد محمد ابراہیم مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے[۵]۔ ہم دیکھتے ہیں شیخ محمد مرادؒ پر بھی یہ نسبت غالب ہے۔ آپ اکثر چشتی مشائخ کے طریق پر وحدت الوجود کے مسائل پر گفتگو فرماتے تھے، چنانچہ یہ کتاب بھی بقول مولانا محمد اعظم:

---

۱ محمد اعظم فیض مراد ورق ۷۴ ب

۲ حسنات کا ایک خطی نسخہ سینٹ پیٹرس برگ اورینٹل انسٹی ٹیوٹ میں ہے (رک:)

Akimushkin, O.F : A Seventeenth century rare Haqiography (Manuscripta Qientala Vol. 7-No. 1 (March 2001)

۳ شاہ محمد فاضل قادری کے مفصل حالات اپنے مقام پر آئیں گے

۴ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۴ ب

۵ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا باب "مشائخ شیخ محمد مرادؒ"

در عین غلبۂ توحید وجودی در عرض دو سہ کری نوشتہ اند"[۱]

اس کتاب تک بھی ہماری ہنوز رسائی نہیں ہو سکی۔

۱۱۔ تاویلاتِ علوم

مختلف علوم کی تاویلات کر کے ثابت کیا ہے کہ علم توحید سب سے اعلیٰ ہے[۲]۔

۱۲۔ غربت نامہ

نفس کشی کے موضوع پر ہے۔ دیگر نصائح بھی بڑے موثر پیرایۂ بیان میں ضبط تحریر کیے گئے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مولانا محمد اعظم کے فیض مراد کی وجہ سے اس کتاب کا ملخص متن علمی دنیا تک پہنچ چکا ہے۔

۱۳۔ رجابخش

خوف و رجا کے موضوع پر ہے۔ اس میں دیگر پند و نصائح بھی شامل ہیں۔ "حدیث الایمان بین الخوف و رجا" اور فوائد پر مفصل بحث کی گئی ہے اس کا ملخص متن بھی مولانا محمد اعظم نے فیض مراد میں محفوظ کر لیا ہے۔

۱۴۔ برہانِ خفی

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے ذکرِ خفی کو ذکر جہر پر ترجیح دیتے ہوئے ذکرِ جہر کو "غیر مدافع مسنونہ" قرار دیا ہے۔[۳]

۱۵۔ حلِ متشابہات

اس کتاب کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کہ اس میں کن متشابہات کا حل تحریر کیا گیا ہے[۴]۔

۱۶۔ صلح الفریقین

حضرت شیخ محمد مرادؒ کے زمانہ میں بعض حضرات نے وجودی مکتبۂ فکر کے صوفیائے کرام کی تکفیر شروع

۱۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۷ ب

۲۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۷

۳۔ ایضاً

۴۔ محمد اعظم: فیض مراد ۴۸

کر دی تھی۔ شیخ محمد مرادؒ نے اس کتاب میں "موحدان" کی تکفیر کی ممانعت کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ وجودی صوفیہ سے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے[1]۔

۱۷۔ فقراتِ وہبیہ

اس میں پند و نصائح اور حکمت آموز باتیں تحریر فرمائی ہیں[2]۔

۱۸۔ تاریخ کشمیر

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے کشمیر کی آغاز آبادی سے اپنے زمانہ تک کی پانچ ہزار سالہ تاریخ لکھی ہے ۱۹۹۰ء کے سفر دہلی کے دوران ہم نے اس کا ایک نسخہ ہمدرد یونیورسٹی کی لائبریری میں دیکھا تھا۔ فیض مراد میں ہے کہ اس کا مسودہ تلف ہو گیا تھا اور اس کی کوئی نقل نہیں تھی: "بعد ازاں گم شد مثنیٰ نداشت[3]"۔

۱۹۔ تحفۃ الفقراء

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے معاصر صلحاء مشائخ اور مجاذیب کا تذکرہ کیا ہے جن سے خود شیخ محمد مراد کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس میں کشمیر، لاہور، دہلی اور سرہند کے مشائخ کے حالات اور ولایت کے مراتب و قواعد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مولانا محمد اعظم نے شیخ کے حکم سے اس کتاب کو ترتیب جدید دی، لکھتے ہیں۔

ترتیب رسالہ مذکورہ (تحفۃ الفقراء) را این راقم (محمد اعظم) بامر آن حضرت (شیخ محمد مراد) بعد وصالِ ایشان مجدد ساختہ[4]۔

اس کتاب مصنف شیخ محمد مرادؒ کی وفات ۱۱۳۱ھ کے بعد تجدید کی گئی لہٰذا زمانۂ تجدید ۱۱۳۱ھ کے بعد قیاس کیا جائے۔ تحفۃ الفقراء کا فارسی متن پروفیسر رقیہ نے مرتب کر کے کشمیر سے ۱۹۹۷ء کو شائع کیا ہے۔

---

۱ ایضاً
۲ ایضاً
۳ ایضاً
۴ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۸

۲۔ فوائدِ رضائیہ

شیخ محمد مرادؒ نے اپنے مرشدِ طریقت حضرت شاہ علی رضا فاروقی سرہندیؒ کے حالات و کمالاتِ عالیہ اس رسالے میں تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب حضرت شاہ علی رضاؒ کے حین حیات تصنیف ہوئی۔ کیوں کہ مولانا محمد اعظمؒ نے جہاں اس کتاب کا تعارف کروایا ہے وہاں شیخ کے نام کے ساتھ "سلمہ اللہ تعالیٰ" کے دعائیہ الفاظ لکھے ہیں[1]۔

افسوس ہے کہ ہمیں اس اہم کتاب تک بھی ہنوز رسائی نہیں ہو سکی ورنہ شیخ محمد مراد اور شاہ علی رضا فاروقیؒ کے تعلقات پر مزید روشنی پڑتی۔

۲۔ شجرۂ پنج طریقہ

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے پانچوں سلاسل طریقت کے شجرے مرتب کیے ہیں[2]۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ شیخ محمد مرادؒ طریقۂ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ میں بیعت تھے۔

۲۱۔ رسالۂ قدسیہ

در منع رویت در دنیا و اثبات کانک تراہ[3]۔

۲۲۔ معراج الصلوٰۃ فی مدارج الفلاح

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے[4]۔

۲۳۔ خیر الکلام در مدحِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم[5]۔

۲۴۔ رسالہ رَدّ شیعہ[6]

---

1. ایضاً
2. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۸
3. ایضاً
4. ایضاً
5. ایضاً
6. ایضاً

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تصانیف میں ... مکاتیب ... کا بھرپور رد کیا ہے ان میں ایک ملاحدہ (یعنی اکبری الحاد) اور اہل تشیع، حضرت شیخ محمد مرادؒ نے بھی اہل تشیع کے رد میں یہ رسالہ تصنیف کیا۔ اس رسالہ کی غائت تحریر یہ ہو سکتی ہے کہ کشمیر میں اہل تشیع کا بڑا ارسوخ رہا ہے۔ اور کئی مشائخ کرام کو کشمیر کے شیعہ حکام نے اپنے رسوخ سے شہر بدر بھی کروایا۔ شیخ محمد مرادؒ نے اسی اثر کو زائل کرنے کے لیے یہ رسالہ تصنیف کیا۔

۲۶۔ دُرُودِ استغاثہ[1]

۲۷۔ رسالہ حجۃ الاحوال

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے مرشدِ طریقت حضرت شیخ عبدالاحد وحدتؒ کے مکاتیب جمع کیے ہیں جن میں زیادہ خود جامع یعنی حضرت شیخ محمد مرادؒ کے نام ہیں[2]۔ یہ مجموعہ "گلشنِ وحدت" کے نام سے محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۹۶۶ء میں ادارہ مجددیہ کراچی سے شائع کر دیا ہے۔ مولانا محمد اعظمؒ نے فیضِ مراد میں شیخ محمد مرادؒ کے بعض مکتوبات بھی نقل کیے ہیں جو فقط وہ عرائض ہیں جو شیخ محمد مراد نے اپنے شیخ حضرت وحدت کی خدمت ارسال کیے۔

۲۸۔ رسالہ در منع تنباکو کشی[3]

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۲۹۔ کلام الملوک

شیخ محمد مراد نے اس کتاب میں اپنے مشائخ کرام حضرت وحدت، شاہ علی رضا فاروقی، وغیرھما کی قطبیت کے اثبات پر دلائل دیئے ہیں[4]۔

---

1. محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۸ کتاب نمبر ۲۶۔ "درودِ استغاثہ" سے متعلق ایک اور مقام پر اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔ "حضرت ایشان" (شیخ محمد مراد) درودی از خود در غایت فصاحت و کمال درود فراق گفت درودِ استغاثہ نام نہادند" (محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۱۲ ب)
2. ایضاً
3. ایضاً ص۔ ۳
4. ایضاً

۳۰۔ ملوک الکلام

یہ سالہ نماز کی افضلیت پر ہے[1]۔

۳۱۔ رسالہ ردِّ منکرانِ حضرت مجددؒ[2]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کلامِ عالیہ پر بعض کم فہم حضرات نے کئی قسم کے اعتراضات کیے تھے اور بہت سے بے سروپا رسائل بھی حضرت مجددؒ کے ردّ میں لکھ ڈالے یہ شورش حضرت مجددؒ کی زندگی میں ابھری تھی اور اب تک بعض عاقبت نااندیش مصنفین نے بے سروپا باتیں کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ یہ شورش تو شیخ محمد مرادؒ کے زمانہ میں عروج پر تھی۔ خود حضرت مجدد کے صاحبزادگان نے بقول صاحبِ روضۃ القیومیہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) رسائل مخالفین حضرت مجدد کے رد میں تصنیف کیے[3]۔ خواجہ سیف الدینؒ جب لاہور تشریف لائے تو مخالفین نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات شریف کے بعض مقامات پر نہایت سخت اعتراض کیے۔ مناظرہ ہوا حضرت شیخ سعدی لاہوری (متوفی ۱۱۰۸ھ) گواہ ہیں کہ اس مناظرہ میں حضرت شیخ سیف الدین خاموش رہے۔ اور فرمایا کہ ان نااہلوں کے لایعنی اعتراضات کے جواب میں کچھ کہنا فضول ہے[4]۔

شیخ محمد مراد کے معاصرین میں سے عبداللہ خویشگی قصوری حضرت مجددؒ کے مخالف ترین مصنفین میں سے تھا ہم نے اپنی کتاب "احوال و آثارِ عبداللہ خویشگی قصوری" میں اس کے اعتراضات کی حقیقت اور دیگر معترضین کا مفصل ذکر کیا ہے۔

افسوس ہے کہ حضرت مجددؒ کے مخالفین کے رد میں یہ رسالہ ہنوز دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۲۔ جنون العاشقین

اس کا دوسرا نام عشقیہ بھی ہے۔ عشقِ حقیقی پر بحث و تمحیص صوفیائے کرام کا محبوب ترین موضوع ہے۔

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۸ ب

۲ ایضاً

۳ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ

۴ محمد عمر بن ابراہیم پشاوری: ظواہر ۱۱۱۲ھ قلمی ورق

اس لیے شیخ محمد مرادؒ نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔[1]

۳۳۔ غایۃ التحقیق

اس کا موضوع توحید ہے۔[2]

۳۴۔ رسالہ بیانِ طریقت

سلوک کے مبادیات اور نہایات کے موضوع پر ہے۔ مولانا محمد اعظم مصنف فیض مراد اور واقعاتِ کشمیر (تاریخ اعظمی) وغیرھما کے التماس پر مرتب کیا گیا۔[3]

۳۵۔ رسالہ توبہ واستغفار در اظہارِ عجز وزاری کے آخر ہا نوشتہ اند

۳۶۔ رسالہ منتخب جوامع الکلم

حضرت شیخ علی متقی متوفی ۹ھ کی معروف ترین تصنیف جوامع الکلم کا انتخاب ہے۔[4]

۳۷۔ شرحِ رباعی

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ کی مشہور ترین رباعی

حورا بنظارۂ نگارم صف زد
رضوان بعجب بماند و کفِ خود برکف زد
یک خالِ سیہ بران رخان مطرف زد
ابدال زبیم چنگ در مصحف زد

کی شرح میں شیخ محمد مراد نے یہ رسالہ تصنیف کیا ہے۔

---

۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۹
۲ ایضاً
۳ ایضاً
۴ ایضاً

شیخ محمد امین ڈار کشمیری

شیخ محمد امین ڈار کشمیری گیارھویں صدی ہجری کے ایک نقش بندی صوفی اور موکف تھے شیخ محمد امین کشمیر کی ایک مشہور قوم ڈار (Dar) سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں شیخ عبدالوہاب لاہوری (ف ۱۰۷۸ھ / ۶۷۔۱۶۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔ شیخ عبدالوہاب مشہور نقش بندی صوفی شیخ عثمان جالندھری جو خواجہ باقی اللہ دہلوی (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے مرید اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے (تاریخ کشمیر اعظمی ۱۷۷)

شیخ محمد امین کشمیر کے تاجروں میں سے تھے اپنے قیام لاہور کے دوران کسی شہزادے کی ملازمت بھی اختیار کرلی تھی لیکن جلد ہی ملازمت ترک کر کے راہِ فقر اختیار کرلی (ہمانجا ۱۷۷)

شیخ عبدالوہاب لاہوری کے علاوہ خواجہ محمد نقشبند ثانی سرہندی (ف ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء) بن خواجہ محمد معصوم سرہندی اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تحفۃ الفقراء برگ ۹۶ب) کشمیر کے علماء ومشائخ اور جم غفیر نے ان سے رجوع کیا اور مستفید ہوئے۔ حدود چالیس سال دعوت وارشاد کی مسند کو رونق بخشی معاصر مشائخ کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ شیخ محمد مراد ٹنگ نقش بندی کشمیری (۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) کے ساتھ اخوت و محبتِ خصوصی تھی۔ شیخ محمد مراد نے علمی مباحث کا خود تذکرہ کیا ہے جو مختلف نشستوں میں شیخ محمد امین ڈار کے ساتھ ہوئے تھے۔ (ہمانجا ۹۶ب۔ ۹۸ب)

اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸۔۱۱۱۸۔۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) کے ساتھ بھی اواخرِ عمر میں آمد ورفت کا سلسلہ شروع کردیا تھا بادشاہ انہیں پسندیدہ اطوار سمجھتا تھا (تحفۃ الفقراء ۹۹ب، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۷۸)

شیخ محمد امین ڈار نے کشمیر میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا۔ وہیں پل فتح شاہ کے قریب خانقاہ تعمیر کروائی اور تادمِ آخر دعوت وارشاد اور تربیت مریدین میں مصروف رہے۔ آپ غایت درجہ پابندِ شرع اور امورِ بدعت سے اجتناب کرتے تھے۔ (ہمانجا ۱۰۰۔ الف، اعظمی ۱۷۸)۔

شیخ محمد امین کے سالِ وفات میں اختلاف ہے ان کے معاصر شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے ان کا سالِ صال ۱۱ رمضان ۱۰۹۷ھ درج کیا ہے (تحفۃ الفقراء ۱۰۰۔ الف) شیخ مراد کے ایک مرید اور کشمیر کے معروف مورخ محمد اعظم دیدہ مری نے ۱۰۹۹ھ لکھا ہے (تاریخ کشمیر ۱۷۹) اور مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ کشمیر مذکور کے حوالے سے ۱۰۹۸ھ رقم کیا ہے (خزاینۃ الاصفیا ۱/ ۶۴۶) لیکن ہم نے اول الذکر عصری شہادت کو ترجیح دی ہے یعنی شیخ محمد امین ڈار کا سال وصال ۱۰۹۷ھ / ۸۵۔۱۶۸۶ء) درست تسلیم کیا جائے۔

شیخ محمد مراد اور محمد اعظم نے شیخ محمد امین کی دو تالیفات کا ذکر کیا ہے اول قطرات دوم رسالۂ ضروریہ۔ (تحفۃ الفقراء ۱۰۱ اب، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۷۸)

ان میں سے رسالہ ضروریہ کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے البتہ قطرات کا ایک خطی نسخہ کتابخانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے۔

قطرات الحیات

پیشِ نظر خطی نسخہ میں اس کا نام قطرات الحیات درج ہے۔ یہ کتاب فارسی نثر میں ہے لیکن جابجا موکف نے بکثرت اشعار بھی درج کیے ہیں۔ آخری سات ابواب (قطرات) فارسی نظم میں ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موکف شاعر بھی تھے۔

یہ کتاب تصوف کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں حدود ۳۳۵ قطرات (عنوانات) ہیں۔ ہر نئے مسئلہ کو قطرہ کا عنوان دے کر آغازِ سخن کیا ہے۔ اس کے بعض مندرجات یہ ہیں:

قطرہ در بیان فضیلتِ مرتبہ نبوت بر ولایت

قطرہ در آنکہ اولیااللہ از تکرارِ کلمہ طیبہ صفتِ آں می گیرند

قطرہ در بیان احتیاجِ طالب و مطلوب بہ یک دیگر

قطرہ در معنی المومن مرآۃ المومن

قطرہ در امید بہ لطف اولیاؤ نیز ترس از قہر ایشاں

قطرہ در اقسام کرامات و خرق عادات

قطرہ حسنِ ظن بہ مسلمانان علی الخصوص بہ درویشان

قطرہ در شناخت اولیاللہ و مرتبہ در ایشاں

قطرہ فوائد صحبت ایشاں

قطرہ در اقسامِ امر معروف و نہی از منکر۔۔۔

کتاب کی زبان سادہ اور بیان قابلِ فہم ہے آیات و احادیث اور اقوالِ مشائخ بھی بکثرت نقل ہوئے ہیں۔ کتابخانۂ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان (نمبر ۹۶۲۳) میں اس کا کامل نسخہ محفوظ ہے (فہرستِ مشترک ۳/۱۷۸۱) شیخ محمد امین ڈار کے دو فرزند تھے کلاں میاں حضور اللہ اور خُرد میاں آیت اللہ (تحفۃ الفقراء ۱۰۲۔الف) شیخ محمد امین کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مشہور شاعر ملا محسن فانی کشمیری (ف ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء) ایک آزاد خیال شاعر تھا لیکن جب شیخ محمد امین سے بیعت ہوا تو ان خیالات سے توبہ کرلی۔ (تذکرہ شعرای کشمیر ۳/۱۰۶۲)

میر محمد معروف کشمیری بھی شیخ محمد امین کا مرید تھا اس نے ان کے حالات پر ایک مستقل کتاب تالیف کی تھی (تاریخ حسن ۴/۳۵) ایک اور شاعر ملا محمد یوسف بھی ان کا مرید تھا۔ (ہمانجا ۳۹)

مآخذ

۱۔ راشدی، سیّد حسام الدین: تذکرہ شعرای کشمیر (تکملہ تذکرۂ اصلح) ج ۳، کراچی ۱۹۶۸ء

۲۔ ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب، لاہور ۱۹۷۴ء

۳۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۵ حیدر آباد، دکن

۴۔ غلام حسن کھویہامی: تاریخ حسن ج ۴ سری نگر ۱۹۶۰ء

۵۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء کانپور ۱۸۷۳ء

۶۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر اعظمی مرتبہ محمد شاہ سعادت، سری نگر ۱۳۵۵ھ

۷۔ ایضاً: فیض مراد (در حالاتِ شیخ محمد مراد ننگ کشمیری) خطی نسخہ ذخیرۂ شیرانی، کتابخانۂ دانشگاہِ پنجاب، لاہور

۸۔ محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ قادیانیان، ربوہ

۹۔ منزوی، احمد: فہرستِ مشترک ج ۳، اسلام آباد ۱۹۸۴ء

۱۰۔ مسکین، محی الدین: تحائف الابرار، امر تسر، ۱۳۲۱ھ

۲۷ جنوری ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران)

باباشاہ مسافر غجدوانی بخاری نقش بندی

باباشاہ مسافر بارہویں صدی ہجری کے نقش بندی مشائخ میں سے تھے۔

باباشاہ مسافر کا اصل نام حافظ محمد عاشور تھا۔ ان کے مرشد باباشاہ سعید پلنگ پوش غجدوانی نے انہیں مسافر کا خطاب دیا تھا (مآثر الکرام ۱۵۴)

باباشاہ مسافر کے والد کا تعلق سلسلۂ کبرویہ سے تھا۔ جو غجدوان میں رہتے تھے خرد سالی میں والدین کا سایہ سرے اُٹھ گیا صرف سات سال کی عمر میں طلبِ علم کے ارادے سے غجدوان سے نکلے اور بخارا پہنچ گئے جہاں مسجد شیخ پیر محمد میں تحصیل کا آغاز کیا، ابھی شرح ملا تک پڑھا تھا کہ اس عہد کے معروف صوفی باباشاہ سعید پلنگ پوش اس مدرسے میں آئے اور شاہ مسافر کے دل میں ان سے اخذِ فیض کا جذبہ پیدا ہوا (ملفوظاتِ نقشبندیہ ۱۰،۸)

اس سے قبل باباشاہ مسافر بھی کبرویہ سلسلہ کے شیخ میر عطاء اللہ ساکتری (Saketary) سے منسلک ہو کر سلوک کی مشق کرتے رہے تھے۔ (مآثر الکرام ۱۵۴)

اب باباشاہ مسافر باباپلنگ پوش سے حصولِ فیض کے لیے روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو ہندوستان کے سفر پر گئے ہیں باباشاہ مسافر اب ان کے پیچھے روانہ ہوئے باباشاہ پلنگ پوش سے بخارا سے پہلے بلخ پھر حصار، غور، کابل، پشاور اور پھر حسن ابدال پہنچے ہر جگہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی باباشاہ پلنگ پوش دوسری منزل پر روانہ ہو جاتے تھے، آخر حسن ابدال میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ جہاں ان کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے باباپلنگ پوش نے اجازت و خلافتِ نقشبندیہ سے سرفراز کیا۔ یعنی باباشاہ مسافر خلیفہ باباشاہ سعید پلنگ پوش غجدوانی وہ خلیفہ شیخ درویش عزیزانِ غجدوانی خلیفہ مولانا پایندہ اخصی خلیفہ میر خورد بلخی خلیفہ مخدوم اعظم شیخ احمد دہبیدی خلیفہ مولانا محمد قاضی خلیفہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار۔۔۔ (ملفوظاتِ نقشبندیہ ۹۔۱۲ ملخصاً)

باباشاہ سعید پلنگ پوش کا تعلق سلسلۂ قلندریہ سے بھی تھا اور اس سلسلے کی اجازت بھی باباشاہ مسافر کو حاصل تھی (ہمانجا ۱۳۔۱۴)

باباشاہ مسافر اپنے شیخ کے حکم سے اورنگ، آباد (Aurangabad) از بلاد دکن میں مقیم ہوئے جہاں دعوت و ارشاد اور تربیتِ مریدین میں مصروف ہو گئے (ہمانجا ۱۵) یہ اورنگزیب عالمگیر کا عہد (۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) تھا (ہمانجا ۱۵)

ان دنوں اورنگزیب کا ایک منصب دار مغل خان (صوبہ دار اورنگ آباد) آپ کا ارادت مند ہو گیا۔ باباشاہ مسافر کشمیر کی سیر کے لیے بھی گئے وہاں کے اکابر علماء و مشائخ کی ملاقات سے مشرف ہوئے مشہور فارسی شاعر غنی کشمیری بھی باباشاہ مسافر سے بیعت ہوا (ہمانجا ۱۶) اسی سیاحت کے دوران آپ دوسری مرتبہ حج کے لیے روانہ ہوئے واپس آئے تو شہزادہ محمد معظم بہادر شاہ اورنگ آباد کا ناظم تھا وہاں آپ نے تکیہ شاہ عنایت میں قیام کیا، اورنگ آباد کے اکابر آپ کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ (ہمانجا ۱۷)

اورنگ آباد میں آپ نے خانقاہ کی بنیاد ڈالی بے شمار اصحابِ علم و دانش نے رجوع کیا، اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ خانقاہ میں تعلیم و تربیت کے لیے باقاعدہ اوقاتِ کار متعین تھے۔ علماء و عرفا کے علاوہ امرا بھی بکثرت آپ کی خانقاہ میں آمد و رفت رکھتے تھے ان میں خواجہ میر شاہ سمرقندی علی آبادی (از اعزہ خان فیروز جنگ) و منصب دار اورنگ زیب، میر اجمل مخاطب بہ ہژرہ خان، نواب عبدالصمد خان، ملا امان خان فوجدار ایمن آباد (مضافاتِ لاہور) فاضل خان منصف (متولی مقبرہ اورنگ زیب عالمگیر)، بہادر شاہ بن اورنگ زیب، شہزادہ محمد جہاں دار شاہ، شاہ شہید (سجادہ نشین باباشاہ مسافر) نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے ہمراہ فرخ سیر کے حضور حاضر ہوئے اور چند سال نواب کے ساتھ گذارے۔ (ملفوظات ۷۸) آصف جاہ باباشاہ مسافر کا بہت عقیدت مند تھا اور ان کے مابین بہت ہی خوشگوار تعلقات تھے (ہمانجا ۷۹) عبداللہ خان (منصب دار اورنگزیب و مصاحبان آصف جاہ)۔

باباشاہ مسافر کا وصال اورنگ آباد میں ہی ۵ رجب ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۵ء کو ہوا اور اپنے تکیہ میں ہی دفن کیے گئے تکیہ میں حوضِ کبیر ان کی زندگی میں ہی جمیل بیگ خان نے بنوایا تھا (ملفوظاتِ نقشبندیہ ۱۱۱، ۱۰۹، مآثر الکرام ۱۵۵، تاریخ محمدی ۳۳)

باباشاہ مسافر کے خلفاء کثیر تعداد میں تھے ان میں سے چند نام یہ ہیں: میر محمود وابکنی بخاری، خواجہ محمد سعید، حاجی عاشور، مولانا مشفقی، صوفی محمد وفا، میر عرب، باباشاہ خادم حصاری، حاجی قاسم دولت آبادی، شاہ کومک بلخی، شاہ ناظر سمرقندی، خواجہ عالم (از اولاد شیخ فرید الدین عطار)، مولانا عبدالجلیل، مرزا ابراہیم عرب کابلی، اخوند ملا خاموش، خواجہ میر شاہ، حاجی صادق، شاہ حیدر تاشکندی، خواجہ زکریا سمرقندی، خواجہ عبدالولی سمرقندی دہ بیدی، خواجہ یادگار دہ بیدی (ملفوظاتِ نقشبندیہ ۱۱۲۔۱۷۶)

باباشاہ مسافر کے حالات پر ایک مستقل کتاب تالیف ہوئی تھی جس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

ملفوظاتِ نقشبندیہ

یہ باباشاہ مسافر غجدوانی اورنگ آبادی کے احوال، مناقب اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جسے آپ کے خلیفہ شاہ محمود نے تالیف کیا۔

شاہ محمود اورنگ آبادی ۲۳ جمادی الآخر ۱۱۷۵ھ / ۱۷۶۱ء کو فوت ہوئے کئی اکابر اہل علم سے ان کے تعلقات تھے۔ آزاد بلگرامی اپنے قیام اورنگ آباد کے دوران اسی تکیہ باباشاہ مسافر میں عرصہ دراز تک مہمان کی حیثیت سے مقیم رہے (مآثر الکرام ۱۵۵، سُبحۃ المرجان ۱/ معروف شاعر عبدالحکیم حاکم لاہوری (مؤلف تذکرہ مردم دیدہ) بھی اسی تکیہ میں فروکش رہے اور شاہ محمود کی علم پروری کی بہت تعریف کی ہے۔ (مردم دیدہ ۱۵، ۱۸۹، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۶) ملفوظاتِ نقشبندیہ فارسی نثر میں ہے دیگر صوفیہ کے تذکروں کی نسبت اس کی زبان قدرے فصیح اور زیادہ رواں ہے۔ جابجا فارسی اشعار و امثال بھی نقل ہوئی ہیں۔ ابتدائیہ کے بعد پہلا تذکرہ باباقل فرید کا ہے۔ پھر باباشاہ محمد سعید پلنگ پوش کا اس کے بعد باباشاہ مسافر کے حالات از آغاز ولادت تا وفات کبھی مربوط اور کبھی غیر مربوط ہو کر رہ گئے ہیں۔ ملفوظات میں جہاں بہت سے امورِ تصوف و عرفان کے بیان ہوئے ہیں وہاں معاصر سیاسی وقائع کی طرف اشارات بھی ملتے ہیں امراو سلاطین کی تکیہ باباشاہ مسافر میں آمد و رفت اور تورانی و ایرانی گروہ بندیوں میں اس تکیہ کی تورانی جماعت کے ساتھ ہمدردیاں بھی معلوم ہوتی ہیں۔

ساہو بن سنبھا (Saho S/o Sanbaha) (از اولادِ شیوا مرہٹہ) کی اورنگ زیب کی وفات کے بعد قید سے رہائی اور اس کے دوبارہ دکن پر حملوں اور تباہ کاریوں کا ذکر (ص ۶۷) محمد معز الدین بن بہادر شاہ بن عالمگیر

اور فرخ سیر کے مابین جنگ (۷۰۔۷۱) چندر سین (Chander Sean) از ملازمانِ ساہو مذکور کی ظالمانہ حرکات ص ۷۳ اورنگ زیب کی وفات کے بعد تخت نشینی کے لیے جنگ کا ذکر ۷۶ وغیرہ قابلِ توجہ ہیں۔

ملفوظاتِ نقشبندیہ دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ حیدر آباد دکن سے نظامتِ امورِ مذہبی نے ۱۳۵۸ھ کو شائع کی[1]۔

مآخذ

۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: سُبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان مرتبہ فضل الرحمٰن ندوی، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء

۲۔ ایضاً: مآثر الکرام مرتبہ محمد عبدہٗ، لاہور ۱۹۷۱ء

۳۔ ایضاً: روضۃ الاولیاء (تذکرہ مدفونینِ اورنگ آباد)، اورنگ آباد، دکن، ۱۳۱۰ھ

۴۔ حارثی بدخشی، مرزا محمد معتمد خان: تاریخ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ ۱۹۶۰ء

۵۔ حاکم، عبدالحکیم: مردم دیدہ مرتبہ سیّد عبداللہ، لاہور، ۱۹۶۱ء

۶۔ صمدنی، مقبول احمد: حیاتِ جلیل، ۱۹۲۹ء

۷۔ عبدالحیٔ حسنی: نزہتہ الخواطر ج ۶، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۵ء

۸۔ محمود، شاہ: ملفوظاتِ نقشبندیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۸ھ

۳۰ ستمبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبہِ قارہ۔ تہران

---

[1] معروف محقق سائمن ڈگبی (Simon Digby) نے ملفوظاتِ نقشبندیہ کا انگریزی ترجمہ Sufis and Soldiers in Aurangzeb's Deccan کے نام سے کیا جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی سے ۲۰۰۱ء میں طبع ہوا جس پر مترجم کا ایک مختصر مقدمہ بھی ہے۔

شیخ الہداد قصوریؒ

افغانانِ قصور کے عزیز زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نو عمری میں اسلامی شعائر کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ مدت دراز تک سپاہگری کرتے رہے، آخر خداوند تعالیٰ نے کرم فرمایا اور علوم باطنی کے حصول کا ولولہ دل میں موجزن ہوا، قصور آتے ہوئے پٹنہ میں قیام کا موقع ملا، یہاں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الحی حصاریؒ[1] سے بیعت ہوئے۔

فارسی میں عمدہ غزل کہتے تھے اور قصوری تخلص کرتے تھے۔ عالم شباب میں اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا۔ اس وقت تک دیوان قصوری کے صرف دو ۲ نسخوں کا راقم الحروف کو علم ہے، ایک قلمی نسخہ شاہان اودھ کے کتب خانہ میں تھا جس کا سپرنگر نے اس طرح مبہم الفاظ میں تعارف کروایا ہے[2]۔

Dywan of Qosury Consisting of Ghazals, 100 pp. Beginning:

الانسان مجهول الامانت قد يحملها

دوسرا قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے، خان بہادر مولوی محمد شفیع مرحوم نے بہارستان تصنیف عبد اللہ خویشگی کے قلمی نسخہ کے ایک زائد ورق پر دیوان قصوری کے متعلق اپنی یادداشت اس طرح قلم بند کی ہے۔

"ایک قصوری شاعر کا دیوان رامپور لائبریری میں بھی ہے دیکھو اپنے نوٹ الہ داد خان (عزیز) زئی صاحب دیوانِ قصوری[3]"۔

---

[1] مولانا عبد الحی حصاریؒ المتولد ۹۹۰ھ المتوفی ۱۰۷۰ھ برائے شرح حال مولانا حصاری رجوع کنید بہ (۱) نور الخلائق مجلد ثانی مکتوبات حضرت مجددؒ جامع مولانا حصاری (۲) زبدۃ المقامات (۳) حضرات القدس دفتر دوم ص ۳۳۶ (۴) روضۃ القیومیہ (۵) خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۳۷ (۵) نزہۃ الخواطر ۵/ ۲۱۲

[2] Cat. The Kings of Oudh, Sprenger, Vol. I, pp. 535 MS.No. 451 Calcutta. 1854.

[3] بہارستان شرح گلستان سعدی قلمی نسخہ مخزونہ کتب خانہ مولوی محمد شفیع مرحوم، لاہور، نمبر ۲۷۶/ ۳۱۲

عبد اللہ خویشگی قصوری[1] نے اخبار الاولیاء من لسان الاصفیاء میں الہ داد قصوری کے مختصر حالات، درج کیے ہیں اور ان کے دیوان قصوری کا ذکر کیا ہے اور اس دیوان میں سے چند اشعار کا انتخاب بھی شامل کتاب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"در ابتدای بشرب بکیفات و بعضی اعمال بحسب شرع مذموم بود ارتکاب داشت و مدتی بسپاہیگری مشغول بود چون خداوند تعالیٰ بوی توفیق داد گشت ظاہری را گذاشته بوطن مراجعت نمود و در اثنائے راہ در شهر پتنه بشیخ عبدالحی که مرید شیخ احمد کابلی بود ملازمت نمود بشغل باطنی مشغول گشت دیوان قصوری که در حالت جوانی تالیف کرده استنکاف مینمود...... و بعد از معاودت نمودن بوطن بزمانِ قلیل برحمت حق پیوست بعضی ابیات دیوان وی اینست:

اے مرہم چاک دل شکر خندہ تو ‏ صاحب نظر ان بجان و دل زندۂ تو

ہر لحظه چه جاے ترک و تاز است آخر ‏ چون نیست کسے که نیست افگندۂ تو

ای که کس از غم تو جان نبرد ‏ تاجر راہ تو زبان نبرد

کوچه پس خوردبین بود ہرگز ‏ نام ہستی برین دہان نبرد

نیست جان آنکه نیست باجانان ‏ نیست دل انکه دلستان نبرد

بزد از جهان بخر حیرت ‏ ہر که دستے دران میان نبرد

بیقرار این چنین نبا شد دل ‏ بست از دست که عنان نبرد

آشکارا تو پرده دل ما ‏ که کسے دیگرش نہان نبرد

---

[1] عبد اللہ خویشگی قصوری (متولد ۱۰۴۳ھ متوفی بعد ۱۱۰۶ھ) کثیر التصانیف مصنف تھا راقم الحروف کو ان کی تقریباً پچاس تصانیف کا علم ہے۔ ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے عبد اللہ خویشگی کی مذکورہ کتاب اخبار الاولیاء کو معلوم نہیں کس بنا پر عبد القادر خویشگی سے منسوب کر دیا ہے حالانکہ کتاب کے متن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب عبد اللہ خویشگی قصوری کی تصنیف ہے۔ عبد القادر خویشگی دراصل عبد اللہ خویشگی کے والد کا نام تھا۔ خود عبد اللہ خویشگی نے معارج الولایت میں متعدد مقامات پر اخبار الاولیاء کو اپنی تصنیف لکھا ہے۔

ہاں قصوری چنین بخورمی تاب	کہ کس برتو دین گمان نبرد
دلم شکستہ شد در بخت زہد و توبہ ازو	چو خانہ سوختہ گردد برون کند متاع
گرخون شود زچشم پرنم ایزد	جز شیوہ عشق تو کجا جوید دل
روئت شگفت جلوہ گری باغ حسن شد	ما منفعل نشستہ چوزاغ فردہ ایم
گر بوسہ تو خواست قصوریؔ عجب مدار	نبود گزید صاحب خرمن ز خوشہ چین

عبد اللہ خویشگی نے کل ۲۳ شعر دیوان قصوری سے انتخاب کر کے اپنی مذکورہ کتاب میں شامل کیے ہیں۔ افسوس ہے کہ پیشِ نظر نسخہ اخبار الاولیاء اس قدر بدخط ہے کہ بعض اشعار درست طریقے پر پڑھے نہیں جا سکے اس لیے جو اشعار ہم پڑھ سکے ہیں یہاں نقل کر دیئے ہیں جن کی تعداد تیرہ ہے۔

عبد اللہ خویشگی نے اخبار الاولیاء میں الہداد خان عزیز زئی کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سالِ وفات نہیں لکھا ہے، اخبار الاولیاء بعد ۱۰۷۷ھ کی تصنیف ہے، اس لیے الہداد خان ۱۰۷۷ھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔

مولوی شفیع مرحوم نے اپنی مذکورہ یادداشت میں جہاں دیوان قصوری کے مذکورہ نسخہ سپر نگر نمبر ۴۵۱ کا ذکر کیا ہے وہاں اس قصوری سے متعلق تردد کا اظہار فرما کر لکھا ہے۔

"یہ کون شخص ہے؟"

راقم احقر کے خیال میں دیوانِ قصوری، الہداد خان عزیز زئی ہی کی تصنیف ہے جس کے قرائن حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مندرجہ بالا انتخاب اشعار میں مصنف نے اپنا تخلص قصوری ہی استعمال کیا ہے۔

۲۔ سپر نگر نے لکھا ہے کہ یہ دیوان غزلیات پر مشتمل ہے۔

۳۔ عبد اللہ خویشگی نے جو اشعار منتخب کیے ہیں وہ غزل پر مشتمل ہیں۔

(مارچ ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد منیر قصوریؒ

نقشبندی سلسلۂ سلوک سے تعلق رکھتے تھے، پنجاب کے معروف ترین روحانی پیشوا حضرت خواجہ محمد سعید لاہوری نقشبندیؒ[1] متوفی ۱۱۶۲ھ سے بیعت ارادت حاصل تھی، فصاحت و بلاغت میں فردِ فرید تھے۔ تذکرۃ الارشاد آپ کی تصنیف ہے۔ مولانا محمد رفیع بن محمد اسلم نقش بندی لکھتے ہیں:

''(آن حضرت خلیفه خواجه محمد سعید لاہوری)، شیخ محمد منیر قصوری است که مصنف تذکرۃ الارشاد است و از فصاحت و بلاغت سبق برده مشهور آن دیار است و از علوم و اسرار حضرت ایشان قدس سره، جامع الکتاب و منظور نظر آن عاطفت آن سیّد اولیا از علوم ظاهریه حظِ وافر گرفته و از توجهات بهرهٔ تام گرفته[2]''

مولانا محمد منیر قصوریؒ کے اس سے زیادہ حالات دستیاب نہیں ہو سکے، آپ کی تصنیف ''تذکرۃ الارشاد[3]'' ہے جس میں آپ نے اپنا پورا نام ابو المعارف محمد منیر ملقب بہ ظہور اللہ بتایا ہے، انہوں نے اپنی مثنویوں اور غزلیات میں اپنا تخلص ظہور لکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں ان کی تین غزلیں اور پانچ رباعیات نقل کی گئی ہیں،

---

[1] خواجہ محمد سعید لاہوری متوفی ۱۱۶۲ھ نہ صرف پنجاب بلکہ افغانستان کے معروف روحانی پیشوا تھے، کئی رسائل خواجہ صاحب کی تصنیف سے ہیں۔ (۱) رسالہ اذکار قادریہ (۲) رسالہ در بیان ظہور و تنزلات (۳) رسالہ در بیان تحقیق ہمہ اوست، وغیر ہم، برائے شرح حال خواجہ صاحب رجوع کنید بہ (۴) سعید نامہ منظوم فارسی قلمی۔ خواجہ محمد سعید لاہوریؒ کے سال وفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ راقم الحروف نے خواجہ صاحب پر اپنی مستقل زیر ترتیب کتاب ''احوال و آثار خواجہ محمد سعید لاہوری'' میں آپ کے سال وصال ۱۱۶۲ھ کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

[2] قران السعدین، قلمی ورق ۱۳۲ ب

[3] تذکرۃ الارشاد کا خطی نسخہ حکیم ارشاد حسین صاحب (قصور) کے کتب خانہ میں ہے۔

گویا ان کا شمار قصور کے فارسی شعراء میں بھی ہوتا ہے، تذکرۃ الارشاد ایک اہم تذکرہ ہے جس میں مؤلف نے مراتب ارشاد، بزرگوں کے اشغال اور اپنے شیخ حضرت حاجی محمد سعید لاہوری کے ملفوظات اور احوال بھی لکھے ہیں، جس سال حاجی صاحب کا وصال ہوا ہے یعنی ۱۱۶۲ھ اُسی سال مؤلف نے یہ کتاب بھی مکمل کی ہے، اس میں درج ایک قطعہ تاریخ سے اس کا سال تالیف ۱۱۶۲ھ غیر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، قران السعدین کے مؤلف نے بھی اس تذکرہ سے استفادہ کیا ہے، ہم نے تذکرۃ الارشاد اور قران السعدین کے خطی نسخے ایڈٹ کیے ہیں جو عنقریب شائع ہوں گے، ان شاء اللہ۔

(۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد شریف نقش بندی قصوریؒ بن یونس بن حاجی محب علی نقشبندی

نقشبندی سلسلۂ سلوک سے تعلق رکھتے تھے، ان کی اب تک صرف ایک تصنیف "رسالہ نماز چہار گانہ بعد جمعہ" دریافت ہوئی ہے۔ جس کے دیباچہ میں اپنے والدِ بزرگوار اپنے دادا اور اپنے سلسلۂ سلوک کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''میگوید فقیر حقیر محمد شریف ولد یونس ولد حاجی محب علی القصوری النقشبندی''

رسالہ کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

الحمدلله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسوله واله اجمعین۔۔۔ الخ

اختتام:

بجز دو رکعات نماز جمعه چیزی زیاده مخوان که سلامتی درین است صلی الله علی خیر خلقه محمد واله اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمٰن تمت بعون الله تعالیٰ

اوراق ۱۶ سطر ۱۵ تقطیع ۶×۸۰ x ۶۰۸

وجہ تسمیہ کے باب میں لکھتے ہیں۔

''بعضی یاران سوال کردند که روایات در تحقیق چهار گانی که در روز جمعه میگذارند ۔۔۔ اگر برای مایان بنو یسند که مایا نراسند باشد که خوانندہ چهار گانی چنان غلو کردند که اگر کسی نگذارد اورا تشنیع و بد گفتند بلک کفتند که نقشبندی است و ندانند که نقشبندی قوم اند که عامل بعزیمة اند و بعضی که غیر از عزیمة باشد ازان انحراف ورزند۔۔۔۔ الخ

کتاب پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت تحقیق اور دیدہ ریزی سے لکھی گئی ہے۔ حسب ذیل کتب کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔

قاطع البدعۃ، حضرت پیر دستگر خودہا، شرعۃ الاسلام، شرح قرن، مفاتیح الجنان، عینی شرح الکنز، مغرب، مخزن الحقائق شرح صراط المستقیم عبدالحق دہلویؒ ہدیۃ المہدین، (قول) فضیل بن عیاضؒ، دوازدہ مسئلہ تصنیف خاص حضرت امام اعظمؒ۔ (قول امام یوسف) امام محمدؒ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبلؒ۔ فتاوی برھنہ، بیضاوی۔ صلوٰہ مسعودی، حسامی، تلویح، تاتار خانی، میزان الشعرانیہ مذاہب الاربعۃ، ہدایہ، بحرالرائق، فوائد علامانہ تصنیف احمد بن کمال شاہ (ص ۱۰)، بزدوی، فخر الدین قاضی خان، قدوری، المختار رسالہ (درین موضوع)، جلال الدین قادری الحنفی ص ۲۳، فتاوی مختار، جامع الرموز، رسالۂ محمد الحنفی دمشقی، رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ نماز جہار گانہ بعد صلوٰۃ جمعہ کی عدم ادائگی کے جواز میں لکھا گیا ہے اور جمعہ کے بعد چہار گانہ کی ادائگی کو بدعات میں شمار کیا ہے، رسالہ کے مکمل متن میں کہیں رسالہ کا نام نہیں لکھا گیا یہ رسالہ جس بزرگ کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے، انہوں نے اپنے قلم سے اس کا مذکورہ نام ایک زائد ورق پر لکھ دیا ہے۔

افسوس ہے کہ ساری کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا صرف ایک مقام پر اپنے مرشد کا ایک قول نقل کیا ہے۔ لیکن شاید تعظیماً نام نہیں لکھا۔ اپنے مرشد سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"روزی از حضرت پیر دستگیر خود سوال کردیم کہ ہوا چیست؟ فرمودنہ کہ بغیر متابعت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمامی ہوا است[1]"۔

رسالہ کا متن نہ تو سال تصنیف پر کوئی روشنی ڈال سکا ہے اور نہ ہی مخطوطہ کا سال کتابت درج ہے۔ تخمیناً بارہویں صدی ہجری کے وسط کا معلوم ہوتا ہے، مصنف کا انداز تحریر و تحقیق بھی بارہویں صدی ہجری کا ہے۔

اس کا قلمی نسخہ راقم الحروف کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔

ایک اور حاجی محمد شریف بن شیخ پیر محمد قصوری تھے، جو سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ طریقت ہونے کے علاوہ ایک بڑے عالم بھی تھے، انور خمسہ اور رد روافض انہیں کی تالیفات ہیں، شاہ عنایت قادری قصوری کے معاصر اور

---

1. رسالہ نماز جہار گانہ بعد صلوٰۃ جمع ورق اب قلمی نسخہ مملوکہ راقم الحروف

ان کے ساتھ بڑے علمی مباحث رہتے تھے (رک شاہ عنایت قادری، تذکرہ حاضر) حاجی محمد شریف بن پیر محمد کا قصور میں ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء کو وصال ہوا اور آپ قصور میں احاطہ فوجی پریڈ میں ہی دفن ہیں، رک بہ

۱۔ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب قبیلہ بنی حمیر، اُردو ترجمہ مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۵ء

2- Ahmad Bashir:Qusur, its History, Culture and Archetecture, (unpublished Article)

حضرت میاں عبدالحکیم کاکڑ

میاں عبدالحکیم کاکڑ بن سکندر شاہ (۱۰۷۰۔۱۱۵۳ھ/۱۶۶۰۔۱۷۴۰ء) آپ کے اجداد افغانوں کی ایک شاخ کاکڑ کے قبیلہ سنٹیا (Sanatia) سے تعلق رکھتے تھے۔ موصوف بلوچستان کے علاقہ پشین (Pashien) کے ایک موضع خانوزو (Khanozow) کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے ان کے بزرگ ان پڑھ تھے، لیکن میاں عبدالحکیم کو تحصیل علم کا شوق تھا، وہ جوانی میں ہی علم حاصل کرنے کے لیے قندھار اور کابل سے ہوتے ہوئے ننگر ہار گئے تھے، وہاں سے فارغ ہو کر پشاور آکر بھی علماء سے پڑھا۔ مروجہ علوم صرف و نحو، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور علم کلام پر دسترس حاصل کرنے کے بعد انہوں نے خود درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، یہیں انہیں روحانی تسکین کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر ننگر ہار کا سفر کیا اور سید لعل ننگر ہاری سے بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے، وہاں سے پھر پشاور آئے اور معروف نقش بندی بزرگ حافظ میاں عبدالغفور پشاوری (ف ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء) سے بیعت ہو کر فیض یاب ہوئے، میاں صاحب حاجی محمد اسماعیل غوری مجددی پشاوری (ف ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء) کے خلیفہ تھے جو کہ شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے معروف خلیفہ میاں شیخ سعدی لاہوری (ف ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۷ء) کے حلقۂ ارادت سے تعلق رکھتے تھے (خزینۃ الاصفیا ۱/۶۵۴۔۶۵۷، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ۱/۶۸۔۷۳)

اس کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک اور شیخ طریقت حافظ اللہ یار لاہوری کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے، جو دو واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے روحانی تعلق رکھتے تھے، یہاں انہوں نے خوب باطنی ترقی کی۔ یہاں سے فیض یاب ہو کر میاں عبدالحکیم قندھار چلے گئے۔ جہاں ان کی علمیت و روحانیت کا خوب شہرہ ہوا اور عوام و خواص اس کثرت سے ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے کہ قندھار کا حاکم شاہ حسین ہوتک (حکو ۱۷۲۵۔۱۷۳۸ء) ان کے اثر و رسوخ سے خطرہ محسوس کرنے لگا تو اس کے درباریوں

نے مشورہ دیا کہ اس درویش کو یہاں سے نکال دو، چنانچہ اس حاکم کے حکم پر آپ ۱۱۴۶ھ / کو قندھار سے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی کثیر تعداد کے ساتھ نکلے اور بلوچستان کے ایک علاقہ تھل چوٹیالی (Thall Chotiali) میں آکر سکونت اختیار کرلی جو لورالائی (Lowralaye) کے ایک سمت میں واقع ہے۔ اسی مقام پر موصوف کا وصال ہوا جہاں آپ کا مزار اب تک مرجع خلائق ہے۔

قندھار اور افغانستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کی اشاعت انہی کے ذریعہ ہوئی تھی، افغانستان اور بلوچستان کے حکمران آپ کا بہت احترام کرنے لگے تھے، ان کے مریدین بہت بڑی تعداد میں تھے، میاں نور محمد مرادی اور میاں نور محمد درانی کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ (مقدمہ اختصار حصن الایمان ص ۷)

بلوچستان کے غیر علمی ماحول کے باعث آپ کی تصانیف ضائع ہوگئی ہیں لیکن چند کتب کا سراغ ملا ہے جن میں اختصارِ حصن الایمان، یہ فارسی نثر میں عقائد پر ہے اور حافظ خان محمد کاکڑ کے مقدمہ کے ساتھ کوئٹہ سے ۱۹۵۲ء کو شائع ہو چکی ہے۔

اس کے علاوہ مسائل عرفانی پر فارسی نثر میں ایک مجموعۂ رسائل حافظ خان محمد کاکڑ کے پاس خطی صورت میں ہے (ایضاً ص ۹) ایک اور رسالہ تصوف فارسی میں ہے جس میں آپ نے مسائل تصوف پر بحث کی ہے، اس کا قلمی نسخہ بھی مذکورہ کتابخانہ میں ہے، آپ نے دو مزید رسائل اپنے دو نقش بندی مشائخ کے بارے میں لکھے ہیں اول رسالہ میں آپ نے سیّد لعل ننگرہاری کی خدمت میں رہ کر جو کچھ حاصل کیا اس میں اس کا مفصل بیان ہے۔ ایک اور اہم رسالہ فارسی میں ہی لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنے شیخ حافظ الہ یار لاہوری نقش بندی سے روحانی فیض یابی کی تفصیل بیان کی ہے، اس کے علاوہ ایک مجموعۂ رسائل حکمیہ بھی مذکورہ کتب خانہ میں ہے، لیکن اب حافظ خان محمد فوت ہو چکے ہیں معلوم نہیں کہ ان رسائل کا وجود باقی ہے یا نہیں۔

آپ کے ایک اور خلیفہ خواجہ محمد غزنوی فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے، ان کا دیوان لاہور سے ۱۹۰۳ء کو شائع ہوا۔

مآخذ

۱۔ حافظ خان محمد کاکڑ، مقدمہ بر مختصر حصن الایمان، کوئٹہ، ۱۹۵۲ء

۲۔ شیر محمد خان: تواریخ خورشید جہاں، لاہور، ۱۸۹۴ء

۳۔ خالص، سلطان محمد: تاریخ سلطانی، بمبئی ۱۲۹۸ھ

۴۔ حبیبی، عبدالحی، میاں عبدالحکیم کاکڑ، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور

۵۔ خواجہ، خواجہ محمد غزنوی: دیوان خواجہ، لاہور، ۱۹۰۳ء

۶۔ کوثر، انعام الحق: "تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، ۱۹۷۶ء

۷۔ محمد ولی زلمی: د کندہار مشاہیر، کابل، ۱۳۴۹ش

۸۔ اثر، عبدالحلیم: روحانی رابطہ اور وحانی ترون، پشاور ۱۹۶۵ء

۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران

ابوالفیض کمال الدین محمد احسان (مؤلف روضۃ القیومیہ)

ابوالفیض کمال الدین، خواجہ محمد معصوم سرہندی بن شیخ احمد مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے، خود اس سلسلے کے شیخ طریقت اور نقشبندی مشائخ کے سب سے ضخیم تذکرہ روضۃ القیومیہ کے مؤلف کی حیثیت سے معروف ہیں۔

ابوالفیض کمال الدین، خواجہ محمد زبیر سرہندی ثم دہلوی (ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) کے خلیفہ تھے۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء میں ان سے بیعت ہوئے (روضۃ القیومیہ ۴/ ۱۰۶۔۱۰۸) ان کے والد ابوالعباس بدر الدین حسن احمد (۱۰۹۰۔۱۱۴۹ھ / ۱۶۷۹۔۱۷۳۷ء) عالم وعارف بزرگ تھے روضۃ القیومیہ میں کئی اہم روایات ان سے منقول ہیں۔(روضہ ۲/ ۲۰۸۔۲۱۰)

شیخ ابوالفیض کمال الدین کے دادا ابوالحسن محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء) ذی علم بزرگ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بارے میں اہم کتابوں کے مؤلف تھے جن میں کواکب دریہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے یہ نقشبندی مشائخ کا ضخیم ترین تذکرہ ہے۔(مقاماتِ معصومی، تعلیقات ۳۱۴/ ۱۷۔۱۸)

ابوالفیض بھی تصنیف وتالیف میں مصروف رہے، خواجہ محمد زبیر سرہندی سے منسلک ہونے کے بعد چودہ سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ پھر انہوں نے ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء میں خلافت دے کر نواب علی محمد خان (ف ۱۷۴۹ء) کے علاقے کٹھیر (Kathir) اور آنولہ (Anwalah) جانے کا حکم دیا۔ نواب کے ساتھ ان کے مخلصانہ روابط تھے (روضہ ۴/ ۱۴۵۔ ۱۴۹) وہ اپنے والد کی وفات (۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۷ء) کے وقت کوہ کمایوں کی تلیٹی (Talety) میں تھے یہ وہی علاقہ ہے جس پر نواب علی محمد خان کا ۱۷۴۴ء میں قبضہ ہو گیا تھا (حیاتِ حافظ رحمت خان ۶۰۔۶۱ روضہ ۴/ ۱۷۱)

۱۱۵۰ھ / ۳۸۔ ۱۷۳۷ء میں ظہیر الدولہ وزیر رعایت خان اور ساداتِ بارہہ (یعنی سیف خان) کے درمیان جنگ ہوئی تو رعایت خان نے اپنے بھائی ظہیر الدولہ عظیم خان (ف ۱۱۵۷ھ / اور نواب علی محمد خان کی مدد سے سیف خان کو شکست دی (رک تاریخ محمدی ۹۹، ۱۲۵، محمد شاہ اور اس کا عہد ۲۷۷) تو ابو الفیض کمال الدین بھی اس جنگ میں نواب علی محمد خان کے متوسل کی حیثیت سے شریک تھے اور علی محمد خان کے سپہ سالار حافظ رحمت خان (۱۰۔ ۱۷۷۴ء) کے ساتھ اس جنگ میں ایک ہی مقام پر تھے، وہ اور حافظ رحمت خان ایک ہی شہر اور ایک ہی جگہ رہتے تھے (روضہ ۴/ ۱۷۳۔ ۱۷۷) نواب علی محمد خان اور حافظ رحمت خان حضراتِ مجددیہ کے بہت معتقد اور مربی تھے (مقاماتِ مظہری، مقدمہ ۴۹۔ ۵۰) ابو الفیض کے اپنے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ نوابؒ علی محمد خان اور حافظ رحمت خان کی طرف سے انہیں کافی رقم بطورِ وظیفہ ملتی تھی اور وہ ثروت مند تھے (روضہ ۴/ ۲۶۱) وہ اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے وصال ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء تک علی محمد خان کے علاقے میں مقیم رہے (ہمانجا ۴/ ۲۵۴) قربِ وصال کے آثار معلوم ہونے پر وہ اپنے شیخ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے (ہمانجا ۴/ ۲۶۲) وفات کے بعد خواجہ محمد زبیر کی نعش تدفین کے لیے سرہند لے جائی گئی تو وہ بھی ہمراہ تھے۔ وہ کچھ عرصہ خواجہ کے مزار پر سرہند میں رہے پھر نواب علی محمد خان کے علاقے میں واپس چلے گئے (ہمانجا ۲/ ۲۱۲)

قیاس ہے کہ ابو الفیض کمال الدین نواب علی محمد خان کی وفات ۱۱۶۴ھ / ۱۷۴۹ء تک ان سے منسلک رہے ہوں گے۔ ابو الفیض کا صحیح سالِ وفات معلوم نہیں ہے۔

ان کے ایک فرزند محمد غلام مجدد (متولد ۱۱۶۴ھ / ۱۷۴۹ء) اور دو بیٹیوں بادشاہ بیگم اور حضرت بیگم کا ذکر ملتا ہے۔ (روضہ ۲/ ۲۱۲، ہدیۂ احمدیہ ۶۸، مقاماتِ معصومی تعلیقات ۳۲۲/ ۱۹)

ابو الفیض کمال الدین کی صرف دو تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

ا۔ کشف الحقائق مقاماتِ قیومیۃ:

یہ کتاب حقائق قیومیت کے موضوع پر ہے۔ ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء میں تالیف ہوئی اور ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۸ء میں جب مؤلف خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں دہلی پہنچے تو انہوں نے خواجہ زبیر سے اس پر نظر ثانی کروائی انہوں

نے خود اس کا یہ نام تجویز کیا "مقاماتِ قیومیت" اور "ظہورِ اول" اس کی تاریخ تالیف کے دومادے ہیں۔ (روضہ ۴/ ۲۳۷)

کشف الحقائق کے کسی نسخے کا ہمیں تاحال علم نہیں ہے۔

۲۔ روضۃ القیومیہ:

یہ نقشبندی مجددی مشائخ کا ضخیم ترین تذکرہ ہے۔ جس کی چار جلدیں ہیں، مؤلف نے خود وضاحت کی ہے کہ خواجہ محمد زبیر سرہندی کی وفات ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء کے دو سال بعد ۱۱۵۴ھ / ۱۷۴۱ء میں روضۃ القیومیہ کی تالیف کا آغاز کیا۔ لیکن انہوں نے اس کا سالِ تکمیل نہیں بتایا۔ ایک مقام پر اپنے نومولد فرزند محمد غلام مجدد کا سالِ ولادت ۱۱۶۴ھ / ۵۰۔۱۷۵۱ء درج کیا ہے (روضہ ۲/ ۲۱۲) جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مؤلف ۱۱۶۴ھ تک اس کی تالیف میں مصروف رہے۔ اسی سال مؤلف کے مربی نواب علی محمد خان کا بھی انتقال ہوا۔

روضۃ القیومیہ ایسی کتاب ہے جس میں بہت سی ایسی معلومات درج ہیں جن سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی دوسری کتب یکسر خالی ہیں۔ اس کی جلد چہارم جس میں مؤلف نے اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے حالات و مناقب درج کیے ہیں اپنے مندرجات کے اعتبار سے ایک منفرد و مفرد تذکرہ ہے۔

اس کی جلد سوم جو خواجہ محمد نقشبندی ثانی حجۃ اللہ کے حالات پر مشتمل ہے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مؤلف نے جن مآخذ کا حوالہ دیا ہے اس سے اکثر کتابیں اب ناپید ہیں۔ ان کے اقتباسات صرف روضۃ القیومیہ میں پائے جاتے ہیں۔ روضۃ القیومیہ کی جلد دوم جو خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال کے لیے مخصوص ہے کے جن میں سے اکثر محولہ مآخذ اب دستیاب ہو چکے ہیں۔

اس کی جلد اول جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے حالات و مناقب پر مشتمل ہے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنی ہے۔ اس میں مؤلف نے حقائق کو ترک کر کے مبالغہ آرائی کی روش اختیار کی ہے۔ جس سے اس سلسلے کو نقصان پہنچا ہے۔

روضۃ القیومیہ کی چاروں جلدوں کے بالاستیعاب مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے مزاج پر مبالغہ آمیزی پوری طرح مسلط تھی۔ حالانکہ مؤلف کے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی نے انہیں مبالغہ آرائی سے پرہیز

کرنے کی بھی تلقین کی تھی (روضہ ۴/ ۲۸۱) لیکن افسوس کہ مؤلف اپنے شیخ کے اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے اور ساری کتاب کو مبالغہ کے رنگ میں رنگ دیا کہ نقشبندی مشائخ پارٹیاں بنا کر لڑتے ہوئے نظر آنے لگے۔ صاحبزادگان کو منصبِ قیومیت کے حصول کے لیے دست وگریبان ہوتے دکھادیا۔ حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ مؤلف نے لفظِ قیوم اور منصبِ قیومیت کی جس طریقے سے تشریح کی ہے اس کا اس سلسلے کے افکار اور تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دورِ آخر کے نامور مجددی عالم مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے روضہ القیومیہ کی مبالغہ آرائی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کے بہت سے مندرجات کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی ایک تحقیقی جائزہ ص ۸۶۔۸۹)

روضۃ القیومیہ کا فارسی متن اب تک طبع نہیں ہوا ہے۔ اس کے کئی خطی نسخے پاکستان وہند کی خانقاہوں کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کتابخانہ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ اور پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بھی اس کے نسخے پائے جاتے ہیں۔

اس کے دفتر اول کا اُردو ترجمہ "حدیقۂ محمودیہ" کے نام سے ولی اللہ صدیقی نے کیا جو فرید کوٹ سے ۱۳۱۸ھ میں چھپا تھا۔ اس کی چاروں جلدوں کا اُردو ترجمہ ملک فضل الدین (اللہ والے کی قومی دکان لاہور) نے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔ اس ترجمہ کو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے مکتبہ نبویہ لاہور نے مزید حک واصلاح کے بعد دوبارہ شائع کر دیا ہے۔

ابوالفیض فارسی میں شعر بھی کہتے تھے ان کا تخلص احسان تھا۔ انہوں نے خواجہ محمد زبیر کی مدح میں ایک طویل قصیدہ او۔ اپنا ایک منظوم عریضہ بحضور خواجہ محمد زبیر اور اس کا منظوم جواب بھی نقل کیا ہے (روضہ ۴/ ۱۷۴۔۱۵۳)

مآخذ

۱۔ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ اُردو ترجمہ، لاہور ۱۳۳۵ھ

۲۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ، کانپور ۱۳۱۳ھ

۳۔ الطاف علی بریلوی: حیاتِ حافظ رحمت خان، کراچی ۱۹۶۳ء

۴۔ حارثی، معتمد خان: تاریخِ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ ۱۹۶۰ء

۵۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۶۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ترجمہ و تحشیہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۷۔ غلام مصطفیٰ خان: حضرت مجدد الف ثانی، ایک تحقیقی جائزہ۔ حیدر آباد، سندھ ۱۹۶۵ء

8- Malik, Z,U: The Reign of Muhammad Shah, Bombay, 1977.

۳۱ جولائی ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

حضرت حافظ محمد رانجھا نقشبندی

حضرت حافظ محمد رانجھا بن حافظ فتح محمد بن حافظ عبداللہ بن چودھری مراد بخش عرف مدو بن سنگھی[۱]۔

حضرت حافظ محمد رانجھا، حضرت خواجہ عبدالعدل (شیخ علی[۲] اصغر سیالکوٹیؒ) جو کہ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ کے خلیفہ تھے، کے خاص مرید و خلیفہ تھے۔

حافظ محمد تاریخی نام ہے جس سے سالِ ولادت ۱۰۸۱ھ برآمد ہوتا ہے[۳]۔ بعد تکمیل علم ظاہری و باطنی قصبہ واں میانہ میں قیام فرمایا، اپنے چچا حافظ میر محمدؒ سے بھی کسبِ فیض کیا تھا[۴] انہیں کے کہنے پر علامہ مولانا گل احمد نواسۂ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر مزید علم ظاہری حاصل کیا[۵]۔ انیس سال تک اپنے شیخ، علی اصغر سیالکوٹیؒ کی خدمت میں رہے[۶]۔

حضرت حافظ محمد رانجھا صاحب نے بہت سیر و سیاحت کی، جزائر انڈونیشیا، سوات بنیر، تبت، لنکا، کاکیشیا (کوہ قاف)، بخارا وغیرہ میں بغرض سیاحت بھی گئے ان مقامات میں ان کے بے شمار مرید ہوئے اور سلسلۂ نقشبندیہ

---

۱ غلام قادر اشرفی: ذکر العارفین یعنی باغ محمدی، مطبوعہ ص ۹۸

۲ شیخ علی اصغر سیالکوٹی، فاروقی تھے، ان کے اجداد عرب سے ہندوستان آکر داند گلی میں مقیم ہوئے، وہاں سے سیالکوٹ چلے گئے۔ جہاں مولوی نور محمد رنگ پوری (خلیفہ میر حسن وہو خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیعت کی ان کے انتقال کے بعد دہلی جاکر حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی سے بیعت ہوئے، واپس سیالکوٹ آکر تشنگان کو سیراب کیا پانچ سو طلبہ کو بیک وقت کامل توجہ دیتے تھے، شریعت کے بہت پابند تھے۔ (ذکر العارفین ص ۱۴۱)

۳ اشرفی: ذکر العارفین ص ۱۴۹

۴ ایضاً ۱۵۲

۵ ایضاً ۱۵۳

۶ ایضاً ص ۱۵۷

ان کی بدولت ان ممالک میں پھیلا[۱]۔

احمد شاہ ابدالی جب متھرا کی فتح کے لیے جلال پور جٹاں، ضلع گجرات پہنچا تو اس نے دربار میں علماء کو طلب کیا، حضرت حافظ محمد رانجھا بھی بغرضِ سفارش وہاں گئے، احمد شاہ ابدالی مسائل فلکیہ پر مباحثہ کروار ہا تھا لیکن کوئی عالم بھی اُسے مطمئن نہ کر سکا آخر حافظ صاحب نے اس کے مسائل کے جواب میں نہایت ہی حیران کن تقریر کی جسے سن کر وہ بہت متاثر ہوا، اس نے آپ سے قلعہ متھرا کی فتح کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ نے کہا کہ پہلے تمام سرداروں کو رہا کرو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا[۲] ایک سو بیس برس کی عمر میں ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کو انتقال کیا[۳]۔ وان میانہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت حافظ محمد رانجھا صاحب کے چار فرزند تھے، حافظ نور احمد، علی شمشیر، بہلک اور محرم، موخر الذکر تینوں بچپن میں فوت ہو گئے صرف فرزند کلاں نے ۳۸ سال عمر پائی اور والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بیٹے شاہ رکن عالم تھے، جن کی اولاد کثیر کا شجرہ ملتا ہے[۴]۔

حضرت حافظ محمد رانجھاؒ کے حالات، مقامات، کرامات پر آپ کے ایک مرید خاص خواجہ غلام احمد بھاگت نے فارسی نظم ونثر میں ایک کتاب باغِ محمدی کے نام سے تالیف کی تھی[۵]۔

---

۱ ایضاً ص ۱۶۴۔ ۱۷۳

۲ ایضاً ۱۷۸۔ ۱۷۹

۳ ایضاً ص ۲۲۴

۴ ایضاً ص ۹۹

۵ اس کا ایک قلمی نسخہ میاں احمد جمال بھاگت ساکن موضع مدھرے نزد رتو میکوال کے پاس تھا، جس سے میاں فضل الٰہی نے نقل کروا کر اس کا اردو ترجمہ، ایزادات کے ساتھ ذکر العارفین کے تاریخی نام (۱۳۶۲ھ) سے شائع کروایا، مذکورہ نسخہ باغ محمدی کا ذکر اسی اُردو ترجمہ (ص ۳۲۴) میں کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ حافظ سعد اللہ مجددی

حافظ شیخ سعد اللہ بارہویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی عیسوی کے نقش بندی مشائخ میں سے تھے اور کثرتِ رجوعِ خلائق کے باعث مشائخ عصر میں شہرت رکھتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ء / ۱۶۲۴ء) کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ء / ۱۶۶۸ء) کے فرزند شیخ محمد صدیق سرہندی (۱۰۵۹۔۱۱۳۱ھ / ۱۶۴۹۔۱۷۱۸ء) اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد حج کے لیے گئے تو واپس آتے ہوئے اپنے آبائی مستقر سرہند کی بجائے دہلی میں قیام پذیر ہو گئے (روضۃ القیومیہ ۲ / ۲۳۰) حافظ سعد اللہ دہلی میں رہتے تھے اور انہیں کسی ایسے متبع شرع صوفی کی تلاش تھی جو انہیں راہِ مستقیم پر پہنچا کر روحانی راہنمائی کرے تو حافظ صاحب ایک روحانی اشارے پر خواجہ محمد صدیق سرہندی کی خدمت میں حاضر ہوئے (مقاماتِ مظہری ۲۳۲) اور مسلسل تیس سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور ان کی خانقاہِ دہلی کی خدمت کی (ایضاً ۲۳۱) بلند روحانی مراتب پر فائز ہوئے اور دہلی کے درویشوں سے "سیّد الصوفیہ" کا لقب پایا (ایضاً ۲۳۱۔۲۳۲)

اپنے شیخ کے کسی کام کے لیے شدید گرمی کے موسم میں حافظ سعد اللہ احمد آباد گئے تو ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، آپ بہت ہی متواضع اور منکسر مزاج تھے۔ (ایضاً ۲۳۲)

نواب فیروز جنگ (۱۱۲۰۔۱۱۶۵ھ / ۱۷۰۸۔۱۷۵۲ء) خلف نواب آصف جاہ اول (۱۱۳۷۔۱۱۶۱ھ) حافظ سعد اللہ سے بیعت تھا، اُسے میرزا مظہر جانِ جانان شہید سے بھی بڑی عقیدت تھی (بشاراتِ مظہریہ، خطی برگ ۱۹۔ الف ب)

اس کا بیٹا عماد الملک غازی الدین خان (ف ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء) بہت سی سیاسی چالوں میں پیش پیش تھا لیکن اُسے حافظ سعد اللہ کے خلیفۂ خاص حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۱۱۔۹۵اا ھ / ۱۷۰۰۔۱۷۸۱ء) سے بھی بڑی عقیدت تھی (مقاماتِ مظہری، مقدمہ ۷۲۔۷۸)

حافظ سعد اللہ کی خانقاہِ دہلی کو مغل حکومت کے دورِ زوال میں وہی مرکزی حیثیت حاصل تھی جو خانقاہِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

خانقاہِ میرزا مظہر جانِ جاناں شہید اور دیگر خانقاہوں کو حاصل تھی، سلاطین وامرا ملکی مصالح کے لیے ان حضرات کی خانقاہوں سے رجوع کرتے اور مختلف مہمات کے دوران ان سے دعاء استمداد کی التجا کرتے نظر آتے ہیں۔

حافظ سعد اللہ کا دہلی میں ۱۹۔ شوال ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء کو وصال ہوا (مقاماتِ مظہری ۲۳۳) ان کا مدفن شاہ جہان آباد بیرونِ اجمیری دروازہ ہے (خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۶۹) ان کا مزار مدرسۂ غازی الدین خان مذکور کے شمال و مغرب میں ایک تہ خانہ میں ہے (مزاراتِ اولیاء دہلی ص ۱۲۲) یہ بہت بڑا مدرسہ تھا جسے برطانوی دور میں دہلی کالج بنا دیا گیا:

(Pernao, M: The Delhi College, pp.35-59)

حافظ سعد اللہ کی خانقاہ میں بڑے بڑے اہلِ علم و عرفان بھی آتے رہتے تھے ان میں خواجہ محمد ناصر عندلیب (۱۶۹۲۔۱۷۵۹ء) والدِ خواجہ میر درد (۱۷۱۹۔۱۷۸۵ء) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب نے خواجہ عندلیب کی باطنی قوت اور ان کی روحانی نسبت پر میرزا مظہر جانِ جاناں سے توجہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے ان کی روحانیت کے قوی ہونے کی تصدیق کی (مقاماتِ مظہری ۲۷۳)

یُوں تو حافظ سعد اللہ کے بہت سے مریدین و خلفاء تھے لیکن ان میں جو شہرت و عروج میرزا مظہر جانِ جاناں شہید مذکور کو حاصل ہوا بہت کم کسی کو نصیب ہو سکا میرزا مظہر فارسی و اُردو کے بے مثل شاعر تھے اور شاعری میں صنفِ خاص کے متعارف کرانے اور اپنے علمی و ادبی حوزۂ خاص کے ترجمان بھی تھے (عبد الرزاق قریشی: میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا اُردو کلام)

نواب فیروز جنگ مذکور کسبِ فیض کے لیے ہر روز حافظ سعد اللہ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے، آپ کے دستر خوان پر ہر روز اسی (۸۰) افراد کھانا کھاتے تھے اور ان میں سے بعض کے لیے وظیفہ بھی مقرر تھا، آپ اظہارِ کلمۃ الخیر اور غربا کے کام کی سلاطین و امرا سے سفارش بھی کیا کرتے تھے بلکہ ان کی حاجت بر آری کے لیے امرا کے ہاں خود تشریف لے جاتے تھے۔ (ایضاً ۲۷۴)

مآخذ

۱۔ امام بخش جام پوری: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، لاہور، (س ن)

۲۔ عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۷ء

۳۔ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا اُردو کلام، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء

۴۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینتہ الاصفیا، کانپور، ۱۸۷۳ء

۵۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

۶۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اُردو ترجمہ، لاہور، ۱۳۵۵ھ

۷۔ نعیم اللہ بہڑائچی: معمولاتِ مظہریہ، کانپور، ۱۲۷۵ھ

۸۔ ایضاً: بشاراتِ مظہریہ، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ برٹش میوزیم، لندن شمارہ ۲۲۰

9- Pernao , M (ed.) The Delhi College, Delhi, 2006

۳۰ / اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

حضرت شیخ محمدؐ عابد سنامی

حضرت شیخ محمد عابد سنامی نقشبندی سلسلے کے اکابر میں سے تھے، معروف صوفی اور شاعر میرزا مظہر جانِ جانان شہید انہی کے خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ محمد عابد کا تعلق قصبہ سنام (بضم سین مہملہ و تشدید نون قصبہ ایست از توابع سہرند[1]) سے تھا، شیخ عابد فارسی کے معروف صاحبِ دیوان شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء) بن شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں تھے، شیخ محمد عابد کا نسب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے[2]۔ حدیث اور فقہ کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ ان کی توجہ اتنی مؤثر تھی کہ جو کوئی بھی ان کے سامنے آتا اس کا دل ذاکر ہو جاتا تھا۔

شیخ محمد عابد سنامی کا وصال ۱۸ رمضان ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء کو ہوا[3] دہلی میں دفن ہوئے[4]۔

شیخ محمد عابد نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب کا انتخاب کیا تھا۔ جس پر مولوی نعیم اللہ بہڑائچی (رک بآں) نے عربی میں دیباچہ لکھا تھا۔ اس کا ایک خطی نسخہ کتابخانۂ مرکزی دانشگاہِ پنجاب لاہور میں ہے۔ شیخ عابد کے ملفوظات کا ایک مجموعہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

شیخ محمد عابد سنامی کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:

---

[1] محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیا، خطی ورق ۸۳

[2] غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ۲۴۸

[3] ایضاً، ۲۵

[4] مزاراتِ اولیائے دہلی ۱۴۴

میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی دہ بیدی، مرزا مظفر، محمد میر، شاہ عبدالحفیظ، صوفی عبدالرحمٰن، میر بہادر، درویش محمد اور محمد حسن[1]

ماخذ و مراجع

۱۔ رسالہ در احوال و ملفوظاتِ شیخ محمد عابد سنامی۔ خطی نسخہ مخزونہ موزۂ ملی، کراچی (بغیر شمارہ)

۲۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری، دہلی ۱۲۶۹ھ

۳۔ ایضاً: مقاماتِ مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۴۔ نعیم اللہ بہرائچی: معمولاتِ مظہریہ، کانپور، ۱۲۷۵ھ

۵۔ ایضاً: بشاراتِ مظہریہ، خطہ نسخہ موزۂ بریطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰

۶۔ محمد عابد سنامی شیخ: انتخاب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی با مقدمہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی، خطی نسخہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہِ پنجاب، لاہور۔

۷۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء خطی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان

۸۔ محمد عالم فریدی: مزاراتِ اولیائی دہلی، دہلی ۱۳۴۶ھ

۹۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظاتِ شریفہ، لاہور ۱۹۷۸ء

(۲۳ جون ۱۹۹۲ء)

---

[1] مقامات مظہری ۲۵۱-۲۵۲

مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مؤلف معمولات مظہریہ)

مولوی نعیم اللہ بہرائچی معروف مولف، صوفی، میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے خلیفہ اور ان کے اولین سوانح نویس تھے۔

مولوی نعیم اللہ علوی سادات میں سے تھے ان کے اجداد کا تعلق سلاطین کے نظام سلطنت سے رہا ہے۔ مختلف سلاطین سے "ملک" کا خطاب ملتا رہا تھا اس لیے وہ "ملک" کے لقب سے ملقب ہو گئے، اپنا شجرۂ نسب خود لکھا ہے کہ نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملک کالے بن ملک غلام محمد بن ملک آدم۔۔۔ ان کا نسب خواجہ عماد خلج (خلج نام کے کئی قصبات افغانستان میں ہیں (رفع یک اشتباہِ قدیم۔۔۔ یادنامۂ ایرانی مینور سکی ص ۶۳) سے ملتا ہے۔ ان کی اولاد میں سے خواجہ ابوالقاسم اور خواجہ بدی شیخ مسعود سالار غازی کے لشکر میں شریکِ جہاد ہو کر شہید ہوئے اور ان کی اولاد ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی لیکن زیادہ اصحاب بہرائچ (بالفتح ورائے ہندی وجیم فارسی در آخر بروزن بسفایج بلدہ ایست۔۔۔ کہ آں روی دریای گھاگھرا جانبِ شمال صوبہ اودھ ہشتاد میل واقع است (معمولاتِ مظہریہ، حاشیہ ص ۲) میں آباد ہوئے (رسالہ در بیانِ نسب خود خطی برگ ۱۔۳ ملخصاً)

مولوی نعیم اللہ ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء کو متولد ہوئے (ایضاً برگ ۳ الف، بشارات مظہریہ خطی برگ ۳ الف) ابتدائی تعلیم میاں محمد روشن بہرائچی، بی بی پھوندی (ہمشیرہ والدِ خود)، شیخ عطاء اللہ اور میاں ثناء اللہ سے حاصل کی اور پھر ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء میں حاجی فتح علی (سرای معالی خان تکیہ شاہ ابراہیم بن شاہ معصوم در لکھنو) سے تحصیل کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مولوی خلیل، مولوی امام بخش صہبائی دہلوی (ت ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) مولوی شہاب الدین (بریلی) اور مدرسہ مولوی برکت الہ آبادی (دارانگر مراد آباد) میں مولوی سالم سے بھی پڑھا۔ ۱۱۷۷ھ / ۱۷۶۳ء میں لکھنو کے تکیہ شاہ محمد فاضل سبز پوش میں مولوی محمد ولی انصاری فرنگی محلی (ت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء) شاگرد مولوی نظام الدین محمد فرنگی محلی (ت ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) سے رجوع کیا اور فراغت کی

سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد مولوی محمد علی، مفتی عبد الرب لکھنوی (ت ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۲ء)، شیخ الحدیث حاجی احمد شاگرد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ القراء سلطان یوسف ختلانی سے بھی تحصیل کی۔ (رسالہ در نسبِ خود ۴۔ ۵ ملخصاً)۔

۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء میں جب کہ خدا طلبی کا جذبہ مسلط تھا خوش قسمتی سے حضرت مظہر کے خلیفہ شیخ محمد جمیل لکھنو تشریف لائے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسبِ سلوک کا آغاز کیا پھر ان کے شیخ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور ان سے منسلک ہو گئے اور مسلسل چار سال تک ان کی خدمتِ گرامی میں رہ کر کسبِ سلوک کیا، تکمیل کے بعد طریقہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں اجازتِ مطلقہ حاصل کی اور بہرائچ میں ہی دعوت و ارشاد کا حکم ہوا۔ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء کو مولانا بہرائچی حضرت مظہر کے مزار کی تعمیر کے سلسلے میں دہلی گئے اور وہاں شیخ ضیاء اللہ نقش بندی خلیفہ خواجہ محمد زبیر سرہندی (ت ۱۱۵۲ھ / ۱۸۳۹ء سے بھی اخذِ فیوض کی سعادت نصیب ہوئی، ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۲ء تک چار بار دہلی کا سفر کر چکے تھے اسی دوران کامل ایک سال حضرت مظہر کے خلیفہ نامدار قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحبِ تفسیر مظہری کی خدمت میں پانی پت میں رہے پھر دوسری مرتبہ چالیس یوم تک ان کے ہاں قیام کیا اور فیوض و برکات حاصل کیں۔ (ایضاً ۶۔ ۱۲ ملخصاً)

مولوی نعیم اللہ کے بیٹوں میں سے مولوی کرامت اللہ، نور محمد (معمولاتِ مظہریہ ۲، ۵) اور غلام احمد باقی (رقعات کرامت سعادت ص ۲) کا ذکر ملتا ہے، مولوی نعیم اللہ کے ایک داماد مولوی بشارت اللہ بھی عالم و عارف تھے (حالات مولوی بشارت اللہ، خطی، آئینہ اودھ ۱۳۵) انہی کے بیٹے مولوی ابوالحسن مولوی نعیم اللہ کے مزار کے متولی تھے (آئینہ اودھ ۱۳۵)

مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے خلفاء میں سے مولوی محمد حسین متوطن اٹک (متصل کلکتہ) مولوی مراد اللہ فاروقی تھانیسری (۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء) بن مولوی قلندر بخش (خلیفہ حضرت مظہر)، مولوی غلام رسول کانپوری، مولوی ابوالحسن نصیر آبادی اور مولوی بہاء الدین کے نام ملتے ہیں (مقاماتِ مظہری ۴۶۳)

مولوی بہرائچی کے دیگر سلاسل کے صوفیہ سے بھی روابط تھے خصوصاً خانقاہِ کاظمیہ کاکوری کے بانی شاہ محمد کاظم قلندر (ت ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) کے ساتھ ان کو عقیدت تھی (رسالہ شمسیہ مظہریہ، خطی، اصول المقصود ص ۴۲۲، نفحات العنبریہ ص ۳۵۶)

مولوی بہرائچی نے ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں وفات پائی (دیباچہ مولوی ابوالحسن بر معمولاتِ مظہریہ ص ۳، تذکرہ علمای ہند ۵۲۹، نزہتہ الخواطر ۷ / ۵۰۸) ان کا مزار بہرائچ میں متصل آبادی واقع ہے (آئینۂ اودھ ص ۱۳۵)

مولوی نعیم اللہ بہرائچی معروف صوفی شاعر حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے خلیفہ اور ان کے اولین سوانح نگاروں میں سے تھے ان سے متعلق جتنی ثقہ روایات اب تک سامنے آئی ہیں وہ انہی کی تالیفات کے ذریعہ محفوظ ہیں، اس باب میں ان کی بشاراتِ مظہریہ، معمولاتِ مظہریہ، مجموعۂ مکتوباتِ حضرت مظہر، انفاس الاکابر، انوار الضمائر، رسالہ شمسیہ مظہریہ اور رسالہ در نسبِ خود قابل ذکر ہیں۔

مولانا بہرائچی کی اب تک حسبِ ذیل تالیفات کا علم ہو چکا ہے:

ا: بشاراتِ مظہریہ: (فارسی نثر)

یہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے احوال، مناقب، مکتوبات اور ملفوظات پر مشتمل ہے ۱۲۰۴۔۱۲۰۶ھ میں تالیف ہوئی اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۲۰۷ھ / برٹش میوزیم لندن نمبر ۲۲۰ میں محفوظ ہے۔

۲۔ معمولاتِ مظہریہ: (فارسی نثر)

اس کتاب میں مولف نے حضرتِ مظہر کے معمولاتِ زندگی، مکتوبات اور بعض احوال بیان کیے ہیں اس کا سالِ تالیف ۱۲۰۵ھ ہے اس کتاب کا فارسی متن تین بار چھپ چکا ہے اول مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ دوم اسی مطبع سے ۱۲۸۴ھ سوم مطبع محمدی لاہور سے اس کا اُردو ترجمہ رحیم الدین طرب دہلوی نے مخزنِ حقیقت کے نام سے کیا اور ۱۳۱۵ھ میں دہلی سے طبع ہوا تھا۔

۳۔ انفاس الاکابر: (فارسی نثر)

اس رسالے میں طریقۂ نقشبندیہ کی ماہیت، خواص، مدارج وغیرہ کا بیان ہے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرتِ مظہر کے مکتوبات کی روشنی میں مباحث سلوک کو مدلل بنایا ہے اس میں اپنے احوال بھی بیان کیے ہیں۔ یہ

رسالہ مطبع اسدی لکھنو ۱۲۹۱ھ میں طبع ہوا۔

۴۔ انوار الضمائر: (فارسی نثر)

ایں رسالہ مشتمل بر فصولِ خمسہ از وصایای ضروری و تحقیق معنیٔ درویشی کہ از زبانِ حضرت مظہر۔۔۔ شنیدہ۔۔۔ در منصۂ تحریر می آید۔۔۔

یہ رسالہ انفاس الاکابر کے ساتھ بطورِ ضمیمہ مطبع اسدی لکھنو سے ۱۲۹۱ھ میں چھپا تھا۔

۵۔ رسالہ شمسیہ مظہریہ: (فارسی نثر)

یہ رسالہ خصائصِ نقشبندیہ مجددیہ کے موضوع پر ہے اس سے حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ت ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے باہمی روابط کا بھی علم ہوتا ہے اس سلسلے میں اس رسالے میں بعض ایسے نکات بھی درج ہیں جن سے دیگر ماخذ یکسر خالی ہیں اس میں ان دونوں حضرات کی مراسلت بھی درج ہے۔ اس رسالے کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۰۴ھ بخطِ موسس خانقاہِ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنو میں محفوظ ہے۔ (دو معاصرین، برہان دہلی مارچ ۱۹۸۴ء)

۶۔ رقعات کرامت سعادت میرزا مظہر: (فارسی نثر)

مولانا بہرائچی نے اپنے پیر و مرشد حضرت میرزا مظہر کے ۶۳ مکاتیب کو اس مجموعہ میں اس خوبی سے جمع کیا ہے کہ اس سے ان کی تعلیمات و افکار واضح ہو جائیں اور اس میں مکتوب الیھم کے نام بھی درج ہیں۔ یہ مجموعہ مطبع فتح الاخبار کول (علی گڑھ) سے ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء میں طبع ہوا۔

۷۔ رسالہ در بیان نسبِ خود: (فارسی نثر)

۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں یہ رسالہ دراصل مولانا بہرائچی نے اپنی خود نوشت سوانح کے طور پر لکھا تھا۔ اس میں اپنا نسب اور اپنے مرشد حضرتِ مظہر سے اپنے انسلاک کی روداد بھی لکھی ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ دیوانِ ہند لندن میں اور دوسرا کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنو میں ہے۔

۸۔ حاشیہ میر زاہد (نزہۃ الخواطر ۷ / ۵۰۸)

۹۔ حاشیہ ملا جلال (ایضاً)

مآخذ:

۱۔ بہرائچی، نعیم اللہ: رسالہ در نسبِ خود، نسخہ کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۲۔ ایضاً: بشاراتِ مظہریہ، خطی نسخہ موزہ بریطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰

۳۔ ایضاً: معمولاتِ مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ

۴۔ ایضاً: انفاس الاکابر وانوار الضمائر، لکھنو، مطبع اسدی ۱۲۹۱ھ

۵۔ ایضاً: رقعاتِ کرامت سعادت میر زامظہر، کول (علی گڑھ)، مطبع فتح الاخبار ۱۲۷۱ھ

۶۔ ابوالحسن شاہ: حالات مولانا بشارت اللہ بہرائچی (داماد مولوی نعیم اللہ بہرائچی) خطی نسخہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنو نمبر ۹۶/ ۲۴۰۴

۷۔ ابوالحسن، سیّد: آئینۂ اودھ، کانپور، مطبع نظامی ۱۳۰۵ھ

۸۔ غلام علی دہلوی شاہ: مقاماتِ مظہری، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۹۔ تراب علی قلندر کاکوروی: اصول المقصود، بھوپال ۱۳۱۲ھ

۱۰۔ تقی حیدر قلندر کاکوروی: نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ، لکھنو، اصح المطابع ۱۳۵۷ھ

۱۱۔ مسعود انور علوی کاکوروی: دو معاصرین شاہ ولی اللہ اور مرزا مظہر کے باہمی روابط، برہان، دہلی، مارچ ۱۹۸۴ء

۱۲۔ حبیبی، عبدالحی: رفع یک اشتباہِ قدیم دربارۂ تُرک و ترَک ۔۔۔ (یادنامۂ ایرانی منورسکی تدوین مجتبی مینوی وایرج افشار، تہران ۱۳۴۸ش)

۱۳۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماءِ ہند ترجمہ و تحقیق محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۱۴۔ عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر حیدر آباد دکن

۱۵۔ طرب، رحیم الدین احمد: مخزن حقیقت، دہلی، رضوی پریس ۱۳۱۵ھ

دیگر مراجع

۱۶۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیا لکھنو، مطبع ثمر ہند ۱۸۷۳ء

۱۷۔ کلماتِ طیبات دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ

۱۸۔ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اُردو کلام، اعظم گڑھ، دارالمصنفین ۱۹۷۹ء

۱۹۔ ایضاً: بشاراتِ مظہریہ (تعارفی مقالہ) معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۶۸ء

۲۰۔ ایضاً: مکاتیب میرزا مظہر، بمبئی ۱۹۶۶ء

۲۱۔ تبارک علی نقش بندی: میرزا مظہر جانِ جانان (عہد اور شاعری) دہلی ۱۹۸۸ء

۲۲۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) لوائح خانقاہِ مظہریہ، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۵ء

۲۳۔ خلیق انجم: میرزا مظہر جانِ جانان کے خطوط، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۲ء

فروری ۱۹۹۱ء

برائے دانشنامہ جہان اسلام، تہران

شیخ افضل الہ آبادی

افضل الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے نامور عالم، صوفی اور شاعر تھے۔

شیخ محمد افضل بن عبدالرحمٰن عباسی سیدپوری ثم الہ آبادی کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء کو بمقام سیدپور (قریہ مابین غازی پور و بنارس) میں ہوئی۔ شیخ عبدالنبی مرید مخدوم شاہ دولت منیری کے نبیرے اور مخدوم شاہ تاج الدین سیدپوری کی اولاد میں سے تھے (کیفیت العارفین ۶۶)

افضل الہ آبادی نے اس وقت کے اکابر علماء کی خدمت میں تحصیل علم کی ان میں شیخ حامد، درویش محمد (خلیفہ شیخ شہباز محمد بھاگلپوری، شیخ محمد عارف چھیتاپوری، شیخ محمد ماہ بنارسی، شیخ نورالدین جعفر مداری جونپوری کے اسماءِ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ پھر قاضی محمد آصف صدرپوری ثم الہ آبادی سے تکمیل کی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصے کے لیے جونپور میں ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۷۹)

بعد میں جونپور سے کالپی (Kalpi) آگئے جہاں میر ابو العلاء اکبر آبادی (رک باں) کے خلیفہ شیخ محمد ابن ابی سعید حسینی ترمذی کالپوی (ف ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۱ء) کی خدمت میں سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ میں بیعت ہوئے اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر خلافت یاب ہوئے ان کے شیخ نے انہیں الہ آباد جا کر سلسلۂ دعوت و ارشاد کے آغاز کا حکم دیا جہاں موصوف تاحیات درس و تدریس اور تربیتِ سالکان میں مصروف رہے۔ صدہا علماء ان کے حلقۂ درس سے فارغ التحصیل ہو کر رخصت ہوئے۔ ۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۰ء کو الہ آباد میں مسجد بنوائی تھی (تذکرہ علماء ہند ۱۷۴)۔

افضل الہ آبادی کثیر التصانیف عالم تھے۔ ان کی حسب ذیل تصانیف کا تاحال علم ہے:

۱۔ ازالۃ الخفا عن رسالۃ الفنا، فارسی نثر، خطی نسخہ مخزونہ رضا لائبریری رام پور نمبر ۹۸۶ (سلوک فہرست مخطوطاتِ فارسی رضا لائبریری ص ۱۳۱)۔ اس کا دوسرا نسخہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں

ہے (تصوّف بر صغیر میں ص ۸)

۲۔ حل مثنوی (شرح مثنوی رومی) بسال ۱۱۰۴ھ بعمر ۶۷ سال، مثنوی کی یہ شرح لکھی، اس کے تین خطی نسخے ہیں مخزونہ رضالائبریری رام پور نمبر ۴۰۵۴ میں ہے (فہرست مخطوطات فارسی ص ۴۴۹) اس کا ایک اور خطی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ ٹونک میں ہے۔ (تصوّف بر صغیر میں ص ۲۵)

۳۔ شرحِ گلستان، خطی نسخہ، مخزونہ رضالائبریری رام پور نمبر ۳۰۱۲ (فہرستِ مخطوطاتِ فارسی ص ۳۷۹)

۴۔ شرح پند نامہ۔ خطی نسخہ، مخزونہ رضالائبریری رام پور نمبر ۳۰۱۰ (فہرستِ مخطوطاتِ فارسی ص ۴۵۱)

۵۔ صحیفۂ عمل۔ خطی نسخہ کتابخانۂ آصفیہ، حیدر آباد، دکن (تصوّف بر صغیر میں س ۶۸)

۶۔ شرح رسالۂ فنا (تصنیف سیّد محمد کالپوی) شرح بخط افضل الہ آبادی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ دائرہ شاہ محمد اجمل الہ آباد (مکتوبات میر ابو العلاء، مقدمہ نوشتہ خوب اللہ افضلیؒ ص ۶) یہ غالباً رسالہ نمبر ا (ازالۃ الخفا عن رسالۃ الفنا) ہی ہو گا، افضل الہ آبادی کی دیگر تصانیف جن کے خطی نسخے تاحال ہمیں معلوم نہیں ہیں:

۷۔ شرح الفصوص علی وفق النصوص (نزہۃ الخواطر ۶/ ۲۷۹، تذکرہ علماءِ ہند ۴۱۸)

۸۔ شرح رسالہ تسویہ (ہمانجا ۶/ ۲۷۹)

۹۔ شرح بوستان (ہمانجا)

۱۰۔ شرح یوسف زلیخا (ہمانجا)

۱۱۔ شرح قصائد خاقانی (ہمانجا)

۱۲۔ شرح قصائد عرفی (ہمانجا)

۱۳۔ شرح دیوانِ حافظ (ہمانجا)

۱۴۔ شرح سکندر نامہ

۱۵۔ شرح مخزن اسرار۔

۱۶۔ شرح قران السعدین

۱۷۔ شرح تحفۃ العراقین

۱۸۔ شرح حدیقہ حکیم سنائی

۱۹۔ شرح قصائد انوری

۲۰۔ الاعتنائی باب الغناء

۲۱۔ فتح الاغلاق

۲۲۔ تفریح الطالبین

۲۳۔ دستور الکشفانی معرفۃ اسباب الاصابہ والخطاء

۲۴۔ تائید الھمم فی شرح اربع کلمات من فصوص الحکم

۲۵۔ غایۃ المرام (علم فقہ میں)

۲۶۔ مرآۃ الانصاف فی ام فرعون

۲۷۔ رسالہ فی مبحث ایمانِ فرعون

۲۸۔ رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیہ بعد صلوٰۃ الجمعہ

۲۹۔ مکتوبات (نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۸۰)

۳۰۔ تذکیر دلپذیر (تذکرہ علماءِ ہند ۴۱۸)

۳۱۔ فتح الاخلاق (ایضاً)

۳۲۔ سیر منظوم (ایضاً)

افضل الہ آبادی ذی الحج ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۱ء میں فوت ہوئے اور محلہ چک شہر الہ آباد میں دفن کیے گئے۔ا ن کے بھتیجے شیخ محمد یحییٰ ملقب بہ شاہ خوب اللہ ان کے جانشین ہوئے (کیفیت العارفین ۶۶)

مآخذ

۱۔ ابو العلاء، میر، اکبر آبادی: مکتوبات خوب اللہ افضلی، الہ آباد ۱۳۲۶ھ

۲۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماءِ ہند مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۳۔ رضا، کالی داس گپتا: قدسی الہ آبادی اور نعتِ قدسی، مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۹۰ء

۴۔ شائستہ خان: فہرستِ مخطوطاتِ فارسی، رضا لائبریری رام پور، پٹنہ ۱۹۹۵ء

۵۔ عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۶ حیدر آباد دکن ۱۹۵۷ء

۶۔ فانی، عطاء حسین عبد الرزاق: کیفیت العارفین ونسبت العاشقین، گیا، ۱۳۵۱ھ

۷۔ ہندوستان کے کتابخانوں میں مخطوطاتِ تصوف (مشمولہ تصوف برصغیر میں)، پٹنہ ۱۹۹۲ء

۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامۂ شبہ قارہ

شیخ محمد ناصر افضلیؔ الہ آبادی

شیخ افضلی الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے ممتاز صوفی اور فارسی کے شاعر تھے۔

شیخ محمد ناصر افضلی بن محمد یحییٰ (معروف بہ خوب اللہ الہ آبادی) بن محمد امین عباسی الہ آبادی کی ولادت الہ آباد (Allahabad یوپی میں ایک بڑا صوبہ ہے) میں ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء کو ہوئی (نزہۃ الخواطر ۶ / ۳۵۷)

شیخ افضلیؔ الہ آبادی کے والد شیخ محمد یحییٰ معروف بہ خوب اللہ الہ آبادی (ف ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء) ایک ذی علم بزرگ اور شاعر تھے (سروِ آزاد ۲۱۱۔ ۲۱۲) جو معروف عالم وشاعر افضل الہ آبادی (رک باں) کے داماد و خلیفہ تھے (ہمانجا)

افضلی الہ آبادی نے تعلیم اپنے بڑے چچا شیخ محمد طاہر (ف ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء)، شیخ کمال الدین بن شیخ محمد افضل الہ آبادی اور اپنے والد سے حاصل کی (نزہۃ الخواطر ۶ / ۳۵۸، سرو آزاد ۲۱۹) افضلی نے خُرد سالی میں اپنے جد بزرگوار شیخ محمد افضل الہ آبادی سے بیعت کی اور تربیت باطنی کے لیے انہوں نے اُن کو شیخ محمد یحییٰ خوب اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اپنے والد شیخ خوب اللہ کے انتقال ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء کے بعد سجادہ نشیں ہوئے اور سترہ سال تک استقامت کے ساتھ مریدین کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے۔ (سروِ آزاد ۲۲۶)

افضلی الہ آبادی نے جوانی میں ۴۱ سال کی عمر میں ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء یکم جمادی الاول کو انتقال کیا۔ اپنے جد بزرگوار شیخ محمد افضل الہ آبادی کے روضہ میں الہ آباد میں دفن ہوئے۔ (ہمانجا ۲۲۰، نزہۃ الخواطر ۵ / ۳۵۸، تذکرہ علماءِ ہند ۴۷۹)

اس الہ آبادی خانوادے کے سارے افراد عالم، صوفی اور شاعر تھے نثر اور نظم دونوں میں اس خاندان کے عظیم الشان علمی کارنامے ہیں۔ آزاد بلگرامی کے ان افراد کے ساتھ مخلصانہ مراسم تھے انہوں نے سروِ آزاد، مآثر الکرام اور ید بیضا میں ان حضرات کے علمی کارناموں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

افضلی الہ آبادی کی حسبِ ذیل تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ منتخب الاعمال

۲۔ جواہر النفیسہ[1] (اپنے خاندان کے بزرگوں کے اشغال جمع کیے ہیں)

۳۔ افکار العشرہ

۴۔ تذکرۃ الخلفاء

۵۔ تفسیر آیات الاحکام

۶۔ رسالہ فی اثبات مذہب الحق

۷۔ انوار الحقائق

۸۔ تنبیہ الاعزۃ بماکان لی عند الشیخ من العزۃ (نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۵۸)

صاحبِ نزہۃ الخواطر (۵/ ۳۵۸) نے ذیل الوفیات کے حوالے سے افضلی الہ آبادی کے تین دواوین کا ذکر کیا ہے۔ جو خاصے ضخیم تھے آزاد بلگرامی نے جن کے ساتھ ان کے مخلصانہ تعلقات تھے افضلی کو صاحبِ دیوان شاعر بتایا ہے (سروِ آزاد ۲۲۰)

افضلیؔ بہت ذہین، ذکاء اور بڑی سرعت کے ساتھ شعر کہتے تھے (ہمانجا ۲۲۰) نظم اور نثر میں بڑے مستعد تھے (سفینۂ ہندی ۱۴ یہاں غلطی سے ان کا تخلص اصامیؔ درج ہو گیا ہے) انہوں نے مشقِ سخن بہت خوب طریقے سے کی تھی (سفینۂ خوشگو ۲۹۶)

تذکرہ نویسوں نے افضلی کے اشعار بھی بطورِ نمونہ نقل کیے ہیں۔ آزاد بلگرامی نے ۴ شعر (سروِ آزاد ۲۲۰)، خوش گو نے ۲ شعر (سفینۂ خوشگو ۲۹۶)، ہندی نے دو شعر (سفینۂ ہندی ۱۴)، قدرت اللہ گوپاموی نے بھی دو ہی شعر لکھے ہیں (نتائج الافکار ۴۷) اور حسینی سنبھلی نے صرف ایک شعر دیا ہے (تذکرۂ حسینی ۴۵)

اپنے شیخ اور جدِ اعلیٰ شیخ محمد افضل الہ آبادی کے نام کی مناسبت سے انہوں نے اپنا تخلص افضلیؔ اختیار کیا تھا (نزہۃ الخواطر ۶/ ۳۵۸)

---

[1] تالیف ۱۱۶۰ھ فارسی نثر۔ خطی نسخہ مخزونہ کتاب خانہ دار العلوم دیو بند، یہ ایک قلمی مجموعہ ہے جس میں شیخ افضلی کے دو اور رسائل بھی مجلد ہیں۔ (تعارف مخطوطات کتب خانہ دار العلوم دیو بند ۲/ ۴۰)

مآخذ

۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: سروِ آزاد مرتبہ عبداللہ خان، حیدر آباد، دکن ۱۹۱۳ء

۲۔ حسین دوست سنبھلی: تذکرۂ حسینی، لکھنو ۱۲۹۲ھ

۳۔ خوشگو، بندرابن داس: سفینۂ خوشگو، پٹنہ ۱۹۷۸ء

۴۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماءِ ہند ترجمہ و تعلیقات محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۵۔ رضا، کالی داس گپتا: قدسی الہ آبادی اور نعتِ قدسی، مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۹۰ء

۶۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۶، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۷ء

۷۔ قدرت اللہ گوپاموی: نتائج الافکار، بمبئی، ۱۳۳۶ش

۸۔ ہندی، بھگوان داس: سفینۂ ہندی مرتبہ محمد عطاء الرحمٰن کاکوی، پٹنہ ۱۹۵۸ء

۹۔ محمد ظفر الدین: تعارف مخطوطاتِ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، ۱۹۷۳ء

۴ دسمبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

شیخ ابوالحسن سندھی نقشبندی داہری

شیخ ابوالحسن داہری نقشبندی، سندھ کے معروف علماء و صوفیہ میں سے تھے۔

مخدوم ابوالحسن بن بادل کی ولادت قریۂ سن سالوی داہری (نواحِ نواب شاہ، سندھ) میں حدود ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء کو ہوئی۔

داہری سندھ کی اقوام میں سے ایک قوم ہے جو سندھ کے والی راجہ داہر کی اولاد میں سے ہیں۔ مخدوم ابوالحسن نے اپنے نام کے ساتھ اپنی نسبت "قرشی داہری" لکھی ہے (ینابع الحیوۃ الابدیہ، برگ ۲)

مخدوم ابوالحسن ابتدائی تعلیم کے بعد کوتیانہ (از توابع سورت) چلے گئے جہاں کی ایک جامع مسجد کا دارالعلوم بہت شہرت رکھتا تھا وہاں جاکر تکمیل کی۔ اسی علاقے کے لوگوں نے جامع مسجد میں مخدوم ابوالحسن سے درس و تدریس کی درخواست کی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ (ایضاً ۷۵)

مخدوم ابوالحسن سورت سے ہی بغرضِ حج و زیارت حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوگئے (ایضاً) مخدوم ابوالحسن داہری کو نقشبندیہ سلسلہ میں شیخ عبدالرسول صدیقی احمد آبادی سے خلافت ملی تھی۔ جو شاہ فتح اللہ کے خلیفہ تھے، شاہ فتح اللہ خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔ (ینابع، باب دوم برگ ۲۰۸ب)

مخدوم ابوالحسن تادمِ حیات تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ لیکن افسوس کہ ان کی تالیفات کا سراغ نہیں ملتا۔ موصوف کی دو کتب فارسی نظم میں اور ایک عربی و فارسی نثر میں اور ایک رسالہ عربی میں ملتا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سراج المصلی:

یہ فارسی نظم میں نماز کے مسائل پر ہے۔ ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء میں تالیف ہوا۔ اس میں مؤلف نے دیگر مولفین کی کتب کے علاوہ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی اور شیخ محمد حیات عادل پوری مدنی کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ کتاب کا اندازِ بیان سادہ اور اشعار نہایت برجستہ ہیں جیسے مسائلِ فقہ کی منظوم کتب میں ملتے ہیں، سراج المصلی کا ایک نسخہ کتب خانہ مولانا فتح الرسول نظامی میں ہے جو حیدر آباد کے مضافات میں رہتے ہیں (کچکول نامہ ۶ مقدمہ)، ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے ۱۹۹۳ء کو سندھ یونیورسٹی سے اس کا متن ایڈٹ کر کے پی۔ ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

۲۔ کچکول نامہ:

یہ رسالہ فارسی نظم میں ہے جو مسائل کلامیہ اور اصطلاحاتِ سلسلۂ نقشبندیہ کی تشریح پر مشتمل ہے۔ مؤلف فلسفہ سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں اور قانونِ شریعت اور عقائدِ اسلام پر زور دیتے ہیں۔ حمد و نعت کے بعد حقیقتِ شریعت و طریقت، کا فرق بتانے کے بعد لکھا کہ اکثر زندیق طریقت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں اور شریعت سے منحرف ہو کر اتحاد و حلول کے چکر میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

یہ رسالہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی تصحیح و تعلیق کے ساتھ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد سندھ سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔

۳۔ رفع الفریۃ والمریۃ:

یہ عربی نثر میں فقہ کے مسائل پر ہے، اس رسالے کے چند اقتباسات مخدوم مسعود چو تیاری سندھ کے مجموعۂ تحریرات میں آئے ہیں۔ (کچکول نامہ ۷ مقدمہ)

۴۔ ینابع الحیوۃ الابدیہ فی طریق الطلاب النقشبندیہ:

یہ کتاب فارسی نثر میں تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو دراصل مؤلف کے مرشد شیخ عبدالرسول صدیقی احمد آبادی کے ارشادات واقوال اور دیگر مسائل عرفانی پر مشتمل ہے۔ ہمیں ۱۹۸۰ء میں قصبہ ٹنڈو سائیں داد (سندھ) کے کتب خانہ غلام علی جان جو موروثی طور پر خواجہ محمد حسن جان مجددی سے چلا آرہا ہے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور چند یادداشتیں مرتب کیں۔ ڈاکٹر ہالی پوتہ نے اس کے ایک حصے پر پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ مرتب کیا تھا۔

کتاب کے خاتمے میں مؤلف بتاتے ہیں کہ یہ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو اختتام پذیر ہوئی (ینابع جلد ثالث ۳۸۰ب) دیگر خطی نسخوں کے لیے دیکھیے فہرست مشترک ۳/ ۲۱۳۱

ماخذ

۱۔ ابو الحسن داہری: ینابع الحیٰوۃ الابدیہ، خطی نسخہ کتابخانہ خواجہ محمد حسن جان مجددی ٹنڈو سائیں داد، (مضافات حیدر آباد، سندھ)

۲۔ ایضاً: کچکول نامہ مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۸ء

۳۔ احمد منزوی: فہرستِ مشترک نسخہ ہائ خطی فارسی پاکستان، جلد سوم، اسلام آباد ۱۹۸۴ء

۴۔ محمد زین العابدین راشدی: انوار علمائے اہل سنت سندھ، لاہور، ۲۰۰۶ء

۵۔ نبراس تصاریف (فارسی نثر) قواعد زبان، ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے اس کا سندھی میں ترجمہ کیا جو طبع ہو چکا ہے۔

۶۔ رسالہ در نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) فارسی، ڈاکٹر ڈاہری نے اس کا سندھی ترجمہ کیا جو سندھ سے چھپ گیا ہے۔

۷۔ البدعۃ المرعیۃ للوزن الشریعۃ (فارسی نظم)

۸۔ تبیان انبیہ (فارسی قواعد)

۹۔ خطباتِ جمعہ بزبان سندھی

(مخدوم ابو الحسن کے ایک بیٹے عبد الرسول تھے ان کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ مخدوم عبد الرسول، سندھ میں ہے۔)

۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء

برائ دانشنامہ شبہ قارہ

شیخ ابو الحسن نصیر آبادی بن نور الحسن

شیخ ابو الحسن تیرہویں صدی ہجری کے ایک نقشبندی صوفی اور عالم تھے۔

ابو الحسن بن نور الحسن حسینی نصیر آبادی کی ولادت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء کو نصیر آباد میں ہوئی جو رائے بریلی سے دس میل کی مسافت پر ہے۔ ابتدائی تعلیم اسی قصبہ میں حاصل کی پھر لکھنو چلے گئے اور وہاں جا کر مروجہ درسی کتب شیخ تراب علی لکھنوی (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کی) کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔ (نزہۃ الخواطر / ۷، ۱۲، ۱۰۵۔ ۱۶)

تحصیلِ علم کے بعد ابو الحسن نصیر آبادی طریقت کی طرف مائل ہوئے۔ اُن دنوں مولوی مراد اللہ فاروقی تھانیسری اکتسابِ فیض کے لیے مولوی نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے پاس لکھنو آئے تھے۔ مولوی مراد اللہ تھانیسری کے والد مولوی قلندر بخش تھانیسری بن ضیاء الدین حسین میرزا مظہر جانِ جانان شہید کے خلیفہ تھے۔ (بشاراتِ مظہریہ برگ ۱۹۶۔ الف، مقاماتِ مظہری ۴۰۴، ۴۴۴۔ ۴۴۵ و بہ بعد)

مولوی مراد کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ میرزا مظہر کی خدمت میں آئے پھر ان کی شہادت کے بعد ان کے خلیفہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (ف ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء) کی خدمت میں بہرائچ (Behraich من مضافاتِ اودھ لکھنو) میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی اور ان کے جانشین بنے مولوی مراد اللہ تھانیسری نے ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں انتقال کیا (معمولاتِ مظہریہ، دیباچہ ص ۴) مولوی مراد اللہ کے خلفاء میں سے دو اصحاب قابلِ ذکر ہیں مولوی ابو الحسن نصیر آبادی اور مولوی غلام رسول کانپوری (نزہۃ الخواطر / ۷ ۳۶۹)

مولوی ابو الحسن نصیر آبادی سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کی کثیر تعداد تھی انہوں نے دفع شرک و بدعات کے لیے بھرپور کوشش کی ان کی دعوت و تبلیغ سے سنتِ نبوی کو ہندوستان میں فروغ ہوا (تذکرہ علماء ہند

۷۴، ۷۵) اُن کا ۲ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو نصیر آباد ہی میں انتقال ہوا[1]۔ (تذکرہ علماء ہند ۷۵، نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۲)

مآخذ

۱۔ ابوالحسن مانکپوری: آئینۂ اودھ، کانپور، مطبع نظامی ۱۳۰۳ھ

۲۔ ابوالحسن بن بشارت اللہ: حالاتِ مولوی بشارت اللہ بہرائچی، خطی نسخہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۳۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماء ہند اُردو ترجمہ و تعلیقاتِ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۷، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء

۵۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ترجمہ، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۶۔ نعیم اللہ بہرائچی بشارات مظہریہ، خطی نسخہ موزہ برطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰۔

۷۔ ایضاً: معمولاتِ مظہریہ۔ کانپور مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ

۸۔ نجم الاسلام: مکتوباتِ بہرائچ، مشمولہ (مجلہ) تحقیق، دانشگاہ سندھ، شمارہ ۶ (۱۹۹۲ء)

۱۶ نومبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہِ قارہ

[1] ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار Thomas Dahnhardt کی حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں شیخ ابوالحسن نصیر آبادی کو ان اصحاب میں شامل کیا ہے جو ہندومت کے لیے نرم خیالات رکھتے ہیں، حالانکہ اس سلسلہ میں نقشبندی مشائخ کی واضح تعلیمات ہندوؤں کے خلاف ہیں، ملاحظہ ہو:
Change and continuity in Indian Sufism, D.K. Printworld

شیخ غلام رسول نقش بندی (مولف بدرقۃ السالکین)

شیخ غلام رسول نقش بندی کے حالات مروجہ تذکروں میں نہیں ملتے۔ انہوں نے اپنی تالیفات میں اپنے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری معلومات کا مدار ہے۔

شیخ غلام رسول بارہویں صدی ہجری کے باشندے تھے، نقش بندی سلسلے کی شاخ مجددیہ (موسس امام ربانی مجدد الف ثانی ف ۱۰۳۴ھ رک باں) سے منسلک تھے، اس سلسلہ کی ایک اور شاخ احسنیہ (Ahsaniah) ہے جسے شیخ آدم بنوری (رک باں) نے متعارف کروایا تھا، شیخ غلام رسول اسی موخر الذکر شاخ سے وابستہ تھے۔ (سر الفقر، برگ ۳۷ب)

شیخ غلام رسول رفیق السالکین اور سر الفقر کے بھی مؤلف تھے۔ رفیق السالکین بھی نقش بندی سلسلۂ سلوک کے معارف اور اعمال پر مشتمل ہے۔ جس میں اسم ذات، نفی واثبات، مراقبہ، اور مراقبات کی دیگر اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور اس کے خطی نسخے کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، اور ذخیرۂ شیرانی کتابخانہ مرکزی دانش گاہِ پنجاب لاہور میں ہیں۔ (فہرستِ مشترک ۳/ ۱۵۲۲)

شیخ غلام رسول کی دوسری تالیف سر الفقر بھی اہم ہے۔ جس میں طریقۂ نقشبندیہ احسنیہ کے اذکار، معمولات اور منازلِ سلوک کی توضیحات عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے بکثرت اقتباسات دے کر تشریحات کی گئی ہیں۔ فارسی نثر کے اس رسالے کے دو خطی نسخے ذخیرۂ آذر کتابخانۂ مرکزی دانشگاہِ پنجاب لاہور میں ہیں۔ (فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی گنجینۂ آذر)

شیخ غلام رسول کی کتاب بدرقۃ السالکین بھی فارسی نثر میں ہے زبان بہت سادہ اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔ مولف نے اسے حافظ محمد وارث نقش بندی کی فرمائش پر تالیف کیا ہے۔

اس کتاب میں سلسلۂ نقشبندیہ کے معمولات، اوراد، اعمال، وظائف، اور اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ نظریۂ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بھی بحث کی ہے۔ اور دونوں میں انطباق کی کوشش کی گئی ہے۔ اس رسالے میں مکتوبات و رسائلِ شیخ احمد سرہندی مجد الف ثانی کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ کہیں کہیں دیگر کتبِ سلوک مثلاً خلاصۃ المعارف تالیف شیخ آدم بنوڑی، بعضِ اقوالِ شیخ عبدالنبی سیام چوراسی (Syam Churasi) نقش بندی بھی درج ہوئے ہیں۔

مؤلف نے آغازِ کتاب میں ہی سلسلۂ احسنیہ افضلیہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر بشیر حسین نے رسالہ شجرۃ الانساب (انساب بنی حمیر در قصور) کے مولف غلام رسول قصوری کو یہی شیخ غلام رسول نقش بندی قیاس کر لیا ہے۔ (فہرست مخطوطاتِ شفیع ۶۷) حالانکہ شیخ، قصوری کی کتاب شائع ہو چکی ہے اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کا سلسلۂ نقشبندیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ گویا یہ دونوں مختلف شخصیتیں ہیں۔

اسی طرح آقای احمد منزوی نے غلام رسول خلوت مؤلف ہیت السیاق کو یہی غلام رسول نقش بندی قرار دیا ہے (فہرستِ مشترک ۱/۲۲۰) حالانکہ انہوں نے اپنی دیگر مذکورہ تالیفات میں کہیں بھی اپنا تخلص خلوت نہیں بتایا۔

شیخ غلام رسول نقش بندی کا سال وفات معلوم نہیں ہے لیکن ان کی تالیفات کے مندرجات اور اس میں مذکورہ شخصیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بارہویں صدی ہجری کے وسط تک بقیدِ حیات تھے۔

مآخذ

۱۔ بشیر حسین: فہرست مخطوطاتِ شفیع، لاہور

۲۔ خضر نوشاہی: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی، گنجینۂ آذر، اسلام آباد

۳۔ غلام رسول قصوری: شجرۃ انساب (تذکار بنی حمیریان قصور)، لاہور، ۱۹۴۸ء

۴۔ غلام رسول نقش بندی: بدرقۃ السالکین، خطی، ذخیرۂ شیرانی، کتاب خانہ دانشگاہِ پنجاب، لاہور، نمبر ۵۲۲۵/۱/۲۲۱۵

۵۔ ایضاً: رفیق السالکین، خطی ہمانجا نمبر ۵۲۲۵/۲/۲۲۱۵

۶۔ ایضاً: سر الفقر، خطی، ذخیرۂ آذر، کتابخانۂ دانشگاہِ پنجاب لاہور نمبر T۔۷۹/۸۲۴۸

۷۔ منزوی، احمد: فہرستِ مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ج ۳، ۱۹۸۴

۲۲ مئی ۱۹۹۷ء

برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

ابتدائی حالات

آپ علوی سادات میں سے تھے، امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے، آپ کے والدِ ماجد شاہ عبداللطیفؒ کبرائے عصر میں تھے، حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی[1] سے بیعت تھے قادری، چشتی اور شطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے[2]۔

بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے، اور تنہا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے[3]۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی۔ خاندانِ فاضلی کے ایک فرد سیّد حسن شاہ نے نقشبندی فیض حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے پایا تھا انہوں نے انہیں خالِ محترم لکھا ہے[4]۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو بٹالہ میں پیدا ہوئے[5]۔ آپ کے والدین اور عم بزرگ نے اپنے خوابوں کی بشارات کے مطابق آپ کے مختلف نام رکھے چنانچہ والد محترم نے آپ کا اسم شریف علی، والدہ محترمہ نے عبدالقادر اور عم بزرگوار نے عبداللہ رکھا۔

---

۱ شاہ ناصر الدین قادری کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے۔

۲ رافت روف احمد مجددی: جواہر علویہ اُردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۱۳۹

۳ ایضاً ۱۴۰

۴ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ ص ۱۸، ۱۲۴

۵ رافت: جواہر علویہ ۱۳۹۔ سالِ ولادت میں اختلاف ہے، حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے ضمیمہ مقاماتِ مظہری میں سالِ ولادت ۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص ۱۴۰) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ضمیمہ جواہر علویہ کی تلخیص ہے، (ص ۱۳۹) نیز حضرت رافت نے در المعارف میں بھی سال ولادت ۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ص ۱۵۳ مطبوعہ ترکی)

آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام فقیر عبداللہ عرف غلام علی لکھتے ہیں[۱]۔ لیکن عوام و خواص میں آپ کی شہرت حضرت شاہ غلام علیؒ کے اسم گرامی سے ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں قیاس ہے کہ بٹالہ ہی میں ہوئی ہو گی، دہلی میں بھی اپنے پنجابی نژاد ہونے کا احساس تھا، فرمایا کرتے تھے۔

''من ہموں یک مرد پنجابی نالائق کہ بودم ہستم[۲]''

آپ کے والد چاہتے تھے کہ آپ کو اپنے مرشد شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت کروادیں چنانچہ اسی ارادہ سے آپ کے والد نے آپ کو بٹالہ سے دہلی بلایا، آپ روز شنبہ ۱۱ رجب[۳] ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو دہلی پہنچے[۴]۔ لیکن اتفاق سے اسی روز حضرت شاہ ناصر الدین کا انتقال ہو گیا، آپ کے والد نے فرمایا کہ ہم تو تمہیں اپنے پیر سے بیعت کروانا چاہتے تھے لیکن خدا کی رضا یہی تھی اب تم جہاں اپنی باطنی کشائش معلوم کرو وہاں بیعت کرلو[۵]۔

---

۱ شاہ غلام علی: ایضاح الطریقۃ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ ص ۲ (رسائل سبعہ سیارہ)

۲ رافت: در المعارف ۳۵

۳ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ورودِ دہلی کا سنہ ۱۱۷۴ھ تو تذکروں میں مذکورہ ہے لیکن تاریخ ورود ہم نے آپ کے اس ملفوظِ مبارک سے اخذ کی ہے:

''حضرت ایشاں فرمودند کہ امروز (روز شنبہ یاز دہم رجب) روز وصال حضرت شاہ ناصر الدین قادری است۔۔۔۔۔۔۔۔ مرشد والد بزرگوار این ذرہ بے مقدار بودند کہ شب گذشتہ این روز ازین سرای فانی رخت بربستہ بودند و من ہم ہموں روز از وطن خود آمدہ بودم چوں دریں مکان کہ حضرت دہلی ست رسیدم والدم بسیار خوش شدند کہ مرا از مرشدِ خود بیعت نمایند۔ اتفاقاً بعد از چند ساعات جناب مرشد ایشان ارتحال فرمودند''

(در المعارف ص ۹۷)

۴ ایضاً

۵ رافت: جواہر علویہ ص ۱۴۰

۱۱۷۴ھ کو آپ کی عمر تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال تھی[1]۔ اس کے بعد ۱۱۷۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ سے بیعت ہوئے، ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک چار پانچ سال آپ نے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبد العدل خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر، خواجہ میر درد، حضرت شاہ فخر الدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی اسی دوران استفاضہ کیا[2]۔

خود فرماتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت میرزا مظہرؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا[3]۔

حدیث کی سند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے لی اور ان سے بخاری شریف پڑھی[4]۔ شاہ غلام علی اور شاہ عبد العزیز محدث کے مابین مراسلت بھی تھی[5]۔

حضرت میرزا مظہرؒ سے بیعت

بائیس سال کی عمر میں ۱۱۷۸ھ / ۱۷۹۴ء کو آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو میرزا صاحب نے فرمایا کہ جہاں ذوق وشوق ہو اور کیفیات میسر آئیں وہاں بیعت کرو، یہاں تو

---

[1] رافت: در المعارف ۱۵۳

[2] شاہ عبد الغنی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ۱۴۰ (مقاماتِ مظہری کے آخر میں منسلک ہے)

[3] رافت: جواہر علویہ ۱۴۱

[4] عبد الحی: نزہۃ الخواطر ۷/ ۳۵۶، عبد الرحیم: مقالاتِ طریقت ۱۲۹۱ھ۔ مطبوعہ حیدر آباد ۱۲۹۲ھ (بحوالہ معارف ستمبر ۱۹۶۵ء) حضرت شاہ عبد الغنی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے فرزندوں میں سے کسی سے شاہ غلام علیؒ نے حدیث کی سند حاصل کی تھی (ضمیمہ مقاماتِ مظہری ۱۴۲) ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علیؒ درس دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے تبحرِ علم سے متاثر ہو کر کہا کہ آپ کی دقتِ نظر شاہ عبد العزیز سے زیادہ ہے۔ تو آپ نے جواباً فرمایا: "توبہ! ایشان بحر علم و دریائے بیان اند از گل گلدستہ مہیا سازند و من گلُ ان غنچہ میکنم" (در المعارف ۷۵۔۷۶) اس ملفوظِ گرامی سے بھی آپ کے شاہ صاحب سے استفادہ کرنے کی روایت کو تقویت ملتی ہے، نیز آپ نے شاہ صاحب کو استادِ من بھی لکھا ہے (رسالہ رد اعتراضات بر حضرت مجدد، رسائل سبع سیارہ ص ۳۶)

[5] فتاویٰ عزیزیہ ۲۳۴۔۲۳۶

بغیر نمک کے پتھر کھانا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ پھر مبارک ہے بیعت کریں[1]۔ اس کے بعد آپ نے شدید مجاہدات کیے اور ہر قسم کا تعلق منقطع کر کے شب وروز تنہائی اور ذکر واذکار میں بسر کرنے لگے۔

آخر آپ کے احوال تبدیل ہوئے اور دنیا کے چپے چپے سے بڑے بڑے اکابر مشائخ مشیخت کے حلقہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے فیض یاب ہو کر سارے عالم اسلام کو اپنے قلوب کی حدت اور نورِ ایمان سے منور کیا۔

معمولات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے، آپ کے شب وروز یاد الٰہی میں کچھ اس طرح بسر ہوتے تھے کہ:

صبح کی نماز اول وقت میں لمبی قرأت وقنوت سے ادا کرتے اور پھر طالبوں کو توجہ دیتے اور ذکر کے حلقہ میں اشراق تک مشغول رہتے، پھر تفسیر وحدیث کا درس دیتے، پھر انوار الٰہی کے القا میں زوال تک سرگرم عمل رہتے، زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے، پھر ضروری تحریرات کی طرف توجہ کرتے۔

ظہر کی نماز کے بعد تفسیر وحدیث کا درس دیتے، عصر کی نماز اول وقت میں ادا کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پڑھاتے تھے، نماز مغرب تک حلقہ ومراقبہ ہوتا۔ شام کے بعد خاص مریدین کو توجہ دیتے، پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر نماز سے فراغت کے بعد ساری رات ذکر ومراقبہ میں گزار دیتے، اگر نیند غلبہ کرتی تو کچھ وقت سو لیتے، چارپائی پر شاید ہی لیٹے ہوں یا کبھی پاؤں پھیلائے ہوں، عموماً آپ بیٹھے رہتے تھے اور آپ کا انتقال بھی اسی حالت میں ہوا۔

اپنی ذات کے لیے کچھ خرچ نہ کرتے تھے لباس ہمیشہ موٹا اور سادہ پہنا کرتے تھے[2]۔

حضرت شاہ غلام علیؒ اور ملکی سیاست

حضرت شاہ غلام علیؒ کے زمانے کے سیاسی حالات اور فضا ایسی مکدر فضا تھی کہ حضرت شاہ غلام علیؒ نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات بحال رکھے تا کہ ان کے ذریعہ حتی الامکان مسلمانانِ ہند کے احوال کی

---

[1] رافت: جواہر علویہ ۱۴۱

[2] رافت: جواہر علویہ ۱۴۳۔۱۴۴

اصلاح کی جا سکے۔

چنانچہ سیّد اسمٰعیل مدنیؒ کے کہنے پر جامع مسجد دہلی میں تبرکات کے ساتھ تصاویر کی موجودگی کے سلسلہ میں حضرت شاہ غلام علیؒ نے بادشاہ ہند محمد اکبر (ثانی) کو تنبیہ کی اور اسے بُت پرستی قرار دے کر تصاویر وہاں سے نکلوا دیں۔ ایک مکتوب کے ذریعہ بادشاہ کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں، یہ مکتوب آپ کے مجموعۂ مکاتیب میں شامل ہے[1]۔ اس مکتوب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے لکھا ہے:

امر بالمعروف و نهی عن المنکر شیوه شریف بود به بادشاه چه قدر احتساب فرموده اند و هرگز درین امر خوف نداشتند مکتوبی که بادشاه اکبر شاه در احتساب نوشته اند در مکتوبات شریف موجود است۔

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ایک مرتبہ (ہیلمٹ) کُلاہِ نصاریٰ سر پر رکھے حاضر ہوئے آپ نے طیش میں آکر اُسے منع فرمایا، اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو میں پھر نہیں آؤں گا، وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور ان کے صفہ کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ اپنی کلاہ خدمت گار کو دے کر حاضر خدمت ہو کر بیعت کی[2]۔

آپ کا ترک و تجرید اس درجہ کا تھا کہ بادشاہِ وقت اور امراء ہمیشہ تمنا کرتے رہے کہ خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ منظور فرمالیں لیکن اکثر یہی قطعہ زبان مبارک پر رہتا تھا[3]۔

خاک نشینی است سلیمانیم   یک بود افسر سُلطانیم
بست چهل سال که مے پوشم   کهنه نه شد خلعت عریا نیم

نواب امیر خان والی ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی، حضرت شاہ رؤف احمدؒ سے فرمایا کہ یہ شعر لکھ دو:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم   بامیر خان بگوئی که روزی مقرر است[4]

---

[1] شاہ غلام علی دہلویؒ: مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی، مکتوب نمبر ۶۰ ص ۴۴

[2] شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۴۴

[3] جواہر علویہ

[4] ایضاً ص ۱۴۴۔۱۴۵

ایک مرتبہ نواب شاہ نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی میں لوگوں کا اجتماع ہوا آپ بھی تشریف لے گئے وہاں دہلی کا انگریز ریذیڈنٹ میٹکاف[1] بھی آیا تو سب حاضرین اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن آپ نہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اُس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تا کہ آپ کی نظر اس کے چہرۂ بد پر نہ پڑے، اس نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا، تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی، جس سے آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے، آپ نے زجر و توبیخ کرتے ہوئے اُسے کتے کی طرح دھتکار دیا، وہ پھر آپ کی طرف لپکا آپ نے تلخ کلامی سے منع کیا، جب وہ اپنے مکان پر پہنچا تو اس نے اپنے ملازمین میں سے کسی سے کہا کہ "میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے[2]"۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز بہادر کے مزاج شاہی کے خلاف کوئی نہیں اُٹھتا تھا۔

وصال

آپ کو ہمیشہ شہادت کی موت کی آرزو رہی، عمر شریف کے آخری حصہ میں آپ پر بواسیر کا مرض غالب آگیا۔ ان ایام میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب بھی مرض بڑھتا وصیت نامہ تحریر فرماتے تھے۔

آپ نے تکلیف کے دنوں میں حضرت شاہ ابو سعید کو کئی خط لکھے کہ آپ جلد از جلد دہلی پہنچیں، چنانچہ شاہ ابو سعید اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دہلی حاضر ہو گئے۔

ہفتہ کے روز مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو جلدی بلاؤ یعنی حضرت شاہ ابو سعید کو طلب فرمایا، مولوی صاحب جا کر میاں صاحب کو بلا لائے، جب اندر گئے تو نظر مبارک اُن پر جمائی اُسی وقت اسی استغراق و مشاہدہ میں روح قفس مبارک سے پرواز کر گئی ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء بعد اشراق یہ واقعہ ہوا، اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے:

جان بحق، نقشبندِ ثانی داد[3]

---

1. Charles Theophilus Baron Metcalf (1785- 1846), Dictionry of Indian Biography p. 287

2. ملفوظات شریفہ

3. شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۵۶۔۱۵۸

حضرت شاہ ابوسعیدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنھیں آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اکابر خلفاء

آپ کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے ۹ سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جب کہ حضرت شاہ روف احمد مجددیؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالمِ اسلام کے طالبانِ حق آپ کے حلقہ بگوش تھے، فرماتے ہیں:

''حلقه مستفیدانِ طریقت که حلقه اخلاص به گردن ارادت داشتند. می گشتند جون نظر فرمودند که مجمع معتقدان با اخلاص و مخلصان بے شمار ست که مردمان از سمر قند و بخارا و غزنی و تاشکند و حصار و قندهار و کابل و پیشور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امروہه و سنبهل و بریلی و رام پور و لکهنو و جائیس و بهڑائچ و گورکهپور و عظیم آباد و ڈهاکه و بنگاله و حیدر آباد و پُونه و غیرہا به طلب حق جل و علاء اوطانِ خود گذاشته آمده بودند''

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لاتعداد تھے، آپ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومیؒ کے مریدین کی تعداد سنہ مذکور تک ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے متبحر علماء جو ان سے فیض یاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ اُن کا نہایت درجہ ادب کرتے تھے:

''مولانا دران دیار اظهار ساخت که قریب صد ہزار مردمان حلقۂ ارادت بگردنِ اخلاص نهاده اند او دست بیعت دامن مولانا زده اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقه شده و دست بسته پیش مولانا ایستاده اند''

یہ تو شاہ صاحب کے معتقدین کے بیانات تھے فکر جدید کے علم بردار سر سید احمد خان کی اپنی شہادت بھی ملاحظہ ہو:

رافت روف احمد مجددی: درالمعارف ص ۶۵۔ ترکی ۱۹۷۴

ایضاً ص ۱۰۸۔ جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سہواً بحوالہ جواہر علویہ ص ۲۴۱۔ مریدین وخلفاء کی یہ تعداد حضرت شاہ غلام علیؒ سے منسوب کردی ہے۔ (تاریخی مقالات ص ۲۱۵) حالانکہ یہ تعداد تو مولانا خالد رومی کے معتقدین کی ہے۔

میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم وشام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمتِ خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امڈے تھے"[1]۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ ملفوظاتِ شریفہ میں فرماتے ہیں کہ ایک روز خود حضرت شاہ غلام علیؒ فرمانے لگے:

ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے، حضرت مکہ معظمہ، حضرت مدینہ منورہ، بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے[2]۔

آپ کے چند اکابر خلفاء کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے جن کی ہندوستان میں اسلامی اقدار محفوظ رہیں باوجودیکہ اسلامی سلطنت کا خاتمہ اور دشمن اسلام فرنگی کا تسلط ہو چکا تھا۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ

آپ کا اسم گرامی زکی القدر ہے اور کنیت ابو سعید[3] اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہیں، ولادت ۲ ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ / ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو ریاست رام پور میں ہوئی اور وفات حجازِ مقدس سے واپسی پر بروزِ شنبہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ / ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی، آپ کی نعش مبارک دلی لائی گئی۔ عمر شریف بحساب قمری ۵۳ سال دس ماہ ۲۸ دن اور شمسی حساب سے ۵۲ سال تین ماہ ۲۲ دن تھی، آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، قاری نسیم احمد سے فنِ تجوید سیکھا اور مفتی شرف الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد مجددی سے کتب متداولہ پڑھیں، اپنے مرشد حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے حدیث کی سند لی، پہلے اپنے والد سے بیعت تھے پھر انہیں کی اجازت سے اس خاندان کے خلفاء سے تکمیل نسبت میں مصروف ہو گئے چنانچہ شاہ

---

[1] احمد خان، سرسید: آثار الصنادید۔ دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۴۶۴۔۴۶۵

[2] غلام محی الدین قصوری مولانا: ملفوظاتِ شریفہ

[3] شاہ ابو سعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

درگاہی شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین محمد اشرف خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی سے بیعت ہوئے، شاہ درگاہی نے آپ کو خلافت دے کر اپنا جانشین بنایا۔ لیکن آپ کی طلب اس سے بہت زیادہ تھی آپ نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کو خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے آپ کو حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علیؒ کی غلامی اختیار کی۔

حضرت شاہ صاحب نے آپ کے احوال پر خصوصی توجہ فرمائی سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے اور کچھ مہینے گذرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی شاہ صاحب کے آخری دور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی اور سید اسمٰعیل مدنی نے آپ سے توجہات لیں اور فوائد حاصل کیے۔ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ صاحب نے انہیں اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔

آپ کا قیام لکھنو میں تھا کہ شاہ غلام علی صاحب کی علالت شروع ہوئی اس دوران میں شاہ صاحب نے آپ کو دو ۲ خط تحریر فرمائے، ایک میں لکھا ہے:

''تعجب است کہ قصدِ آمدن این جانہ کردہ اند. فقیر را بہ حسب ظاہر صحت محال و افسوس کہ شما ایں قدر تاخیر می نمایند...... می بینم کہ منصب آخر مقامات ایں خاندان عالی شان بہ شما متعلق وابستہ شد و پیشتر از ان در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چار پائی مانشستہ اید و قیومیت بہ شما عطا کردند''

اس خط کے ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کیے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا، شاہ صاحب کی وفات دو صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں ہوئی آپ نو سال تین مہینے مسند ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخر ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں اپنے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کو لے کر حج کے لیے روانہ ہوئے واپسی پر ٹونک پہنچ کر وفات پا گئے۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کا بڑا پاکیزہ خط تھا ۱۵ جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ میں خوب جلی قلم سے قرآن پاک کی کتابت کی جس کے صفحات ۸۸۸ ہیں یہ متبرک نسخہ رباط مظہر مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

آپ کی ایک تصنیف ہدایت الطالبین ہے، جس میں سلوکِ نقشبندیہ کا بیان ہے، جو بہت مقبول اور متداول ہے دنیا کے اکثر کتب خانوں میں اس کے خطی نسخے ملتے ہیں اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

آپ کے بھی بہت خلفاء تھے جن میں سے یہ اسمائے گرامی ریکارڈ میں ہیں:

میاں محمد اصغر، ملا حسن بخاری، مولوی حسام احمد ہراتی، مولوی محب اللہ افغان، میاں محمد جو، میاں عظیم اللہ، امیر باجوڑی، مولوی محمد شریف، ملا خدا بردی، ملا علاء الدین، ملا غلام محمد اٹکی، ملا عبدالکریم ترکستانی، شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی اولاد دو بیویوں سے تھی پہلی سے شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری زوجہ سے شاہ عبدالغنی وشاہ عبدالمغنی متولد ہوئے، یہ تینوں فرزند نابغۂ روزگار تھے[1]۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ

آپ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے فرزند اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید، کنیت ابو المکارم ہے، یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رامپور میں ولادت ہوئی اور وفات ظہر و عصر کے مابین روز سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے گنبد سے متصل جانبِ قبلہ سپرد خاک ہوئے، آپ کی عمر ۵۹ سال تھی، آپ قرآن پاک کے حافظ تھے۔

---

[1] حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا ابو الحسن زید کی کتاب مقاماتِ خیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں ص ۷۰۔۴۷
مزید تفصیل کے لیے دیکھیں۔
۱۔ شاہ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۸۲ھ
۲۔ شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری۔ مطبع احمدی، دہلی، ۱۲۶۸ھ
۳۔ محمد معصوم شاہ: ذکر السعدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور، ۱۳۰۸ھ
۴۔ انساب الطاہرین قلمی مملوکہ مولانا زید ابو الحسن، فاروقی، دہلی

جب آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے لیے دلی آئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے، اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچّہ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا۔

آپ نے شاہ صاحب سے تصوّف کی مروجہ کتب سبقاً پڑھی تھیں۔ اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شرف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضرات مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلافت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس لیے شجرہ میں آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنے ایک رسالہ "کمالاتِ مظہری" تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعیدؒ کے بارے میں لکھا ہے:

"حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید به علم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبت شریفه قریب است به والد ماجد خود"

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والدِ ماجد جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کر دی جہاں آپ نے طالبانِ حق کو چوبیس سال سات ماہ تک فیض یاب کیا محرم ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں اہل فرنگ نے مسلمانوں سے انتقام لیا اور ان کے خون سے ہاتھ رنگے اس ہنگامہ میں بے شمار ذی علم مسلمان صوفیہ کرام اور دیگر حضرات نے ہندوستان سے بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کی، ان میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے، آپ ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے یہاں آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی خانقاہ تھی (جو آج کل خانقاہ موسیٰ زئی شریف کہلاتی ہے۔) یہاں آپ نے خواجہ قندھاری سے اپنی ہجرتِ مدینہ منورہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور اختیار دیا کہ آپ چاہیں تو خانقاہ شریف دہلی میں مُسند ارشاد کو رونق بخشیں اور اگر چاہیں تو اپنے کسی خلیفہ کو وہاں متعین کر دیں، چنانچہ حضرت خواجہ قندھاری نے اپنے ایک خلیفہ

مولوی رحیم بخش پنجابی (ف ۱۲۸۳ھ) کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا جنہیں حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے بھی پسند فرمایا۔ اور وہ اُسی وقت دہلی روانہ ہوگئے۔

چنانچہ آپ کا جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا، ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کا حج آپ نے ادا کیا، ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔

آپ کی تالیفات میں ان پانچ رسائل کے نام شاہ محمد مظہرؒ نے مناقب احمدیہ میں لکھے ہیں۔ سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان اُردو ۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) ۳۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ فارسی ۴۔ انہار الاربعہ فارسی ۵۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین فارسی میں۔

آپ احیاناً فتویٰ بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع نہیں کیا۔ آپ کے جلیل القدر خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے آپ کے ایک سو سینتیس (۱۳۷) مکاتیب جمع کیے ہیں جن میں چھیانوے خطوط حاجی صاحب کے نام اور اکتالیس دیگر اصحاب کے نام ہیں۔ اس مبارک مجموعہ کو جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تحفۂ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے۔

ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات بنام مولانا سیّد عبد السلام ہسوی کے مجموعے مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی اور مولانا زید ابو الحسن فاروقی کے پاس ہیں۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبد الرشید، عبد الحمید، محمد عمر، محمد مظہر اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں اسی ۸۰ حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے سیکڑوں افراد آپ سے اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکاملین نے لکھا ہے:

بسیارے از علماءِ زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی عبدالقیوم ابن مولوی عبدالحی و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و

مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم وغیرہم[1]۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے حالات پر آپ کے فرزند حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے ایک نہایت جامع اور مفصل کتاب مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ ۱۲۸۱ھ میں تالیف کی تھی جسے آپ کے خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں اکمل المطابع، دہلی سے شائع کیا نیز شاہ محمد مظہر نے اس اہم کتاب کو عربی کالبادہ بھی پہنایا جو قازان سے ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی۔

حضرت مولانا خالد کردیؒ رومی

آپ کے خلفاء میں سے جو شہرت وقبول عام مولانا خالد کردی کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب ہوا۔ آپ بجاطور پر فرماتے تھے:

> یہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں حضرت امام ربانیؒ جیسا خلیفہ ملا اور یہ حضرت امام ربانیؒ کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا اور یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا[2]۔

حضرت مولانا ضیاء الدین خالد شہر زوری اشعری شافعی نقشبندی مجددی قادری سہروردی کبروی چشتی نے اپنے وطن شہر زور کردستان میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی، اساتذہ کرام میں سے اس وقت کے اجل علماء کے اسمائے گرامی ملتے ہیں[3]۔

مولانا خالد نے حدیث کی پچاس کتب کی سند حاصل کی تھی[4]۔ علمائے ہند میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تعریف کیا کرتے تھے[5]۔ اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی[1]۔ طلبِ شیخ کامل کی

---

1. حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔
2. ملفوظاتِ شریفہ
3. محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی: البهجة السنيه فی آداب الطريقة العلية الخالديه، مصر، ۱۳۱۳ھ ص ۷۸
4. شاہ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ص ۱۷۰
5. ایضاً ۱۷۰

آرزو ہر وقت رہتی تھی، حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے ادائے مناسک کے بعد شام پہنچے اس سفر میں آپ اکابر علماء و مشائخ سے ملے لیکن تشفی نہ ہوئی پھر سلیمانیہ آئے، تو وہاں حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین میں سے ایک سیاح بزرگ مرزا رحیم اللہ بیگ[۲] ان سے ملنے کے لیے گئے تو مولانا خالد نے مرشد کامل کی عدم موجودگی کی شکایت کی، مرزا رحیم بیگ نے حضرت شاہ صاحب کا غائبانہ تعارف کروایا، جس سے مولانا بہت متاثر ہوئے اور درس و تدریس ترک کر کے ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں دہلی جانے کے لیے طویل سفر کا آغاز کیا، تہران (ایران) پہنچ گئے اور ایران کے دیگر بلاد سے ہوتے ہوئے بسطام، خرقان، سمنان اور نیشاپور میں اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کی طوس اور مشہد میں رہے یہاں سے ہرات (افغانستان)، قندھار، کابل اور دارالعلم پشاور پہنچے، وہاں سے لاہور آئے یہاں شیخ ثناء اللہ نقشبندیؒ[۳] سے ملاقات کی، انہوں نے بھی اپنے شیخ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے ملاقات کی ہدایت کی۔

چنانچہ اس سارے سفر میں مولانا خالد کا ایک سال صرف ہو گیا اور مولانا ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں دہلی پہنچے[۴]، آب کشی کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نو ماہ تک آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، آپ نے مولانا کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور آپ نے بہت جلد سلوک کی تمام منازل طے کر کے قطبیت کی بشارت لی، شاہ عبد الغنیؒ نے لکھا ہے:

> ''بعد عنایات از خلافت بهره ور فرمودند تا مزار حضرت شیخ محمد عابد وداع ایشان کرده به خدا سپردند گویند حضرت به وقت رخصت قطبیت آں دیار عنایت فرموده بودند''[۵]۔

---

۱ محمد بن عبد اللہ: البهجة السنية ص ۸۲

۲ شاہ عبد الغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۰

۳ شیخ ثناء اللہ نقشبندی مقیم لاہور کے بارے میں لکھا ہے ''العالم النحرير والولی الكبير اخو شيخه في الطريقة والانابة الى مولاه الشيخ المعمر المولى شاه الله النقشبندی (بهجة السنية ص ۸۰)

۴ محمد بن عبد اللہ خالدی: بهجة السنیہ ص ۸۰

۵ عبد الغنی مجددی، شاہ: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

مولانا وہاں سے اپنے وطن سلیمانیہ کے لیے روانہ ہوئے بلادِ ایران شیراز، یزد اور اصفہان غرض ہر مقام پر آپ نے فریضہ اعلاء کلمۃ الحق جاری رکھا ایران کے بلاد مذکور میں روافض کے ساتھ مباحث ہوئے وہ آپ کے دلائل سے لاجواب ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کے لیے حملہ کیا لیکن آپ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے اور ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں اپنے وطن سلیمانیہ پہنچے جہاں معززین نے آپ کا استقبال کیا[1]۔

شاہ عبدالغنیؒ نے لکھا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کے بارے میں بدظنی رکھتا تھا اس کی شکل آپ کو خنزیر کی مثل نظر آتی تھی[2]۔

مولانا خالد کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیار عرب میں بہت رواج ہوا، یہاں تک کہ ایک ہزار صاحب تصانیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کے قیام بغداد ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا:

صد کس عالم متبحر صاحبِ تصانیف از یاران این فقیر قابل اجازت گردیده اند و پانصد کس از اکابر علماء داخل طریقه شده اند و تعداد عوام و خواص مردمان که بیعت نموده اند چه بیان آید''[3]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ ایک ہزار عالم تبحر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ مردمان مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں:

مولانا دران دیار اظهار ساخت که قریب هزار مردمان حلقهٔ ارادت بگردنِ اخلاص نهاده اند و دستِ بیعتِ به دامن مولانا زده اند و یک هزار عالم متبحر داخل طریقه شده و دست بسته پیش مولانا ایستاده اند[4]

---

[1] محمد بن عبداللہ: بهجة السنیه ص ۸۳

[2] عبدالغنی، مجددی شاہ: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ص ۱۷۰

[3] عریضۂ مولانا خالد مشمولہ در المعارف ص ۷۰۔ حضرت مولانا کے نام حضرت شاہ صاحب کے مفصلہ ذیل مکتوبات ملتے ہیں: مکتوب نمبر ۲۳، ۳۸، ۱۱۰

[4] در المعارف ص ۱۰۸

مولانا عربی، فارسی اور ترکی میں شعر بھی کہتے تھے، حضرت شاہ غلام علیؒ نے مولانا کے اشعار کو مولانا جامیؒ کے ابیات سے مناسبت دی تھی، شاہ عبدالغنی نے مولانا کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی و فرزدق پر سبقت دی ہے:

''اشعار فارسی و عربی شان در سلالۃ نظم گوی سبقت از فردوسی و فرزدق بردہ بود حضرت ایشان (شاہ غلام علیؒ) اشعار ایشان بعارف جامی مناسبت می فرمودند''

مولانا کی تصانیف میں سے ایک فارسی دیوان، ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے اور ترکی دیوان ۱۲۶۰ھ میں استنبول سے طبع ہوا تھا جو عکسی طور پر وہاں سے کئی بار چھپ گیا ہے۔

نیز مولانا کے چند فارسی رسائل کا بھی سراغ ملا ہے۔ جن کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو۔

۱۔ رسالۂ اعتقادیہ، قلمی مخزونہ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ[۲]

۲۔ دیگر رسالہ فارسی قلمی مخزونہ کتابخانۂ مذکور[۳]

۳۔ شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ قلمی مخزونہ کتابخانہ مرکزی و مرکز اسنا، دانش گاہ تہران، شمارہ ۴۲۴۳ اس مجموعہ میں مولانا خالد کے منظومہ شجرات کے علاوہ بھی مولانا کے اشعار فارسی موجود ہیں یہ مجموعہ ہم نے خود اپنے قیام تہران (جولائی ۱۹۷۶ء) کے دوران دیکھا ہے۔

۴۔ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء صفحات ۴۱۵[۴]

دیگر تصانیف شرح مقاماتِ حریری، فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریل) جالیۃ الاکدار، العقور الجوہری فی الفرق بین کسی الماتریدی والاشعری، شرح اطباق الذہب (مصنفہ جار اللہ الزمخشری) مع ترجمہ لغت فارسیہ، تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی، حاشیہ علیٰ جمع الفوائد من الحدیث، حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی، رسالہ فی اثبات الرابطہ، رسالہ فی آداب الذکر، رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)، حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ

---

۱ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ۱۷۰

۲ عزیز اللہ عطاردی قوچانی: فہرست مخطوطاتِ فارسی مدینہ منورہ، تہران ۱۳۴۶ش، شمارہ فہرست ۳۹۸

۳ ایضاً شمارہ فہرست ۴۱۰

4 Storey: Persian literature, Vol.I, partII pp. 1064

عبد الغفور علی الجامی، شرح عقائد العضدیہ، مکتوبات خود[۱]۔

مولانا خالد کے حالات پر متعدد کتب عربی میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا کی زندگی میں ان کے خلیفہ شیخ حسین الدوسری نے الاساور العسجدیہ فی المآثر الخالدیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی[۲]۔ علامہ شامی نے بھی مولانا کے مناقب میں ایک کتاب سل الحسام الھندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی کے نام سے لکھی تھی[۳] تذکار الرجال مؤلفہ عبد الکریم مدرسی، مطبوعہ بغداد، ۱۹۷۹ء میں مؤلف نے مولانا خالد کے احوال پر ۱۹ کتب کا ذکر کیا ہے اور مولانا خالد کی ۲۷ تصانیف کا تعارف بھی کروایا ہے۔ آپ کے مکاتیب بھی دیئے ہیں۔ مہیندخت معتمدی نے بھی مولانا خالد نقشبندی و پیروان او کے نام سے ایک کتاب تہران سے ۱۳۶۸ش کو شائع کی۔

مولانا خالد نے حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے دو سال بعد وبائے طاعون میں ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں شہادت پائی[۴]۔

مولانا سیّد اسمٰعیل مدنیؒ

انہوں نے مولانا خالد سے بیعت کی اور اجازت حاصل کر کے سرگرم القا ہوئے، خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دہلی جاکر شاہ غلام علیؒ سے باطنی فیض حاصل کرو چنانچہ مولانا مدنی، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت مجددیہ حاصل کی، اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر وطن واپس گئے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ روف احمد رافتؒ کے ہمراہ جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لیے گئے تو فرمایا کہ یہاں سے ظلمت ظاہر ہوتی ہے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں واقعی بت پرستوں کی تصاویر تھیں[۵]۔

---

۱ محمد زاہد بن حسن الدورجوی: ارغام المرید، مطبوعہ ایشیق کتابوی، ترکی ۱۹۷۷ء ص ۸۳۔ ۸۴

۲ محمد بن عبد اللہ خالدی: بھجۃ السنیہ ۹۲

۳ یہ کتاب رسائل شامی مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے۔

۴ عبد الغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۸

۵ رافت، روف احمد: جواہر علویہ ۱۴۱۔ ۱۴۲، شاہ عبد الغنی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ۱۷۹

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی

حضرت شاہ رؤف احمد رافت بن شعور احمد

کی تصانیف کے ذریعہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے حالات و مقامات محفوظ ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں آپ نے حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات در المعارف کے نام سے جمع کیے جو اس وقت تک شاہ صاحب کے سخنان سے آگاہی کا واحد ذریعہ ہے۔

نیز شاہ صاحب کے حالات پر ایک مفصل کتاب جواہر علویہ کے نام سے حدود ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹ء میں لکھنی شروع کی اور ۱۲۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب کے حالات کے لیے یہ کتاب نے ناگزیر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کے تمام سوانح نگاروں نے زیادہ تر اس کتاب پر انحصار کیا ہے، اس کتاب کے دس جوہر (باب) ہیں:

اول۔ پیرانِ سلسلہ حضرات قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ اور قلندریہ کے اسمائے گرامی۔

دوم۔ مشائخ نقشبندیہ کے حالات حضرت پیغمبر خدا ﷺ سے لے کر حضرت شاہ غلام علی تک

سوم۔ حضرت شاہ غلام علی کی ولادت سے وفات تک کے حالات چہارم۔ ملفوظاتِ شاہ غلام علی

پنجم۔ مکاشفاتِ شاہ صاحب ششم۔ الہاماتِ شاہ صاحب

ہفتم۔ کراماتِ شاہ صاحب ہشتم۔ شاہ صاحب کی تحریرات

نہم۔ واقعۂ وفات دہم۔ شاہ صاحب کے خلفاء کے احوال

یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے، فقط ایک غیر مربوط سا اُردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کے جوہر (در احوال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ) کنز الہدایات کے ساتھ شائع کیا تھا، اسی جوہر کا عربی ترجمہ بھی محمد مراد منزلوی نے کیا تھا جو مکتوبات حضرت امام

ربانی کے عربی ترجمہ کے حواشی پر حال ہی میں ترکی سے دوسری بار چھپا ہے، اس کا ایک عمدہ قلمی نسخہ کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی میں محفوظ ہے جو مؤلف نے خود حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو بھیجا تھا[1]۔

شاہ غلام علیؒ کے دیگر خلفاء

۱۔ حافظ عبد الرحمٰن مجددی (جالندھری)
۲۔ مولانا بشارت اللہ (بہرائچی)
۳۔ مولوی کرم اللہ
۴۔ میر مطالب علی مشہور بہ مولوی عبد الغفار
۵۔ محمد حسن
۶۔ سیّد احمد گروہی
۷۔ سیّد عبد اللہ مغربی
۸۔ مرزا رحیم بیگ موسوم بہ محمدؐ درویش عظیم آبادی
۹۔ ملا پیر محمد
۱۰۔ ملا گل محمد غزنوی
۱۱۔ مولوی ہراتی (مولوی محمد جان قندھاری)
۱۲۔ ملا محمد منیر
۱۳۔ مولوی ولی اللہ
۱۴۔ مولوی محمد عظیم
۱۵۔ مولوی شیر محمد
۱۶۔ مولوی نور محمد
۱۷۔ مولوی محمد جان (شیخ الحرم)
۱۸۔ میر نقش علی
۱۹۔ میاں احمد یار
۲۰۔ مرزا مراد بیگ
۲۱۔ مرزا عبد الغفور
۲۲۔ میاں فخر الدین قادری
۲۳۔ محمد سرور خان
۲۴۔ میاں شیخ خلیل الرحمٰن[2]

شاہ عبد الغنی مجددیؒ نے خلفاء کے باب میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا اضافہ کیا ہے[3]۔

۲۵۔ مولوی عبد الرحمٰن شاہجہان پوری (ص ۱۷۹)
۲۶۔ سید احمد کردی (پہلے مولانا خالد سے پھر شاہ صاحب سے)

---

[1] زید، ابو الحسن فاروقی: مقاماتِ خیر، ص ۲۳

[2] یہ فہرست جواہر علویہ ۲۳۸۔۲۴۴ سے ماخوذ ہے۔

[3] شاہ عبد الغنی شاہ: ضمیمہ مقاماتِ مظہری صفحات ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳

۲۷۔ محمد منور (امام مسجد اکبر آبادی) ص ۱۸۲　　۲۸۔ میاں محمد اصغر (ف ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) ص ۱۸۲

۲۹۔ میاں قمر الدین پشاوری ص ۱۸۳　　۳۰۔ محمد شیر (ازولایت افغانان) ص ۱۸۳

ان کے علاوہ شاہ صاحب کے بہت سے خلفاء تھے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں مصروف تلقین وارشاد تھے، مولانا سیّد ابو القاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شاہ صاحب کے جلیل القدر خلیفہ تھے [1] اور ان کے فرزند شاہ عبد السلام شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

۳۱۔ حافظ محمد سعید مؤلف احوال و مقامات حضرت مظہر　　۳۲۔ سیّد ابو القاسم ہسوی

۳۳۔ سیّد حسن بن محی الدین بٹالوی (ارشاد المسترشدین ص ۱۳۷　　۳۴۔ مولانا ہدایت احمد (والد مولانا رشید احمد گنگوہی)

۳۵۔ قاری امام الدین نخشبی امروہوی　　۳۶۔ مولوی کرم اللہ بن شیخ مصدق الدین (محرک تالیف تفسیر عزیزی)

۳۷۔ حافظ عبد الحی امروہوی　　۳۸۔ حافظ خلیل احمد مضطرب یحیوی مجددی

۳۹۔ شیخ قاسم ہندی　　۴۰۔ شیخ عبد اللہ باجوڑی

۴۱۔ اخوند جان محمد (والد ماجد شاہ عبد العلیم لوہاروی)　　۴۲۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی

۴۳۔ ملاولی محمد توخی قندھاری

تصانیفِ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

حضرت شاہ غلام علیؒ نے ایضاح الطریقت میں جو ۱۲۱۲ھ کی تصنیف ہے، اپنی عمر بائیس ۲۲ بتائی ہے، فرماتے ہیں:

[1] وحید، واحد علی: پشت نامہ ہسوہ، بہرائچ، ۱۹۲۹ء، ص ۹، نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۹

''فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید کہ بیست و دو سالہ بودم...... درین ایام کہ سنہ ہجری ہزار و دو صد و دوزادہ است''

دراصل اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور کسی نے آپ کی تالیفات کی تلاش وجستجو تاحال نہیں کی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے رسائل خلفاء ومریدین نقل کر کے لے گئے اور ان کی نقلیں یا اصل مسودات بہت کم محفوظ رہے۔

راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل اور ملفوظات ومکتوبات کا علم ہوا ہے ان کا اس وقت مجمل سا تعارف کروایا جارہا ہے:

۱۔ مقامات مظہری ۲۔ ایضاح الطریقت

۳۔ احوالِ بزرگان

۴۔ رسالہ در ذکر مقامات ومعارف وواردات حضرت مجدد ثانی قدس سرہ

۵۔ رسالہ طریق بیعت واذکار ۶۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند

۷۔ رسالہ سطری چند از احوال شاہِ نقشبندؒ ۸۔ رسالہ اذکار

۹۔ رسالہ مراقبات

۱۰۔ رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق دہلویؒ بر حضرت مجددؒ

۱۱۔ رسالہ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ

۱۲۔ رسالہ مشغولیہ ۱۳۔ کمالات مظہری

۱۴۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ؟ ۱۵۔ مکاتیبِ شریفہ

۱۶۔ در المعارف ۱۷۔ ملفوظاتِ شریفہ

مقاماتِ مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ کی تالیفات میں یہ سب سے مشہور اور اہم کتاب ہے، اس میں حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے حالات، ملفوظات، مکتوبات، معمولات اور خلفاء کے احوال بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل اٹھارہ فصول پر مشتمل ہے:

اول۔ در ذکر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ

دوم۔ ذکر سلسلۂ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ

سوم۔ ذکر مجمل احوال مشائخ اربعہ حضرت میرزا مظہر یعنی سیّد نور محمّد بدایونی، حاجی محمد افضل سیالکوٹی، حافظ سعد اللہ اور حضرت محمد عابد سنامیؒ

چہارم۔ ذکر نسب وولادت حضرت مظہر

پنجم۔ ذکر استفادہ حضرت مظہر از حضرت نور محمّد بدایونیؒ

ششم۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حاجی محمد افضلؒ

ہفتم۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حافظ سعد اللہؒ

ہشتم۔ ذکر استفادہ از حضرت شیخ محمد عابدؒ

نہم۔ ذکر مقدماتیکہ دلالت بر امتیاز حضرت مظہر بر اہل زمان

دہم۔ ذکر تاثیر صحبت شریف حضرت ایشان

یازدہم۔ ترک وزہد واوصاف حضرت ایشان

دوازدہم۔ ملفوظاتِ حضرت ایشان

سیزدہم۔ نصائح حضرتِ ایشان

چہاردہم۔ مقاماتِ حضرت ایشان

پانزدہم۔ مکشوفات وتصرفات

شانزدہم۔ انتقال حضرت ایشان

ہفتدہم۔ خلفاءِ حضرت ایشان

ہژدہم۔ بعضی مکاتیب شریفہ حضرت ایشان

کتاب کے مختلف اندرونی شواہد کی بنا پر اس کا سالِ تالیف حدود ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء قرار دیا جاسکتا ہے[1]۔

---

[1] مقامات مظہری، مقدمہ ص ۱۷۱

حضرت مصنف نے اپنی اس کتاب کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا، کتاب کے مقدمہ میں بھی ہے:

''این رسالہ ایست مختصر و منتخب از کتاب مستطاب کہ صاحبِ کمالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ در احوال سیدنا و مرشدنا........ شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانِ جاناں'' و احوال خلفاء ایشان نوشتہ منت بر دل و چشم مخلصان نہادہ اند''

چنانچہ اس کے طبع اول[۱] کے سرورق پر بھی اس کا کوئی نام درج نہیں ہے بلکہ صرف اسے ''رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانِ جاناں مظہر شہید قدس سرہ'' تحریر ہے۔

شاید حضرت شاہ رؤف احمد رافت'' کے بیان کی بنیاد پر اس رسالہ کو مقاماتِ مظہری کا نام دیا گیا ہے کیوں کہ انہوں نے جواہر علویہ میں اس کا نام یہی لکھا ہے[۲]۔

پھر مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء میں مقامات مظہری کے نام سے طبع ہوئی۔

اس کا اُردو ترجمہ لطائف خمسہ یا مقاماتِ مظہری کے نام سے طبع ہوا جسے فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی'' نے کتاب کے دیباچہ میں وضاحت نہیں فرمائی ہے کہ یہ کتاب مولانا نعیم اللہ بہرائچی کی کس تصنیف کی تلخیص ہے اور جو کچھ خود یاد تھا وہ اس میں اضافہ کر دیا ہے دراصل یہ بشارات مظہریہ کی تلخیص ہے۔

مقاماتِ مظہری میں بے شک ایسے اضافات حضرت مصنف نے کیے ہیں کہ حضرت میرزا مظہر'' کے حالات پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مفصل و جامع ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے، اسے ہم بلا تردد بشاراتِ مظہریہ کا نہایت مفید تکملہ کہہ سکتے ہیں، اس کی دونوں فارسی اشاعتوں اور اُردو ترجمہ کے ساتھ ایک نہایت مفید ضمیمہ کا بھی اضافہ ہے، یہ ضمیمہ شاہ عبد الغنی مجددی'' کا نوشتہ ہے جس میں انہوں نے حضرت مصنف (شاہ غلام علی) کے حالات مختصر طور پر تحریر کیے ہیں۔

---

۱ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ

۲ رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ص ۱۳۵

ایضاح الطریقت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر حضرت شاہ غلام علیؒ نے یہ رسالہ لکھا ہے اس کا سالِ تالیف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء ہے۔

دورِ آخر میں سلسلہ نقشبندیہ میں اس رسالہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی دیگر کتب ورسائل کو حاصل نہیں ہو سکی آپ نے اس رسالہ میں عام فہم انداز میں طریقہ شریفہ کے اشغال اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ مبتدی و منتہی سبھی مستفید ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر عبداللّٰہ عرف غلام علی عفی عنه گزارش می نماید که بیست و دو ساله بودم که ہدایت و عنایت بے غایت الٰہی سبحانه شامل حال این فقیر گردیده۔ بجانب فیض مآب...... حضرت میرزا جان جانان قُدس سره العزیز رسانید...... این مسکین بذکر و شغل باطنی از حضرت ایشان تلقین یافته برین طریقه مواظبت نمودم و پانزده سال اقتباس انوار صحبت حلقه ذکر و توجه و مراقبه حضرت ایشان داشتیم و به یمن توجهات روح افزای حضرت ایشان مناسبتی به حالات و واردات این طریقه علیه بهمر سید و ادراک وجدان کیفیات و مقامات و اصطلاحات آن واصل شد.... این ایام که سنه ہجری مقدس ہزار و دو صد و دوازده است به تکلیف بعضی از عزیزان ایں چند فوائد از کلام مبارک حضرت خواجگان نقشبندیه و اکابر مجددیہؒ التفات نموده جمع کرده آمد..... الخ

یہ رسالہ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے رسائل سبعہ سیارہ مطبوعہ مطبوعہ علوی ۱۲۸۴ھ میں بھی شامل ہے۔ حضرت شاہ روف احمدؒ نے جواہر علویہ میں درباب تحریرات حضرت شاہ صاحب میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی اس رسالہ کا متن محفوظ ہے، حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے اس رسالہ کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔

متعدد قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

محمد تقی دانش پژوہ فہرست ساز مخطوطات دانش گاہ تہران (۱۳/ ۳۲۱۳) نے اس رسالہ کو متعارف کرواتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی غلام علی باطنی لکھ دیا ہے، جس سے قاری یہ تصور کرے گا کہ آپ کا تعلق خدانہ خواستہ فرقہ باطنیہ سے تھا، دانش پژوہ صاحب سے یہاں فاش غلطی ہوئی ہے، نیز انہوں نے اس رسالہ کا نام بھی آداب واذکار فرض کر لیا ہے حالانکہ رسالہ کے آخر میں اس کا نام واضح طور سے ایضاح الطریقہ لکھا ہوا ہے یہ رسالہ جس مجموعہ (شمارہ ۴۲۴۳) میں ہے ہم نے اپنے قیام تہران ۱۹۷۶ء کے دوران بغور دیکھا ہے۔

احوالِ بزرگان

اس رسالہ میں حضرت مصنف نے حضرت غوث الثقلین، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت شیخ فرید الدین، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علاء الدین صابر، حضرت شاہ نقشبند، حضرت خواجہ عطار، حضرت خواجہ پارسا، حضرت خواجہ احرار، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ مع اولاد حضرت مجددؒ کے حالات نہایت مختصر طور پر لکھے ہیں۔

ابتداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ در طریقہ مجددیہ اصلاحات بسیار است مشتمل است برفیوضِ خاندان قادریہ و سہروردیہ و کبرویہ و چشتیہ و نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم دو سہ ورق در احوال کبریٰ از طرق نوشتہ شد کہ وسیلہ و افتخار این بے مقدار کرد...... الخ

اس رسالہ کے آخر میں آپ نے حضرت مولانا خالد کردی کا آپ سے استفادہ کرنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا خالد ۱۲۲۵ھ میں دہلی میں آپ کی خدمت بھی حاضر ہوئے تھے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ کے بعد تالیف ہوا، فرماتے ہیں:

خلفاء حضرت میرزا جانِ جانان درین وقت بسیار شدہ حضرت مولانا خالد شہرزوری کہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ازیں لاشی کسب نمودہ در بلادِ بغداد و روم و شام وغیرہ اتباع این طریقہ نمودہ جہانی را منور ساختند زیادہ از ہفت صد خلیفہ دارد. سیّد اسمٰعیل مدنی از حرمین الشریفین در ایں جا نزد ین فقیر

آمدہ بیعت در مجددیہ، بردست این لاشی نمودہ بکسب مجددیہ اجازت و خلافت رسیدہ این طریقہ در انجامی نماید عریضہ نوشتہ کہ علماء اکثر ازین طریقہ منتفع شدند اللہ اکبر (ورق ۱۷۲ب)

اس رسالہ کا ایک نسخہ جناب جی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں ہے جس کا عکس ہمیں جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی وساطت سے ملا، جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اس رسالہ کے ۱۷۴ اوراق ہیں تقطیع خرد ہے۔ آپ نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں لکھا، خاتمہ میں اس رسالہ کا موضوع احوالِ بندگان بتایا ہے،

رسالہ در ذکر مقامات و معارف وواردات حضرت مجدد الف ثانی

اس کتاب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (ف ۱۰۳۴ھ) کے حالات و مناقب، احوال اولاد و خلفاء زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں سے ملخصاً و منتخباً لکھے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد این رسالہ ایست مختصر در ذکر مقامات و معارف و واردات جناب فیض مآب امام ربانی مجدد الف ثانی... و این احوال صدق مآل آنحضرت منتخب است از برکات احمدیہ محمد ہاشم کشمی و حضرات القدسِ ملا بدر الدین سہر ندی کہ...... از خلفائے عظام آنحضرت اند و در احوال آنحضرت آن ہر دو کتاب تحریر ساختہ اول بیان طریقہ کبریٰ دین کردہ می شود باز اندکی از احوال مشائخ آنحضرت بس شروع در مقصود نمودہ می آید و المولف فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ۔

لیکن حضرت مصنف نے اس میں ان دو مذکورہ مآخذ کے علاوہ بھی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور بعض صدری روایات بھی درج فرمائی ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کے پیش نظر خطی نسخہ مملوکہ محترمہ پادشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امروہوی مرحوم کے ۲۳۷ صفحات ہیں آخر میں حضرت مصنف کا وہ رسالہ بھی شامل ہے جو آپ نے مخالفین حضرت مجدد قدس سرہ کے رد میں تحریر فرمایا تھا جو رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔

اس نسخہ کے خاتمہ پر ایک یادداشت حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے دست مبارک سے تحریر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قصوریؒ نے ۵ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ میں اس نسخہ کا تقابل اور تصحیح فرمائی ہے۔

اس کا دوسرا قلمی نسخہ خانقاہِ شریف مولوی غلام نبیؒ کے سجادہ نشین جناب مطلوب الرسول صاحب کے پاس ہے جو مولوی امام الدین مصنف مقامات طیبین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

تیسرا نسخہ خانقاہِ موسیٰ زئی شریف میں موجود ہے۔

کتابخانہ آصفیہ حیدر آباد، دکن میں بھی غالباً یہی رسالہ ہے جس کا نام "کرامات و ارشاداتِ مجدد الف ثانی" قدس سرہ ہے[۱]۔

فہرست کتابخانہ آصفیہ میں اس رسالہ کی تفصیل درج نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ زیر بحث رسالہ کے علاوہ کوئی اور رسالہ ہے یا وہی ہے۔

رسالہ طریق بیعت و اذکار

اس رسالہ شریفہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں، ابتداء اس طرح سے کی ہے:

بعد حمد و صلوٰۃ دریابند کہ بیعت بہ معنی عهد کردن است و استوار بودن بر آن و معمول است در طریقۂ عالیہ حضرات صوفیہ و آن سنت اصحاب کرام است عنهم بیعت بر سه قسم است بیعت توبه که بر دست بزرگی بر ترک گناہان بیعت نماید[۲]..... الخ

یہ رسالہ حضرت سیّد اسمٰعیل مدنیؒ کی حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت کے بعد کی تالیف ہے، اس رسالہ میں ہے کہ جب حضرت سیّد اسمٰعیل مدنی کو جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لیے آپ نے بھیجا تو انہیں وہاں تصاویر کی موجودگی کی وجہ سے ظلمت معلوم ہوئی، فرماتے ہیں:

---

۱ فہرست مخطوطات فارسی کتابخانہ آصفیہ، جلد اول ص ۴۶۰ مخطوطہ نمبر ۲۸۸

۲ رسائل سبعہ سیارہ ص ۲۰

سیّد اسمٰعیل عالم و محدث سلمہٗ اللہ تعالیٰ و بارک فیما اعطاہ از مدینہ منورہ برائے کسب طریقہ مجددیہ پیش بندہ آمدہ بود اورا برائے زیارت آثار شریف در مسجد جامع فرستادم'..... الخ

چار صفحات کا یہ رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے[۲]۔

رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند

یہ مختصر رسالہ ہے جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، ابتداء میں طریقہ شریفہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ موصل المرید الی المراد فرمودہ اند نزدِ ما طریقہ بہتر از طریقہ نقشبندیہ نیست.........

یہ دو ورقی رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ ص ۲۳۔ ۲۴ میں شامل ہے اور آپ کے مکاتیب شریفہ کا بھی جز ہے[۳]۔

رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند

یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سر حلقہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے، فرماتے ہیں:

سطری چند از احوال شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تبرکاً نوشتہ شد این احوال در مقامات ایشان مفصلاً مذکور است...... الخ

دو ورق کا یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ صفحہ ۲۴۔ ۲۶ میں موجود ہے، نیز آپ کے مکاتیب میں بھی شامل ہے[۴]۔

---

۱ ایضاً ص ۲۳

۲ رسائل سبعہ سیارہ، مطبوعہ مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ ص ۲۰۔ ۲۳

۳ مکاتیب شریفہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ، مکتوب نمبر ۸۶ ص ۷۸

۴ ایضاً مکتوب ۸۷ ص ۷۹

رسالہ اذکار

اس رسالہ کی ابتداء میں بیان کیا ہے:

بدانکه در صحبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و محتسب و مرتبه احسان ان تعبد ربک کانک تراه اصحابه کرام را رضی الله تعالیٰ عنهم حاصل بود و غلبه محبت و ترک حظِ نفس تصفیه دلها می نمود. بعد زمان نبوت صوفیه رحمة الله علیه انواع اذکار و مراقبات برائے حصول این درجات مقرر کرده اند........ الخ

یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے صفحہ ۲۶-۲۷

رسالۂ مراقبات

اس رسالہ میں طریقت کے مقامات بیان کیے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوٰۃ واضح باد که اکابر این طریقه شریفه مقامات قرب در عالمِ مثال به کشف صحیح و معائینه صریح دیده. تعبیر ازاں مقامات بدائره مناسب یافته اند که آن مقامات به جهت و بے چون ست..... الخ

یہ رسالہ بھی رسائل سبع سیارہ کا جز ہے۔ (صفحہ ۲۷-۳۰)

نیز آپ کے مکاتیبِ شریفہ میں بھی شامل ہے[1]۔

اس رسالہ کا متن در المعارف (ملفوظاتِ مصنف) میں بھی نقل کیا گیا ہے[2]۔ یہ ملفوظ شریف پنجشنبہ پنجم شہر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ کا ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اس روز حکیم عبدالکریم جہنجہانی نے حضرت شاہ غلام علیؒ سے آپ کے اس رسالہ کی نقل کرنے کی درخواست کی نیز حضرت رافت نے لکھا ہے کہ اس سے قبل مجھے بھی اس کی نقل حضرت نے عنایت فرمائی تھی جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۳۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا حدود ۱۲۳۰ھ میں۔

---

[1] شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ۔ مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۳۹

[2] رافت: در المعارف، مطبوعہ ترکی، ۱۹۷۶ء ص ۳۵-۳۸

یہ واضح رہے کہ رسائل سبع سیارہ میں اس کا متن نقل کرنے کے بعد فائدہ کے عنوان سے آخر میں نو سطور کا اضافہ ہے، جو درالمعارف میں نہیں ہیں۔

رسالہ در رد اعتراضاتِ شیخ عبدالحق دہلوی بر حضرت مجددؒ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے رسالۂ اعتراضات کی آڑ لے کر اپنے دلوں کے غبار نکالنے کی کوشش کی ہے یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدثؒ کے یہ اشکال حضرت مجددؒ کے بعض کشوف سے تھے لیکن یہ اختلاف صرف کشفی اختلاف کی حد تک تھا مخالفت ہرگز مقصود نہیں تھی، چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ محدثؒ، حضرت مجددؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے۔

حضرت شیخ محدثؒ کے رجوع کی روایت کے اثبات میں دیگر دلائل کے علاوہ یہ ثبوت کافی ہے کہ دونوں حضرات کی اولادِ امجاد میں خاصا باہمی اتفاق تھا اور ایک دوسرے سے روحانی و علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد قدس سرہما نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدث سے لی تھی[1]۔ شیخ محدثؒ کی اولاد مسلسل حضرات مجددیہ سے کسبِ فیض کرتی رہی چنانچہ مولانا نورالحق مشرقی بن شیخ محدثؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مرید تھے، حافظ محمد محسن نبیرۂ شیخ محدث، بھی خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے نیز شیخ محمد احسان بن حافظ محمد محسنؒ، حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے خلفاء میں سے تھے۔

جو اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ شیخ محدث کے رجوع کی روایات وضعی نہیں ہیں[2]۔

تاہم بعض حضرات نے شیخ محدثؒ کے اعتراضات کے جواب میں مستقل رسائل لکھے، شیخ محمد بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصومؒ، شیخ محمد فرخ ابن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجددؒ نے کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء مخدوم معین ٹھٹھوی نے بہجۃ الانظار فی براءت الابرار، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے رسالہ احقاق لکھا اور ان کے خطی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔

---

۱ گول، شیخ بہلول برکی: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار، قلمی مخزونہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری، کراچی

۲ احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۱۴۵۔۱۴۸

رسالۂ دیگر در ردِ مخالفین حضرت مجدد الف ثانی

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ فصول پر مشتمل ہے:

اول۔ در بیان مجملی از احوال حضرت ایشانؒ

دوم۔ در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال

سوم۔ در اجوبہ بعضی اعتراضات حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ کہ رسالہ در انکارِ معارف ایشان نوشتہ اند۔

چہارم۔ در بیان حواشی کہ استادِ فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز در ایام خُردی بر رسالہ حضرت شیخ مذکورؒ تحریر
مودہ اند۔

پنجم۔ در دفع شبہاتی کہ بر السنۂ عوام مذکور است۔

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بعد حمد و صلوۃ فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ کہ کمترین منسوبان خاندانِ عالی شان احمدیہ است میگوید کہ این رسالہ ایست مختصر دربیان سخنانی کہ دربارۂ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سهرندی رضی اللہ عنہ شهرت یافتہ و مردم آن کلمات را سرمایۂ انکار ساختہ اندو آن کلمات محض افتراست ہرگز باثبات نمیرسد....... الخ

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اس موضوع پر دیگر مختصر رسائل میں یہ سب سے مفصل ہے اور دیگر رسائل کے بعض مقامات کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔

یہ رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے[1]۔

رسالہ مشغولیہ

ابتداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طریقہ مشغولیہ بذکر حق سبحانہ و تعالیٰ باتوجہ للطائف سبعہ تادراں حرکت ذکر پیدا شود...... اول لطیفۂ قلب...... دوم ذکر

---

[1] مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۸۴ھ ص ۳۶۔

نفی...... الخ

لطائف میں روح، مراقبہ وردو غیرہ کا بیان ہے۔

اس رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں آپ نے اپنا نام نہیں لکھا، لیکن چونکہ یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید وہو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی (مصنف) کی بیاض میں شامل ہے اور انہوں نے اس رسالہ کو حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف اس کے خاتمہ پر لکھا ہے اس میں اسے شاہ صاحب سے منسوب کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے خواجہ دوست محمد اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

رساله مشغولیه....... من تصنیف...... حضرت شاه عبدالله المشتهر فی الآفاق غلام علی شاه دہلوی رضی الله عنه........ الخ

اس رسالہ کے پانچ صفحات ہیں جو حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہیں یہ رسالہ مولانا عبد الرشید سیالکوٹی صاحب مالک کتب خانہ رشیدیہ، راحت مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور کی نوازش سے ہمیں دستیاب ہوا اور ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے اس بیاض میں تین چار اوراق پر یہ مہر ہے۔ "بندہ عبد الصمد دوست محمد"۔

اس بیاض میں نقشبندی سلسلہ کے بعض دیگر رسائل بھی منقول ہیں جو طبع ہو چکے ہیں فقط رسالہ مشغولیہ ابھی تک نہیں چھپا۔

کمالاتِ مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنی عمر کے اواخر حدود ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں یہ رسالہ لکھا تھا، اس کے بارے میں حضرت شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعیدؒ فرماتے ہیں:

''حضرت شاه صاحب رحمة الله علیه در رساله خود که بظنِ غالب در حدود سی و هفت تالیف فرموده اند و عمر مبارک حضرت والد (شاه احمد سعیدؒ) فرزند حضرت ابو سعید بعلم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفه قریب است بوالدِ ماجد خود''۔

محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ۴۷

اس اہم رسالہ کا ایک قلمی نسخہ حضرت مخدومی مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی مدظلہ[1] کے کتب خانہ واقعہ خانقاہِ شریفہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ دہلی (ہندوستان) میں ہے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ نے اس رسالہ کا بھی کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا حضرت زید مدظلہ نے مطالعہ کے بعد اس کا نام کمالاتِ مظہری تجویز فرما کر اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا ہے، فرماتے ہیں:

> یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا اور کمالات مظہری کا نام اس کے لیے مناسب معلوم ہوا چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے۔ وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس ۱۳۳ پر ہے، یہ رسالہ ۱۸۵۷ء کے فتنۂ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، اس وقت حضراتِ عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے و نیز در جائے ارقام نمودہ اند فرزند ایشان حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدرِ خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ از ایں فقیر دارد انتہی منقول از عین مسودات حضرت شاہ صاحب قبلہ است[2]۔

سلوک راقیہ نقشبندیہ

کتابخانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ میں اس نام کا ایک رسالہ بھی شاہ صاحب سے منسوب ہے[3]۔ لیکن اس کی تفصیل سر دست ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

زید، ابوالحسن فاروقی، مولانا: مقاماتِ خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۸۴-۸۵

حضرت مولانا ابوالحسن زید مدظلہ بن حضرت شاہ ابوالخیرؒ بن شاہ محمد عمر بن شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن شاہ صفی القدر بن شاہ عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن خواجہ سیف الدین ابن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ اس وقت اپنے والد کی درگاہ شریف (چتلی قبر) دہلی میں سجادہ نشین ہیں ولادت ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی، پندرہ کتابوں کے مؤلف ہیں اپنے والد بزرگ حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی مفصل سوانح مقاماتِ خیر کے نام سے ۱۳۹۲ھ میں تالیف کی ہے جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے، راقم کی اسی سال (۱۳۹۶ھ) میں حضرت مولانا سے مراسلت شروع ہوئی ہے، بہت مشفقانہ مکاتیب تحریر فرمائے ہیں۔ (یہ مراسلت ارمغان امام ربانی جلد پنجم میں شامل ہے)

احمد منزوی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۲/ ۱۲۰۰

مکاتیبِ شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ایک سو پچیس ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو آپ کے خلیفۂ جلیل حضرت شاہ روف احمد مجددیؒ نے جمع کیا ہے، سال ترتیب ۱۲۳۱ھ ذیل کے قطعۂ تاریخ سے بر آمد ہوتا ہے[1]۔

دادہ چو انتظامش رافت بگفت ہاتف

دریاب سالِ جمعش از ''مظہر عجائب'' (۱۲۳۱ھ)

یہ مکاتیب زیادہ تر شاہ صاحب نے اپنے خلفاء کے نام رقم فرمائے، چند مکتوبات حاکمانِ وقت کے نام بھی ہیں، مکتوب الیہم کے اسماء گرامی سے آپ کے حلقہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بنام حضرت شاہ ابو سعید مجددی ۱۹ مکتوبات، شاہ رؤف احمد ۲۳، شاہ احمد سعید ۵۳، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ۲۱، مولانا خالد رومی ۳، قمر الدین پشاوری ۱، ملا فقیر محمد کولابی، شاہ گل محمد غزنوی، شہزادہ مرزا جہانگیر، صاحبزادہائے سیف الرحمٰن و عبد الرحمٰن، میاں محمد حسن (وکیل انگریز)، غلام محمد خان، منور خان حاکم سرونج صوبہ مالوہ، شاہ عبد اللطیف، والدہ مولوی بشارت اللہ، مولوی ہادی احمد، قاضی شمشیر خان، میاں رسول بخش گنگوہی، شاہ پیر محمد کشمیری، محمد اکبر بادشاہ ہند، مولوی محمد اکرم خان حیدر آبادی، میر فرخ حسین، مولوی ولی اللہ سنبھلی، مولوی بشارت اللہ بہڑائچی، منشی امین الدولہ احمد خان، سیّد احمد بغدادی، نواب شمشیر خان، سیّد امین الدین، مولوی عبد الرحمٰن شاہ جہانپوری، شیخ غلام مرتضیٰ، حاجی عبد اللہ بخاری، مکتوب بنام علماء ورؤساء روم (در احوال مولانا خالد رومی کردی)

ان مکاتیب میں تصوّف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر ادق اسرار ورموز پر بھی بحث کی گئی ہے، نیز مخالفین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں، اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل کیے گئے ہیں[2]۔

---

[1] مقدمہ، مکاتیب شریفہ ص ۴ مطبوعہ، لاہور

[2] جن کی نشاندہی تصانیفِ حضرت شاہ غلام علیؒ کے تحت کی جا چکی ہے۔

ان مکاتیب شریفہ کا خطی نسخہ بخط جامع شاہ رؤف احمد رباطِ مظہر مدینہ منورہ میں موجود ہے یہ مکاتیب [1]، مطبع عزیزی مدراس سے ۱۳۳۴ھ میں پہلی مرتبہ چھپے بعد میں متعدد خطی نسخوں سے مقابلہ کر کے حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے لاہور سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کیے۔

حکیم سیفی مرحوم کے ایڈیشن کا عکس آقاء حسین حلمی ایشیق نے ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

مخدومی مولانا سیّد شرافت نوشاہی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے بھی مرتب کیا تھا، اس مجموعہ میں بھی زیادہ تر وہی مکاتیب ہیں جو حضرت شاہ روف احمدؒ کے مرتبہ مجموعہ میں ہیں لیکن ترتیبِ مکاتیب میں ایک نظر دیکھنے سے فرق محسوس ہوا تھا، مجموعہ مرتبہ مولانا قصوریؒ کا خطی نسخہ کتب خانہ مولوی غلام حسین مرحوم [2] سیتھل، گجرات میں ہے، یہ مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی کا انتخاب ہے جو حضرت قصوری نے کیا تھا "چراغ جاں" (۱۲۰۴ + ۵۴ = ۱۲۵۸ھ) سے اس کا سال ترتیب برآمد ہوتا ہے، خطی نسخہ کتابخانہ درگاہ حضرت غلام نبی للہی، للہ شریف، ضلع جہلم میں ہے، شاہ غلام علیؒ کا ایک مکتوب شریف بزبان اُردو صاحبزادہ سیّد حسن فاضلی بٹالوی کے نام بھی ہے جو ارشاد المسترشدین میں موجود [3] ہے۔

دُرّ المعارف

یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ نے صاحبِ ملفوظات کے جانشین و خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر جمع کیا ہے، اس کا آغاز روز ۳شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک سخنان عالی مسلسل اور تاریخ وار تحریر کیے ہیں، آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی اس

---

[1] کلمہ تشکر بر مکاتیب شریفہ، نوشتہ ناشر حکیم عبدالمجید احمد سیفی۔ لاہور ۱۳۷۱ھ

[2] مولوی غلام حسین مرحوم بن مولوی محمد ابراہیم مرحوم خلیفہ مولوی غلام نبی للہی۔ واقع سیتھل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔ (مقاماتِ شرافت سخنان ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء، جامع محمد اقبال مجددی۔ قلمی)

[3] ظہور الحسن: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ ص ۱۳۷۔ ۱۴۱

لیے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیئے گئے ہیں، اس حصے میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ملتے ہیں[1]۔

یہاں بعض سخنان عالی کی تلخیص اس لیے درج کی جا رہی ہے تاکہ قائین پر آپ کے طریقہ ارشاد کی وضاحت ہو سکے:

۱۔ آپ فرماتے تھے کہ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ، ق سے مراد قناعت، ی سے یاد الٰہی اور ر سے ریاضت ہے، جو شخص یہ سب کچھ بجالائے اُسے ف سے فضل خدا، ق سے قربِ مولا، ی سے یاری اور ر سے رحمتِ حق مل جاتی ہے، نہیں تو ف سے فضیحت (رسوائی) ق سے قہر، ی سے یاس (ناامیدی) اور ر سے رسوائی حاصل ہوتی ہے[2]۔

۲۔ بیعت کی تین اقسام ہیں۔ ایک پیران عظام سے وسیلہ ڈھونڈنے کے لیے، دوسرے گناہوں سے توبہ کے لیے بیعت کرنا، تیسرے باطنی ترقی کے لیے بیعت کرنا۔

۳۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے منسلک ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ ہمارے جیسا لباس پہنے اور ہمارا رویہ اختیار کرے۔

۴۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ کو بانسری کی طرح خیال کرتا ہوں جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ملفوظاتِ گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت مؤثر اور دلوں کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے، بے شک و شبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعۂ ملفوظات کے مطالعہ سے جو روحانی سرور حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر ہم پتھر پر توجہ کریں تو اس میں سے بھی انوارِ الٰہی کا ظہور ہو سکتا ہے، واقعی اگر پتھر سے پتھر دل قاری بھی آپ کے ان ملفوظات کا مطالعہ کرے تو ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

---

[1] رافت: درالمعارف ۱۵۸

[2] ایضاً ۳

آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ خاصا مقبول رہا ہے اور آج تک اہل دل حضرات کے لیے، حرز جان ہے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے ملفوظاتِ شریفہ میں آپ کے ملفوظات کے جن دفاتر کا ذکر کیا ہے اس سے یہی مجموعہ ملفوظات درالمعارف مراد ہے۔

معاصرین و متاخرین نے آپ کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے۔ خود جامع ہذا نے جب آپ کے حالات مبارکہ پر مستقل کتاب جواہر علویہ لکھی تو آپ کے ملفوظات تمام تر اسی سے تلخیص کر کے شامل کتاب کیے[1]۔ مفتی غلام سرور مرحوم نے اپنی تالیفات میں اس کا نام دارالمعارف لکھا ہے جو درست نہیں ہے[2]۔

اس کی حسبِ ذیل اشاعتیں ہمارے علم میں ہیں:

۱۔ بریلی، ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء

۲۔ دہلی ۱۹۲۷ء

۳۔ ملتان ۱۹۶۵ء

۴۔ ترکی ۱۹۷۴ء جو محبوب المطابع دہلی کا عکس ہے آقای حسین حلمی ایشیق۔ استنبول

اس کے بعد شاہ رؤف احمد رافت نے شاہ غلام علیؒ کے سات روز کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ بھی مرتب کیا تھا، جس میں ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۶ھ سے دوشنبہ ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ تک کے معارف درج کیے تھے۔ دیباچہ میں اسے "تقریراتِ ہفت روزہ" لکھا گیا ہے یہ فارسی نثر کا مختصر رسالہ ہے جس کا خطی نسخہ اس وقت ڈاکٹر سیّد عارف نوشاہی صاحب اسلام آباد کے پاس ہے جو ایک مجموعہ رسائل (شمارہ ۸) میں شامل ہے موصوف نے اس کا عکس اپنے مجموعہ مقالات "نقدِ عمر" کے آخر میں لگا دیا ہے۔ ملفوظات کے اس مجموعہ کی دریافت انہی کا کارنامہ ہے۔

---

[1] رافت: جواہر علویہ ص ۱۴۸۔۱۵۶

[2] غلام سرور، مفتی، لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۷۰۳ ایضاً: حدیقۃ الاولیاء ۱۳۴

ملفوظاتِ شریفہ

یہ بھی شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری ہیں، ان کے احوال و آثار کی تفصیل کے بعد اس مجموعہ کا تعارف کروایا جائے گا۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ مرتضیٰ حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے تھے، حدود ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء میں ولادت ہوئی، مولوی امام الدین نے لکھا ہے:

"از اشراف خاندان صدیقیہ ایشان بودند ولادت باسعادتِ ایشان در ۱۲۰۲ھ بود تخمیناً و نسب ایشان بحضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیقؓ می رسد"[1]۔

آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبد الملک، قصور کے علماء کی درخواست پر سندھ سے آکر قصور میں سکونت پذیر ہوئے تھے اور علم قرأت میں سر آمد روزگار تھے[2]، حاجی عبد الملک نے سندھ سے آکر قصور میں شادی کی تھی، حاجی صاحب کے خسر اصلاً قصوری تھے، جن کا مدفن گنبد اخوند سعید، قصور میں ہے (اولیائے قصور ص۹۷)

آپ کے والد حضرت غلام مرتضیٰ قصوریؒ بھی ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے، انہوں نے پنجاب میں سکھ گردی سے تنگ آکر بطرف پشاور ہجرت فرمائی، احمد شاہ دُرانی کے ہم عصر تھے احمد شاہ دُرانی جب پنجاب میں آیا تو اس نے یہاں کے جن علماء سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی ان میں حضرت "حافظ غلام مرتضی کا نام بھی آتا ہے[3] ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۸ء میں انتقال کیا، حافظ غلام مرتضیٰ قاری عبد الملک کے پوتے تھے اور حاجی فتح علی متقی سیالکوٹی کے خلیفہ کے مرید اور چاروں سلاسل میں اجازت یافتہ تھے۔

---

[1] امام الدین کھوتکی: مقاماتِ طیبین، قلمی مخزونہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی للہی، للہ شریف، ضلع جہلم ص۹

[2] غلام سرور، مفتی، لاہوری: حدیقۃ الاولیاء مرتبہ و محشی محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۷۶ء ص۱۳۹

[3] رسالہ مسائل فقہ، قلمی مملوکہ جی معین الدین صاحب لاہور۔

آپ کے والد حضرت غلام مصطفیٰ بھی علوم ظاہری و باطنی و حسن صورت و سیرت و بذل و ایثار میں طاقِ فرد تھے[۱]" آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد غلام مصطفیٰؒ نے انتقال کیا[۲]۔ (یعنی ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) آپ کے چچا مولانا محمد قصوریؒ نے آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کی، مروجہ کتب معقول و منقول پڑھائیں[۳] اور اپنے چچا ہی سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات بھی سبقاً پڑھے تھے[۴]۔ اور سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت دے کر اپنا قائم مقام نامزد کیا اور ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبانِ حق آپ سے بیعت ہوئے، مولوی امام الدین لکھتے ہیں:

"ایشان را بخلافت خاصۂ خود سر فراز ساختہ قائم مقامِ خویش نصب ساختند و روبروی حضرت عم جی صاحب ایشان قبولیت تمام رونمود، بسیار کس در آن اضلاع بر دست ایشان بیعت نمودہ[۵]"۔

لیکن اس فضل و کمال کے باوجود آپ کا طبعی رجحان حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہونے اور نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی طرف تھا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں

حضرت مولانا قصوریؒ کے اعزہ بانس بریلی میں رہتے تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے بڑی مہربانی و شفقت فرمائی اور کنایۃً آپ کو نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ اس وقت آپ کے مرشد اور چچا بقید حیات تھے

---

۱ غلام سرور، مفتی: حدیقۃ الاولیاء ص ۱۴۰

۲ محمد حسن کیر تپوری، حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد، ۱۳۲۲ھ ص ۴۸۱

۳ ایضاً

۴ یادداشتِ مولانا قصوری، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۵ امام الدین: مقاماتِ طیبین، قلمی ص ۹

اس لیے آپ اس وقت ادب کی وجہ سے قصور چلے گئے لیکن پھر چچا کی وفات کے بعد حدود [2] ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

اور اس دوران آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، مولوی امام الدین کا بیان ہے:

''چوں بار اول در خدمتِ شاہ صاحب قبلہ یازدہ ماہ در خدمت بابرکت ماندند [3]''

مرشد و مرید [4]

حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری پر خاص توجہ مبذول فرمائی تھی دونوں بزرگوں کے مخلصانہ روابط کا اندازہ کرنے کے لیے خود ان کی تحریرات کے اقتباسات دیئے جا رہے ہیں۔

جب مولانا قصوریؒ بیعت کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا:

''روزی احقر بارادہ بیعت بحضرتِ ایشان در طریقہ قادریہ عالی شان حاضر محفل منیف گردید رو بحضار آوردہ فرمودند کہ امروز امری عظیم ظہور میکند کہ فاضلی ازما اخذِ طریقہ می نماید [5]''

---

[1] محمد حسن: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ ص ۴۸۱

[2] جیسا کہ ملفوظات شریفہ کے تجزیہ میں بیان کیا جائے گا آپ دہلی میں مختلف سنین میں مقیم تھے، اول براہِ واپسی بانس بریلی، دُوم بعد وفات عم بزرگوار خود بغرض حصول فیض و بیعت اور ملفوظات شریفہ کے اندرونی شواہد سے آپ کے قیام دہلی اور اخذ نسبت کا سنہ ۱۲۳۳ھ متعین ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۲۳۷ھ میں دہلی میں پھر ورود فرمایا ہے (ملاحظہ ہو تجزیہ ملفوظات شریفہ)

[3] امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۰

[4] یہ عنوان مکاتبات عبد الرحمٰن اسفرائنی با شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مجموعہ مرشد و مرید مطبوعہ، تہران ۱۹۷۲ء سے مستعار لیا ہے۔

[5] ملفوظات شریفہ

پھر شاہ صاحب نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ آباؤ طریقۃً ملا ہے وہ تمہیں بھی نصیب ہو گا۔

مولانا قصوری کے اسی قیام دہلی (۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) کے وران محفل مبارک میں ان کے مخلص دوست خواجہ نجیب الدین خان قصوری[۱] بھی آئے تو فی الفور حضرت شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کامل بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟ خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا: "پیر قصور" یہ سن کر حضرت شاہ صاحب کو جلال آگیا فرمایا کہ تم بہت کم ہمت ہو ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا چاہتے ہیں[۲]۔

۲۷ شعبان روز چہار شنبہ وقتِ چاشت حضرت شاہ صاحب نے انہیں اجازت القا و حلقہ سے نوازا اور حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟ شاہ روف احمدؒ نے فرمایا کہ بے شک قابل اجازت ہیں، مولوی محمد عظیم نے کہا کہ آپ کا فرما دینا کافی ہے، گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، کبرویہ کے القا کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیرانِ کرام کی طرف سے تھا خود اپنے دست مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھ کر فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینے میں القا کریں گے، اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔

پھر ۲۷ رمضان کو خرقۂ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم صاحبان نے خرقہ پہنانے میں مدد کی[۳]۔

---

۱ خواجہ نجیب الدین خان قصوری کے علاوہ ملفوظات شریفہ کی مجالس میں پیر ابراہیم چشتی قصوری بھی حاضر بتائے گئے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا غلام محی الدین نے دہلی کا یہ سفر ان دونوں قصوری دوستوں کی ہمراہی میں کیا تھا۔

۲ ملفوظاتِ شریفہ

۳ ایضاً

نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے تو وہاں مولانا قصوریؒ بھی حاضر تھے، نماز سے فراغت کے بعد انبوہ کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا، عین اژدہام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں، مولانا حاضرِ خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔

''بدلِ مبارک چسپانیدند و بہ توجۂ قویہ القای حرارت در دل غلام نمودند''[1]

اس وقت دہلی کا مفتی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے پھر مولانا کو طلب فرمایا تو مفتی صاحب سے کہا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ ۶ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکے، ایک مرتبہ حضرت قصوری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولانا صاحب مولویت چھوڑیں اور آہ پیدا کریں: روزی خطاب با حقر نمودہ فرمودند کہ مولوی صاحب مولویت را بگذارید و آہ بیاموزید از برکت فرمودہ حضرت ایشان روزِ دوم نورِ ماہِ آہ در دلِ سیاہ تافت[2]۔

پھر حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے فرمایا:

''بعد ازان سپرد حضرت میرزا صاحب و قبلہ نمودند و فرمودند کہ این شخص در خانہ شما آمدہ است ہرچہ تمامتر عنایت در حق او فرمایند بعد ازاں بدست مبارک خود برخاستند و اندرون تشریف بردند[3]''۔

حضرت شاہ صاحب اور مولانا قصوریؒ کے روابطِ روحانی کا اندازہ مولانا قصوری کے ان دو مکاتیب سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ارسال کیے تھے یہ دونوں خطوط اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

مکتوب اول

بجناب تربیت مآب قبلۃ المریدین و کعبۃ المسترشدین غوث المساکین و قطب السماوات والارضین حضرت شیخی و امامی و مرشدی و مرشد الانامی دامۃ الحیات

---

۱ ایضاً

۲ ایضاً ص ۱۴۰ (فارسی)

۳ ایضاً ص ۱۴۴ (فارسی)

والا فاضات مرید طالبِ مزید مُدبر روسیاہ و مقصر سراسر گناہ دامن گرفتہ بالیقین بندہ غلام محی الدین عفی عنہ عنوان سرنامہ عریضہ را بحلیہ لباس استدعاء عفو تقصیرات مطرز ساختہ میر ساند چون اخذ فیض از باطن شیخ کامل منوط بارادت تامہ است الحمد للہ کہ باوصف امتداد مفارقت صوری فتوری در منقاریت معنوی راہ نیافتہ مع ہذا بطرف اینقرب باطن قانع نشدہ دائما طامع حضور ظاہر ہستم کہ مبادا باین اعتذاز اویس دار ازواج صحابیت بحضیض تابعیت فرو افتد امید واری از فضل حضرت باری آن ست کہ قبل از ملول منیہ بحصول این امنیہ مشرف خواہد ساخت ؎

با کریمان کارہا دشوار نیست

وچون بحقیقت کارنگریدہ شود معلوم میگردد کہ کارہا ہم موقوف بر اعتقاد ست

ماکہ باشم اے تو مارا جانِ جانان ناکہ ما باشم با تو درمیان

ہر طور غور این اہل جور بعد الکور لازم ہمت سامی گرامی است

سَپردم بہ تو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

الٰہی ظل سعید بر مفارق ہر قریب و بعید مدید باد۔

مکتوبِ دوم

بموقف عرض فیض معرض ارشاد پناہی قبلہ گاہی مربی کامل معلمِ مکمل پیشواءِ راغبان عقبیٰ و راہ نما طالبان مولا امام محراب اصابۃ و اصطفا ہُمام قباب انابۃ و احبا کعبۂ محرمان ارادۃ قبلۂ محرمان سعادت ذوالکرامات السنیۃ و المقامات العلویۃ قطب المدار غوث الابرار مرشدنا و مولٰینا و ہادینا و اولینا سلمہ اللّٰہ تعالیٰ و ابقاہ ما دامت الثریاد و الثریٰ غلام مستہام مفروق مکسور صحیح المثال معقل الاحوال لفیف الغموم مہموز الہموم ناقص الفرح مضاعف الترح مقرون الانین مسکین غلام محی الدین بعد از تقدیم مراسم سجود و رکوع بصد خشوع و خضوع میرساند بہ شرف اصغا مُلق باد مجاری امور بتوجہ آن مرشد جمہور بخیر و شر در و اشتعال ''تنور اشتیاق حضور اُناً فاناً در فور و فور فرمان

معطر العنوان محتوی براجازت ہر چہار طریقہ غریقہ در بحر انوار و تأکید تعمیر اوقات باذکار و مراقبات و تدریس علوم ظاہریہ در اغلب انات و این کہ نادانند کہ در بودن شمادران ملک باعثہ ہدایت خلق اللہ باشد در آمدن از انجا تعجیل ننمائند و مفصلاً بعرض رسانیدن ہمگی سوانحہ واردہ از حال مفارقت تازمان مکاتبت عز ظہور و شرف صدور آوردہ این غرقاب گرداب کربت و غربت را بساحل یُسرت و نفرت رسانید:

دراں دیدن چناں بے خویش دیدم کہ بردل خواستم بردیدہ سودم

زہی سعادت غلامی کہ خواجہ اش بنامہ وپیامی بیاد آرد و زہی بخت مسترشدی کہ مرشدش بتذکار کامش برآرد:

من آں خاکم کہ ابرنوبہاری کند از فضل برمن قطرہ باری
ولی چون شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

قبلہ من طبق ارشاد فیض بنیاد بسا طالبان راداخل طریقۂ عالیہ قادریہ نمودہ شد و در اوقات معینہ حلقہ ساختہ فرمودہ توجہ بطریقی کہ ارشاد فرمودہ اند بایشان نمودہ می شود و اراداتِ عجیبہ و حالاتِ غریبہ ظہور میکند و درین ضمن نسبت فدوی تیز رو بہ ازدیاد است رجا صادق کہ اگر یک چند درین جا اقامت پذیر شدم بہ عنایت آن وہب الولایۃ جمِ غفیر و جمعِ کثیر از تیبۃ ظلمانی بدعت و ضلالت بمنزل نورانی سفت و ہدایت فائز خواہد شد و در تدریس علم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف ہم جہد بلیغ مبذول می گردد. تشریح سوانح واردہ آنکہ از وقتیکہ بندہ درگاہ داخل این مکان شدہ اکثر مردم چہ آشنا و چہ غیر وچہ علماء و چہ غیر فراوان اخلاص این طالب مناص بہمرسانیدہ اند و بحسب ظن و خویش مستفید میگردند سیماً استقامت نشان سعادۃ عنوان طالب رضاءِ رحمٰن محمد سکندر خان کہ درعین علائق از مجردانِ طریقت و درعین مجاز از طالبانِ حقیقت است و در نظر ہمت او عدم و وجود مساوی الحال و درایثار نفس و مال ہم مثال درس مثنوی حضرت مولوی معنوی از بندہ میکند و از حقائق دقائق آن

استفسار مینمائد مستشفی میگردد روزی مشاءِ الیہ بتاریخ ہشت سوم ماہ جمادی الاول ذکر احقر بمامع رئیس المکان رسانیدہ مشتاق ملاقات گردانیدہ رئیس الوقت چون اغماض رعونت حطام دنیا و یہ در سردارد و در صدد آن است کہ فدوی خود (در) دربار او رفتہ تحصیل ملازمت نماید دو سہ کرت نقیب خود معہ مرکوب برائے طلب بندہ فرستادہ غلام ازانجا کہ تربیت یافتہ الطاف آن عارف الٰھی و عکس پذیر مراءت اخلاق آن عارف الٰھی و عکس پذیر مراءت اخلاق آن صیقل پناہی است از اجابت دعوات ادانی مطلق و ازحضور در مجلس اہلِ غنا و غرور مستنکف تمام و نمی خواہد کہ در شہادت و غیبت مرتکب امری شود کہ منجر بہ مخالفت آن مقدار گردد بحکم الانسان حریص مما مُنع رغبت رئیس بملاقات این تارک الجلیس ساعت بہ ساعت مترقی و متزائد. امید کہ او خود بجہت ملاقی بمکان نیاز مند خوہند آمد ہرچہ ثمرہ برآن مرتب خواہد شد عرض حضور پُر نور داشتہ آید فتوحات و نذور شاہان ارسال حضور بہم رسیدہ اِن شاءاللہ متعاقب صحائب کدام راجل یا راکب سفتحہ نمودہ مرسل نمودہ مرسل شدہ فیض عدہ ساختہ آید پیشتر توجہ آن مقناطیس القلوب مطلوب الٰھی ظل الفیاض قریب و بعید بسیط و مدید باد بالنبی و آلہ الامجاد در خدمت تمام برادران نسبی و دینی تحیات معروض و از جیع اخوان الطریق حدیث و عتیق بند گیات غلامانہ مستجاب باد زیادہ آداب[1]

حضرت شاہ غلام علیؒ نے مولانا قصوریؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ پنجم لکھا ہے ہم مولانا قصوریؒ کو اپنا خلیفہ پنجم قرار دیتے ہیں:

[1] مکاتیب طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ) جامع صاحب مکتوبات خود مولانا قصوری، قلمی مکتوبہ ۱۲۹۳ھ بخطِ فضل حسین، مکتوب اول و دوم

''حضرت ایشان (شاہ غلام علی) میفر مودند کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ را خلیفۂ پنجم نوشتہ اند ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم''۔

محمد مظہر، شاہ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۷

ارشاد نامہ حضرت شاہ غلام علیؒ دہلویؒ

برائے حضرات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی اللہ عنہ گذارش می نماید کہ جامع کمالات و فضائل ظاہر و باطن حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ طریقہ ازین فقیر گرفتہ بذکر و مراقبات و اشغال این طریقہ شریفہ مواظبت نمودند الحمد للہ کہ بہ عنایت الٰہی بیمن متوسل پیران کرام رحمہم اللہ تعالیٰ در لطیفہ قلب و دیگر لطائف عالم امر ایشان توجہ و حضور و جمعیت و جذبات و واردات و انوار حاصل شد و استغراق و بے خودی کہ مقدمہ (۶۷ ب) فنا است و فنا را بقاء لازم دست داد باز توجہاتِ لطیفہ نفسِ ایشان کردہ شد دران جا نیز استہلاک و اضمحلال در نیست پیدا کردند امید کہ فنا ان و زوال عین و اثر مرحمت کرد باز بہ عنایت الٰہی سبحانہ بواسطہ۔ پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم از نسبتہائے خاصہ حضرت مجدد شدند سبحان اللہ یعطی لمن یشاء وھو الوہاب ایشان دستِ من است و مقبولِ ایشان مقبول من جعلہ اللہ سبحانہ للمتقین اماماً و اخلصہ لنفسہ سبحانہ و لحبیبہ محمد ﷺ تعلیم وتلقین طریقہ فرمایند وبہ توجہ و ہمت القای انوار نسبت در قلوب طالبان نمایند پس وصیت می کنم ایشان را بدوام ذکر و خلوت و انزوا و یاس از خلقت و امید از خدا و صبر و قناعت و تسلیم و رضا و در مشکلات بواسطہ پیران کبار التجا بہ جناب کبریاء و پرداخت نسبت باطن و عدم چون و چرا در قضا و دیدن واقعات (۶۸۔ ا) ناشی از فضل الٰہی سبحانہ یا از تقدیر خدا عم نوالہ قل ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین و بذالک امرت و انا اول المسلمین و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اسئل اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی ہذہ الطریقۃ الشریفہ لی ولہ حق سبحانہ و تعالیٰ بر این نوشتہ استقامت و استامت ایشان را و این فقیر را کرامت فرماید، آمین

مقصود ازین التزام اذکار و اشغال طریقه برائے خدا بودن است اللّٰهم اجعل حیاتی و حیاته کلهما لک و لا تکلمنا الی انفسنا طرفة عین و اجعل حُبک احب الینا من الماء البارد و الی العطشان. آمین برحمتک یا رحیم یا رحمٰن یا ارحم الراحمین عم نوالک.

تمام شد. من المرقوم غلام حسن سکوسه

یہ اجازت نامہ بیاضِ مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہیؒ ذخیرۂ شیرانی دانش گاہ پنجاب لاہور، نمبر ۳۷۸۵ / ۷۵۲ سے منقول ہے۔

اس اجازت نامہ پر ثبت مہر حضرت شاہ غلام علیؒ میں ۱۱۵۱ھ ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت غلام محی الدین قصوریؒ ۱۱۵۱ھ میں حصولِ نسبت کے لیے دہلی حاضر ہوئے تھے بلکہ یہ تو مہر کے بننے کا سنہ ہے، اس مہر میں نقل شدہ سنہ ۱۱۵۱ھ بالکل غلط ہے کیوں کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کی ولادت ۱۱۵۶ھ کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے تلمذ

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ متعدد مرتبہ دہلی گئے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہونے کے دوران ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی، ان اسناد میں سے

۱۔ سند مشکوٰۃ شریف، نقل

۲۔ سند مسلم شریف، نقل

۳۔ سند بخاری شریف، یہ سند شریف خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز کی مہر بھی مثبت ہے جس کا سجع اس طرح ہے:

هو العزیز ولی الرحیم ۱۱۸۹ھ

یہ مہر پرانی ہے، اس زمانہ میں ہر سال مہریں نہیں بنتی تھیں، یہاں اس مبارک سند کا عکس (بطور دستاویز) دیا جارہا ہے۔

۴۔ چوتھی سند حصن حصین کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

یقول الفقیرا لمسکین غلام محی الدین الحنفی القریشی الصدیقی ساکن القصور رزق اللّٰہ تعالیٰ دوام الحضور اجازنی مشافهةً بقراۃ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین شیخنا و مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز المحدث الا وحیدی الدهلوی الاحمدی قال اجاز نابه شیخنا و والد نا الشیخ ولی اللّٰه قال اجاز نابه و بسائر تصانیف الشیخ ابو طاہر عن ربیه عن القشاشی عن الشمس الرملی عن الزین زکریا عن الحافظ تقی الدین محمد بن فهد الهاشمی المکی عن مولفه ابی الخیر محمد بن محمد بن الجزری الشافعی رحمة الله تعالیٰ علیهم اجمعین و علینا معهم یا رب العالمین. آمین آمین آمین

یہ چاروں اسناد مشکوٰۃ شریف کے ایک خاص خطی نسخہ کے شروع میں مجلد ہیں، یہ نسخہ حضرت قصوری کے مطالعہ میں رہتا تھا[1]۔ نیز بخاری شریف کی سند مولانا غلام دستگیر قصوری نے بھی نقل کی ہے۔ اس سند کے الفاظ بالکل اسی عکسی سند بخاری کے ہیں اور مہر کا سجع بھی بالکل یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو ابحاث فرید کوٹ مولفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، مطبوعہ ص ۳۸) ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو ایک کلاہ اجازت بھی عنایت کی تھی جس کے بارے میں مولانا غلام دستگیر نے لکھا ہے اس وقت میرے پاس ہے۔ (ایضاً ص ۳۸)

قیامِ دہلی

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے تین مرتبہ دہلی حاضر ہونے کے اسناد و سنین معلوم ہیں۔

اول۔ قبل از وفات عم بزرگ و مرشد اول حضرت شیخ محمد قصوری، اس وقت آپ اپنے اعزہ سے ملنے بانس بریلی گئے تو حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی، یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء سے پہلے کا ہے۔

---

[1] یہ متبرک خطی نسخہ اس وقت حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور کے پاس تھا، جنہیں ان کی وفات (۱۰ اپریل ۱۹۸۹ء) کے بعد افغانان تاجر مخطوطات کو فروخت کر دیا، اب معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔

دوسری مرتبہ جب کہ آپ کے عم بزرگ نے وصال فرمایا تو اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے ظاہری و باطنی استفادہ کیا، جیسا کہ ملفوظاتِ شریفہ کے تجزیہ میں بحث کی جائے گی کہ مولانا کا ورود دہلی و بیعتِ حضرت شاہ غلام علیؒ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء کا واقعہ ہے۔

مولوی امام الدین نے اسی حاضری دوم کو سہواً حاضری اول لکھ دیا ہے اور اس کی مدت قیام گیارہ ماہ بتائی ہے[1]۔ حالانکہ ملفوظاتِ شریفہ سے آپ کے خانقاہِ شاہ غلام علیؒ میں تین چار ماہ قیام کی مدت مذکور ہے۔

پھر تیسری مرتبہ آپ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں آپ نے دہلی میں قیام کا ذکر اپنی ایک یادداشت میں کیا ہے، جو کہ تحفۂ اثنائے عشریہ کے آخر میں تحریر ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

الحمد للہ والمنہ کہ بتاریخ دہم ماہ جمادی الاول در سنہ دو ازدہ صد وسی و ہفتم از ہجرت مقدسہ محمدیہ علیہ و آلہ و اصحابہ الصلوۃ السرمدیہ در دار الارشاد شاہ جہاں آباد مقابلہ و تصحیح این کتاب فصیح (تحفہ اثناء عشریہ) باختتام رسید و در بعض مواضع عبارات عربیہ شکی باقی ماندہ ان شاء اللہ تعالیٰ بشرط بہم رسیدن کدام نسخہ صحیحہ ازالہ آن نمودہ آید و منم بندۂ مسکین طالب دوام حضور فقیر غلام محی الدین متوطن بلدۂ قصور رزقنی اللہ تعالیٰ کمال مرتبہ الاحسان بحرمہ سید البشر والجان علیہ الاف التحیۃ والسلام من الملک العلام۔

مخطوطہ کے آخر میں یہ قطعۂ تاریخ اتمام خود حضرت مولانا قصوری کی تصنیف ہے:

تاریخ اتمام تصنیف این کتاب شریف

تحفہ رایکففہ مدان کہ درو سوی ہر معرفت صراغ آمد
سوی لفظ و معانیش بنگر ہست دریا کہ ایاغ آمد
بس کہ نورِ ہدایت است درو سال تاریخِ او ز چراغ آمد

---

[1] امام الدین: مقامات طیبین قلمی ص ۱۰

اس قطعہ سے ۱۲۰۴ھ (چراغ) برآمد ہوتا ہے جو تحفہ اثناء عشریہ کا سال تکمیل ہے، تحفۂ اثناء عشریہ کا سال تالیف ۱۲۰۰ھ کتاب کے خاتمہ میں مندرج ہے، یقیناً حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی تکمیل میں مصروف رہے ہوں گے اور ۱۲۰۴ھ میں اسے مکمل کیا، چونکہ یہ "قطعہ اتمام تصنیف" مصنف کے ایک تلمیذ کی تصنیف ہے اس لیے اسے لائق اعتنا سمجھنا چاہیے۔

تحفہ اثنائے عشریہ کا یہ خطی نسخہ سیّد نجیب علی نے کتابت کیا اور اس کے ۶۳۶ صفحات ہیں سطور فی صفحہ ۲۵ ہیں، یہ نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد (ذخیرہ مولانا قصوری) میں محفوظ ہے۔

سلسلۂ ارشاد

مولانا قصوریؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کی وفات (۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) کے بعد تیس سال تک مُسند ارشاد پر متمکن رہے، طالبانِ حق کو توجہ دینا، درس وتدریس اور اولاد کی تعلیم وتربیت میں عمر عزیز صرف کی چنانچہ آپ کے خلفاء میں سے جن حضرات کی خانقاہیں اب تک معروف ہیں ان میں سے

۱۔ مولانا غلام نبی للہ شریف، ضلع جہلم، پنجاب

۲۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان

۳۔ بھیرہ

۴۔ نمک میانی

اور مولوی امام الدین کی روایت کے مطابق نہ صرف ہندوستان بلکہ بلخ تک آپ کے خلفاء صاحب ارشاد تھے[1]۔

اپنے مخلصوں کی پاس خاطر کے لیے سال میں ایک دو مرتبہ سفر ضرور فرماتے تھے چنانچہ پاک پتن، لاہور، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑ کانہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ عموماً جایا کرتے تھے، رمضان

---

[1] امام الدین: مقاماتِ طیبین ص ۱۲

Marfat.com

شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھ ٹوانہ میں گذارتے تھے، لاہور میں آپ کا قیام مزنگ میں ہوتا تھا[1]۔

ایسی گفتگو جسے شطحیاتِ صوفیہ کہا جاتا ہے، سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔ شرع شریف سے سر مو تجاوز نہیں کرتے تھے۔

وفات

روز پنجشنبہ ۲۱ ذی قعدہ بوقتِ عینِ زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں مولانا قصوریؒ نے وصال فرمایا، عمر تقریباً انہتر (۶۹) برس تھی، بہت سے اصحاب کبار نے قطعاتِ تاریخ وفات لکھے جو سلسلۃ الاولیاء اور مجمع التوارخ اور مقاماتِ طیبین میں درج ہیں۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ حافظ عبد الرسولؒ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت صاحبزادہ عبد الرسول ۱۲۳۵ھ میں تولد ہوئے[2]۔ حضرت قصوریؒ نے ان کی ولادت سے ایک سال پہلے ہی اپنی تصنیف تحفۂ رسولیہ میں اپنے ہاں تولدِ فرزند کی بشارت اور فرزند دلبند کو نصائح تحریر کیے ہیں[3] نیز اس میں صاحبزادہ کی جن صفات کا ذکر کیا ہے صاحبزادہ صاحب واقعی ان تمام صفات کے حامل تھے،[1] صاحبزادہ صاحب نے علومِ متداولہ کی تحصیل اپنے والدِ بزرگوار سے ہی کی اور اس کے علاوہ علمائے زمانہ سے بھی اکتساب کیا اور والد کی زندگی ہی میں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ شروع کر دیا[4]۔

حضرت عبد الرسول فسادِ زمانہ کے سبب تصنیف و تالیف نہیں کر سکے، حافظ سیّد محمد صاحب نے لکھا ہے:

"از تصانیفِ کتب بہ سبب فسادِ زمانہ اکثر مجتنب می بودند.... چند خطبہ جات جمعہ و عید از تصانیف آنجناب مشہور و مُقر علماء زمانہ اند"[5]

---

1. ایضاً ص ۱۵
2. غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التوارخ قلمی ورق ۱۴ب
3. غلام محی الدین قصوری، مولانا: تحفۂ رسولیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۰۸ھ ص ۵۷۔ ۶۲
4. سیّد محمد حافظ: بُستانِ معرفت، لاہور، ۱۳۰۳ھ ص ۳
5. ایضاً ص ۳۔ ۴

راقم حافظ عبدالرسول قصوریؒ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہے۔

صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول قصوریؒ نے بعمر انسٹھ (۵۹) سال ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء بروز سہ شنبہ ۲۱ محرم وفات پائی اور قصور ہی میں اپنے والد بزرگ کے احاطہ میں دفن ہوئے صاحبزادہ صاحب کی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف دو لڑکیاں تھیں۔ شجرہ نسب یہ ہے:

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

- صاحبزادہ عبدالرسول
  - مائی حیات بی بی (زوجہ سیّد غلام حسین[2] بن گل شیر شاہ)
    - سیّد محمد شاہ
      - منظور معروف حاجی شاہ
        - باقر علی (لاولد)
        - عارف شاہ (لاولد)
        - حیات بی بی (زوجہ سیّد ارشاد حسین شاہ)
          - صفدر محمود
          - اختر مسعود
          - خالد محمود
          - راجہ شاہ مرحوم
      - محمد معصوم (ف ۱۳۱۰ھ)
    - سیّد احمد شاہ
      - روف احمد[3]
        - محمدی
        - امۃ الرحمٰن
      - نذیر احمد (از زوجہ دیگر دو دختر)
        - شبیر احمد شاہ (مصنف انوار محی الدین)
          - منیر احمد شاہ
        - علی احمد شاہ
- بی بی حافظہ زوجہ مولانا غلام علی قصوری
- بی بی پارسا زوجہ مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری

---

۱ سیّد محمد، حافظ: بستان معرفت، ۱۵، ۱۶، امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۲۶

۲ سیّد غلام حسین کے اور دو بیٹے کرم حیدر شاہ اور حسن شاہ آپ کی دوسری بیوی کرم بی بی کے بطن سے بھی تھے۔

۳ صاحبزادہ روف احمد شاہ کا عقد ۱۳۳۳ھ کو صاحبزادی محترمہ صدیقی (ف ۱۳۵۰ / ۱۹۳۲ء) بنت حضرت شاہ ابوالخیر مجددیؒ سے ہوا، تعلقات خراب رہے صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں ان سے دو صاحبزادیاں محمدی اور امۃ الرحمٰن تولد ہوئیں (زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر۔ دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۱۲۔۷۱۳)

اس وقت حضرت صاحبزادہ حافظ عبد الرسولؒ کی دختری اولاد، حضرت مولانا غلام محی الدینؒ کے مزار مبارک واقع قصور پر سجادہ نشین ہے۔ جناب حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ صاحب اور جناب علی احمد شاہ صاحب اپنے اپنے طور پر بزرگوں کے عرس کرتے ہیں۔

خلفاء

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے بڑے جلیل القدر تلامذہ و خلفاء تھے جنہوں نے پنجاب کے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اسلام کی شمع فروزاں رکھی۔

آپ کے صاحبزادے حافظ عبد الرسولؒ آپ کے جانشین و خلیفہ تھے، ان کے علاوہ آپ کے مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی، خانقاہ شریف للہ، ضلع جہلم

۲۔ مولانا غلام مرتضیٰ بیربل شریف، ضلع سرگودھا

۳۔ مولانا حافظ نور الدین چکوڑی، ضلع گجرات

۴۔ مولانا علم الدین و حافظ محمد الدین برادران حافظ نور الدین چکوڑی مذکور

۵۔ مولانا مفتی غلام محی الدین، نمک میانی

۶۔ صاحبزادہ غلام احمد، نمک میانی

۷۔ مولانا غلام محمد، مرالی نزد ڈیرہ اسمٰعیل خان

۸۔ مولانا بدر الدین، اوچ لدھے کی، نزد للیانی (مضافاتِ لاہور)

۹۔ مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، داماد، شاگرد و خلیفہ

۱۰۔ مولانا محمد اشرف بھیروی[1] حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے بھی صحبت یافتہ تھے۔ (سلسلۃ الاولیاء ص ۱۱۸)

۱۱۔ مولانا کرم الٰہی بھیروی

[1] مولانا محمد اشرف بھیروی نے ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا (غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ، قلمی ورق ۱۱ ب)

۱۲۔ مولانا عطاء اللہ قندھاری

۱۳۔ مولانا محمد صالح نجاہی

۱۴۔ مولانا سلطان احمد کانگڑہ والے

۱۵۔ میاں غلام محمد ساکن قصبہ چودھواں، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۱۶۔ میاں شیر محمد کلاچی والہ

۱۷۔ مولوی غلام حسن ساکن ڈیرہ اسماعیل خان

۱۸۔ پیر فضل شاہ (پنجابی شاعر) مدفون نواں کوٹ، لاہور

حضرت مولانا قصوریؒ کے خلفاء ان کے علاوہ بھی تھے، ان تمام حضرات کے حالات قلم بند کرنا ممکن نہیں ان شاء اللہ زیر ترتیب کتاب حیات مولانا قصوری میں تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

ان خلفاء میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام نبی للہی، مولانا حافظ غلام مرتضی بیر بلوی اور حافظ نور الدین چکوڑی کے کارہا دینی وروحانی بہت معروف ہیں۔

کتب خانہ

حضرت مولانا قصوریؒ کا نہایت بیش قیمت کتب خانہ تھا جو بالآخر تباہ وبرباد ہو گیا راقم احقر کو اللہ کے فضل و کرم سے اس کے باقی ماندہ آثار میں سے سات الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبد الرسولؒ اس کتب خانہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے چنانچہ روزِ وفات نہایت حسرت سے کتب خانہ کی چابیاں اپنے نواسے حضرت سیّد حافظ محمد مرحوم کو عنایت کیں، لکھتے ہیں:

''کلید ہای کتب خانہ حوالہ این فقیر کردند[1]''

اس کے تباہ شدہ حصے میں مخطوطات کے متفرق اوراق سے بھری ہوئی ایک بوری بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے یہ واضح ہوا کہ فقہ، حدیث اور تصوّف کی نادر کتب جن سے آج دنیا کے اہم کتب خانے محروم ہیں اس کتب خانہ کی زینت تھیں، پھر سیّد محمد صاحب مرحوم کی مجذوب اولاد کے ہاتھوں یہ کتب خانہ لٹنا اور تباہ ہونا شروع ہوا،

---

[1] محمد قصوری، حافظ، سیّد: بستانِ معرفت ص ۱۳

راقم کے معاصر بزرگ مولانا سیّد محمد طیب شاہ ہمدانی ساکن قصور کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک مجذوب الحال صاحبزادہ جس چوغہ والے بزرگ کو دیکھتے تھے اُسے بے دریغ کتابیں دے دیتے تھے، اس دوران مولانا ہمدانی صاحب کو بھی کچھ مخطوطات انہوں نے بطور تحفہ دیئے جواب تک ان کے پاس محفوظ ہیں۔

راقم کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا ایک رقعہ دستیاب ہوا ہے جس میں حافظ سیّد محمد صاحب مرحوم سے مخطوطات بطور استفادہ مستعار لینے کا ذکر ہے۔

آخر اس کا تباہ شدہ باقی حصہ حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ صاحب مذکور کے قبضے میں ۱۹۵۰ء کو آیا جسے انہوں نے حفاظت سے رکھا اور راقم کی مسلسل جدوجہد سے حکیم صاحب قبلہ نے یہ سارا کتب خانہ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد میں محفوظ کروادیا ہے۔

تصانیف

حضرت مولانا قصوریؒ کثیر التصانیف عالم تھے، لیکن نشیب و فرازِ زمانہ سے بہت سی کتابیں تلف ہو چکی ہیں، اب تک احقر کو آپ کی تصانیف میں سے صرف اٹھارہ رسائل اور مجموعہ ہای مکاتیب کا علم ہوا ہے، جن کی مختصر فہرست یہ ہے:

۱۔ شرح گلستانِ سعدی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء

مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، قلمی بخطِ مصنف مولانا قصوریؒ

۲۔ رسالہ علم میراث بسال رمضان ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء

قلمی بخطِ مصنف مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد

۳۔ تحفۂ رسولیہ (خصائص، مناقب و معجزات حضرت نبی کریم ﷺ) بسال ۱۲۳۴ھ (فارسی نظم)

متعدد مرتبہ طبع ہوا، مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۷ھ کا مطبوعہ نسخہ راقم کے پیش نظر ہے۔[1]

۴۔ زاد الحاج (مسائل حج و زیارت) پنجابی نظم

اب تک اس کے دو خطی نسخے راقم کی نظر سے گذرے ہیں:

(i) ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۷۶۶

(ii) نسخہ کتب خانہ شخصی مولانا سیّد محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور بخطِ مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم

۵۔ رسالہ نظامیہ (در بحث وحدت الوجود) فارسی نظم، بفرمائش شیخ معاصر سیّد نظام الدین کھیم کرنی ف ۱۲۹۵ھ[2] / ۱۸۷۸ء

اس کے دو خطی نسخے میرے علم میں ہیں:

---

۱ مولوی غلام رسول گوہر نقش بندی نے تحفۂ رسولیہ کے ۲۷ شعروں پر مشتمل حلیۂ مبارک نبی کریم ﷺ کا اردو ترجمہ مراۃ الجمال کے نام سے ۱۹۷۵ء کو قصور سے شائع کیا۔

۲ محمد بشیر حسین: فہرست مخطوطات شیخ، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۵

ا۔ کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور[1]

۲۔ کتب خانہ مولانا سیّد محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور

۶۔ سلالة الميرورة فی تجویز اسماء المشهورة (در رد مولوی محمد خرم دہلوی)۔ فارسی نثر

اس رسالہ میں غلام محی الدین، عبد الرسول اور عبد النبی وغیرہ نام رکھنے کے جواز میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ اس کا خطی نسخہ بخطِ مولانا غلام نبی للہی، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۷۔ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ، قلمی ذخیرۂ شیرانی، دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۱/ ۶۲۸۰

۸۔ الفاظِ چند، قلمی، ذخیرہ شیرانی ۳/ ۳۳۶۵

۹۔ دیوان حضوری قصوری

آپ کے نعتیہ اشعار اور مناقب بزرگان کا مجموعہ ہے، اس کے دو خطی نسخے معلوم ہیں۔

ا۔ مملوکہ حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور

۲۔ مملوکہ سیّد شبیر احمد شاہ مرحوم

اس دیوان کے بعض اجزاء (قصیدہ محمدی، قصیدہ شفائی، نعت شریف، مدح حضرت غوث الاعظمؒ، در بعض مدحیات، پنجابی) مع اُردو ترجمہ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے قصور سے ۱۹۷۶ء میں بنام احسن الکلام گوہر نظام، شائع کیے۔

۱۰۔ اسرار الحقیقة (مدح)

قلمی مخزونہ کتب خانہ خانقاہِ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسمٰعیل خان[2]

۱۱۔ خطباتِ حضوری (مجموعہ خطباتِ عیدین و جمعہ) مطبوعہ لاہور

۱۲۔ مکاتیب طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا قصوریؒ) مرتبہ صاحبِ مکتوباتِ خود مولانا قصوریؒ

---

[1] مبارک علی شاہ: ذکر خیر (در حالات مولانا شاہ عبد الحق محدث قصوری) ص ۵۔۶

[2] تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۷۷

اس میں اپنے پیر بزرگوار حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور دیگر احباب کے نام مکتوبات ہیں اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ ذخیرہ شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۵۱/ ۳۷۸۴

۲۔ کتب خانہ شخصی محمد اقبال مجددی

۱۳۔ **مکاتیبِ شریفہ** بنام مولانا غلام نبی للہی جامع حضرت للہی، اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ ذخیرہ شیرانی

۲۔ ذخیرہ محمد اقبال مجددی

۱۴۔ **مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی**

مشمولہ ضمیمہ سلسلۃ الاولیاء مولفہ محمد صالح کنجاہی، قلمی مملوکہ پروفیسر احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۵۔ **مکتوبات بنام مولوی غلام محمد**، اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔

اول۔ بخطِ مصنف (صاحبِ مکتوبات) مملوکہ حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور

دوم۔ نقلش مملوکہ محمد اقبال مجددی۔ کاغذ کہنہ

۱۶۔ **مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یارانِ خود**

متفرق مکتوبات کا مجموعہ جامع راقم محمد اقبال مجددی

۱۷۔ **بیاض نظم و نثر** ۱۲۳۲۔۱۲۶۹ھ اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں، خطی نسخہ کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع میں ہے[1]۔

شرح درود مستغیثات، پنجابی نظم، مشمولہ رسالہ در اظہار انکار المنکرین تالیف مولانا نبی بخش حلوائی لاہوریؒ، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۴۹۔۶۴

---

[1] محمد بشیر حسین ڈاکٹر: فہرست مخطوطاتِ شفیع۔ ص ۱۹۷

ان کے علاوہ مولوی امام الدین نے ان رسائل کا ذکر کیا ہے جن کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے لیکن ان میں سے بعد میں چند ایک معلوم ہو گئے ہیں۔

۱۔ خلاصۃ التقریر فی مذمت الغنا و المزامیر[1] (فہرست مشترکہ، ۳/ ۱۷۰۶)

۲۔ قصیدہ شفاعتیہ۔ این رسالہ خرد در مدح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم (است)

۳۔ مدح پیر زال در زبان نظم فارسی و پنجابی و مدح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ (ممکن ہے کہ یہ آپ کے دیوان کا جزو ہوں) مطبوعہ، قصور

۴۔ شجرہ ہای خود طریقہ مجددیہ، قادریہ و چشتیہ در نظم فارسی، عمدہ ترکیب[2]

رسالہ رد فرقہ وہابیہ۔ در اثبات استماع موتیٰ است[3]۔

مولوی امام الدین نے آپ کی آخری زندگی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

''اخیر عمر خود ایشاں در مذمت فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ از حد زیادہ می کردند دوستان و آشنایان خود را از کید و مکر آن مردودان خبردار می فرمودند چنانچہ در رد انہا یکی از غزل[4] معمورہ اند[5]''

۵۔ حواشی مشکوٰۃ المصابیح

یہ وہ نسخہ شریفہ (مکتوبہ ۹۹۱ھ) ہے جسے آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں دہلی میں پڑھا تھا اور جس میں شاہ صاحب کی عطا کردہ سند حدیث اصل مع مہر مجلد ہے، یہ حواشی نہایت باریک خط میں آپ نے خود تحریر کیے ہیں، حکیم ارشاد حسین کی وفات کے بعد

---

[1] امام الدین: مقاماتِ طیبین ص ۱۳

[2] ایضاً ص ۱۴

[3] ایضاً ص ۱۳

[4] یہ غزل آپ کے کتب خانہ کے ایک خطی مجموعہ (تحفہ وہابیہ رسالہ در وہابیہ از مولوی عبداللہ پٹنی گجراتی) کے مابین مجلد ہے، یہ مجموعہ اس وقت کتب خانہ مسجد مولوی محمد شریف نوری، لاہور میں موجود ہے۔

[5] امام الدین: مقاماتِ طیبین ص ۱۴

ان کے فرزندوں نے یہ پیش بہا خطی نسخہ افغانان کو فروخت کر دیا ہے۔

۵۔ **تصحیح و تحشیہ تفسیر حسینی** (جلد اول)، حضرت قصوری نے یہ جز خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

کئی مقامات کے حواشی پر اپنا نام بصراحت تحریر کیا ہے یہ کام قبل ۱۲۶۷ھ کا ہے۔

۶۔ **اُردو اشعار**، ایک اور بیاض حضرت قصوری کی ہے جس میں آپ نے اپنے اُردو اشعار اور شجرات بھی نظم کیے ہیں، یہ پورا مجموعہ ہمارے نزدیک بیاضِ ثانی کے طور پر ہے۔

۷۔ **شجرہ نامہ قادریہ و نقشبندیہ**، قلمی نسخہ ذخیرہ حضرت خواجہ قصوری در کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۷۵

۸۔ **جواز استمداد من اہل القبور** تالیف حضرت قصوری کا رد محمد بن غلام اکبر خوشابی نے سماع موتیٰ و استمداد کے نام سے لکھا تھا، خطی نسخہ مخزونہ نیشنل میوزیم، کراچی نمبر ۱۴۸۔۱۹۶۸۔N.M (فہرست نسخہ ہای خطی فارسی)

ملفوظاتِ شریفہ[1]

مشائخ کے ملفوظات ہماری مذہبی، معاشرتی اور فکری تاریخ کے سب سے اہم مآخذ ہیں، انہیں نظر انداز کرکے کوئی مورخ بھی کسی عہد کی معاشرتی زندگی اور انسانی فکر و عمل کے نشیب و فراز کی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا۔

اس اعتبار سے جب ہم حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ملفوظات کے پیش نظر مجموعہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس وقت اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہمیں اس دور کے ملفوظاتی لٹریچر میں انتہائی فقدان نظر آتا ہے۔ خصوصاً تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) جبکہ سارا ہندوستان سیاسی انتشار کا شکار تھا اس اہم موضوع کی طرف بہت کم توجہ کی گئی، اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ جیسی ہمہ گیر شخصیت کے ملفوظات کا اب تک صرف ایک ہی مجموعہ سامنے آیا ہے وہ بھی پوری زندگی کے سخنان نہیں ہیں بلکہ چند ماہ کے ہیں یعنی درالمعارف۔

---

[1] جامع نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا، ہم نے صاحب ملفوظات کے مکتوباتِ شریفہ کی مناسبت سے مجموعہ ہذا کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ مجددی

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس دور کا قلیل ملفوظ لٹریچر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے شعلوں کی نذر ہو چکا ہے۔

ملفوظات شریفہ میں اس کے جامع فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ شاہ صاحب کے ملفوظات سے آپ کے خلفاء نے دفاتر جمع کر رکھے ہیں:

''بعضی خلفائے اجلہ را یافتم کہ بقصدِ نفع عباد اللہ در صدد جمع اکثر ملفوظات آن کریم الذات شدہ بتدوین دفاتر پر داختہ اند''

ظاہر ہے کہ ان دفاتر میں سے بہت ہی کم مواد اس وقت دنیا کے غیر معروف کتب خانوں میں دبا پڑا ہو گا، یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ یہ سخنان میدانِ تصوف کے کسی نو وارد کے نہیں ہیں بلکہ اس بزرگ شخصیت کے کلمات ہیں جس کی زندگی کے چھیاسٹھ سال صرف دہلی جیسے مرکزی شہر میں گذرے جہاں کے اثرات سارے ہندوستان پر براہِ راست پڑتے تھے۔ اگرچہ پیش نظر ملفوظات کا یہ مجموعہ بھی ساری زندگی کا نہیں ہے بلکہ چند روزہ حاضری کی روداد ہے لیکن یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ دورِ آخر کے تمام تر تجربات کا حاصل ہے۔

سالِ تدوین

قارئین کو تعجب ہو گا کہ اس مجموعہ ملفوظات میں سالِ تحریر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا اگرچہ بعض مقامات پر تاریخیں مندرج ہیں مثلاً ۲۹ شعبان ۲۲۔ ۲۳ رمضان المبارک اور عید الفطر وغیرہ لیکن سالِ حاضری کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

اس سے سالِ تحریر کا اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کیوں کہ مختلف مقامات پر اس میں ایسے کئی اشارات ملتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ کس سنہ میں مرتب ہوا اس میں ایک مقام پر شاہ صاحب کا یہ ارشاد درج ہے کہ جب ہم دہلی پہنچے تو اس وقت ہماری عمر سترہ برس تھی اور آج ساٹھ (۶۰) برس ہمیں یہاں قیام کیے گذر چکے ہیں، اس سے یہ قرائن سامنے آتے ہیں:

۱۔ آپ کی ولادت جیسا کہ ہم نے شروع میں ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء لکھی ہے۔

۲۔ لہٰذا آپ (۱۱۵۶ + ۱۷ = ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) میں دہلی پہنچے

۳۔ اب اگر ۱۱۷۳ھ میں ساٹھ سال مدت قیام جمع کریں تو ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء برآمد ہوتا ہے جو اس ملفوظات کے مجموعہ کا قیاسی سال ترتیب اور حضرت جامع کی حاضری کا سال ہے۔

یہ ملفوظات مولانا غلام محی الدین نے اپنی دوسری حاضری کے موقع پر جمع کیے۔

چند اہم نکات

اس مجموعہ کے چند قابلِ توجہ مختصات کا بیان بے محل نہ ہوگا۔

۱۔ اس میں جابجا حضرت مرزا صاحب و قبلہ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں اس سے قارئین اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ یہاں حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہ کے علاوہ کوئی اور شخصیت بھی مراد ہیں۔ جنہیں قبلہ کہا گیا ہے بلکہ یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کا تکیہ کلام تھا جیسا کہ آپ کے دوسرے معروف مجموعہ ملفوظات در المعارف میں متعدد مقامات پر ایسا ہی درج ہوا ہے[1]۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب و قبلہ ایک ہی شخصیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ اس میں انگریزوں کی صنعتِ انجماد آب (برف سازی) کا بھی ذکر آگیا ہے وہ اس طرح کہ آپ کو ایک مرتبہ ٹھنڈے پانی کی طلب ہوئی، پانی حاضر کیا گیا تو اس کی خنکی طبع شریف کے موافق نہیں تھی آپ کے ایک مرید نے جو حکومت انگریزی کا ملازم تھا عرض کی کہ:

"انگریز صنعتی مہیا ساختہ اند کہ آب فی الفور در ظرف منجمد می گردد لاکن بر آن مبلغہا بسیار خرچ می شوند"

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی انجمادِ آب کا ایک طریقہ ہے جس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے حاضرین میں سے خواجہ حسن مودودیؒ سے فرمایا کہ دو سو مرتبہ اس پانی پر الااللہ کی ضرب مع بادکش لگاؤ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پانی فی الفور سرد ہو گیا۔

۳۔ ملفوظات ہذا کے مطالعہ سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھریؒ نے اپنے مرشد کے مکتوبات کی شرح لکھی تھی۔

---

[1] رافت رؤف احمد مجددی: در المعارف۔ ترکی ص ۳۵۔ بعد

۴۔اس کے خاتمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت جامع ملفوظاتِ ہذا اپنے قیام درگاہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دوران یہ سخنان بلند نشان مختلف کاغذات پر تحریر فرماتے رہے پھر واپس قصور پہنچ کر اس کی تسوید سے تبییض کا موقع نہ مل سکا، آپ کے خلیفۂ ارجمند حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ نے متعدد مرتبہ اس کی تبییض کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کروائی لیکن یہ کام تعویق میں رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، پھر صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول بن جامع ملفوظات کے ایما پر ان متفرق اور کہنہ پرچوں کو جمع کر کے "بہ ترتیب لائق وترکیب فائق" مجموعہ کی صورت میں جمع کیا۔

ماخذ

مخطوطات:

۱۔ امام الدین کھوتکی: مقامات طیبین ۱۳۰۸ھ، کتابخانہ خانقاہ للہٰ شریف جہلم

۲۔ غلام حسن: بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی، مخزونہ کتابخانہ دانشگاہِ پنجاب، لاہور

۳۔ شاہ غلام علی دہلوی: احوالِ بزرگان۔ مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور

۴۔ ایضاً: رسالہ در ذکر مقامات و معارف وواردات حضرت مجدد الف ثانی، بہ تقابل نسخہ دیگر از مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امروہوی، اسلام آباد

۵۔ گول، شیخ بہلول برکی جالندھری: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار، مخزونہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری، کراچی

۶۔ اقبال مجددی: مقاماتِ شرافت (سخنان، مکاتیب و تحریراتِ متفرقہ) حالاً مشمولہ تذکرۂ شرافت نوشاہی، مطبوعہ اسلام آباد

۷۔ امام الدین کھوتکی: مقاماتِ طیبین (۱۳۰۸ھ) مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولوی غلام نبیؒ للہ شریف، ضلع جہلم

۱۶۔ مجہول الاسم: رسالہ مسائل فقہ، مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور

۸۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: مکاتیب طیبہ جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۹۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: رسالہ علم میراث، بخطِ مصنف، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکزِ تحقیقات فارسی ایران پاکستان، اسلام آباد

۱۰۔ غلام محی الدین کنجاہی بن مولوی محمد صالح: مجمع التواریخ، مملوکہ محمد اقبال مجددی

۱۱۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، بخطِ مصنف، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۲۔ مجہول الاسم: رسالہ در حالات حضرت شیخ محمد عابد سنامی قلمی

۱۳۔ محمد عابد سنامی، شیخ: چہل مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانیؒ (انتخاب) بادیباچہ مولوی نعیم اللہ بہڑائچی، قلمی ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی۔ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۸۶۸ / ۳۹۰۱

۱۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، قلمی، مخزونہ کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام، بھانہ ماڑی، پشاور

۱۵۔ محمد صادق: کلمات الصادقین، تصنیف ۱۰۲۳ھ، قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۶۔ موسیٰ خان دہ بیدی: نوادر المعارف، قلمی مملوکہ حاجی ملا عبد الغنی، قندھار

۱۷۔ شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری: لباس برہنہ (تلخیص فتاوٰی برہنہ) تصنیف مولوی نصیر الدین لاہوری، قلمی، مملوکہ مولانا محمد طیب ہمدانی، قصور

مطبوعات عربی

۱۸۔ عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸ جلدیں، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۲۔ ۱۹۷۰ء

۱۹۔ محمد بن عبد اللہ الخانی الخالدی: البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقہ الخالدیہ، مصر ۱۳۱۹ھ

۲۰۔ علامہ شامی: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی، مشمولہ رسائل شامیہ، سہیل اکیڈمی، لاہور

۲۱۔ محمد زاہد بن حسن الدوزجوی: ارغام المرید (فی شرح النظم العتید)، ترکی ۱۹۷۷ء

مطبوعاتِ فارسی

۲۲۔ شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۹ء

۲۳۔ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین (مناقب و معمولات سیّد حسن فاضلی) مطبوعہ، مطبع اکبری، آگرہ، ۱۳۱۳ھ

۲۴۔ شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقت، مطبع علوی ۱۲۸۴ھ (رسائل سبع سیارہ)

۲۵۔ رافت رؤف احمد مجددی: در المعارف، ترکی، ۱۹۷۴ء

۲۶۔ شاہ عبد الغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری، شامل بطور تکملہ مقامات مظہری، مطبع احمدی، دہلی ۱۲۶۹ھ

۲۷۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، ثمر ہند، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

۲۸۔ شاہ غلام علی دہلوی: رسائل سبعہ سیارہ، مطبوعہ، مطبع علوی ۱۲۸۴ھ

۲۹۔ ایضاً: مکاتیب شریفہ، ترکی ۱۹۷۵ء

۳۰۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، اکمل المطابع، دہلی ۱۲۸۲ھ

۳۱۔ عزیز اللہ عطاری قوچانی: فہرست مخطوطاتِ فارسی مدینہ منورہ، تہران ۱۳۴۷ش

۳۲۔ شاہ غلام علی: مقاماتِ مظہری، مطبع احمدی دہلی، ۱۲۶۹ھ

۳۳۔ نعیم اللہ بہرائچی: معمولات مظہریہ، مطبع نظامی، کانپور ۱۲۷۵ھ

۳۴۔ دانش پژوہ محمد تقی: فہرست نسخہ ہای خطی دانش گاہ تہران، جلد ۱۳، تہران

۳۵۔ تصدق حسین موسوی: فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن جلد اول

۳۶۔ احمد منزوی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، شش جلد، تہران ۱۳۴۸ھ، ۱۳۵۳ش

۳۷۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: تحفہ رسولیہ، لاہور ۱۳۰۸ھ

۳۸۔ سیّد محمد، حافظ، صاحبزادہ: بستانِ معرفت (حالات حافظ عبد الرسول قصوری) لاہور، ۱۳۰۳ھ

۳۹۔ محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع (ڈاکٹر خان بہادر محمد شفیع)، لاہور، ۱۹۷۲ء

۴۰۔ تسبیحی محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء

۴۱۔ مظہر، جانِ جاناں، میرزا: مکاتیبِ میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی، بمبئی ۱۹۶۶ء
۴۲۔ رفعت جنگ معظم الدولہ: شجرہ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری، دکن ۱۹۳۸ء
۴۳۔ عماد الملک غازی الدین، نظام: مناقبِ فخریہ، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۱۵ھ
۴۴۔ مظفر صدر: شرح احوال و آثار و افکار علاء الدولہ سمنانی، تہران۔
۴۵۔ عبدالرحمٰن اسفرائنی و علاء الدولہ سمنانی: مرشد و مرید (مجموعہ مکاتباتِ مابین اسفرائنی و سمنانی) تہران، ۱۹۷۲ء
۴۶۔ بدرالدین سرہندی، مولانا: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الٰہی، لاہور، محکمہ اوقاف، ۱۹۷۱ء
۴۷۔ خیام پور، عبدالرسول: فرہنگ سخنوران، تبریز، ۱۳۴۰ش
۴۸۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنو ۱۳۰۷ھ
۴۹۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات، لاہور، ۱۹۶۷ء
۵۰۔ ایضاً: مشائخ طرقِ اربعہ، ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان۔ کراچی ۱۹۶۹ء
۵۱۔ محمد رضا شیخ: ریاض الارواح غزنہ، کابل ۱۳۴۶ش

مطبوعاتِ اُردو

۵۲۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اُردو ترجمہ مطبوعہ، لاہور (س۔ن)
۵۳۔ رحمٰن علی مولوی: تذکرہ علمائے ہند ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
۵۴۔ خلیق احمد نظامی: ۱۸۵۷ء سے پہلے کے مشائخ دہلی، مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۶ء
۵۵۔ احمد خان، سرسید: آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء
۵۶۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقاماتِ خیر (احوال و معارف حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ)، دہلی ۱۳۹۲ھ
۵۷۔ محمد معصوم، شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور، ۱۳۰۸ھ
۵۸۔ وحید، واحد علی: پشت نامہ ہسوہ، بہرائچ، ۱۹۲۹ء

۵۹۔ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد، ۱۹۷۵ء

۶۰۔ محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبد اللہ خویشگی قصوری، لاہور ۱۹۷۲ء

۶۱۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، المعارف، لاہور ۱۹۷۵ء

۶۲۔ محمد حسن کرتپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۲ھ

۶۳۔ محمد شفیع: اولیائے قصور (یادداشتہائے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع دربارہ قصور)، لاہور، ۱۹۷۲ء

۶۴۔ غلام دستگیر قصوری: ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ

۶۵۔ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح مولانا غلام محی الدین قصوریؒ)، لائل پور ۱۹۶۶ء

۶۶۔ مبارک علی شاہ: ذکر خیر (حالات مولانا شاہ عبد الحق محدث قصوری)، لاہور ۱۳۶۲ء

۶۷۔ ابو الحسنات سیّد عبد اللہ: گلزار اولیاء، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۰ء

۶۸۔ محمد حسن کرتپوری: ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ، لاہور (س۔ن)

۶۹۔ خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت، مطبوعہ بصورت عکس، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء

۷۰۔ بحر العلوم علاء عبد العلی: رسالہ وحدت الوجود مرتبہ زید ابو الحسن فاروقی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۷۱ء

۷۱۔ خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء

۷۲۔ خلیق انجم: میرزا مظہر جانِ جاناں کے خطوط، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۰ء

۷۳۔ عبد القادر رام پوری مولوی: علم و عمل (روزنامچہ) مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۰ء

۷۴۔ محمد عالم شاہ فریدی: مزاراتِ دہلی (طبع دوم۔ س۔ن)

۷۵۔ نساخ، عبد الغفور: سخن شعراء، لکھنو ۱۲۹۱ھ

۷۶۔ شوق، احمد علی: تذکرہ کاملانِ رام پور، دہلی ۱۹۲۹ء

۷۷۔ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، لکھنو ۱۹۰۶ء

۷۸۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور ۱۳۳۵ھ (اُردو ترجمہ) چار رکن (حصے)

۷۹۔ محی الدین: دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف، لاہور، ۱۹۷۱ء

ملفوظاتِ شریف، لاہور، مقدمہ (۱۹۷۸ء)

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۹۷۱۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔ ۱۶۲۴ء) کی اولاد میں سے تھے[1]، موصوف مفسر، محدث صوفی اور فارسی واُردو کے شاعر بھی تھے۔

حضرت رافت نے خود لکھا ہے کہ میری ولادت ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کو مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی، میرے جد بزرگوار نے میرا تاریخی نام رحمٰن بخش رکھا، سن شعور میں داخل ہوتے ہی میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عہد کے ایک مشہور ولی حضرت فیض بخش ملقب بہ شاہ درگاہی قدس سرہ کے آستانہ پر پہنچ گیا۔ شاہ درگاہی[2] (۱۱۶۰۔ ۱۲۲۶ھ / ۱۷۴۷۔ ۱۸۱۱ء) کے حضور رہ کر شدید ریاضتیں کیں اور سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل کی، آپ پندرہ سال تک ان کی خدمت میں رہے دیگر سلاسل میں بھی اجازات ملیں اور ایک عرصہ تک شیخ طریقت کی حیثیت سے عوام کی رہنمائی کرتے رہے[3]۔

---

[1] شاہ رؤف احمد رافت بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن شیخ رضی الدین ابن شیخ زین العابدین عرف شاہ فقیر اللہ بن شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی (ہدیۂ احمدیہ، ص ۸۶۔ ۱۰۷)

[2] حضرت شاہ درگاہی رام پوری کا نام فیض بخش تھا، حافظ جمال اللہ رام پوری کے خلیفہ تھے جو سیّد قطب الدین محمد اشرف کے خلیفہ اور وہ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے اور وہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی ملقب بہ حجۃ اللہ کے اور وہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے اور آپ اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلیفہ نامدار تھے، حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) جواہر علویہ ۱۷۱۔ ۲۷۲

(۲) مجمع الکرامات مؤلفہ امام الدین ترجمہ حامد حسن قادری، دہلی ۲۰۰۲ء

(۳) تذکرہ کاملان رام پور، مؤلفہ: احمد علی شوق، پٹنہ۔

[3] رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ۱۷۱۔ ۳۰۰

حضرت شاہ رؤف احمد کے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی (ف ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) پہلے ہی حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کر رہے تھے، انہوں نے شاہ درگاہی کے وصال (۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کو خط لکھا کہ میں آپ سے استفادہ باطنی کرنا چاہتا ہوں، جس پر آپ نے جواب دیا کہ آپ شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں جائیں جس پر آپ مشیخت چھوڑ کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہی معاملہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت کا تھا کہ آپ بھی شیخ طریقت تھے اور مشیخت ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت بابرکات میں دہلی حاضر ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ نے خود لکھا ہے کہ میں القائے ربانی سے آپ کے حضور حاضر ہوا[1]۔

حضرت رافت نے آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کے مجموعے بھی جمع کیے اور آپ کے مبارک احوال پر ایک کتاب جواہر علویہ کے نام سے لکھی یہ سب کچھ نہ صرف حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات کے لیے ناگزیر ماخذ ہیں بلکہ اس عہد کا نہایت قابل قدر لٹریچر بھی ہے جس میں عصری تاریخ کے معاشرتی نکات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ رؤف احمد نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے ماموں حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری[2] کی خدمت میں کی پھر مفتی شرف الدین رام پوری[3] اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ) کی خدمت میں بھی پڑھا[4]۔

---

۱ رافت: جواہر علویہ ۲۹۸

۲ شاہ سراج احمد مجددی (۱۱۷۶۔ ۱۲۲۰ھ / ۱۷۶۲۔ ۱۸۰۵ء) بن شیخ محمد مرشد بن شیخ محمد ارشد بن علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی اپنے عہد کے نامور عالم اور کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے (جواہر علویہ ۲۸۳)

۳ مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء) نامور سنی عالم تھے، غیر مقلدین کے سخت مخالف تھے (تذکرہ علمائے ہند ۲۳۲۔ ۲۳۳) نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۸۸۔

۴ حدائق الحنفیہ ۴۹۰

ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ رؤف احمد بھی اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی کی طرح شاہ درگاہی کے وصال کے بعد ہی دہلی آکر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر باطنی استفادہ میں مصروف ہو گئے ہوں گے، خود لکھتے ہیں۔

۱۴ محرم الحرام ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو حضرت شاہ غلام علیؒ نے مجھے مراقبہ کمالات نبوت تلقین فرمایا اور اس سے چند روز قبل مجھ فقیر پر عصر خاک کی توجہات فرمائیں، جس کا اثر فقیر نے اپنے اندر محسوس کیا[1]۔

اس کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں: ۱۰ صفر ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مجھے مراقبہ کمالات اولی العزم تلقین فرمایا[2]۔

مزید نوازشات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے، بروز دوشنبہ ۲۱ ذیقعد ۱۲۳۱ھ / ۱۵۱۶ء کو عناصر ثلاثہ کی توجہ دے کر مراقبۃ الباطن تلقین کیا[3]۔

پھر ایک سال کے بعد صفر ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو مجھے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ سلاسل کی اجازت دوبارہ عنایت فرما کر رام پور جانے کا امر فرمایا، اس دوران راقم کے باطنی احوال کی خطوط کے ذریعہ مسلسل پرسش کرتے رہے اور صرف نوماہ کے بعد ہی گرامی نامہ لکھ کر مجھے دہلی طلب کیا، میں شوال میں حاضر خدمت ہوا تو مجھے لطیفہ قلب کی توجہات فرمائیں اور چند ماہ کے بعد ہی مجھے حقیقت کعبہ کی توجہات میں بھی شامل کر لیا اور پھر مجھے حقیقت کعبہ تا سلوک مجددیہ یعنی لاتعین سے ہمکنار کیا اس طرح ہر مقام کے مراقبات بھی تلقین کیے....... اسی قیام کے دوران ہی مجھے کلاہِ رضا بھی عطا فرمایا[4]۔

---

[1] رافت، رؤف احمد: درالمعارف، استنبول، ۱۹۷۴ء ص ۱۵۵

[2] ایضاً ص ۱۵۶

[3] ایضاً ص ۱۵۰

[4] ایضاً ص ۱۵۷

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے شاہ رؤف احمد کو پھر جمادی الثانی ۱۲۳۳ / ۱۸۱۸ء میں دہلی طلب فرمایا اور اجازت (مطلقہ) دے کر بلدۂ کوٹہ[1] و سرونج کے عوام کی دعوت و ارشاد کے لیے روانہ فرمایا[2]۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی اور مقامات پر بھی اپنے قیام کا ذکر کیا ہے[3]۔ آپ کا آخری قیام بھوپال میں تھا جہاں آپ کو قبول عام حاصل ہوا۔ بہت سے اصحاب نے آپ سے باطنی فیض پایا۔

آپ نے اپنی اسناد مصافحہ، سند حدیث اور دیگر اجازت نامے بھی نقل کیے ہیں[4]۔ شاہ غلام علیؒ کا اجازت نامہ بھی آپ نے اپنے خود نوشت حالات میں دے دیا ہے[5]۔

آپ فارسی اور اُردو میں شعر بھی کہتے تھے رافت آپ کا تخلص تھا آپ کے شاگرد مولوی عبد الغفور نساخ نے آپ کے ایک فارسی اور چھ اُردو دواوین کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ فن عروض و قوافی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے[6]۔ آپ مشہور شاعر قلندر بخش جرأت (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کے شاگرد تھے، نساخ کے علاوہ بھی کئی حضرات نے آپ سے اصلاح سخن لی تھی[7]۔

---

۱ کوٹہ (Kotah) راجپوتانہ میں ایک سٹیٹ ہے، (امپریل گزیٹیئر آف انڈیا ۱۵ / ۱۰ ۴۱۔ ۴۲۴) اسی طرح ہندوستان کے برطانوی عہد حکومت میں سرونج اور کوٹہ ایک مقام (Srungavarappukota) کے طور پر استعمال ہوتا تھا، جو موضع ویزاگاپٹم ضلع مدراس میں تھا۔ (ایضاً ۲۳ / ۱۱۳) سرونج کا والی نواب امیر خان حضرت شاہ غلام علی کا عقیدت مند تھا۔ (ملفوظات شریفہ ۱۹، مقدمہ)

۲ رافت، در المعارف ۱۵۸

۳ رافت: جواہر علویہ ۲۸۷۔۲۸۸

۴ ایضاً ص ۲۸۳۔۲۸۷

۵ ایضاً ص ۳۰۷۔۳۰۸

۶ نساخ، عبد الغفور: سخن شعرا ۱۷۸

۷ تقریباً ہر تذکرہ نویس نے شاہ رافت کے کلام کی خوبیاں بیان کی ہیں، تذکروں کے اقتباسات کے لیے ملاحظہ ہو اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ مؤلفہ سلیم حامد رضوی، ۱۱۶۔ و بہ بعد مقیت الحسن: رافت سرہندی: مقالہ مشمولہ نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۵۹ء

آپ نے خود لکھا ہے کہ آخر ماہ صفر بروز جمعہ ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو حضرت غلام علی نے بھوپال جانے کا حکم دیا آپ نواب گوہر بیگم قدسیہ کے زمانہ میں بھوپال آئے خود اپنے کلیات اُردو میں اس کا ذکر کیا ہے، نواب گوہر بیگم اور کئی امراء بھوپال نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اسی طرح وہاں کے عوام وخواص آپ کا بہت احترام کرنے لگے[۱]۔

آخری عمر میں ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء کو حج کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں یمن کے قریب آپ کا وصال ہو گیا اور یلملم کے مقام پر آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، اوّل شاہ خطیب احمد (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء)، دوم حسیب احمد (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء)، امتیاز بیگم کا نکاح حافظ اکرام احمد ضیغم بن حافظ قطب الدین اور آفتاب بیگم مولوی عبد المغنی بن شاہ ابو سعید مجددی کے عقد میں تھیں[۲]۔ شاہ خطیب احمد کے دو صاحبزادے محمد ابو البرکات (ف ۱۲۸۶ھ) اور پیر ابو احمد عبد اللہ (ف ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء) تھے موخر الذکر کے فرزند گرامی مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی (۱۳۰۳۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۸۸۵۔ ۱۹۷۰ء) جو بہت پابند شرع صوفی اور عالم تھے، مولانا ابو الحسن علی ندوی جیسے عالم نے آپ کے ملفوظات بڑے دل آویز پیرانہ بیان میں جمع کیے تھے[۳]۔

حضرت شاہ رؤف احمد نے بھوپال میں جس خانقاہ کی بنیاد ڈالی تھی وہ اب تک دعوت وارشاد میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے آپ کی اولاد میں سے صاحب علم وعرفان اب تک مصروف کار ہیں۔

شاہ رؤف احمد کثیر التصانیف صوفی اور عالم تھے آپ کی کتابوں کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ:

۱۔ احوال وکرامات شاہ درگاہی رام پوری

آپ نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے[۵] لیکن ہمیں تاحال اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

---

۱ سلیم حامد رضوی: اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ۱۱۶

۲ در المعارف ۱۵۷

۳ احمد ابو الخیر مکی: ہدیہ احمدیہ ۱۰۴۔۱۰۷

۴ یہ کتاب صحبتے با اہل دل کے نام سے لکھنو اور پھر کراچی سے طبع ہو چکی ہے۔

۵ رافت: جواہر علویہ ۲۷۱

۲۔ مثنوی اسرار

شاہ درگاہی کے ہمراہ پندرہ سال قیام کے دوران آپ نے یہ مثنوی لکھی[1] جس کا زمانہ ۱۲۱۱ تا ۱۲۲۶ھ ہے، اس مثنوی کا موضوع وحدت الوجود اور ولایت صغریٰ کا بیان ہے، اس کے کسی بھی نسخہ کا تاحال علم نہیں ہے۔

۳۔ دیوان غزلیات

مذکورہ قیام کے دوران آپ نے اپنا یہ دیوان مدون کیا[2]، معلوم نہیں کہ آپ کے جو داوین سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں کیا یہ دیوان ان میں شامل ہے یا نہیں۔

۴۔ مراتب الوصول

مولف نے یہ رسالہ مولوی ولی اللہ سنبھلی کی درخواست پر لکھا، اس میں حضرت شاہ غلام علی کی مجالس کے مطابق علم سلوک کا بیان ہے، مؤلف نے اپنے قیام سرونج (۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) کے دوران اسے مکمل کر کے اپنے شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، جس پر آپ نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اس پر ایک تقریظ بھی لکھی جو مؤلف نے خاتمہ کے طور پر آخر میں نقل کر دی ہے اس کے خطی نسخے کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی، کتابخانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں ہے[3]۔

۵۔ در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)

آپ نے حضرت شاہ ابو سعید مجددی کی فرمائش پر اپنے شیخ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ مرتب کیا اس کا آغاز روز سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ مسلسل ہیں آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن پر جامع نے اس وقت تاریخ تحریر درج نہیں کی تھی، ایسے

---

۱ ایضاً ۲۸۲

۲ ایضاً

۳ نوشاہی، سید عارف: فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب، ۱/ ۲۱۹، یہی رسالہ صادقہ مصدقہ کے نام سے کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے (فہرست مشترک ۳/ ۱۹۶۸ء) اور دانش گاہ پنجاب لاہور میں بھی ہے (نوشاہی: فہرست فارسی ۱/ ۴۳) تیسرا نسخہ، کتاب خانہ، رام پور میں ہے (فہرست فارسی ۱/ ۲۸۳)

فرمودات کو آپ نے آخر میں یکجا کر دیا ہے، جس میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ہیں یہ مجموعہ صوفیہ میں بہت مقبول رہا ہے اس کا فارسی متن کئی بار چھپ چکا ہے اس کے اُردو تراجم میں سے جناب عبد اللہ، مطبوعہ گجرات، جناب عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری، لاہور اور جناب نذیر رانجھا، راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں۔

۶۔ ملفوظات شاہ غلام علی دہلویؒ

حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے در المعارف کے بعد آپ کی سات مجالس کے سخنان ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ تا ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ کو دار المعارف کے جزیا تتمہ کے طور پر لکھے تھے، عزیزی ڈاکٹر سیّد عارف نوشاہی نے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھ کر اپنے مجموعہ مقالات نقد عمر ۴۲۱۔ ۴۱۰ میں خطی نسخہ کا عکس شامل کر دیا ہے جو فارسی نثر میں ہے، پھر جناب ڈاکٹر معین نظامی نے (مجلّہ) سفینہ (شعبہ فارسی) اورینٹل کالج، لاہور ۳ ص ۴۶، ۴۰ مرتب شکل میں شائع کیا ہے۔

۷۔ مکاتیب شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے کہ جسے شاہ رؤف احمد نے ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مرتب کیا، اس کا خطی نسخہ بخط شاہ رؤف احمد، مکتبہ ملک عبد العزیز (ذخیرۂ شیخ الاسلام عارف حکمت) مدینہ منورہ میں ہے۔ اس کا ایک انتخاب خواجہ غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء) نے کیا تھا جو ان کے ذخیرہ، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد میں ہے (ملفوظات شریفہ، مقدمہ ۴۴) مکاتیب شریفہ، صوفیہ میں بہت ہی معروف و مقبول رہا ہے اور اس کا فارسی متن بھی کئی بار طبع ہوا ہے اُردو ترجمہ جناب محمد نذیر رانجھا نے کیا جو کندیاں ضلع میانوالی سے چھپ چکا ہے۔

۸۔ جواہر علویہ

یہ نقش بندی مشائخ کا تذکرہ ہے آغاز میں حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے اپنے شجرۂ طریقت نقشبندیہ کے مشائخ کے مختصر حالات لکھے ہیں کتاب کا آخری نصف حصہ اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے احوال و مناقب، ملفوظات اور احوال خلفاء شیخ کا تذکرہ بڑے دل نشین اسلوب میں لکھا ہے، کتاب کے آخر میں اپنے خود نوشت حالات بھی تحریر کیے ہیں۔

اس کتاب کا فارسی متن تاحال شائع نہیں ہوا ہے اس کا وہ نسخہ جو خود مؤلف نے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو خانقاہ مظہری[1]، دہلی میں بھیجا تھا وہ اب تک وہاں محفوظ ہے۔ دوسرا نسخہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ[2] میں ہے اس کا ایک غیر مربوط اور محرف سا اُردو ترجمہ، مترجم نامعلوم، لاہور سے اللہ والے کی قومی دکان سے حدود ۱۹۳۵ء کو طبع ہوا تھا۔

۹۔ مکتوبات حضرت شاہ رؤف احمد

مرتب نامعلوم، یہ فارسی نثر میں ہیں، جو مطبع مجتبائی، لکھنؤ سے ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء سے طبع ہوئے تھے کل صفحات ۱۲۴ ہیں[3]۔

۱۰۔ مجموعۂ ادعیہ ماثورہ

اس میں مخصوص نمازوں مثلاً صلوٰۃ، تہجد، اوابین، قیام اللیل، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے ان کے علاوہ مختلف مسنون دُعائیں بھی تحریر کی ہیں، اس کا خطی نسخہ حکیم سیّد ظل الرحمٰن، اجمل خان طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے[4]۔

دیوان رافت: شاہ رافت کے شاگرد نساخ نے آپ کے سات دواوین کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک فارسی اور باقی اُردو میں ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل مخطوطات سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں، جو ذخیرہ فوجدار محمد خان سے یہاں لائے گئے ہیں۔

۱۔ **دیوان رافت:** اس میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں صفحات ۴۲۰ ہیں۔

۲۔ **کلیات رافت:** اس میں تقریباً ۴ ہزار اشعار ہیں اور ۳۰۰ صفحات ہیں۔

---

[1] زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر ۲۳

[2] نوشاہی، سیّد عارف: نقد عمر ۳۵۸

[3] نوشاہی: کتابشناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ ۱/ ۶۷۴

[4] تصوف برصغیر میں (تصوف کے نادر مخطوطات) پٹنہ ۱۹۹۲ء، ص ۵۵

☆ مثنوی زلیخائے ہندی، (بسال ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء) بفرمائش نواب معز محمد خان، یہ دو ہزار اشعار کی طویل مثنوی ہے۔

☆ مثنوی قصہ یہودی (بسال ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۳ء) اس کے ایک ہزار اشعار ہیں۔

☆ رسالہ مولود۔ یہ میلاد شریف کے موضوع پر ہے، تقریباً پندرہ سو اشعار ہیں[1]۔

☆ فقہ ہندی: اس میں چھ سو اشعار ہیں[2]۔

☆ شاہ رؤف احمد نے اُردو نثر میں تین کتابیں لکھی تھیں یعنی:

☆ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (معروف بہ معراج نامہ) اس ایک قلمی نسخہ ترقی اُردو بورڈ، کراچی میں ہے[3]۔

☆ ارکان اسلام: یہ کتاب آپ کے پوتے شاہ ابو محمد نے ۱۲۹۷ھ کو مطبع نظامی، کانپور سے شائع کروادی تھی[4]۔

یقیناً ان کے علاوہ بھی شاہ رؤف احمد کی تالیفات ہوں گی، آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے لکھا ہے کہ ہر فن میں ان سے کئی ایک رسالے یادگار ہیں[5] رضا لائبریری رام پور میں سلوک العارفین اور شراب رحیق نام کی دو کتابیں ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر محمد ایوب قادری[6] اور احمد علی شوق نے لکھا[7] ہے کہ وہ شاہ رؤف احمد کی تصانیف ہیں لیکن رضا لائبریری کے مخطوطات فارسی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں انہیں شاہ رؤف احمد کے استاد حضرت شاہ سراج احمد مجددی کی تصانیف لکھا گیا ہے[8]۔

---

[1] سلیم حامد رضوی: اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ص ۱۱۶۔ ۱۲۴

[2] ایضاً

[3] قادری، محمد ایوب: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۴۴۶، ۴۵۴

[4] ایضاً

[5] نساخ: سخن شعراء، ۱۷۸

[6] قادری: ایضاً ۴۴۵

[7] شوق، احمد علی: تذکرہ کاملان رام پور، ۱۴۶

[8] فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی ۱/ ۲۷۸

تفسیر رؤفی (تفسیر مجددی): حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے قرآن مجید کی یہ تفسیر اُردو نثر میں دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے۔ آپ نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۲۳۹ھ / ۱۸۳۲ء کو کیا اور ۱۱ ذیقعد ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۳ء میں مکمل کرلی، شاہ رافت نے مندرجہ ذیل مصرع سے اس کی تاریخ تکمیل اخذ کی ہے:

"تفسیر قرآن بہندی زبان ہے" ۱۲۴۸ھ

حضرت مؤلف نے ابتداء میں اس کے اغراض ومقاصد کی اُس طرح وضاحت کی ہے:

"سمجھ لیجیے کہ اس تفسیر میں جو معانی مسطور ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کتب تفسیر سے یا بعضے جا مناسب مقام کے احادیث صحیحہ سے یا کہیں کہیں مسائل موافق آیۂ شریف کے کتب فقہ معتبرہ سے مذکورہ ہوں گے، کہیں دخل اپنے ذہن فہم کا نہ ہو گا مگر اتنا کہ عبارت عربی اور فارسی کو زبان ریختہ میں بیان کرنا اور جس مقام پر کلام نظم لانا وہ البتہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزون بنانا ہو گا، کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں نہ لایا جائے گا اور مقام تصوف میں کتب معتبرہ صوفیہ سے نقل کیا جائے گا"۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد نے تفاسیر معتبر سے اخذ و اقتباس کیا ہے۔
۲۔ احادیث صحیحہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔
۳۔ کتب فقہ بھی پیش نظر رہی ہیں۔
۴۔ کتب تصوف سے بھی استنباط کیا ہے۔
۵۔ اس میں جہاں بھی اُردو (ہندی) اشعار نقل ہوئے ہیں وہ صرف حضرت مؤلف رافت کے طبع زاد ہیں[1]۔

اس میں مولف نے اُردو کو ریختہ اور ہندی لکھا ہے۔

(مؤلف کا طرز بیان) سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا دیتی ہے، لیکن یہ عیب اس دور کے اچھے لکھنے والوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے[2]۔

---

[1] قاری، محمد ایوب: ایضاً ۴۵۴۔۴۵۵، بہ تغیر قلیل

[2] رضوی، سلیم حامد: حوالہ مذکورہ ۱۴۵، قادری محمد ایوب: حوالہ سابقہ ۴۵۷

تفسیر روفی کا ایک ایڈیشن (نامی پریس بمبئی) سے ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کو طبع ہوا تھا، پھر اس کے مزید دو ایڈیشن اسی مطبع سے شائع ہوئے اب تک اس تفسیر کی کوئی تجزیاتی تحقیق بھی سامنے نہیں آئی، اس لیے فی الحال یہی قدیم ایڈیشن عکسی صورت میں طبع کروایا جارہا ہے، اس طباعت کے لیے ہمارے عزیز دوست جناب محمد کاشف رضا نے بہت جدوجہد کی ہے اللہ پاک انہیں اس کے لیے جزائے خیر دے، آمین۔

مولوی امام دین بن میاں محمد

مولوی امام دین چودھویں صدی ہجری کے ایک صوفی اور مولف تھے۔

مولوی امام دین بن میاں محمد کھوتکی کی ولادت ۵ر محرم ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۵ء کو موضع کھوتکہ میں ہوئی (مقاماتِ طیبین ۲۲۳) موضع کھوتکہ (Khotakkah) ضلع خوشاب (Khushab) کی وادیٔ سون سکیسر (Soon Sakesar) میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

مولوی امام دین نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور میاں حافظ حاکم سے حاصل کی۔ پھر ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء کو موضع میال (Mial) کے میاں غلام محمد (خلیفۂ شیخ عبداللہ کوہاٹی ثامنی) کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کے مستقر کھوتکہ میں اکثر آیا کرتے تھے ان سے بیعت بھی کی اور لطائف تک سلوک کی تعلیم انہی کی خدمت میں حاصل کی۔ اس کے بعد عبداللہ لاہوری اور حافظ برخوردار کی انواع اپنے والد سے پڑھی۔ علم فقہ کی مولوی نور محمد نلی، قاضی امیر عبداللہ خان، مولوی محمد عاقل اور مولوی عبدالعزیز بگوی سے تحصیل کی۔ (مقاماتِ طیبین ۲۲۴)

۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کو سلوک کی باقاعدہ تعلیم کے لیے میاں غلام محمد مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال ان کے پاس گذارا (ہمانجا ۲۲۵)

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں مزید تعلیم اور منازلِ سلوک کے سلسلے میں مولانا غلام نبی للہی (ف ۱۳۰۶ھ) (Lillahi) خلیفہ خواجہ غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ء / ۱۸۵۴ء ملفوظات شریفہ ۶۱) کی خدمت میں للّٰہ ٹاؤن (Lillah Town) تحصیل پنڈ دادن خان، حدود جہلم، حاضر ہوئے اور لطائف سے آغاز کیا، مولوی امام دین عرصہ تک سفر و حضر میں مولانا غلام نبی للہی کے ہمراہ رہے اوران کے ملفوظات بھی قلم بند کرتے رہے۔ (مقاماتِ طیبین ۲۲۷) اور منازلِ سلوک کا مسلسل ارتقاء بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ شیخ نے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) کو انہیں خلافت و اجازتِ مطلقہ بھی دے دی (ہمانجا ۲۲۸)۔

مولوی امام دین کے مرشد شیخ غلام نبی للہی اور ان کے شیخ خواجہ غلام محی الدین قصوری خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) فارسی، عربی اور اُردو میں کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے (سلسلۃ الاولیاء، مجمع التواریخ اور ملفوظاتِ مولوی غلام نبی للہی میں ان کے کارناموں کا تذکرہ ہے)۔

مولوی امام دین کئی کتابوں کے موکف تھے جن میں سے حسبِ ذیل فارسی تالیفات کا مختصر تعارف کروایا جارہا ہے۔

۱۔ مقاماتِ طیّبین:

اس کتاب میں دو صوفیہ کے حالات درج کیے ہیں اول خواجہ غلام الدین قصوری مذکور اور موکف کے شیخ مولوی غلام نبی للہی۔

موکف نے اس کتاب کا آغازِ تالیف اپنے شیخ سے منسلک ہوتے ہی یعنی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں کر دیا تھا اور ان کے ملفوظات بھی جمع کرنا شروع کر دیئے تھے جو اس کتاب کا جز ہیں (مقاماتِ طیّبین ۲۲۴) اپنے شیخ کے وصال ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء اور اس کے بعد تک اس کی تکمیل میں مصروف رہے، حدود ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں مکمل ہوئی۔

کتاب فارسی نثر میں ہے زبان و بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے بہت سے الفاظ مقامی زبان پنجابی کے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جابجا فارسی اشعار بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے دو خطی نسخے ایک بخطِ موکف اور دوسرا مکتوبہ ۱۹۴۵ء کتابخانہ خانقاہِ نقشبندیہ مولوی غلام نبی للہی، للّٰہ ٹاؤن میں محفوظ ہیں۔ جو میری نظر سے گذرے ہیں۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ تذکرۂ اعلیٰ حضرت للہی کے نام سے سیّد احمد سعید ہمدانی نے کیا جو لاہور سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔

۲۔ افکارِ مجددیہ

مولوی امام دین نے اس کتاب میں جو فارسی نثر میں ہے نقش بندی مجددی سلسلہ کی تعلیمات اور معمولاتِ زندگی اس سلسلہ کے صوفیہ کے لیے مشقی اسباق جمع کیے ہیں جن میں سلسلہ کے اوراد، وظائف، مراقبات

اور پند و نصائح بھی آ گئے ہیں۔ اس کتاب کے عمومی مآخذ مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی، زبدۃ المقاماتِ (برکاتِ احمدیہ)، مکاتیب شاہ غلام علی دہلوی، مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ اور حق المبین ہیں۔

اس کتاب کا ایک خطی نسخہ صاحبزادہ مطلوب الرسول خانقاہِ مولانا غلام نبی لِلّٰہ ٹاؤن میں محفوظ ہے۔ (فہرست مشترک ۳/۱۲۸۳)

۳۔ ردِّ زینت الاسلام

محمد بارک اللہ نے پنجابی نظم میں عقائدِ نجدیہ وہابیہ کی تائید میں ایک کتاب زینت الاسلام کے نام سے لکھی تھی، مولوی امام دین نے اس کتاب کا ردّ فارسی نثر میں لکھا۔ جس میں عقائدِ احناف اور صوفیہ کی تائید کی، فرقۂ وہابیہ پنجاب کا رد خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتابخانۂ مذکور میں موجود ہے۔ (ہمانجا۲/۱۱۰۶)

۴۔ نادر الکلام

مولوی امام دین نے کتاب زینت الاسلام (مذکور) کے رد میں فارسی نثر میں یہ دوسرا رسالہ تالیف کیا اس کا سالِ تکمیل ۱۲۸۳ھ /۱۸۶۷ء ہے۔ اس میں رد اول الذکر رد سے زیادہ مؤثر اور الفاظ سخت استعمال کیے ہیں زبان و بیان بھی خاصا مناظرانہ اور پوری شدت کے ساتھ تلخ ہے۔

اس رسالے کا بھی ایک خطی نسخہ کتابخانۂ مذکور لِلّٰہ ٹاؤن میں ہے (ہمانجا۲/۱۱۹۵)

۵۔ مکتوباتِ اعلیٰ حضرت

مولوی امام دین نے اپنے شیخ اعلی حضرت غلام نبی للہی کے مکتوبات جمع کیے ہیں۔ یہ مجموعہ دو جلدوں پر مشتمل ہے مکتوبات فارسی نثر میں ہیں۔ پہلا مکتوب اپنے والد بزرگوار کے نام مورخہ ۱۳ رمضان ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء کو لکھا گیا ہے۔ اور آخری مکتوب شیر محمد کُلاچی والہ کے نام ہے جس میں کتاب روضۃ القیومیہ کا خطی نسخہ طلب کیا گیا ہے۔

مکتوبات کا یہ مجموعہ بھی ہنوز طبع نہیں ہوا ایک خطی نسخہ لِلّٰہ ٹاؤن کے مذکورہ کتابخانے کی زینت ہے۔ (ہمانجا۳/۱۹۷۹)

مولوی امام دین کا انتقال حدود ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۳ء میں ہوا (علاقائی روایت)

مآخذ

۱۔ امام دین کھوتکی: مقاماتِ طیّبین (احوال خواجہ غلام محی الدین قصوری ومولوی غلام نبی للہی)
خطی نسخہ مخزونہ خانقاہِ نقشبندیہ لِلّٰہ ٹاؤن، ضلع جہلم

☆ ایضاً: تذکرۂ اعلیٰ حضرت للہی اُردو ترجمہ مقاماتِ طیّبین از سیّد احمد سعید ہمدانی۔ لاہور ۱۹۸۶ء

۲۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلوی اُردو ترجمہ اقبال احمد فاروقی، مقدمہ وحواشی محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۸ء

۳۔ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ، خطی نسخہ مملوکہ محمد اقبال مجددی، لاہور

۴۔ محمد حسن کرتپوری: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور (س ن)

۵۔ ایضاً: ملفوظاتِ حضرت غلام نبی، لاہور (س ن)

۶۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، خطی نسخہ بخطِ محمد صالح کنجاہی، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔

۷۔ منزوی، احمد: فہرستِ مشترک ج ۲، ۳۔ اسلام آباد ۱۹۸۴ء

۴ فروری ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران)

حضرت حافظ سیّد جمال اللہ رام پوری

آپ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ آپ کے والد حضرت سیّد سلطان شاہ معروف بہ محمد روشن بھی اولیا اللہ میں سے گذرے ہیں[۱]۔ جن کا مزار گجرات پاکستان میں ہے[۲]۔

گجرات ہی میں یہ حضرت سیّد جمال اللہ علیہ الرحمت کی ولادت ہوئی[۳]۔

حافظ سیّد جمال اللہ علیہ الرحمت نے مولوی غلام حسین خان بن مولوی غلام جیلانی خان سے اپنے حالات اس طرح بیان کیے تھے:

بچپن ہی میں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیّد شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا تھا اُسی وقت سے طبیعت میں ولولہ اور بے خودی پیدا ہوگئی، ایامِ طفلی میں گھر سے نکل کر وزیر آباد (پنجاب) میں آیا، وہاں ایک عالم باعمل اور صالح تھے اور ان سے کرامتیں بھی سرزد ہوتی تھیں، کی خدمت میں حاضر ہوا، چنانچہ قرآن شریف ان سے حفظ کیا، ایک روز وہ بزرگ فرمانے لگے جمال اللہ تمہارا حصہ ہندوستان میں امانت ہے وہاں جاؤ اور حصہ لو تم سے ایک عالم کو فائدہ ہوگا، وزیر آباد سے دہلی آیا، شاہ جہان آباد سے باہر ویرانہ میں ایک مسجد تین در کی تھی (جس کے) دو در بند تھے (اور) ایک کھلا ہوا تھا، اسی ویران مسجد میں ٹھہر گیا اور علم فقہ پڑھنا شروع کیا، روزانہ دو ختم قرآن شریف کے کرتا تھا اور باقی اوقات میں پڑھتا تھا اور استاد کی خانگی خدمت کرتا تھا، رات میں چکی پیستا تھا تیسرے روز استاد

---

۱. انور، امام الدین خان: مجمع الکرامات، خطی، مخزونہ رضا لائبریری، رام پور

۲. سردار شاہ قادری: حالات مشائخ ۱۲۹

۳. مجمع الکرامات ۱۷

کے اصرار پر تھوڑے جو کھالیتا تھا، میرے استاد ہمیشہ مجھے مرید ہونے کے لیے نصیحت کرتے تھے مگر میں تو خود بینی کو خدادانی سمجھے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں جو بھی ریاضت کرتا ہوں اس سے زیادہ درویشی میں کیا ریاضت ہوگی اور دوسروں سے التجا کرنا کیا فائدہ، ایک رات کو یہ اتفاق ہوا کہ میں اپنی ویران مسجد میں تلاوت قرآن شریف کر رہا تھا دروازہ مسجد کا بند تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا جمال اللہ تلاوتِ قرآن بڑی عبادت ہے مگر بغیر بیعت ہوئے ولایت حاصل ہونا محال ہے، اور پھر وہ شخص غائب ہو گیا، دروازہ بدستور بند تھا، ادھر اُدھر دیکھا کوئی بھی نہیں تھا، اُسی وقت دوڑا ہوا اپنے استاد کی خدمت میں گیا اور یہ حال بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ ابھی چلیے اور مجھے بیعت کرا دیجیے۔۔۔ وہ مجھے اپنے پیر مولانا شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین کی خدمت میں لے گئے، ان کی صورت دیکھ کر میں بے تاب ہو گیا، مولانا نے میرے استاد سے میرے معاد و معاش کے حالات دریافت کیے، استاد نے سب حال عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ فقہ پڑھتے ہیں ارشاد ہوا کہ جب شادی ہی نہیں ہوگی تو مسائل حیض سے کیا فائدہ، اس وقت مجھے خیال آیا کہ نکاح میرے لیے جائز (مناسب) نہیں ہے، پھر مجھ سے فرمایا کہ آج شب کو استخارہ کرنا تاکہ جو امر ظاہر ہو اس کے موافق عمل کیا جائے۔

میں نے استخارہ کیا، خواب دیکھا مگر یاد نہ رہا میں صبح کو حاضر ہوا حضرت کے خواجہ باقی اللہ (قدس سرہ) کے مزار کے پائیں میں تشریف رکھتے تھے اور بیس برس سے اسی مزار کی جاروب کشی کرتے تھے مجھ سے خواب کی بابت کچھ استفسار نہیں کیا اور بیعت فرمالیا۔ اس وقت سے میں نے یہ معمول رکھا کہ صبح سے شام تک میں خدمت میں کھڑا رہتا تھا البتہ مراقبہ کے وقت حکماً بیٹھ جاتا تھا''۔

حضرت حافظ سیّد جمال اللہ دہلی میں ہی بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے ایک روز مولانا شاہ قطب الدین نے فرمایا کہ کثرتِ مجاہدہ سے اب تم کو کمال حاصل ہو گیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ دستِ غیب سے یا

---

[1] حضرت حافظ جمال اللہ کے یہ حالات صاحب مجمع الکرامات مولانا امام الدین انور نے نقل کیے ہیں جو حافظ صاحب کے خلیفہ شاہ درگاہی علیہ الرحمت کے مرید تھے (حالات کے دیکھیے مجمع الکرامات ۱۶۷۔۱۷۱، تذکرہ کاملانِ رام پور ۵۵۔۵۸) حافظ سیّد جمال اللہ قدس سرہ کے یہی حالات مولف تذکرہ کاملانِ رام پور نے بھی نقل کیے ہیں (۹۶۔۹۷)

کیمیا بھی تم کو سکھا دیں، حافظ صاحب نے عرض کیا کہ "میری خواہش تو مرشد سے سوائے مرشد کے اور کچھ نہیں ہے" سن کر مولانا نے انہیں گلے لگایا اور خلافت عطا کی، جو لباس پہنے ہوئے تھے وہ عنایت کیا اور پھر اپنے خلفائے قدیم سے فرمایا کہ حافظ صاحب سے تم بھی اجازت لو[1]۔

مولانا قطب الدین علیہ الرحمت کی والدہ افغان تھیں انہیں افاغنہ سے بڑی محبت تھی اس لیے انہوں نے حافظ صاحب کو ان کی تربیت کے لیے مصطفیٰ آباد عرف رام پور بھیجا۔

حافظ جمال اللہ رام پور میں

حافظ کمال درجہ کے منکسر مزاج بزرگ تھے مدتوں رام پور کے نوابوں کی ملازمت میں رہ کر اپنی ولایت کو چھپاتے رہے، عرصہ تک بہادر جنگ خان رسالہ دار نواب سیّد فیض اللہ خان (۱۱۶۸ھ-۱۲۰۸ھ / ۱۷۵۴-۱۷۸۴ء) کے ملازم رہے۔

اس طرح نواب محمد علی خان کی معزولی (۱۴ر محرم ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء) کے دوران اس کی بیگمات کے ضامن بنائے گئے حافظ سیّد جمال اللہ کے ساتھ سیّد حسن شاہ ترمذی بھی ضامن تھے، لیکن اس دوران نواب محمد علی خان کو کسی نے قتل کر دیا جس کا نہ نواب کے پس ماندگان کو علم ہو سکا اور نہ ہی اس کے جانشین نواب غلام محمد خان کو علم ہوا کہ قاتل کون تھا، حافظ سیّد جمال اللہ کو اس قتل پر بڑا صدمہ لاحق ہوا[2]۔

اس کے بعد نواب غلام محمد خان (۱۴ محرم ۱۲۰۹ھ۔ یکم ربیع الاثانی ۱۲۰۹ء / ۱۷۹۴ء) چند ماہ کے لیے مسند نشین ہوئے یہ بھی حافظ سیّد جمال اللہ قدس سرہ کے مرید مخلص تھے[3]۔

نواب فیض اللہ خان مذکور کے ساتھ حافظ سیّد جمال اللہ قدس سرہ کے بڑے اچھے مراسم تھے، نواب نے اپنے دورِ حکومت میں رام پور میں امن و امان قائم کیا، نواب صاحب بڑے متقی اور دین دار انسان تھے، ان کے زمانے میں دریائے کوسی جوش زن ہو گیا تھا، اس کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لیے نواب شاہ جمال اللہ اور مولانا عبد العلی

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور ۹۷

[2] امیر، امیر مینائی، انتخاب یادگار، (طبع عکسی) اتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنو، ۱۹۸۲ء ص ۷۴ علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) ۱/ ۵۶-۵۷ (حاشیہ)

[3] انتخاب یادگار ۴۷

بحر العلوم اور دیگر اربابِ کمال کو ہمراہ لے کر دریا پر گیا اور کہا کہ دریا کی تندی کو دور کرنے کے لیے ایسے اصحاب جائیں جنہوں نے کبھی فعلِ حرام کے مرتکب ہونے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو یہ سن کر کوئی آگے نہ بڑھا نواب صاحب خود روتے ہوئے گئے اور ہاتھ اٹھا کر بحلفِ مذہب کہا کہ میرے دل میں کبھی قطرہ بھی کسی برے فعل یا حرام کا نہیں آیا، نواب علومِ معقول و منقول میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے[1]۔ حافظ الملک حافظ رحمت خان (ف ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء) والیِ روھیل کھنڈ اور اس کی بیٹی خدیجہ بیگم بھی حافظ سیّد جمال اللہ سے بیعت تھی[2]۔

حافظ سیّد جمال اللہ کا وصال

حضرت سیّد حافظ جمال اللہ کا ۳ صفر ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء کو وصال ہوا[3]۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی (۱۲۴۹ھ) نے آپ کے وصال پر دو قطعاتِ تاریخ لکھے:

غوثِ زمان امامِ جہاں خواجۂ جمال
والیِ ملکِ خلدِ برین شد بصد جمال
رافتؔ چو فکر کرد بتاریخ ارتحال
ہاتف زغیب داد ندا "مظہر جمال"

قطعہ دیگر

آں امامِ زمان جمال اللہ
از جہاں رفت کرد خلد آباد
ساخت رافتؔ چو فکر سالِ وصال
شد ندا آہ "مخزنِ اسرار"[4]

اس طرح مولوی امام الدین انور خلیفہ شاہ درگاہی نے آپ کے نام مبارک سے سال وصال بر آمد کیا، ان کا قطعہ یہ ہے:

---

[1] نجم الغنی رام پوری: اخبار الصنادید ۱/ ۹۷-۵۹۶

[2] ایضاً

[3] رافت، روف احمد مجددی: جواہر علویہ ۲۷۵، تذکرہ کاملان رام پور ۹۸

[4] رافت، روف احمد: جواہر علویہ ۲۷۶

وقتِ رحلت یکی ہمی پرسید
سالِ تاریخ و نام پاک شاہ
ناگہاں مُلہمی ز غیب بگفت
سیّد و حافظ و جمال اللہ [1]

صاحب نام کے ایک بزرگ حافظ شاہ جمال اللہ کے مزار شریف کی خدمت کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ شاہ درگاہی نے عمر خان کو اس خدمت پر مامور کیا، شاہ درگاہی نے آپ کے مزار پر گنبد بنوایا اور درویشوں کے قیام کے لیے مکانات تعمیر کروائے تذکرہ کاملانِ رام پور کی تالیف ۱۹۲۹ء تک وقف جاگیر کی آمدنی ساڑھے تین سو روپے سالانہ تھی جس سے عرس کے اخراجات ہوتے تھے، عرس خود ریاست رام پور کے اہتمام سے کیا جاتا تھا، ریاست اس میں امداد بھی دیتی تھی، متولی بھی ریاست کی طرف سے مقرر ہوتے تھے [2]۔

حافظ سیّد جمال اللہ کے مریدین

مُلا خدا ایک متبحر عالم اور حافظ صاحب کے خلیفہ تھے وہ لکھنو میں تلقین و ارشاد کا فریضہ انجام دیتے رہے، میاں سیف اللہ شاہ قصبہ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد میں مصروف کار تھے [3]۔ ملا کمال، ایک عرصہ تک دکن میں بھی رہے حافظ جمال اللہ کے مرید تھے ان کے فرزند مولوی جلال الدین (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء) رام پور کے کاملین میں سے تھے [4]۔ ان کے علاوہ شاہ نور مستان، میاں محمد شاہ، میاں فیض احمد (عم شاہ رؤف احمد رافت مجددی) بھی حافظ صاحب کے مریدین میں سے تھے [5]۔

---

۱ مجمع الکرامات ۲۷

۲ تذکرہ کاملانِ رام پور ۹۹ (محلہ باجوڑی ٹولہ رام پور میں آپ کا مزار بنا بعد میں یہ علاقہ آپ کے نام سے معروف ہوا (حالاتِ مشائخ ۱۳۶)

۳ تذکرہ کاملان رام پور ۹۸-۹۹

۴ علم و عمل ۱/۷۷

۵ جواہر علویہ ۲۷۵

آپ کے خلفاء میں سے شاہ درگاہی علیہ الرحمت کو سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی، ان کا وصال رام پور میں ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء کو ہوا، شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا[1]۔

کئی اکابر حافظ سیّد جمال اللہ سے ملے تھے ان میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) قابلِ ذکر ہیں آپ گرمی کے موسم میں حاضر ہوئے حافظ صاحب نے تربوز پیش کیا[2]۔

حافظ سیّد جمال اللہ کے مشائخ

حافظ صاحب کے مشائخ میں سے مولانا سیّد قطب الدین محمد اشرف بن سیّد عنایت اللہ بخاری کا ذکر ملتا ہے، مولانا سیّد قطب الدین عالی نسب سادات میں سے تھے۔ پہلے اپنے والد سے بیعت ہوئے پھر حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صاحبِ مسالک السالکین نے حاجی رفیع الدین مراد آبادی کی کتاب تذکرۃ المشائخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کبھی بھی ایک لحظہ کے لیے ذکر سے غافل نہیں ہوئے، ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء کے حملۂ احمد شاہ درانی کے بعد آپ دہلی سے لکھیر آرہے اور حافظ سیّد جمال اللہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرما کر خود مدینہ منورہ چلے گئے، آپ فنافی الرسول (ﷺ) تھے۔ مؤلف مسالک السالکین نے مولوی غلام احمد تمیز رام پوری کے ایک رسالہ کے حوالہ سے آپ کے عشقِ رسول کے واقعات لکھے ہیں، حاجی رفیع الدین مراد آبادی نے لکھا ہے کہ میری ۱۱۶۸ھ کو سرہند شریف میں حضرت سیّد قطب الدین اشرف سے ملاقات ہوئی پھر دہلی وغیرہ میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، سیّد قطب الدین کا مزارِ مبارک جنت البقیع میں حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری کے مزار شریف کے برابر ہے[3]۔ سیّد قطب الدین کا ۱۱۸۰ھ کو وصال ہوا آپ کا زیادہ وقت سرہند شریف اور دہلی میں مزار حضرت خواجہ باقی باللہؒ پر گذرا پہلے لکھا جاچکا ہے کہ آپ چوبیس سال سے مزارِ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس پر جاروب کشی کررہے تھے۔

---

[1] ایضاً ۱۷۲/ شاہ درگاہی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مجمع الکرامات خطی، نزہۃ الخواطر ۱۶۵/۷، رشحات عنبریہ (حواشی) مسالک السالکین ۴۳۵/۱

[2] رافت، روف احمد: درالمعارف ۱۳۶

[3] مسالک السالکین ۴۲۸/۱۔۴۲۹

حضرت سیّد قطب الدین محمد اشرف علیہ الرحمت، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی (ف ۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء) بن حضرت ابوالعلی (ف ۱۱۰۷ھ/۱۱۱۷ء) بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقش بند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء) بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) بن امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اسرارہم۔

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کے احوال کے لیے روضۃ القیومیہ کی چوتھی جلد مخصوص ہے، اسی طرح اس کتاب کی تیسری جلد میں حضرت خواجہ محمد نقش بند ثانی علیہ الرحمت کے حالات مفصل درج ہوئے ہیں احقر نے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار و تعلیمات پر چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب مقاماتِ معصومی مرتب کی ہے جس کی چوتھی جلد کے تعلیقات و حواشی میں ان حضرات کے مبارک احوال مختلف معاصر کتب کی روشنی میں تحریر کیے ہیں۔

مآخذ

۱۔ اخبار الصنادید، نجم الغنی رام پوری، لکھنو، مطبع نولکشور

۲۔ انتخابِ یادگار، امیر مینائی، (طبع عکسی) اُتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنو، ۱۹۸۲ء

۳۔ اکابرِ مجددیہ، محمد عاشق حسین مجددی، سانگلہ ہل، شیخوپورہ، ۱۹۹۱ء

۴۔ تذکرہ کاملانِ رام پور، احمد علی شوق، (طبع عکسی) پٹنہ، خدابخش لائبریری، ۱۹۸۶ء

۵۔ جواہرِ علویہ، شاہ رؤف احمد رافت مجددی، لاہور، (س ن)

۶۔ حالاتِ مشائخ (قادریہ مجددیہ جمالیہ) سردار احمد خان قادری، رام پور، ۱۹۸۳ء

۷۔ حیات حافظ رحمت خان، الطاف علی بریلوی، کراچی، ۱۹۶۳ء

۸۔ دُرّ المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی) جامع شاہ رؤف احمد رافت، استنبول، ترکی، ۱۹۹۷ء

۹۔ رشحاتِ عنبریہ (احوال شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مدنی) شاہ محمد مجددی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ترکی، ۱۹۹۱ء (عربی)

۱۰۔ روضۃ القیومیہ، کمال الدین محمد احسان (اُردو ترجمہ) لاہور، ۱۳۳۵ھ

۱۱۔ علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) عبد القادر خان رام پوری ترجمہ معین الدین افضل گڑھی، تعلیقات و حواشی، محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۰ء

۱۲۔ فہرستِ مشترک نسخہ ہائ خطی فارسی پاکستان، احمد منزوی، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۱۳۔ مجمع الکرامات (حالات شاہ درگاہی نقش بندی)، امام الدین انور، خطی مخزونہ رضا لائبریری رام پور

۱۴۔ مسالک السالکین، عبد الستار، آگرہ، مطبع مفیدِ عام، ۱۳۲۶ھ

۱۵۔ مقاصد السالکین، حافظ ضیاء اللہ، میرٹھ، ۱۹۰۰ء

۱۶۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۱۷۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

(۲۲ر شعبان ۱۴۲۵ھ / ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمت کے خلیفہ اور بارہویں صدی ہجری کے صوفیہ میں سے تھے کتاب مقاصد السالکین انہی کی تالیف ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا تعلق خطۂ کشمیر سے تھا، آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندی بخاری قدس سرہٗ (ف ۷۹۱ھ / ۱۳۷۹ء) کی اولاد میں سے تھے[1]۔ امیر کبیر قسم کے تاجر تھے، ایک ایک لاکھ کا آپ کا خیمہ تھا[2]۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندی بخاری کے کس صاحبزادے کی اولاد میں سے تھے، حضرت خواجہ بخاری کی اولاد میں سے کئی اصحاب بابر، اکبر و جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آئے تھے جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے عصری مآخذ کی بنیاد پر مقاماتِ معصومی کی جلد اول میں کیا ہے لیکن شجرۂ نسب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس امر کا انکشاف نہ ہو سکا کہ خواجہ ضیاء اللہ کا نسب کس طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے واصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمت (۱۰۹۳۔۱۱۵۲ھ / ۱۶۸۲۔۱۷۴۰ء) بن شیخ، ابوالعلی (۱۰۶۴۔۱۱۰۷ھ / ۱۶۵۳۔۱۳۹۵ء) بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ تھے[3]۔

---

[1] نور الحسن خان: شہرہ آفاق ص ۵ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

[2] نور الحسن خان: اسرارِ محبت ۵۴ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

[3] ان حضرات کے مفصل حالات کے لیے مقامات معصومی کی جلد ثالث مع تعلیقات ملاحظہ کریں

حضرت خواجہ ضیاء اللہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء کو حضرت خواجہ محمد زبیر سے منسلک ہوئے[1]۔ اس بیعت کا سبب یہ ہوا کہ ایک شب خواب میں ایک مسجد میں آپ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ وہاں حضرت خواجہ محمد زبیر بھی حاضر تھے، خواجہ ضیاء اللہ نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارک اور خواجہ محمد زبیر کی شکل ایک ہوگئی ہے، اسی اثنا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ ضیاء اللہ سے فرمایا کہ خاتم الرسل ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں جاؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ چنانچہ اگلے ہی روز خواجہ ضیاء اللہ خواجہ محمد زبیر کے پاس گئے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے، حضرت خواجہ محمد زبیر ان پر غایت درجہ مہربان تھے، چونکہ خواجہ ضیاء اللہ نہایت حلیم الطبع اور متواضع تھے اس لیے آپ نے انہیں "هَيِّنٌ لَيِّنٌ" کا خطاب دیا تھا[2]۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا تعلق خطۂ کشمیر سے تھا، آپ کشمیر ہی سے بغرضِ تجارت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاتے آتے تھے، خواجہ محمد زبیر نے انہیں "فخرِ کشمیر" کا بھی خطاب دیا تھا[3]۔ کشمیر میں ان کی شہرت "احسن لین" کے نام سے تھی[4]۔ روضۃ القیومیہ کے معاصر مولف نے خواجہ محمد زبیر کے چند معروف خلفا کے ضمن میں خواجہ ضیاء اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> خواجہ ضیاء اللہ کشمیری، حضرت خواجہ محمد زبیر کے اجل خلیفہ ہیں آپ ورع و تقویٰ اور طریقۂ احمدیہ معصومیہ کے سخت پابند ہیں آنحضرت (خواجہ محمد زبیر) آپ پر بدرجۂ غایت مہربان تھے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ، کمالاتِ نبوت بلکہ حقائق ثلاثہ تک کی بشارات خواجہ ضیاء اللہ

---

[1] روضۃ القیومیہ ۴/۱۰۶، لکھا ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ، خواجہ محمد زبیر کے منصب قیومیت کے سترہ سال ہوگئے تو آکر بیعت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ محمد زبیر کا پہلا سال قیومیت ۱۱۱۴ھ ہے (روضۃ القیومیہ ۴/۲۶) اس اعتبار سے ۱۱۱۴+۱۷ = ۱۱۳۱ھ ہوتے ہیں۔

[2] روضۃ ۴/۱۰۶

[3] ایضاً

[4] ایضاً ۴/۲۹۲

کو عنایت فرما کر اپنی خلافت سے سرافراز فرمایا، بارہا خواجہ صاحب کی بابت فرمایا کرتے تھے
کہ خواجہ صاحب محبّت واعتقاد میں بے نظیر ہیں۔[۱]

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء) کے دوران خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کشمیری بقیدِ حیات تھے، ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو معروف شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی نو عمری میں بٹالہ سے دہلی پہنچے تو اس وقت دہلی میں جو معروف ترین مشائخ معروفِ کار تھے ان میں خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کا نام سرفہرست ہے۔ شاہ غلام علی علیہ الرحمت ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ چار سال تک دہلی کے مختلف مشائخ کی صحبت میں رہے اور خواجہ ضیاء الدین سے بڑے متاثر ہوئے[۲]۔ گویا خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقش بندی ۱۱۷۴ھ تک زندہ اور دہلی میں دعوت وارشاد میں مصروف تھے، قیاس ہے حدود ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء کے بعد شاہ غلام علی حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں سے منسلک ہوئے ہوں گے۔

حضرت شاہ غلام علی، خواجہ ضیاء اللہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ خواجہ ضیاء اللہ حضرت قبلۂ عالم (خواجہ محمد زبیر) کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی کو مجددی نسبت مجسم صورت میں دیکھنا ہو تو خواجہ ضیاء اللہ کو دیکھ لے، لکھا ہے:

> "تعریف حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ اعاظم خلفاءِ حضرت قبلۂ عالم بودند فرمودند کہ ہر کہ را دیدن نسبت مجددی مجسم خواہد خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ را بیند و نیز فرمودند کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ در آخرِ شب گریہ وزاری می کردند و مردمان راز جراُو تنبیہاً بیدار می ساختند و می گفتند کہ ای وائی بر شما کہ دعویٰ محبّت الٰہی می زنید ویار و محبوبِ شما بیدار ست و متوجہ شما است و شما خفتہ آید و غافل از دور دعوی محبّت شما دروغ گوئید۔۔۔"[۳]

بد قسمتی سے مسلمانوں کے دار الارشاد سرہند شریف پر سکھوں نے پے در پے کئی حملے کیے ان کا پہلا حملہ ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء کو بندہ سنگھ کی نگرانی میں ہوا اور مسلمانوں کو سکھوں نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس حملہ سے

---

۱ ایضاً ۴ / ۲۹۲ ۔ ۲۹۳، عبد الغنی مجددی، شاہ: ضمیمہ مقاماتِ مظہری، (مشمولہ مقاماتِ مظہری) ۵۷۱

۲ اس سلسلہ میں بعض تاملات کے لیے ملاحظہ ہو مقاماتِ مظہری پر ہمارا مفصل مقدمہ ص ۱۵۵ نیز تفصیل کے لیے ملفوظاتِ شریفہ پر احقر کا مقدمہ بھی توجہ کا محتاج ہے۔

۳ رافت، روف احمد مجددی: در المعارف ۹ ۔ ۱۰ مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۴ء

صرف ایک سال پہلے الہامی طور پر حملہ سے آگاہ ہو کر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ) اور حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہمانے سرہند شریف سے ہجرت کی اور دہلی آکر مقیم ہو گئے[۱]، چونکہ سکھوں کے سرہند پر ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء تک وقفے وقفے سے حملے جاری رہے[۲] اس لیے یہ حضرات واپس سرہند نہ جاسکے اور ان کے وصال کے بعد ان کو سرہند لے جاکر دفن کیا گیا۔

اس لیے ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ ضیاء اللہ جب کشمیر سے مذکورہ خواب کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر سے بیعت ہونے کے لیے نکلے تو سرہند جانے کی بجائے دہلی حاضر ہوئے، چونکہ آپ کے پیر و مرشد خواجہ محمد زبیر دہلی میں مقیم ہو گئے تھے اور انہیں اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی پھر دونوں میں موانست کے واقعات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خواجہ ضیاء اللہ بھی دہلی میں ہی مقیم ہو گئے ہوں گے اور وہاں سے واپس کشمیر نہیں گئے، یہی وجہ ہے کہ رجالِ کشمیر کے موضوع پر مرتب ہونے والی کتب میں خواجہ ضیاء اللہ کشمیری کا ذکر نہیں ملتا[۳]۔

۱۱۷۴ھ کو جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی دہلی میں تھے تو دہلی کے مشہور ترین بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، قیاس یہی ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقش بندی کا وصال دہلی میں ہوا اور پھر آپ کی نعش مبارک دہلی سے سرہند لے جاکر روضۂ خواجہ محمد زبیر کے جوار میں دفن کی گئی ہوگی۔ تاہم اس امر کی قطعی شہادت موجود ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کا مدفن سرہند شریف ہے[۴]۔

ہمیں تاحال حضرت ضیاء اللہ کا سالِ وصال معلوم نہیں ہے آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت شاہ محمد آفاق (۱۱۶۰۔۱۲۵۱ھ) کی روایت کے مطابق تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ہے[۵] لیکن افسوس کہ وہاں سالِ وفات درج

---

۱ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۴۸۔۵۹

۲ سرہند شریف کی سکھوں کے ہاتھوں تباہی کی تفصیلات ہم نے مقاماتِ مظہری اور مقاماتِ معصومی کے مقدمات میں دی ہیں۔

۳ حسن کھوئی ہامی: اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء
شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقشبندیہ (در کشمیر)، سری نگر، ۲۰۰۲ء

۴ نور الحسن خان: لمعۂ نور ۱۳۵

۵ ایضاً

نہیں ہو سکا، آپ کے خلیفہ شاہ محمد آفاق کا سال ولادت ۱۱۶۰ھ کتبِ انساب مجددیہ میں درج ہے[1]۔ اگر حضرت خواجہ ضیاء اللہ کی عمر بیعت کے وقت بیس سال بھی فرض کی جائے تو خواجہ ضیاء اللہ دہلی میں ۱۱۸۰ھ تک بقیدِ حیات تصور کیے جائیں گے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے مریدین وخلفا کے حالات تو درکنار اسما تک معلوم نہیں ہیں، مختلف تذکروں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں متعین اور صاحبِ دعوت وارشاد تھے، حضرت شاہ غلام علی دہلوی بھی ۱۱۷۸ھ کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سے منسلک ہونے سے قبل دہلی میں خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے تھے، اسی طرح حضرت مظہر کے ایک اور خلیفہ مولوی قطب الدین سے بھی حضرت مظہر سے بیعت ہونے سے پہلے خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں نسبت قوی حاصل کر چکے تھے[2]۔

مقاصد السالکین

حضرت خواجہ ضیاء اللہ قدس سرہ کی یہی ایک تالیف ہمیں معلوم ہے، جیسا کہ ہم عصری ماخذ کی بنیاد پر یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمت سے منسلک ہوئے تھے اور اس کے صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۱۴۰ھ کو آپ نے سلوک کے موضوع پر یہ رسالہ فارسی نثر میں تالیف کیا آپ کے شیخ اس وقت تک بقیدِ حیات تھے۔

مقاصد السالکین پانچ مقاصد (ابواب) پر مشتمل ہے، کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ موکف کے پیشِ نظر تصوف کی اہم ترین کتب موجود تھیں، خصوصاً نقش بندی اکابر کی تحریرات سے کماحقہ واقف تھے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کی تحریرات کے جابجا حوالے دے کر اپنے بیان کو وقیع بنایا ہے۔

---

1. احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ ۲۵
2. غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ۴۱۵۔۴۱۶ (طبع اول)

اکبر بادشاہ (۹۶۳۔۱۰۱۴ھ / ۱۵۵۶۔۱۶۵۰ء) کی آزاد خیالی نے پاکستان وہند کی سرزمین کو دہریت، لادینیت اور غیر اسلامی عقائد کی حامل تحریکوں سے بھر دیا، گیارھویں صدی ہجری میں پھر سے اکبر کے پڑپوتے دارا شکوہ کے سہارے صلح کل اور بے دینی کے رجحانات نے عملی شکل اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہمارے مجددی حضرات خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما نے دارا شکوہی افکار کاڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالکل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرح میدانِ عمل میں آکر ایسے باطل افکار کی پرزور تردید کی اور اسی طرح احیائے دین کی تحریک کا آغاز کیا جس طرح حضرت مجدد الف ثانی اکبری نظریات کی بیخ کنی کے لیے کر چکے تھے لیکن برصغیر کے فکری ماحول میں دارا شکوہی گروہ کے افراد اسلامی تصوف کو ان نظریات کی آمیزش کے ساتھ ایسی کتابیں لکھنے میں مصروف تھے کہ ہمارے حضرات نقشبندیہ کو باقاعدہ ایک جامع پروگرام کے تحت ایسے کتابیں تالیف کرنی پڑیں جو ایسے خیالات و نظریات سے پاک ہوں اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے دورِ زوال میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے تلامذہ نے اہم کردار ادا کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں ایسا لٹریچر مہیا کیا جو عوام کو راہِ راست پر لانے میں معاون ثابت ہوا، اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ کے خانوادے کے علاوہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید، قاضی ثناءاللہ پانی پتی، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بہت اہم کردار ادا کیا اور تصوف میں سے آزاد خیالی کو دور کیا اور اس نظریہ کی بھرپور تردید کی کہ "الصوفی لامذہب لہ" ایک بے معنی نظریہ ہے صوفی صرف وہ ہے جو اپنے مذہبِ اسلام میں راسخ العقیدہ ہو اس کے مریدین کے صحیح عقائد ہوں، اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہمارے مؤلف خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کی کتاب مقاصد السالکین بھی ہے جو اس متصلب گروہ کے ترجمان تھے۔

مقاصد السالکین کا فارسی متن صرف ایک مرتبہ میرٹھ سے ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء کو طبع ہوا تھا۔ ضرورت ہے کہ اس کا متن مختلف نسخوں سے تقابل کے بعد مرتب کر کے حواشی کے ساتھ چھاپا جائے، پاکستان وہند کی خانقاہوں میں اس کتاب کے کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں جو اس کے مقبول اور متداول کتاب ہونے کا ثبوت ہے[1]۔

[1] بعض نسخوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فہرستِ مشترک ۳/۱۹۶۵

مقاصد السالکین کا اُردو ترجمہ تقسیمِ ہند سے قبل طبع ہوا تھا اور چند سال پیشتر بھی شائع کیا گیا ہے، اب اس اہم کتاب کے ایک ایسے اُردو ترجمہ کی ضرورت تھی جو آج کل کے تقاضے کے مطابق بامحاورہ ترجمہ ہوتا، یہ اہم خدمت حضرت صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی مدظلہ العالی نے انجام دی ہے یہ ترجمہ اتنا رواں، عام فہم اور ایسی خوبیوں کا حامل ہے جو ایک قاری کو الجھائے بغیر مفہوم سے ہم کنار کر سکتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ بدرالاسلام صاحب اس سے قبل حافظ امام شمس الدین ذہبی کی فضائل شام کا اُردو ترجمہ حواشی کے ساتھ مزین کر کے شائع کر چکے ہیں، مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ محفل میلاد (بعض اشکال کا جواب) کا اُردو ترجمہ بھی اہلِ علم کی نذر فرما چکے ہیں۔ آپ کی دوسری تالیفات میں ہادیِ دو عالم ﷺ کا حج مبارک، نماز کا جائزہ (مکتوبات و معمولات حضرت مجدد الف ثانی کی روشنی میں) مہمان نوازی بھی قابلِ ذکر ہیں، آپ کے علمی و دینی کاموں میں سے ایک اہم کتاب وہ ہے جس میں آپ نے اوراد اور درودِ پاک کے وہ مبارک الفاظ جو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں وارد ہوئے ہیں یکجا کر کے ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تالیفات میں سیرت ہادیِ خلق (ﷺ)، شرح قصیدہ بانت سُعاد، بشائر الحسنات فی الصلوۃ والسلام علیٰ سیّد الکائنات، اربعین فی باب النکاح اور تخریج (حضرت مجدد الف ثانی کے اوراد) بھی ہیں جو اسی طرح مفیدِ خلائق رسائل ہیں۔ خدا کرے کہ جلد طبع ہو کر منظرِ عام پر آجائیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اسی طرح کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و خواص کی راہنمائی کے لیے علمی کام کرتے رہیں اور دیگر احباب کو ترغیب دیتے رہیں، آمین۔

ماخذ

۱۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)، کانپور، مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

۲۔ احمد منزوی: فہرستِ مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد

۳۔ حسن کھوئی ہامی: اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء

۴۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علوایہ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) اُردو ترجمہ، لاہور (س ن)

۵۔ رافت: رؤف احمد (جامع) درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)، ترکی، استنبول، ۱۹۷۴ء

۶۔ شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقش بندیہ در کشمیر، سری نگر، ۲۰۰۲ء

۷۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی (احوال حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء

۸۔ ضیاء اللہ نقش بندی: مقاصد السالکین، میرٹھ، ۱۹۰۰ء

۹۔ عبد الغنی مجددی، شاہ: ضمیمہ مقاماتِ مظہری (مشمولہ مقاماتِ مظہری) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی و ترجمہ، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء

۱۰۔ غلام علی دہلوی شاہ: مقاماتِ مظہری، مذکورہ نمبر ۹

۱۱۔ غلام محی الدین قصوری، شیخ (جامع) ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ و تعلیقات، محمد اقبال مجددی ترجمہ اقبال احمد فاروقی لاہور، ۱۹۷۸ء

۱۲۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ

۱۳۔ نور الحسن خان، نواب: مجموعہ چہل رسائل (تصوف) لکھنو، نامی پریس، ۱۳۱۵ھ

۱۴۔ ابو الحسن علی ندوی: تذکرۂ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، لکھنو، ۱۳۷۷ھ

۱۵۔ نذیر احمد: تذکرہ العابدین، دہلی، ۱۳۳۳ھ

(یکم دسمبر ۲۰۰۴ء)

(مقاصد السالکین اُردو ترجمہ از صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی، مطبوعہ جہلم)

حضرت شاہ ابو سعید دہلوی مجددی

حضرت شاہ ابو سعید دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی کے جانشین اول اور معروف شیخ طریقت تھے۔

حضرت شاہ ابو سعید کا نام زکی القدر بن شیخ صفی القدر اور کنیت ابو سعید تھی۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچ واسطوں سے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۹۷۱۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔ ۱۶۲۴ء) سے ملتا ہے (مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ۵۹) شاہ ابو سعید کی ولادت ۲ ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور (Rampur) میں ہوئی (ایضاً ۵۹، ہدیۂ احمدیہ ص ۷۳) غالب گمان ہے کہ جب ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء میں سکھوں اور مرہٹوں نے سرہند پر مشترکہ حملہ کیا تو اس وقت اس خانوادے کے افراد نے کثیر تعداد میں سرہند سے ہجرت کی (مقاماتِ مظہری، حاشیہ ۱۹۱) اس قافلۂ مہاجرین میں شیخ ابو سعید کے دادا شیخ عزیز القدر بھی تھے (ہدیۂ احمدیہ، حاشیہ ص ۷۳) نجیب الدولہ اور حافظ رحمت خان جو اس خانوادے کے عقیدت مند تھے ان حضرات کے مکلف ہوئے ہوں گے، شیخ عزیز القدر کا ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا (جواہر علویہ ص ۲۷۰) اور اُنہی کے علاقے نجیب آباد (Najeebabad) ضلع بجنور میں دفن ہوئے (ہدیۂ احمدیہ ص ۷۳) شاہ ابو سعید کے والد صفی القدر رام پور اور لکھنو میں مقیم رہے (مقاماتِ خیر ۷۰) شاہ ابو سعید کی ابتدائی تعلیم وتربیت والد کے زیر سایہ ہوئی گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور ۱۹ سال کی عمر میں مروجہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے (مناقبِ احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۹) مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ)، شاہ رفیع الدین دہلوی (ف ۱۲۳۳ھ) اور شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) سے شرف تلمذ رہا (انساب الطاہرین برگ ۹۲۔ الف، نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۳۔ ۱۴، مقاماتِ خیر ۷۱) حدیث کی سند شاہ غلام علی دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حاصل کی (انساب الطاہرین ۹۲، مقاماتِ خیر ۷۱) ابتداء میں اپنے والدِ گرامی سے بیعت ہوئے پھر شاہ درگاہی (ف ۱۲۲۶ھ) کے خلیفہ شاہ جمال اللہ رام پوری، کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادۂ باطنی کیا اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے اپنا جانشین بنایا، لیکن انہیں

سلوک کے مزید مدارج طے کرنے کی تمنا برابر رہی، اپنے استاد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ) کی تحریک پر شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) خلیفہ میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اور پندرہ سال تک مسلسل شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی انہوں نے اپنی ضمنیت سے نوازا۔ (مناقبِ احمدیہ ۶۱، مقاماتِ خیر ۷۱۔ ۷۲)

شاہ غلام علی دہلوی مجددی نے اپنے آخری ایامِ حیات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں نقشبندی مجددی سلسلہ کی خلافت دے کر اپنا جانشین بنایا بے شمار عقیدت مندوں نے اخذِ فیض کیا شاہ غلام علی کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کُردی رومی (ف ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء) اور سیّد اسماعیل مدنی نے انہی سے توجہات لیں۔ (مناقبِ احمدیہ ۶۱۔ ۶۲)

۱۲۴۹ھ / ۳۴۔ ۱۸۳۳ء میں اپنے نامور فرزند شاہ احمد سعید کو اپنی مسند پر بٹھا کر حرمین الشریفین کے لیے رخصت ہوئے آپ کے بیٹے شاہ عبدالغنی محدث بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اس وقت کے علماءِ حرمین شیخ عبداللہ سراج، شیخ عمر شافعی، میر مفتی، سیّد عبداللہ غنی حنفی اور سیّد یٰسین نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اس سفر سے واپس آ رہے تھے کہ ٹونک (Tonk) پہنچ کر مرض نے شدت اختیار کر لی اور بروز عید الفطر ۱۲۵۰ھ / ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء وہیں انتقال ہوا۔ نعش دہلی لا کر مرشد کے پہلو میں دفن کی گئی (مناقبِ احمدیہ ۶۴) یہ مقام دہلی میں اب چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ ابوالخیر اس خانوادے کے آخری سجادہ نشین تھے اور انہی کے نام سے یہ جگہ اب شاہ ابرار الخیر بارگ کہلاتی ہے ان کے فرزند مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) آخری ذی علم بزرگ تھے۔ شاہ ابوسعید مجددی کے تین فرزند تھے شاہ احمد سعید مجددی (رک بآں) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی اور شاہ عبدالمغنی (ہدیۂ احمدیہ ۴۷۔ ۸۷، مقاماتِ خیر ۴۷، انساب الطاہرین ۹۳)

ان میں سے اول الذکر دو فرزندانِ گرامی بہت نامور علماء و مشائخ ہوئے۔ شاہ احمد سعید مجددی آپ کے جانشین کی حیثیت سے بہت شہرت کے مالک بنے اور شاہ عبدالغنی مجددی پاکستان وہند اور حرمین الشریفین میں مسندِ وقت کہلائے (فہرس الفہارس ۸۵، ۹۰، و بامداد اشاریہ)

شاہ ابوسعید کی فارسی نثر میں صرف ایک ہی تالیف ہدایت الطالبین ہے۔ یہ کتاب مؤلف نے اپنے مرشد شاہ غلام دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) کے حینِ حیات تالیف کی تھی انہوں نے اس پر ایک تقریظ بھی لکھی ہے جو کتاب کے آخر میں شامل ہے۔ دراصل یہ کتابِ عرفانِ عمومی اور سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ کے طالبوں کے لیے بنیادی کتاب

کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے کے مریدین میں اسے بطورِ سبق پڑھا جاتا ہے۔ مولانا نور احمد امر تسری نے ۱۹۲۶ء میں اس کتاب کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ کے شائع کر دیا تھا۔ اسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۳۷۵ھ میں حیدر آباد سندھ سے دوبارہ طبع کروایا ہے۔ اس کا عربی اور ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ (قافلۂ اہلِ دل ص ۲۲۸)

شاہ ابو سعید کا بہت پاکیزہ خط تھا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک ضخیم قلمی نسخہ رباطِ مظہر (مدینہ منورہ) میں ہے (مقاماتِ خیر ۷۳)

شاہ ابو سعید دہلوی کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے چند نام ہمیں معلوم ہیں یعنی:

۱۔ میاں محمد اصغر ۲۔ ملا حسن بخاری

۳۔ مولوی حسام احمد ہراتی ۴۔ مولوی محب اللہ افغان

۵۔ میاں محمد جوٗ ۶۔ میاں عظیم اللہ

۷۔ امیر باجوڑی ۸۔ مولوی محمد شریف

۹۔ ملا زاہری ۱۰۔ ملا علی الدین

۱۱۔ ملا غلام محمد (ضلع اٹک) ۱۲۔ ملا عبد الکریم ترکستانی

۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی ۱۴۔ عنبر شاہ

(مناقبِ احمدیہ ۶۷۔۶۸، مقاماتِ خیر ۷۳۔۷۴، مقاماتِ مظہری، ضمیمہ ۶۰۹۔۶۱۰)

ٹونک کے نواب وزیر الدولہ (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) مؤلف وصایا الوزیر علی الطریقہ النذیر والبشیر جو خود ایک ذی علم بزرگ تھے، شاہ ابو سعید سے گہری ارادت رکھتے تھے (مقاماتِ مظہری، ضمیمہ ص ۶۰۹) شاہ غلام علی دہلوی کے مندرجہ ذیل مکتوبات شاہ ابو سعید کے نام ہیں:

۳، ۱۱، ۲۰، ۲۴، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۴۰، ۴۱، ۴۹، ۵۰، ۵۲، ۵۷، ۵۹، ۶۳، ۱۲۵

مآخذ

۱۔ ابو سعید مجددی دہلوی: ہدایت الطالبین مرتبہ نور احمد امر تسری، امر تسر ۱۹۲۶ء

۲۔ احمد ابو الخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ، کانپور ۱۳۱۳ھ

۳۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، لاہور ۱۹۱۹ء

۴۔ رافت، در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)، استنبول ۱۹۷۴ء

۵۔ رحمٰن علی: تذکرہ علماءِ ہند ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۶۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقاماتِ خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ

۷۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۷ حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء

۸۔ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقاماتِ مظہری ترجمہ وتحشیہ، لاہور ۱۹۸۳ء

۹۔ غلام علی دہلوی: مکتوبات جامع رؤف احمد رافت مجددی، لاہور ۱۳۷۱ھ

۱۰۔ ایضاً: مقاماتِ مظہری ترجمہ وتحشیہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۱۱۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظاتِ شریفہ (شاہ غلام علی مجددی دہلوی) تحقیق وتحشیہ، محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۷۸ء

۱۲۔ کتانی، عبدالحی فاسی: فہرس الفہارس مرتبہ احسان عباس، بیروت ۱۹۸۶ء

۱۳۔ محسن ترہتی: الیانع الجنی (حاشیہ کشف الاستار) دیوبند ۱۳۴۹ھ

۱۴۔ محمد عمر مجددی: انساب الطاہرین۔ خطی نسخہ بخط مؤلف مملوکہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی، دہلی

۱۵۔ محمد مظہر مجددی مدنی: مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ، دہلی ۱۲۸۴ھ

۱۶۔ ایضاً: المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ، قزان ۱۸۹۶ء

۱۷۔ ایضاً: رشحاتِ عنبریہ، تحقیق وتحشیہ محمد اقبال مجددی، استنبول ۱۹۸۲ء

۱۸۔ نسیم احمد فریدی: قافلۂ اہل دل (شاہ غلام علی دہلوی اپنے ملفوظات ومکتوبات کے آئینہ میں)، لکھنو ۱۹۸۹ء

۱۲ ربیع الاول / ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ دہلوی

آپ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید اور کنیت ابو المکارم ہے۔

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کی اولادِ مبارک سے تھے۔ یکم ربیع الاخریٰ ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رام پور میں پیدا ہوئے اور وفات ظہر و عصر کے مابین بروزِ سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانبِ قبلہ سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ تھے۔

جب آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لیے دہلی گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا کسی نے نہیں دیا ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا"۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے حضرت شاہ غلام علیؒ سے کتبِ تصوف سبقاً پڑھی تھیں اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شریف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضراتِ مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلعت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والدِ بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس لیے شجرہ میں آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنے ایک رسالہ کمالاتِ مظہریہ تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعید کے بارے میں لکھا ہے۔

"حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل وحفظِ قرآن مجید واحوال نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"۔

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والدِ بزرگ جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی جہاں آپ نے طالبانِ حق کو چوبیس سال تک فیضیاب کیا[1]۔

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بے شمار علماء ومشائخ نے بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کی ان میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ ان انتہائی خرابی حالات میں بھی آپ چار ماہ تک کامل استقامت کے ساتھ دہلی میں مقیم رہے۔ جب کوئی آپ سے ہجرت کے لیے کہتا تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے مشائخ کرام کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہیں جاسکتے۔ ان حالات میں آپ خود مع فرزندان ومریدین، سراج الدین محمد ابو ظفر بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور کتاب وسنت کے موافق بادشاہ کی فہمائش کی[2] ہندوستان کے مقتدر علماء نے اس وقت جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ کے اولیں محرک اور دستخط کنندہ آپ ہی تھے کہ "ان حالات میں جبکہ انگریز دہلی پر چڑھ آئے ہیں اور مسلمانوں کی جان ومال خطرہ میں ہے۔ اس صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں"؟

جہاد کا دہلی میں سب سے پہلے حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے ہی چرچا کیا اور فتویٰ جہاد پر اپنے دستخط ثبت کیے[3]۔

آخر استخارۂ مسنونہ کے بعد آپ مع اہل وعیال حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے[1]۔

---

۱ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے یہ حالات مؤلف رسالہ ہذا کی دوسری تالیف مناقب احمدیہ ومقامات سعدیہ اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر: ص ۸۲۔۹۴ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

۲ محمد معصوم شاہ: ذکر السعید بن فی سیرۃ الوالدین ص ۲۳

۳ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبداللطیف: روزنامچہ ۱۸۵۷ء مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۸۸ اللطیف، کمال الدین حیدر: قیصر التواریخ ۲/ ۵۰۔۴۴ غالب: خطوط ۲/ ۵۴، محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کراچی ۱۹۷۶ ص ۴۰۷۔۴۰۸ عتیق صدیقی: اٹھارہ سوستاون اخبار اور دستاویزیں۔ دہلی ۱۹۶۶ء ص ۱۹۹

راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود آپ اپنے خلیفۂ نامدار حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری[۱] رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحب نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔

حضرت شاہ احمد سعید نے اپنے مریدین اور خانقاہِ دہلی حضرت حاجی دوست محمدؒ کے سپرد کی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی۔

"۔۔۔۔ مریدانِ خود کہ در ہندوستان وخراسان سکونت میدارند کہ بجائے من مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفۂ من اند بدانند وتوجہات از ایشان گرفتہ باشند۔۔۔۔ و بہ ضمنیتِ خویش ہم ایشاں را مخصوص گردانیدند وخانقاہ ومکانات محل سرائے خود وتسبیح خانہ حوالہ ایشاں نمودند[۲]"

---

۱ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) حضرت شاہ احمد مجددیؒ کے مرید اور آپ کے مشہور ترین خلفاء میں سے تھے۔ پاکستان وہند خراسان عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبانِ حق ان کے دست حق پرست پر بیعت کر کے خاصانِ خدا میں شامل ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب کی کئی مقامات پر خانقاہیں تھیں لیکن آپ کا زیادہ قیام موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان میں ہوتا تھا۔ وصال کے بعد آپ اسی خاک پاک میں دفن ہوئے حضرت حاجی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان قدس سرہ (متوفی ۱۳۱۴ھ) ان کے بعد حضرت خواجہ مولانا سراج الدین قدس سرہ (ف ۱۳۳۳ھ) اور ان کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ (ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے وصال کے بعد اب حضرت مولانا خواجہ محمد اسمٰعیل مدظلہ خانقاہ شریفہ کے سجادہ نشین ہیں۔ موصوف ذی علم، نہایت متقی اور پابندِ شرع شیخ طریقت ہیں۔ حضرت کے چار صاحبزادے بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ راقم الحروف کے ان صاحبزادگان میں سے جناب محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ سے بہت اچھے مراسم ہیں موصوف خانقاہ احمد سعیدیہ کے کتب خانہ کی نہایت اچھے طریقے سے حفاظت کر رہے ہیں۔ رسالۂ رشحات العنبریہ صاحبزادہ موصوف ہی کی مہربانی سے ہمیں دستیاب ہوا ہے۔ موصوف نے اپنے سلسلہ کی کتابیں شائع کرنے کے لیے ایک ادارہ نشرواشاعت بھی مکتبۂ سراجیہ کے نام سے موسیٰ زئی شریف ہی میں قائم کیا ہے کئی قابل قدر کتب شائع کی ہیں خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف کے بزرگانِ کرام کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری اور مقاماتِ عثمانیہ تلخیص وترجمہ فوائدِ عثمانیہ صاحبزادہ مرشد بابا جو مطبوعہ اور مشہور ہیں۔

۲ محمد مظہر: مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ ص ۲۴۰۔ ۲۴۱

حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی رحیم بخش اجمیری ہرصوری (ف ۱۲۸۳ھ) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید کی موجودگی میں انہیں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا۔ وہ اسیوقت روانہ ہوگئے۔

چنانچہ حضرت شاہ احمد سعید کا جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا آپ نے ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء کا حج ادا کیا اور ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری دی۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبدالرشید، عبدالحمید، محمد عمر، محمد مظہر (مولف رسالہ ہذا) اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقبِ احمدیہ میں اسی ۸۰ حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے کہ سیکڑوں افراد آپ سے اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکاملین نے لکھا ہے:

بسیارے از علماءِ زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی عبدالقیوم بن مولوی عبدالحی و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم و غیرہم[1]

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی تصانیف میں پانچ رسائل ہیں یعنی

۱۔ سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان (اُردو) مطبوعہ

۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

۳۔ اثبات المولد والقیام (عربی) مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ مطبوعہ استنبول ترکی / لاہور

۴۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)

۵۔ انہار اربعہ (فارسی) مطبوعہ

۶۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی) مطبوعہ

---

[1] بحوالہ مقاماتِ خیر ص ۹۴

۷۔ مکتوبات۔ آپ کے تمام مکاتیب تاحال جمع نہیں کیے گئے۔ صرف ایک سو سینتیس ۱۳۷ مکاتیب آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری نے جمع کیے جنہیں جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے تحفہ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا۔

۸۔ فتاویٰ: آپ احیاناً فتویٰ بھی دیتے تھے لیکن کسی نے انہیں جمع نہیں کیا۔

(۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء)

رشحاتِ عنبریہ، مقدمہ

حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی

پاکستان وہند کے سوانحی ادب میں سلسلۂ نقشبندیہ کی اہم خدمات ہیں، تصنیفی اعتبار سے اس سلسلۂ طریقت کو دیگر سلاسل پر ترجیح حاصل ہے۔ خصوصاً تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں اس سلسلۂ مبارکہ کے سوانحی ادب میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ اس دور کے تقریباً ستر تو صرف تذکرے ہی ہماری نظر سے گذرے ہیں۔

اس وقت حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) اور آپ کے متعلقین کے احوال کے مآخذ کی مجمل فہرست کے بعد ہی ہم رسالہ رشحاتِ عنبریہ کا تعارف کرواسکتے ہیں۔

۱۔ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء شاہ غلام علی دہلوی، حضرت: کمالاتِ مظہری

۲۔ ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۶ء رافت رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ

۳۔ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء محمد بن عبد اللہ خالدی: البھجۃ السنیہ

۴۔ ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء عبد الغنی محدث شاہ: تکملہ مقاماتِ مظہری

۵۔ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۵۲ء دوست محمد، حاجی، خواجہ (تحفہ زواریہ مکتوبات حضرت شاہ احمد سعید)

۶۔ ۱۲۷۷ھ رشحاتِ عنبریہ، محمد مظہر مجددی، مدنی

۷۔ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء محمد مظہر مجددی: مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ

۸۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء محمد عمر مجددی: انساب الطاہرین

۹۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء محمد عادل کاکڑی: مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ

۱۰۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء معز الدین بن عبد الکریم: مجموعہ فضائل الباری فی مناقب دوست محمد قندھاری، نیز جوہر ملفوظات خلاصہ فضائل الباری

۱۱۔ امان اللہ: مناقب حضرت شاہ احمد سعید (فارسی نظم)

۱۲۔ ۱۲۸۶ھ / ۱۳۰۶ھ محمد محبوب علی: خلوت در انجمن

۱۳۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۹۲ء محمد حسن کرتپوری: ملفوظاتِ حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ

۱۴۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء تذکرہ مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ، محمد حسن کرتپوری

۱۵۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۲۹۸ھ نامعلوم: سیر الکاملین

۱۶۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء عبدالمجید خالدی: الحدائق الوردیہ فی اجلاء النقشبندیہ

۱۷۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء محمد مراد قزانی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات (تکملہ رشحات عین الحیات کاشفی)

۱۸۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء ابوالحسن نقشبندی: مقاماتِ گل محمدیہ فی احوال مشائخ نقشبندیہ

۱۹۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء محمد معصوم شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین

۲۰۔ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء احمد ابوالخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ

۲۱۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء عبدالمجید خانی خالدی: السعادۃ الابدیہ

۲۲۔ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء اکبر علی نقشبندی: فوائدِ عثمانیہ (ملفوظات و مکتوبات حضرت خواجہ محمد عثمانؒ دامانی ف ۱۳۱۴ھ

۲۳۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء عبداللہ شاہ ابوالحسنات: گلزارِ اولیاء

۲۴۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء محمد حسن مجددی: انساب الانجاب

۲۵۔ ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء زید ابوالحسن فاروقی: مقاماتِ خیر

یہ چند بنیادی مآخذ ہیں، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے حوالہ سے اکثر کتب میں آپ کا ذکر خیر آتا ہے۔

مذکورہ مآخذ میں شمارہ ۱، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۵ نمبر مطبوعہ ہیں باقی سب چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں مآخذ میں سے نمبر چھ کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو۔

رشحاتِ عنبریہ

یہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد مظہر

مجددی دہلوی ثم مکی (۱۳۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کی زبان عربی نثر و نظم ہے۔ رسالہ ہذا کے مطالعہ کے فوراً بعد جو سوال ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ جب انہیں مصنف کی اسی موضوع پر مفصل کتاب مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں موجود ہے تو اس مختصر رسالہ کی تالیف کی کیا ضرورت تھی؟

مناقبِ احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر انہیں مصنف نے حضرت کے حالات پر ایک عربی رسالہ مناقبِ صغریٰ تالیف کیا تھا جس سے مراد یہی رسالہ رشحاتِ عنبریہ ہی ہے کیونکہ مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ اور رسالہ حاضر کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اقتباسات مناقبِ احمدیہ میں پائے جاتے ہیں[۱]۔ اس کے عربی ترجمہ میں اسی رشحات عنبریہ کو "المناقب الصغریٰ" کہا گیا ہے[۲]۔ گویا یہ رسالہ مناقبِ احمدیہ کی تالیف ۱۲۸۱ھ سے قبل وجود میں آچکا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کی وفات ۱۲۷۷ھ کے موقع پر ہی اہلِ عرب کو اس عظیم شخصیت سے متعارف کروانے کے لیے عربی میں ایک رسالہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ و مسجع انداز میں رسالۂ حاضر تحریر فرمایا۔ گویا رشحات عنبریہ کا سالِ تالیف ۱۲۷۷ھ ہے۔

اگرچہ مؤلف نے اس رسالہ کا نام وضاحت سے نہیں لکھا لیکن فقرۂ "اما بعد فهور شحاتٌ عنبرية يتعطر بها حواس السامعين و رائحات مسكية اذفرية (ورق ۲ ب) سے قیاس کر کے ہم نے اس کا نام رشحاتِ عنبریہ تجویز کر لیا ہے۔ مؤلف نے رسالہ کے متن میں اپنا نام نہیں لکھا لیکن دیباچہ میں صاف بتایا ہے کہ یہ رسالہ میرے والد حضرت شاہ احمد سعید کے حالات پر مشتمل ہے لیکن رسالہ کے خاتمہ میں اپنا واضح طور پر بتایا ہے کہ اس رسالہ کے کاتب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مدینہ منورہ ہی میں تالیف ہوا اور وہیں سے حضرت مؤلف نے خود اپنے دستِ مبارک سے کتابت کر کے حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے خلیفۂ اول حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہما کے مطالعہ کے لیے موسیٰ زئی شریف ارسال فرمایا (ورق ۱۳ ب) خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے اس متبرک خطی نسخے کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس نسخے کی دریافت کا سہرا خانقاہ شریفہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سراجی مجددی مدظلہ کے صاحبزادہ جناب محمد

---

۱ مناقبِ احمدیہ ص ۲۰۲، رشحات عنبریہ ورق ۱۱۔الف

۲ المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ ص ۲۳۷

سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مد ظلہ کے سر ہے جنہوں نے اس گوہر نایاب کی نشاندہی فرمائی اور عکس برداری کے لیے نسخہ عنایت کیا۔

حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی

رسالہ رشحات عنبریہ کے مؤلف حضرت شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم مدنی ہیں۔ آپ صاحب سوانح حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کے صاحبزادے اور ذی علم مصنف تھے۔ آپ کا فیضان نہ صرف پاکستان وہندوستان بلکہ عالمِ اسلام میں خاصا پھیلا ہے۔ حضرت مؤلف نے اپنے حالات اپنی سب سے مشہور تالیف مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ میں خود تحریر کیے ہیں۔ بعد کے تذکرہ نویسوں نے انہیں کے اعادہ پر اکتفا کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''میری ولادت ۳ جمادی الاولیٰ کو ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی میرے والد حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارے دادا جو کہ صحیح کشف رکھتے تھے۔ تمہارے حق میں عظیم بشارات دیں اور تمہارا نام مظہر محمد اور تاریخ ولادت مظاہر محمدی فرمائی۔ میں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے اپنے والدِ بزرگوار سے اکثر دینی درسی کتب پڑھیں۔ کم سنی میں حضرتِ والا نے ایک خاص وقت میں مجھے بلایا اور بیعت سے سرفراز فرمایا اور مراقبۂ احدیت کی تلقین کی۔ سن بلوغت کے قریب تھا کہ باطن کی دائمی نگرانی جو کہ دوام حضور کے مبادیات میں سے ہے پر فائز کیا اور شرح ملا جامی (در علمِ نحو) کی تعلیم دی۔ اس طرح بائیس سالہ عمر میں مجھے ظاہری اور باطنی علم سے فارغ کر کے اجازتِ مطلقہ دی اور مریدین کو توجہ دلانا شروع کی اور چند احباب میرے حوالہ کیے اور کتب تصوف خصوصاً مکتوباتِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ دوبار پڑھائے۔

سرہند شریف کی حاضری کے بعد والدین کی اجازت سے حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اور عرصہ کے بعد واپس آیا۔ اس دوران حضرت والد نے بہت سے گرامی نامے مجھے لکھے اور میں نے بھی مکشوفاتِ حرمین پر بہت سے عریضے حضرت کی خدمت میں ارسال کیے''[1]۔

جن میں مؤلف نے دس خطوط اپنی کتاب مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ میں نقل کیے ہیں[2]۔

---

[1] شاہ محمد مظہر، مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ۔ مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ ص ۲۶۱ ملخصا

[2] ایضاً ص ۲۶۱۔ ۲۷۲

اپنے والدِ بزرگوار کے علاوہ ابتدائی کتب آپ نے مولوی حبیب اللہ سے اور صحاحِ ستہ اپنے عم اکبر حضرت شاہ عبد الغنی مجددی[1] سے بالاستیعاب پڑھیں[2]۔

اپنے والد کے ہمراہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں حرمین الشریفین کو آپ نے بھی ہجرت کی اور مدینۂ منورہ میں وہیں مقیم ہوگئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹۰ھ میں بنائی حضرت شاہ محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے اس کی تاریخ کہی

چوں اَخ محمد مظہر عالی ہمم ساخت خوش بنیاد زیبا خانقاہِ احمدی

سالِ تاریخش دعائیہ عمر گفت اے الہ تا ابد آباد بادا خانقاہِ احمدی

یہ خانقاہ رباطِ مظہر کے نام سے مشہور ہے اور مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے قریب واقع تھی۔ حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے دوشنبہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں قبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

تالیفات

حضرت شاہ محمد مظہر کی کئی تالیف یادگار ہیں۔ ابھی تک آپ کی تمام تالیفات منظرِ عام پر نہیں آئی ہیں۔ صرف مفصلہ ذیل کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ رشحات العنبریہ (رسالۂ در احوال حضرت شاہ احمد سعید) مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ۱۹۷۹ء

۲۔ مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ تکمیل بسال ۱۲۸۱ھ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ

۳۔ المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ عربی ترجمہ کتاب مذکور مطبوعہ قزان ۱۸۹۶ء

---

[1] حضرت شاہ عبد الغنی مجددی (۱۲۳۴ھ۔ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۱۹ء۔ ۱۸۷۸ء) بن حضرت شاہ ابو سعید مجددی، حضرت شاہ محمد اسحٰق کے شاگرد اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ حرمین الشریفین میں انہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے ساتھ آپ نے بھی ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں حرمین الشریفین کو ہجرت کی۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ (انجاح الحاجہ) تکملہ مقاماتِ مظہری، تحفہ تیموریہ، شفاء السائل، اُردو ترجمہ نصاب الاحتساب اور تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات آپ کی تصانیف سے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقاماتِ خیر ص ۷۴۔ ۸۱

[2] محمد معصوم شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین ص ۴۰

۴۔　الدر المنظم فی القیام تجاۃ القبر المکرم باسم تاریخی الدر المنظم ۱۲۹۶ء

یہ رسالہ مع شرح مسمیٰ بہ السلک المنظم از سیّد محمود مدراسی۔ مطبع احسن المطابع مدراس سے ۱۲۹۴ھ میں چھپ چکا ہے[1]۔

آپ کی اولاد نے اب شارع قربان پر رباط کے عوض جو رقم حکومت سے ملی تھی اس سے ایک ہوٹل بنا دیا ہے، ایک کمرہ میں نہایت دیمک خوردہ مخطوطات رکھ دیئے ہیں۔ مؤلف کو ۲۰۱۲ء کے حج کے دوران زیارت نصیب ہوئی۔

---

[1] زید ابو الحسن فاروقی۔ مقامات خیر ص ۱۰۴

خواجہ محمد حسن جان مجددی

مولفِ انساب الانجاب

حالات

انساب الانجاب کے مؤلف حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان مجددی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد[1]، معروف عالم دین، اہم کتابوں کے مصنف اور چودھویں صدی ہجری کے ہر دل عزیز شیخ طریقت تھے۔

آپ کی ولادت ۶ شوال ۱۲۷۸ھ / ۱۸۵۲ء کو قندھار (افغانستان) میں ہوئی آپ کے والد بزرگ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن[2] (۱۲۴۴۔۱۲۷۱ھ / ۱۸۲۸۔۱۸۵۵ء) افغانستان کے ایک بااثر شیخ طریقت تھے، وہاں کے سیاسی حالات اور حکومت کی اسلام دشمنی[3] کے باعث وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان کے مشہور مرکزی اور مذہبی خطہ سندھ میں تشریف لے آئے، اور باقی زندگی اصلاح و تبلیغ اور تربیت "طالبانِ حق" میں صرف کر دی۔ آپ کی اولاد[4] میں سب سے معزز حضرت خواجہ محمد حسن جان ہی تھے۔ حضرت نے اپنے اس فرزند کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی تھی اور اس وقت کے نامور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا تھا[5]۔

---

۱ حضرت نے اپنا سلسلۂ نسب انساب الانجاب ص ۶۸۔۵۹ میں بیان فرما دیا ہے۔

۲ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن کے مفصل حالات و خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے انیس المریدین تالیف حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی۔ مطبوعہ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۸ھ ملاحظہ کریں۔

۳ ملاحظہ ہو: مونس المخلصین۔ ص ۹۔۱۰ و بہ بعد

۴ تفصیل کے لیے دیکھیے شاہ آغا، عبداللہ جان: مونس المخلصین۔ ص ۱۸۔۱۹

۵ ایضاً ص ۵۹

حفظ قرآنِ پاک اور دیگر علوم کی تحصیل کے بعد والد کے جانشین بنے اور وصال تک یہی خدمت انجام دی۔ آپ کا وصال ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۵ء میں ہوا اور سندھ کے قصبہ ٹکھڑ میں مدفون ہیں[1]۔ آپ کا مزار مبارک دیگر اعزہ کے ساتھ اسی مقام پُر انوار میں واقع ہے۔

تالیفاتِ حضرت خواجہ محمد حسن جان

حضرت نے کئی اسلامی علوم پر اہم کتابیں تالیف کیں ان میں سے انیس المریدین، انساب الانجاب، تذکرۃ الصلحاء، الاشارہ الی البشارۃ خصوصیت سے سلسلۂ عالیہ مجددیہ کی تاریخ، احوالِ اعیان اور سلسلہ کے معارف و افکار سے متعلق ہیں۔

انیس المریدین اپنے والدِ بزرگ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن کی سوانح عمری ہے۔ تذکرۃ الصلحا میں آپ نے اپنے معاصرین کے حالات لکھے ہیں ان میں اکثر ایسے بزرگ ہیں جن سے آپ ملے تھے۔ اور ان میں سے بعض اس خانوادے سے تعلق رکھنے والے افراد کے حالات بھی ہیں۔ "الاشارہ" میر علی نواز شکارپوری کے اس رسالہ کے جواب میں لکھی گئی ہے جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے "مکتوب (۱/ ۳۱۲) نفی رفع سبابہ" کے رد میں لکھا تھا۔

ان کتابوں کے علاوہ شفاء الامراض (در وظائف و دعوات)، الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ، طریق النجات (رد فرقۂ نیچریہ)، العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ، رسالہ تہلیلیہ (در شرح کلمہ طیبہ)، شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری، پنج گنج، سفر نامۂ عربستان، رسالہ فی باب صحۃ الجمعہ فی القریٰ، لغات القرآن، رسالہ در قواعدِ تجوید[2]۔ آپ کی تالیفات ہیں۔

---

[1] شاہ آغا: مونس المخلصین۔ ص ۲۲۲۔ ۲۳۲۔ قصبہ ٹکھڑ اور اس میں مدفون حضرات کے حالات کے لیے دیکھیے، تذکرۂ شعراء از اسد اللہ اسد۔ حیدر آباد۔ سندھ

[2] ایضاً ص ۷۰۔ ۹۲

کتب انسابِ مجددیہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد کو اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی تھی ہر دور میں درجۂ اول کے علماء محققین اس خانوادے سے وابستہ رہے اور روحانی فیض یابی کے لیے جبہہ سائی کرتے رہے، عظیم علماء نے اس خاندان کے باکمال افراد کے مناقب میں کتابیں اور رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان میں ہر کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کے حالات وکمالات کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد کے حالات وانساب بھی تحریر کیے ہیں۔ زبدۃ المقامات، حضرات القدس، سنوات الاتقیا، مقاماتِ معصومیہ، روضۃ القیومیہ، عمدۃ المقامات اور جواہر علویہ کے مولفین نے ان حضرات کے مناقب کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی اولاد کی تعداد ان کے اسماءِ گرامی اور جائے سکونت وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے[1]۔ لیکن صرف اولاد کے انساب کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ان میں بعض کا مختصر ساذکر کیا جارہا ہے۔

۱۔ رسالہ در انساب اولاد حضرت مجدد:

یہ اہم رسالہ معروف عالم دین، شیخ طریقت اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ اجل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی[2] رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کی تالیف ہے۔

اس رسالہ کے کئی خطی نسخے ہماری نظر گذرے ہیں۔ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

---

[1] ان حضرات کے حالات پر ہر دور میں اس کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں کہ دیگر سلاسل تصوف میں یہ مثال نہیں ملتی۔ یہاں اختصار سے چند کتابوں کے نام دیئے گئے ہیں۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے مقامات مظہری تالیف شاہ غلام علی۔ مطبوعہ مرکزی اُردو بورڈ۔ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۹۰۔۳۹۴، ۴۳۳۔۴۳۸ (بامداد شاریہ)

۳۔ انساب الطاہرین:

یہ حضرت شاہ محمد عمر[1] (۱۲۴۴ھ۔۱۲۹۸ھ / ۱۸۲۹۔۱۸۸۰ء) بن حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید[2] دہلوی کی تالیف ہے۔ اس کی تاریخ تکمیل ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء ہے مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ خانقاہِ حضرت شاہ ابو الخیر۔ دہلی کے کتب خانہ میں موجود ہے[3]۔ جو اُردو زبان میں ہے[4]۔

۴۔ سیر الکاملین:

اس کتاب کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہے فارسی زبان میں ہے۔ اس کتاب میں حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد کے نسب کے علاوہ اس سلسلہ سے وابستہ افراد کے حالات و کمالات بھی لکھے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ابو الخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ داخلی شہادتوں سے اس کتاب کو ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء سے پہلے کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کا خطی مولانا زید ابو الحسن فاروقی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر، دہلی کے کتب خانہ میں ہے[5]۔

۵۔ ہدیہ احمدیہ:

یہ مولانا احمد ابو الخیر مکی کی تالیف ہے جو انہوں نے فارسی میں ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں تالیف کی تھی اور اس سے اگلے سال مطبع انتظامی، کانپور سے طبع ہوئی تھی، حضرت مجدد کی اولاد کے انساب پر تالیف ہونے والی کتابوں میں یہ سب سے پہلی جامع کتاب ہے۔ کتاب انساب الانجاب کی بنیاد اسی کتاب پر ہے۔ ہدیۂ احمدیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ عرب اور مغرب تک جہاں کہیں بھی حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد کا تذکرہ تحریر میں آیا ہے

---

۱ حضرت شاہ محمد عمر مجددی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مقاماتِ خیر۔ ص ۱۱۱۔۱۴۴

۲ یہ سلسلۂ نسب تا حضرت مجدد انساب الانجاب۔ ص ۳۷ میں دیکھیے

۳ زید، ابو الحسن فاروقی: مقاماتِ خیر۔ ص ۲۴

۴ ایضاً ص ۱۳۴

۵ ایضاً ص ۲۴

اس کتاب سے ضرور استفادہ کیا گیا ہے، مشہور عالم حضرت عبدالحی کتانی فاسی نے فہرس الفہارس[1] میں نہ صرف اس کتاب کی تعریف کی ہے بلکہ اس کے کثرت سے حوالے بھی دیئے ہیں۔

مولانا احمد ابوالخیر مکی علم انساب واسناد کے ماہر تھے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کے تبحرِ علم کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

''الشیخ العالم المحدث ابو الخیر احمد بن عثمان الحنفی المکی ثم الهندی المالوی، کان من العلماء المبرزین فی الرجال و السیر، لم یکن مثله فی زمانه احد بعد شیخنا حسین بن محسن السبعی الانصاری الیمانی۔ ولد بمکة المبارکه فی ثانی ذی القعده سنه سبع و سبعین و مایتیں بعد الالف، و قرأ المختصرات فی البلدة المبارکة ثم دخل الهند، وذلک فی سنه ست و تسعین ماتین و الف، فلا شیخنا العلامة حسین بن محسن المذکور، و اخذ عنه الحدیث و الرجال و اصول الحدیث و التفسیر وغیرهما و صحبة مدت طویله، حتی برع و فاق اقرانه، ثم سافر البلاد و جاب الاغوار و الانجاد، ----- ولا زم شیخنا الامام المحدث فضل الرحمٰن بن اهل الله البکری المراد آبادی و قرأ علیه الصحاح و السنن و من مصنفاته:

اتحاف الاخوان فی اسانید مولانا فضل الرحمٰن، اتحاف البشر اعیان القرن الثالث عشر، النفح المسکی لمعجم شیوخ احمد المکی، ہدیۂ احمدیه[2]''

مؤلف ہدیۂ احمدیہ کا بمبئی میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں وصال ہوا[3]

---

[1] کتاب فہرس الفہارس، مولانا عبدالحی کتانی فاسی کی تالیف ہے، اس میں مؤلف نے وہ تمام اسانید یکجا کر دی ہیں، جو آپ نے اپنے عہد تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں نامور اساتذہ سے حاصل کی تھیں، کتاب ہدیۂ احمدیہ انہوں نے حضرت مجدد کے ان صاحبزادگان سے حاصل کی ہوئی اسناد کے اندراج میں بطور حوالہ کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ فہرس الفہارس دو جلدوں میں فاس (مغرب) سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔ بعد میں ڈاکٹر احسان عباس کی تحقیق سے تین جلدوں میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

[2] عبدالحی حسنی نزہۃ الخواطر ۸/ ۲۹۔۳۰

[3] ایضاً ص ۳۰

ہدیۂ احمدیہ ان خصوصیات کے باوجود ولادت اور وفات کے سنین کی غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ ان اغلاط کی صحت کی طرف ابھی تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ ضرورت ہے کہ جس طرح انساب الانجاب میں ہدیۂ احمدیہ میں شامل رجال کے انساب کے تسامحات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس طرح تاریخی طور پر اس کے سنین کی تصحیح و تقابل پر بھی توجہ کی جائے۔

صاحب ہدیۂ احمدیہ نے کتاب کے آغاز میں اپنے حسبِ ذیل مآخذ کا ذکر کیا ہے:

حضرات القدس، زبدۃ المقامات، مقاماتِ معصومیہ، عمدۃ المقامات، روضۃ القیومیہ، سیر المرشدین، انساب الطاہرین، مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ اور رسالۂ (انساب) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی[1]۔

انساب الانجاب

یہ مولانا محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں مکمل ہوئی۔ آپ نے وضاحت کی ہے کہ یہ کتاب حضرت شیخ محمد فضل اللہ مجددی قندھاری کے مرتبہ تذکرہ عمدۃ المقامات[2] (تالیف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) کا تکملہ ہے، اور اس وقت تک اس موضوع پر تالیف ہونے والی کتابوں سے آپ مطمئن نہیں تھے اور اس

---

1. احمد ابو الخیر: ہدیۂ احمدیہ ص ۳۔۴

2. عمدۃ المقامات، حضرت محمد فضل اللہ قندھاری (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) بن شیخ غلام نبی بن حضرت غلام حسین پشاوری بن شاہ غلام محمد پشاوری بن شاہ غلام محمد معصوم سرہندی بن حضرت شیخ محمد اسماعیل بن شیخ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی (ر۔ک۔ انیس المریدین ص ۹۔۱۱، انساب الانجاب ص ۵۸۔۶۸)، کی تالیف ہے جو خانوادۂ حضرت مجدد الف ثانی کے احوال و مناقب پر آخری مستند کتاب ہے اسے زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور مقاماتِ معصومیہ کی طرح معتبر ماخذ تسلیم کیا گیا ہے، اس میں شامل مشائخ کے حالات سلسلہ طریقتِ نقشبندیہ کے مطابق آغاز سے لے کر اپنے والد بزرگ خواجہ غلام نبی اور حضرت خواجہ محمد صفی اللہ معصومی تک معتبر ذرائع و مآخذ جن کی تفصیل مؤلف نے کتاب کے آغاز میں دی ہے، کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ اس میں اس سلسلہ کی مشہور کتاب روضۃ القیومیہ (تالیف حدود ۱۱۵۴ھ / ۱۷۴۱ء) کا کہیں حوالہ نہیں آیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف اس کتاب کے مبالغہ آمیز انداز بیان کی وجہ سے اسے استناد کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ عمدۃ المقامات ۱۳۵۵ھ میں لاہور سے طبع ہو کر، صاحب انساب الانجاب کے مسکن ٹنڈو سائیں داد سندھ سے شائع ہوئی تھی۔ اب ۱۴۰۲ھ میں بصورتِ عکسی قندھار سے بھی چھپ گئی ہے اور استنبول ترکی سے بھی طبع ہو گئی ہے۔

خاندان کے ضبط انساب کے سلسلہ میں جن اصول وضوابط کے تحت صاحبِ عمدۃ المقامات نے کام کا آغاز کیا تھا کسی نے ان بنیادوں پر کام نہیں کیا تھا، لکھتے ہیں:

تاوقت کتاب این اوراق کے نسب خاندانِ عالی شان راتبوع کہ حضرتِ اوشان (محمد فضل اللہ قندھاری) بنیاد نہادہ تتمہ نکردہ است۔۔۔۔۔۔ این فقیر۔۔۔۔ بآن رسیدہ بطریق تتمہ کتاب عمدۃ المقامات در تحریر آوردم[۱]۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ نے بتایا ہے کہ اس موضوع پر تو اہم کتابوں یعنی ہدیہ احمدیہ اور سیر المرشدین کے مؤلفین حضرت مجدد الف ثانی کی اس اولاد سے بے خبر تھے جو افغانستان اور دور دراز خطوں میں آباد ہے۔ ان کی یہ بے خبری بُعدِ مسافت کے باعث تھی۔ جب آپ انساب الانجاب کو عمدۃ المقامات کے تتمہ کے طور پر مکمل کر چکے تو ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں شیخ محمد عیسیٰ مظہری مدنی سے آپ کی ملاقات ہوئی انہوں نے عمدۃ المقامات کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا ہدیہ احمدیہ تکمیل اور اصلاح کے قابل کتاب ہے۔ چنانچہ اس تجویز پر آپ نے اس پر نظر ثانی کی[۲]۔

ساری کتاب میں جابجا ہدیہ احمدیہ کی اصلاح اس کے اغلاط کی نشاندہی کی مثالیں ملتی ہیں۔ انسابِ الانجاب اپنے موضوع پر آخری اور سب سے مستند کتاب ہے۔ ضبط اسماء وانساب کے ساتھ ساتھ مؤلف نے اہتمام سے بعض صاحبِ کمال حضرات کے مناقب بھی مختصراً تحریر کیے ہیں اور سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے صاحبِ تصنیف حضرات کی کتابوں کی نشاندہی بھی کی ہے، چونکہ مؤلف ایک عظیم کتاب خانہ کے مالک تھے[۳]۔ اس لیے جہاں کہیں آپ کو حضرت مجدد ثانی کی اولاد کی موجودگی کی اطلاع ملتی تھی آپ خود وہاں تشریف لے جاتے تھے اور پھر آپ کی شخصیت اتنی معزز تھی اس خاندان کے افراد خود بخود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس لیے اس لیے اس عظیم خانوادے کے حالات سے براہِ راست آگاہ ہونے کے آپ کو بہت سے مواقع ملے۔ گویا براہِ راست آگاہی کی ساری خوبیاں اس کتاب کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

---

۱ انساب الانجاب۔ ص ۲

۲ انساب الانجاب۔ ص ۲۔۳

۳ کتب خانہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے مونس المخلصین۔ ص ۹۴۔۹۷

انساب الانجاب کے بعض تسامحات

ہندوستان میں مسلم حکومت کے زوال کے باعث مسلمانوں کا عظیم مذہبی مرکز سرہند جسے "دارالارشاد" کا درجہ حاصل تھا سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا۔ سکھوں نے ۱۷۱۰ء۔ ۱۷۶۴ء تک اس پر چار مرتبہ اتنے شدید حملے کیے کہ اسے نہ صرف مکمل طور پر تباہ کر دیا بلکہ وہاں سے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا[1]۔ ان ہنگاموں میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد نے جہاں پناہ ملی چلے گئے۔ بہت سے افراد نے ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں پناہ لی، ان حضرات کے وہاں سے منتشر ہونے اور پریشان کن زندگی کی اندوہناک جھلکیاں حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے مکتوبات میں بہت واضح طور سے ملتی ہیں[2]۔ اس دوران کسی کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ حضرات کہاں کہاں مقیم ہو گئے ہیں۔ احمد شاہ درانی ہندوستان سے واپس جاتے ہوئے حضرت مجدد کی اولاد سے بعض اصحاب کو اپنے ہمراہ افغانستان لے گیا تھا[3]۔ آج تک حضرت مجدد کی جتنی اولاد افغانستان میں آباد ہے وہ انہیں حضرات کی اولاد سے ہے[4]۔

افغانستان کے علاوہ ماوراء النہر، عربستان، مذکورہ، عہد کے ترکستان اور ہندوستان کی دور دراز ریاستوں میں یہ حضرات آباد ہو گئے۔

مآخذ

۱۔ انساب الانجاب، محمد حسن جان مجددی۔ ٹنڈو سائیں داد، سندھ ۱۳۴۰ھ

۲۔ انیس المریدین محمد حسن جان مجددی، مطبع مجددی، امر تسر

۳۔ تذکرۃ الصلحاء محمد حسن جان مجددی

۴۔ تذکرہ کاملانِ رام پور احمد علی شوق، دہلی ۱۹۲۹ء

---

۳ تفصیل کے لیے دیکھیے مقامات مظہری، مقدمہ ص ۱۹۱، ۴۶۔ ۵۲

۱ ایضاً ص ۵۰۔ ۵۱

۲ وکیلی، عزیز الدین فوفلزئی: تیمور شاہ درانی ۲ / ۶۷۸

۳ ایضاً۔ مقاماتِ مظہری۔ ص ۴۹

۵۔ وکیلی، عزیز الدین فوفلزئی: تیمور شاہ درانی، طبع دوم کابل ۱۳۴۶۔خ

۶۔ جواہر معصومیہ: احمد حسین خان امروہوی۔ لاہور (س۔ن)

۷۔ حضرت القدس: بدر الدین سرہندی، مرتبہ محبوب الٰہی، دفتر دوم، لاہور ۱۹۷۱ء

۸۔ رسالہ در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی: قاضی ثناء اللہ پانی پتی، قلمی مخزونہ کتب خانہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان

۹۔ روضۃ القیومیہ: کمال الدین محمد احسان، لاہور ۱۳۳۵ھ

۱۰۔ زبدۃ المقامات: محمد ہاشم کشمی مطبع نولکشور، ۱۳۰۷ھ

۱۱۔ علم و عمل، عبد القادر رام پوری، ترجمہ معین الدین افضل گڑھی، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۱۲۔ عمدۃ المقامات، محمد فضل اللہ مجددی قندھاری، ٹنڈو سائیں داد، سندھ ۱۳۵۵ھ

۱۳۔ فہرست مخطوطاتِ عربیہ کتب خانۂ رضا رام پور، امتیاز علی عرشی، رام پور جلد اول ۱۹۶۳ء

۱۴۔ مقاماتِ خیر، زید ابو الحسن فاروقی، دہلی ۱۳۹۲ھ

۱۵۔ مقاماتِ مظہری، شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ اُردو محمد اقبال مجددی، لاہوری ۱۹۸۳ء

۱۶۔ مقاماتِ معصومیہ، صفر احمد معصومی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۱۷۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، محمد مظہر مجددی مدنی، دہلی ۱۲۸۴ھ

۱۸۔ مونس المخلصین (سوانح مؤلف انساب الانجاب) عبد اللہ شاہ آغا، کراچی ۱۳۶۸ھ

۱۹۔ نزہۃ الخواطر، عبد الحی حسنی، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۲۔۱۹۷۰ء

۲۰۔ ہدیۂ احمدیہ، احمد ابو الخیر مکی، مطبع انتظامی، کانپور ۱۳۱۳ھ

یکم مارچ ۱۹۸۳ء

نور اسلام، شرقپور (حضرت مجدد الف ثانی نمبر ۱۹۸۸ء)

مولوی محمد صالح کنجاہی نقشبندی

مجمع التواریخ کے مصنف کا تعلق پنجاب کے مردم خیز قصبہ کنجاہ سے ہے، جو گجرات سے سات میل بجانب مغرب پھالیہ روڈ پر واقع ہے۔

یہاں کے علماء و شعراء میں سے ملا محمد اکرم غنیمت، علامہ محمد ماہ صداقت، اور مولوی محمد صالح نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر تخلیقی ادب میں قابلِ قدر اضافہ کیا جس کی وجہ سے یہ قصبہ اہلِ قلم کی توجہ کا مرکز بن گیا، ان کے علاوہ یہاں کے نامور علماء میں سے شیخ ابو البقا کنجاہی مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ (ف ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۳ء) جو ملا غنیمت کے چچا تھے[1]، قاضی عبد النبی ف ۱۰۸۸ / ۱۶۷۸ء میں کنجاہ کے قاضی تھے[2]۔

قاضی خوش محمد بن قاضی عبد النبی، حضرت نوشہؒ کے مرید اور کنجاہ کے قاضی تھے[3]۔

قاضیؒ عبد النبی مرید حضرت نوشہؒ بھی کنجاہ کے قاضی[4] اور شرح قصیدہ بردہ، رسالہ در حالات حضرت نوشہ (مشمولہ رسالہ[5] الاعجاز) اور تذکرۂ قاضی رضی الدین کے مصنف تھے۔ ان کے اشعار صداقت نے نقل کیے ہیں[6]۔

---

۱ صداقت، محمد ماہ: ثواقب المناقب، قلمی مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی

۲ محمد عالم عبد الباسط: تاریخ ساداتِ خوارزمیہ ص ۷۰

۳ احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، قلمی ورق ۱۰۱۔ ا، علی حسن: صبح گلشن ۱۵۶، شرافت نوشاہی: شریف التواریخ ۳/ ۱۴۱، محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری ۸۹

۴ احمد بیگ لاہوری: الاعجاز قلمی مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی ورق ۳۶۲

۵ ایضاً ورق ۱۱۲۔ ۱۲۲

۶ ایضاً ورق ۱۱۹

خاندانی تحریرات کے مطابق قاضی رضی الدین کا انتقال ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء میں ہوا، مفتی غلام سرور نے سال وفات[۱] ۱۱۵۲ھ درست نہیں لکھا ہے[۲]۔

شیخ نظر محمد مرید[۳] حضرت نوشہ کے دو بیٹے تھے اول ملا محمد اکرم غنیمت اور دوسرے کا نام معلوم نہیں ہے، اس معلوم صاحبزادے کے دو فرزند تھے علامہ محمد ماہ صداقت اور شیخ محمد[۴]۔

ملا محمد اکرم غنیمت کا شمار پنجاب کے معروف ترین فارسی شعراء میں ہوتا ہے، انہوں نے پنجاب کو نیرنگ عشق جیسی مثنوی دے کر ادبی دنیا میں بلند مقام عطا کیا ہے[۵]۔

علامہ محمد ماہ صداقت، شیخ عبدالرحمٰن دہلوی کے مرید تھے، ان کے والد، نواب ارادت مند خان شرف الدولہ بہادر کی طرف سے تحویل خزانہ پر مقرر تھے، مہماتِ ملکی میں ان کے ہمراہ رہتے تھے[۶]، صداقت کابل میں پیدا ہوئے[۷]۔ مروجہ علوم اپنے چچا ملا غنیمت سے پڑھے تھے ان کو نظم و نثر پر کامل عبور تھا، ثواقب المناقب[۸] (در حالات و مقامات حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قدس سرہ) آپ کا لاثانی شاہکار ہے، اس کے علاوہ فتح نامہ نواب عبدالصمد خان، ساقی نامہ، مثنوی مہتاب، مثنوی چراغان، گل صنوبر، قصہ کلیلہ و دمنہ، دیوان اشعار، رباعیات آبدار، مخمسات رنگین، رقعات، لطائف ہزلیات اور مطلع الاسرار بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا انتقال ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء میں ہوا[۹]۔

---

۱ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ۱ / ۲۰۲۔ مطبع ثمر ہند، لکھنو ۱۸۷۳ء

۲ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ ۳ / ۱۶۳۔ ۱۸۰

۳ صداقت: ثواقب المناقب، قلمی ورق ۱۲۵

۴ شرافت: شریف التواریخ ۳ / ۵۱۵

۵ ایضاً ۳ / ۲۶۰۔ ۳۱۰، رقعات غنیمت، صحیفہ لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء، صادق علی دلاوری: مقالہ غنیمت مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء

۶ صداقت، ثواقب، قلمی ورق ۹

۷ ایضاً ورق ۹

۸ ثواقب المناقب، قلمی

۹ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، جلد سوم حصہ سوم ۶۸۔ ۱۰۳

صداقت کے علاوہ کنجاہ میں میاں جعفر شاہ بن شاہ درگاہی بھی تھے، حضرت شاہ محمد غوث لاہوری نے ان سے ملاقات کا حال لکھا ہے[۱]۔

صاحبِ مرآۃ العالم بختاور خان کے مقرب لطف اللہ موہب کا تعلق بھی کنجاہ سے تھا، ان کے صرف دو شعر ملتے ہیں[۲]۔

شیخ یحییٰ کنجاہی نے رائے حاکم سنگھ دیوان کی فرمائش پر مثنوی نیرنگِ عشق کی فارسی میں شرح لکھی تھی جس کا خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے[۳]۔

آباواجدادِ مصنف

مصنف کے والد کا نام مولوی محمد صالح بن مولوی محمد یار تھا، محمد یار نے وظائف و معمولات کا ایک مجموعہ اپنے بیٹے محمد صالح کے لیے لکھا تھا، وضاحت کرتے ہیں:

''تمام شد درودِ مستغاث برائے برخوردارِ سعادت اطوار نیک کردار نور چشم راحت جان لختِ جگر محمد صالح تحریر یافت در ۱۲۴۰ ہجری مقدس یک ہزار و دو صد و چهل بود[۴]''۔

مولوی محمد صالح کے پردادا کا نام محمد ادہم تھا[۵] اور جد مادری کا نام محمد ابراہیم بن محمد ادہم تھا، فرماتے ہیں:

''حضرت میاں شیخ محمد ابراہیم طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ عالم و عامل در زہد و تحمل رفیع الشان بود علم ظاہری از بسیار اساتذہ حاصل نمودہ بود چنانچہ از خدمت حضرت میاں محمد فیض و حضرت مرزا مقصود بیگ و حضرت حافظ محمد یونس و حضرت میاں محمد صالح گجراتی رحمۃ اللہ علیہم و

---

۱ شاہ محمد غوث: رسالہ در کسب سلوک وبیان طریقت وحقیقت، مطبوعہ پشاور، ۱۲۸۳ھ ص ۴۲

۲ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ۱۹۴

۳ قصبہ کنجاہ کی تاریخ وشخصیات سے متعلق ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ ''کنجاہ'' شامل اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہِ پنجاب، لاہور

۴ مجموعہ وظائف خاندان مولوی محمد صالح کنجاہی، قلمی مملوکہ جناب حکیم سیّد ارشاد حسین، قصور

۵ احمد حسین احمد، قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، زمیندار کالج گجرات، دسمبر ۱۹۶۸ء ص ۱۳۵

در علم باطن مرید حضرت شاہ سیّد میر است و والدِ بزرگوارش حضرت میاں محمد ادہم مرحوم مرید حضرت شاہ محمد غوث (لاہوری) بود. حسنِ صورت و سیرت و بلقای جہاں آرای خواجہ ہر دوسرای صلی اللہ علیہ وسلم در عالم رویا مشرف شدہ..... جد مادری اوستاد پاک نہاد این خاکسار نژاد است و فاتش روز دو شنبہ وقت ظہر بیست و نہم ماہ ربیع الآخر در سال یک ہزار و دو صد و چہل وسہ (۱۲۴۳ھ) از ہجرت بود. قبرش در کنجاہ پایان مرقد حضرت پیر سبز غازی است''[1]

مصنف کے جد مادری حافظ نور احمد بن حافظ احمد بن حافظ یار محمد تھے، حافظ احمد یار بقول مصنف ۱۲۴۳ھ میں فوت ہوئے:

چوں جناب حافظ احمد یار باحکم خدا　　شد ز دنیا جانب عقبیٰ رواں نیک خو

سالِ تاریخ وفات آنجنابِ زندہ دل　　گفتہ در شد روزِ محشر باد احمد یار او[2]

۱۲　　ھ　　۴۳

حافظ یار محمد مذکور نے ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں انتقال کیا:

قطعۂ تاریخ وفات حضرت حافظ یار محمد صاحب گنیانوالہ ﷫ کہ جدِ مادری این خاکسار بود چنانچہ جدِ مادری این خاکسار حافظ نور احمد بن حافظ احمد یار بن حافظ یار محمد بود:

حامد اللہ تارک الدنیا　　قدوۂ کاملانِ اہلِ تمیز

سال تاریخ او حضوری رب　　آفتابِ بہشت بالانیز[3]

---

[1] محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، بخطِ مصنف قلمی مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد قلعہ داری، گجرات

[2] غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ، ورق ۱۰۔ا

[3] ایضاً ۱۰۔ا

میاں محمد ابراہیم کنجاہی مذکور کے ایک صاحبزادے بابا میاں اسمٰعیل نے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں وفات پائی:

وقتِ پیشین روز شنبہ شانزدہم از ربیع الآخر:

ربیع الآخرین را شانزدہ بود　　بروز شنبہ وقتِ ظہر گردید

سنین ارتحالش جستم از عقل　　خرد گفتا بخاک[1] پاک خوابید

میاں اسمٰعیل کے برادر کلاں میاں احمد یار نے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں انتقال کیا:

وقت دمیدنِ صبح روز آدینہ بیستم ذی قعد:

بیستم ذی قعد روز آدینہ بود　　نیز بدن وقت دمیدنِ صبحدم

سالِ تاریخش بجستم از خرد　　گفت با آہ و فغاں[2] بی درود غم

مصنف کے دادا مولوی محمد یار کا انتقال ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں ہوا:

روز پنجشنبہ وقت پیشین یاز دہم صفر　　"باد منظور جناب وہاب[3]"

۱۲　　ھ　　۷۴

مصنف نے اپنے خاندان کی بعض خواتین کے سنین ہائے وفات بھی لکھے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کے والد کی جدِ مادری کا نام عظمت خاتون (ف ۱۹ رمضان ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء) اور جد پدری سلطان بی بی (ف بروز بدھ ۱۴ صفر ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) اور مصنف کی دادی کا نام حسن بی بی (ف سوموار ۲۹ رمضان ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) اور مصنف کی والدہ کا نام حیات بی بی (ف شب شنبہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) تھا[4]۔

---

[1] ایضاً ورق ۱۲ ا۔ ا

[2] ایضاً ورق ۱۲۔ ا

[3] ایضاً ورق ۱۲۔ ا ب

[4] غلام محی الدین کنجاہی: قطعات تاریخہائے وفات خواتین بر اوراق اولین خطی نسخہ سلسلۃ الاولیاء مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات

احمد حسین، احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، ص ۱۳۵۔ ۱۳۶

محمد صالح کنجاہی

(والدِ مصنف، کاتب و مرتب مجمع التواریخ)

مولوی محمد صالح کنجاہی، کتاب ہذا کے مصنف کے والد، استاد، مرتب اور اس کے کاتب کی حیثیت سے قابل ذکر ہیں، وہ سکھ عہد کے کہنہ مشق خطاط، پر مغز، شاعر، باعمل صوفی اور جید عالم تھے، حدود ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے[۱]۔

ان کی تعلیم و تربیت ان کے نانا شیخ محمد ابراہیم کنجاہی کے ہاں ہوئی، جو اپنے وقت کے جیّد عالم دین تھے[۲]، مروجہ علوم کی تحصیل کے بعد مولوی محمد صالح کا زیادہ وقت اہل طریقت کی صحبت میں گزرا، جن مشائخ سے زیادہ عقیدت تھی اُن میں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری، نانا شیخ محمد ابراہیم کنجاہی، شیخ محمد قاسم ابو الوفاء ساکن گولیکی، سیّد محمد بقاء اور سیّد شاہ میر پشاوری نبیرۂ حضرت شاہ محمد غوث لاہوریؒ قابل ذکر ہیں لیکن زیادہ جھکاؤ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی طرف تھا۔

مولوی محمد صالح کنجاہی کے خیالات و نظریات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت کی فضا اور مشائخ کے حالات کا مجمل ساخاکہ پیش کیا جائے جن سے محمد صالح متاثر تھے۔

مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

پنجاب کے معروف عالم، شیخِ طریقت اور قطبِ پنجاب تھے، آپ نے حدیث کی سند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے حاصل کی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددیؒ (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) سے سلسلہ مجددیہ و قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔

مولانا قصوریؒ ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء کو قصور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے حافظ عبد الرسولؒ تھے، مولوی محمد صالح اور حافظ غلام محی الدین کنجاہی کو ان

---

۱ احمد حسین احمد: مولوی محمد صالح کنجاہی، شاہین ۷ ۱۳۔۱۳۸

۲ رجوع کنید باحوال اجدادِ مصنف

سے عقیدت تھی، جس کا اظہار صاحبزادہ قصوریؒ کے مکتوبات بنام مولوی محمد صالح اور حافظ غلام محی الدین سے بخوبی ہوتا ہے۔

مولانا قصوریؒ کثیر التصانیف عالم تھے، آپ کی اب تک یہ کتابیں دستیاب ہوئی ہیں:

۱۔ ملفوظاتِ چہل روزہ شاہ غلام علی دہلویؒ، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۶ء

۲۔ تحفہ رسولیہ (معجزات نبوی ﷺ) مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور۔

۳۔ رسالہ نظامیہ (مبحث وحدت الوجود) قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور

۴۔ زاد الحاج (پنجابی نظم، مسائل حج) قلمی مخزونہ کتب خانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور، نمبر ۲۶۷

۵۔ سلالۃ المبرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ بخطِ مولوی غلام نبی للہی، قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۶۔ خطباتِ حضوری، مطبوعہ، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔

۷۔ مکتوبات کی پانچ جلدیں، جمع و تدوین محمد اقبال مجددی۔

۸۔ شرح گلستانِ سعدی ۱۲۲۵ھ بخطِ مصنف مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۹۔ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ قلمی، ذخیرہ شیرانی، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب (۱/ ۶۲۸۰)

۱۰۔ الفاظِ چند، قلمی، ذخیرہ شیرانی۔

۱۱۔ رسالہ علم میراث بخطِ مصنف، قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۱۲۔ بیاضِ نظم و نثر، قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور۔

۱۳۔ دیوانِ قصوری، فارسی و اُردو نظم، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی[1]۔

---

[1] برائے تفصیل رجوع کنید بہ:

i۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد

ii۔ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ۔

iii۔ غلام دستگیر قصوری: ذکر حضرت قصوری۔ مشمولہ ہدیۃ الشیعتین، مطبوعہ ۱۲۹۵ھ

iv۔ محمد قصوری سیّد: بستانِ معرفت (سوانح صاحبزادہ عبد الرسول قصوریؒ)، لاہور ۱۳۰۳ھ

v۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری۔ دہلی ۱۲۶۹ھ تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

vi۔ ایضاً ملفوظاتِ شریفہ، لاہور ۱۳۷۱ھ

ہم نے تذکرۂ حاضر میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ضمن میں مولانا قصوری کے مفصل احوال لکھے ہیں۔

---

vii۔ محمد مظہر مجددی: مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ، دہلی ۱۲۸۲ھ

viii۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: حدیقۃ الاولیاء بامقدمہ وتصحیح وحواشی محمد اقبال مجددی، لاہور

ix۔ عبدالرسول، حکیم: انوارِ مرتضوی۔ مطبوعہ

x۔ محمد حسن کیر تپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۲

xi۔ ایضاً: ملفوظات غلام نبی للہی، مطبوعہ لاہور۔

xii۔ شبیر احمد شاہ: انوارِ محی الدین (سوانح مولانا قصوری)، لائل پور ۱۹۶۶ء

xiii۔ محمد اقبال مجددی: حیاتِ مولانا غلام محی الدین قصوری، زیر ترتیب

xiv۔ ایضاً: غلام محی الدین مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہِ پنجاب۔

میاں محمد قاسم ابو الوفاؒ

نہایت متبع شرع بزرگ تھے، اپنے والد میاں محمد اسلم کے شاگرد و مرید تھے، ۲۷ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا، قصبہ گولیکی (کنجاہ سے جانبِ جنوب) میں دفن ہوئے، مولوی محمد صالح نے خود لکھا ہے:

''عابد و زاہد و فقیہ و شب خیز و طبیبِ کامل در زمانِ خود بود شاگرد و مرید والدِ بزرگوارِ خود حضرت میاں محمد اسلم است و وی مرید والدِ خود حضرت حافظ بڈھا است و وی مرید والدِ خود حضرت حافظ امان اللہ و وی مرید حضرت میاں محمد مصطفیٰ لاہوری است و وی مرید حضرت میاں جان محمد لاہوری است و وی مرید حضرت میاں وڈا صاحب است رحمۃ اللہ علیہم و بہ شاہ صاحب حافظ سیّد عبدالرحیم (ساکن مگھو وال) نیز اعتقاد کمال داشت. دانا و شیرین زبان متکلم بود بخیر الکلام ماقل و دل نیکو خو و روشن رو پیوستہ بہ تبسم و از اقوال و افعال مالا یعنی محترز کمال بود حضرت سیّد محمد بقاء را باوی اعتقادِ تمام بود بجائے پیر میدانستی پیر روشن ضمیر این فقیر (محمد صالح) است. و فاتش روز شنبہ وقتِ بامداد بیست و ہفتم از ماہ جمادی الآخر در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و دو (۱۲۵۲) از ہجرت بود. قبرِ آں صاحب در موضع گولیکی است کہ سہ کروہ بطرف جنوب از کنجاہ''[1]

سیّد محمد بقاءؒ

سیّد عبدالرحیم[2] کے فرزندِ ارجمند تھے، ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء میں انتقال کیا، قصبہ مگھووال میں اپنے والد کے پایان میں مدفون ہیں، مولوی محمد صالح ان سے بڑے متاثر تھے، اپنی عقیدت مندی کا اظہار فرماتے ہیں:

---

[1] محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۶۸ ب۔ ۶۹۔ ا

[2] حضرت سیّد عبدالرحیم ''در علم ظاہری و باطنی کامل بود در توحید و تفرید بلند شان داشت حضرتِ نور شاہ را باوی اعتقادِ تمام بود کہ بجائے پیر میدانستی مریدان وی بسیار بودند اول ارادت قادریہ بحضرتِ مراد شاہ داشت بعدہ در طریق نقشبندیہ و قادریہ بحضرتِ شاہ محمد بقاء سہرندیؒ واو از خواجہ قطب الدین واو از خواجہ محمد زبیر واو از خواجہ حجۃ اللہ واو از خواجہ محمد معصوم

''از علمِ ظاہری و باطنی حظی وافر داشت......... فرزندِ حافظ سیّد عبدالرحیم است طریق نقشبندیہ از حضرت غلام شاہ داشت ووی از والدِ خود حضرت غلام علی ووی از حضرت شاہ محمد بقاء سہرندی، و طریقہ سہروردیہ از حضرت میاں محمد قاسم ابو الوفاء داشت...... و حضرت میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ (مولانا غلام محی الدین) وی را باین القاب یاد میفر مود سیّد محمد بقاء تارک الدنیا ولیٔ کامل مکمل فناء فی اللہ بقاباللہ باین گدا خیلی میل خاطر میداشت کہ در تحریر نمی آید الحمد للہ علیٰ ذلک۔ وفاتش روزِ شنبہ وقتِ صبح چہارم جمادی الاول درسال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ ازہجرت. قبرش پایانِ خوارزمی سادات والدِ زرگوارِ خود است''

خوارزمی سادات میں سے تھے۔

سیّد شاہ میر پشاوریؒ

حضرت سیّد شاہ محمد غوث[۲] لاہوریؒ بن سیّد حسن پشاوریؒ کے خواہر زادے تھے، مولوی محمد صالح نے انہیں اپنا پیر روشن ضمیر لکھا ہے، ان کی قبر پشاور میں ہے:

سہرندی واز حضرت حافظ غلام مرتضیٰ قصوری چشتیہ نیز داشت، وفاتش شبِ شنبہ یازدہم از ربیع الآخر در سالِ یک ہزار و دوصد و چہل و پنج از ہجرت بود، قبرش در گھووال است (سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۱۱۳ب۔۱۱۴۔ا)

محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء، قلمی

حضرت شاہ محمد غوثؒ، لاہور کے مشہور عالم اور شیخ طریقت، متعدد عربی وفارسی کتابوں کے مصنف اور بخاری شریف کی نہایت ہی بسیط شرح کے مؤلف تھے، آپ کا شجرۂ نسب و طریقت، حضرت شیخ عبدلقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، پشاور میں ۱۰۸۴ھ / ۱۶۷۳ء کو پیدا ہوئے، اپنے والد حضرت سیّد حسنؒ کی وفات ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء کے بعد ظاہری و باطنی علم کے حصول کے لیے دور دراز کے سفر کیے اور اس وقت کے اجل علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، ایک عالم کو ظاہری و باطنی فیض پہنچا کر ۱۷ ربیع الاول ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا مزار مبارک لاہور میں بیرون دہلی دروازہ ہے، آپ کی تصانیف میں سے شرح غوثیہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء (شرح صحیح بخاری فارسی) قلمی بخطِ مصنف مملوکہ امیر شاہ قادری، پشاور، رسالہ در کسبِ سلوک وبیانِ معرفت و طریقت (فارسی) مطبوعہ پشاور ۱۸۶۶ء، رسالہ ذکر جہر قلمی مملوکہ مولانا سیّد محمد امیر شاہ قادری، شرح قصیدہ غوثیہ، مطبوعہ، لاہور ۱۹۱۰ء، اسرار التوحید (عربی)، دو دیگر رسائل در وحدت الوجود بخطِ مصنف، روٹوگراف مملوکہ مولانا سیّد محمد امیر شاہ، رسالہ مناجات، عربی بخطِ مصنف، مملوکہ ایضاً، رسالہ اصولِ حدیث، مطبوعہ

''پیر روشن ضمیر حضرت سیّد شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ در عہدِ خود عالی شان بود خواہر زادہ و مرید حضرت سیّد محمد غوث است. بصورتِ ظاہری و باطنی کمال آراستہ بود در شوق و درد مرتبۂ عالی داشت. قبرش در پشاور و فرزندش حضرت میر سیّد قبول متورّع و متقی و متزہد کمال بود رحمۃ اللہ علیہ''

وفات

مولوی محمد صالح کی وفات ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء کو کنجاہ میں ہوئی، حضرت پیر سیّد سبز غازی، کنجاہ کے دروازے کے سامنے دفن ہوئے، ان کا مزار نہایت کسمپرسی کی حالت میں علم و حکمت کی بے بسی پر نوحہ خواں ہے[۲]۔ مولوی تاج الدین ساکن (باگڑیانوالہ) نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے تھے، جو سلسلۃ الاولیاء میں بخطِ مولوی تاج الدین کے آخر میں درج ہیں[۳]۔ ملاحظہ ہو:

صالح محمد یکہ عزیز زمانِ خود بود — ہمہ دوستانش نور ہدی بگفتا
سل وفات اوچوں زہاتف سوال کردم — ناگہ سروش گفتاوی باخدا برفتا ۱۳۰۷ھ

ایضاً
خوش منش خوش روش و خوش کلام — رفت چوز ین دارِ فنا پر محن
سل وصالش چو بجستم خرد — گفت کہ ''واہ بودچہ شیریں سخن'' ۱۳۰۷ھ

ایضاً
دریغا کہ جامع کمالات دوست — ز دنیا بملک فنا رفت وے
سنینش ملک گفت یا آہ۔ آہ — کہ ہیہات ہیہات یھھات ہے ۱۳۰۷ھ

مولوی صالح کے ایک ہی فرزند حافظ غلام محی الدین کنجاہی تھے، جو کتاب مجمع التوارخ کے مصنف ہیں۔

پشاور مع اُردو ترجمہ (ر۔ک محمد امیر شاہ: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، مطبوعہ پشاور۔ محمد اقبال مجددی: شاہ محمد غوث لاہوری، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشگاہِ پنجاب) ام سلمیٰ: محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (مقالہ برائے حصول درجہ دکتری (عربی) دانشگاہ پنجاب، لاہور)، مطبوعہ پشاور، ۱۹۹۰ء

۱ محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء، خطی

۲ احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، گجرات ۱۶۳

۳ ایضاً

تصانیف

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد صالح کی تصانیف ضائع ہو گئی تھیں، جس کی وجہ ان کی اولاد کی ان کے حین حیات وفات اور ناخلف تلامذہ ہیں، فقط وہی کتابیں بچ سکی ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کتابت کر کے اپنے مشائخ کرام مولانا غلام محی الدین قصوریؒ اور صاحبزادہ حافظ عبد الرسولؒ کی خدمت میں قصور بھیجی تھیں، ذیل میں بعض تالیفات کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے:

سلسلۃ الاولیاء

یہ مولوی محمد صالح کی سب سے اہم تصنیف ہے، ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں لکھی گئی، حواشی میں اس سنہ کے بعد کی بھی تاریخیں درج ہیں، اس کتاب میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر معاصر مشائخ تک مجمل طریقہ سے مشائخ کے مناقب درج ہیں، متقدمین کے حالات سرسری ہیں اور ان میں کوئی امتیازی نکات نہیں لکھے گئے، وہی مروجہ روایات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے، البتہ قریب العہد اور معاصرین کے حالات کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک منفرد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور مجمع التواریخ دراصل اسی سلسلۃ الاولیاء کا تکملہ ہے۔

سلسلۃ الاولیاء میں حسبِ ذیل معاصرین کے حالات قابلِ توجہ ہیں:

سیّد شاہ میر پشاوری، شیخ محمد ابراہیم کنجاہی، محمد قاسم ابو الوفاء، مخدوم عبد الکریم، شاہ غلام علی دہلوی، مولانا غلام محی الدین قصوری، حافظ یار محمد، سیّد جملہ شاہ، سیّد نور شاہ، حافظ عبد الرحیم، سیّد بقاء اللہ، سیّد عباد اللہ، غلام محی الدین سیالکوٹی ثم کشمیری نبیرہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، محمد صالح گجراتی، حافظ محمد اعظم، مولوی شکر اللہ، میاں صدر الدین، میاں احمد جی، حافظ نصر اللہ، شاہ عبد العزیز دہلوی، خلیفہ غلام رسول لاہوری، حافظ غلام محمود، پیر اعظم شاہ، خواجہ سلیمان تونسوی، میاں مفتی محمد کاظم معروف کاکے شاہ، پیر کرم شاہ محلانوالہ، میاں محمد اشرف بھیروی۔

سلسلۃ الاولیاء کے فقط تین خطی نسخوں کا احقر کو علم ہے:

۱۔ نسخہ بخطِ مصنف نوشتہ برائے متبنیٰ و خواہر زادۂ خود غلام یسین، بسال ۱۲۹۵ھ مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔

۲۔ مملوکہ جناب محمد حلیم خان پٹن، ملتان[1]

۳۔ نسخہ بخطِ مولانا سیّد شرافت نوشاہی مرحوم، ساہن پال، گجرات

مجمع التواریخ

یہ کتاب، مولوی محمد صالح نے اپنے بیٹے کی وفات (۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) پر مؤلف کے مسودات کی مدد سے مرتب کی اور اس میں ایک مفید ضمیمہ کا اضافہ کیا، جس میں مصنف کے حالات بھی لکھے، جو نہایت قابلِ قدر ہیں، یہ نسخہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں نہایت خوش خط کتابت کر کے اپنے مرشد حافظ عبدالرسولؒ کی خدمت میں قصور بھیجا تھا، جو ہمیں ۱۹۷۴ء میں حضرت حافظ قصوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔

نغمۂ توحیدی

یہ کتاب دراصل معمولاتِ مظہریہ (حالات وملفوظاتِ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ) مولفہ مولوی نعیم اللہ بہرائچیؒ کی تلخیص ہے، اس کا خطی نسخہ جناب ضیاء محمد ضیاء مدرس گورنمنٹ ہائی سکول پسرور کے پاس ہے[2]۔

مجموعۂ وظائف

یہ مجموعہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۷۷ اور ۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۰۔ ۱۸۷۲ء میں جمع کیا تھا، یہ بھی مرتب و کتابت کر کے نہایت دیدہ زیب خط، جلد اور کاغذ وروشنائی سے مزین کیا اور حضرت حافظ عبدالرسول قصوری کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جو آج حکیم سیّد ارشاد حسین صاحب ساکنہ قصور کے پاس محفوظ ہے، ایک اور مجموعہ وظائف مکتوبہ ۱۲۹۴ھ برائے متبنی خود غلام یسین کا ذکر پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے[3]۔

---

[1] تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، مطبوعہ مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان۔

[2] احمد حسین احمد: مولوی محمد صالح کنجاہی، ۱۵۹

[3] ایضاً

مکتوبات

اس مجموعہ میں مولوی محمد صالح نے اپنے معاصر عرفا کے مکتوبات جو ان کے نام آتے رہے تھے یکجا کر دیئے ہیں، اس میں آٹھ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے، بارہ خواجہ عبد الرسول قصوریؒ، ونو پیر کرم شاہ محلانوالہؒ اور ایک مکتوب شیخ محمد عمرؒ بن شاہ احمد سعید مجددیؒ کا ہے۔

یہ مجموعہ سلسلۃ الاولیاء کے خطی نسخہ بخطِ مصنف مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

دو بیاضیں

بیاضِ اول میں متقدمین، قریب العہد اور معاصرین کی شان میں قصائد کو یکجا کیا گیا ہے، اس کا آغاز ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء کو ہوا اور ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں مکمل ہوئی اس کا خطی نسخہ پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب کے پاس ہے، دوسری بیاض میں مولوی محمد صالح نے اپنا طبع زاد کلام، نعت و مناقبِ مشائخ کرام اور شجراتِ طریقت وغیرہ نظم کیے ہیں۔

ذوقِ شعر و سخن

مولوی محمد صالح کو فارسی زبان پر پوری قدرت تھی، اپنا مانی الضمیر بخوبی بیان کر سکتے تھے، پہلے قلندر پھر فقیرؔ اور آخر میں صالحؔ تخلص اختیار کیا، تاریخ گوئی پر کامل عبور تھا، سلسلۃ الاولیاء میں یہ اہتمام کیا ہے کہ مشائخ کے سنین نظم کر دیئے ہیں جن میں خاصی روانی پائی جاتی ہے۔

خطاطی

مولوی محمد صالح نے علمی کتب کی کتابت میں بڑا اہتمام کر رکھا تھا، عمدہ کاغذ، اعلیٰ روشنائی (سرخ و سیاہ) دل پسند تقطیع ہر وقت مدِ نظر رہتا تھا، ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کئی کتابیں احقر کی نظر سے گذر چکی ہیں، ان میں سلسلۃ الاولیاء مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، مجمع التواریخ شورِ جنون، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ، مجموعہ وظائف مملوکہ حکیم سیّد ارشاد حسین شاہ

صاحب قصور۔ اپنی دیدہ زیبی کے لحاظ سے پُر کشش ہیں، نیز منطق الطیر اور مثنوی بو علی قلندر کے خطی نسخوں کا ذکر قریشی صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے[1]۔

---

[1] احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی ۱۶۱۔ ۱۶۳ (ان کے علاوہ غازی شہید بھیروی کی چہل چراغ کا ذکر فہرست مشترک ۸/ ۹۵ میں کیا گیا ہے)

حافظ غلام محی الدین کنجاہیؒ

مجمع التواریخ کے مصنف حافظ غلام محی الدین کنجاہی رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو کنجاہ میں پیدا ہوئے، مصنف کے والد مولوی محمد صالح کنجاہی لکھتے ہیں:

''ولادتش در ماہ رجب در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک از ہجرتِ مقدس بود[1]''

مصنف کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہمیں زیادہ معلوم نہیں ہے، ہمارا خیال ہے کہ اپنے والدِ بزرگوار مولوی محمد صالح سے ابتدائی مروجہ کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ اور صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ سے منسلک ہو گئے ہوں گے، ابتدائی درسی کتب کی تحصیل کے بارے میں خود محمد صالح نے تصریح کی ہے:

'کتابھائے نظم چنانچہ بوستان و زلیخا و نیرنگِ عشق کہ بس دقیق است بخوب وجہِ بیان نمودی کہ تسکین خاطر میگردیدی و ہمچنیں کتابھای فقہ تعلیم می نمود و این بکمال عجب است کو بجز قرآنِ مجید ہر گز چیزی دیگر نخواندہ بود[2]''

جب ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کا انتقال ہوا تو مصنف نے ان کی وفات کا قطعۂ تاریخ لکھا، یہ مصنف کی منظومہ پہلی تاریخ تھی، اس وقت مصنف کی عمر بیس ۲۰ سال تھی، محمد صالح لکھتے ہیں:

---

[1] محمد صالح: مجمع التواریخ، ضمیمہ ورق ۱۸۔

[2] ایضاً

''اولین گفتۂ او تاریخِ وفاتِ حضرت مولٰینا میاں صاحب قصوری است و در آن وقت بیست ساله بود''[1]

مولانا غلام محی الدینؒ نے اپنے کئی مکتوبات میں حافظ غلام محی الدین کنجاہی کا ذکر کیا ہے، ایک مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں۔

''برخوردارِ سعادت اطوار میاں غلام محی الدین را تاکید پختہ کردنِ سبق یاد''[2]

''برخوردار حافظ غلام محی الدین و دیگر دوستانِ دینی و مخلصانِ یقینی و اسلمہ مسنونہ مع اشواقِ مشحونہ پذیر اباد بالنون و الصاد''[3]

حضرتِ صاحبزادہ عبد الرسول بن مولانا غلام محی الدین قصوری نے اپنے متعدد مکتوبات میں مصنف کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

برادر دینی مخلص یقینی اتحاد آگیں مشفق حافظ غلام محی الدین[4]...... احبی و اعزی میاں غلام محی الدین[5]۔ دیگر نورِ بصر حافظ غلام محی الدین[6]

مصنف کا فنِ تاریخ گوئی!

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ مصنف کو بچپن ہی سے تاریخ گوئی کے فن سے لگاؤ تھا ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں جب مصنف نے حضرت صاحبزادہ عبد الرسول قصوریؒ کی مدح میں طویل فارسی قصیدہ لکھ کر ممدوح کی خدمت میں قصور بھیجا تو صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً

[2] غلام محی الدین قصوری: مکتوبات بنام مولوی محمد صالح (مشمولہ بطور ضمیمہ در سلسلۃ الاولیاء) خطی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، مکتوب دوم ورق ا۔ب

[3] ایضاً، مکتوبِ ششم، ورق ۳ب مکتوب ہفتم ورق ۴۔ امکتوبِ ہشتم ۴ب

[4] عبد الرسول قصوری: مکتوبات بنام مولوی محمد صالح مشمولہ ہمیں ضمیمہ مکتوب نمبر اورق ۵۔ا

[5] ایضاً، مکتوبِ چہارم و ششم ورق ۷ب

[6] ایضاً، مکتوبِ ہشتم ورق ۸۔ا

''عجب فصاحت وبلاغت و شیرین و نمکیں بود به شعرِ متقدمین شباہت تمام دارد''[1]

مصنف کے والد مولوی محمد صالح نے مصنف کی وفات کے بعد ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مجمع التواریخ مرتب کر کے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی، توجواباً فرمایا:

''کلام الهام ترجمان حبیب الرحمٰن روحی و زوحی حضرت حافظ غلام محی الدین اسکنه اللّٰہ تعالیٰ فی اعلیٰ علیین نورِ چشم و سرورِ صدر حاصل گردید''[2]

مصنف کی وفات (۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) کی خبر سن کر پنجاب کے مشہور تاریخ گو عالم و شاعر مولوی عبد اللہ ساکن چک عمر نے اسی نسبت سے گنج تاریخ سے مصنف کی تاریخ وفات نکالی، فرماتے ہیں:

''گنجِ تاریخ'' گشت تاریخش[3] گنجِ تاریخ بد دلِ پاکش

۱۲۸۴ھ

وفاتِ مصنف

مصنف نے ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء بوقتِ سحر روز پنجشنبہ کنجاہ میں وفات پائی اور وہ رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے، اس حساب سے عمر صرف ۳۴ سال تھی۔

مصنف، مولوی محمد صالح کے اکلوتے لڑکے تھے، وفات پر باپ کو سخت صدمہ ہوا، اور ان کا گھر بالکل اجڑ گیا، اس کے علاوہ ایک صاحبزادی بیگم بی بی تھیں، جو غلام محمد قلعداری کے عقد میں تھیں ان کے بطن سے غلام یٰسین تولد ہوا اور ایک بچی عابدہ بی بی بھی پیدا ہوئی عابدہ بی بی بھی جلد فوت ہو گئی، اس کے بعد بیگم بی بی دخترِ محمد صالح نے بھی باپ کے حین حیات ۱۱ ذی الحج ۱۲۸۰ھ میں انتقال کیا[4] تو ایسے حالات میں مولوی محمد صالح کو انتہائی صدمہ ہوا ایسے میں اپنے نواسے غلام یٰسین کو متبنّیٰ بنا کر مولوی محمد صالح زندگی کے باقی دن گذارنے لگے۔ مشہور تاریخ گو

---

۱ ایضاً۔ مکتوب اول ورق ۵۔ ا

۲ ایضاً مکتوب ۱۲۔ ورق، اب

۳ مجمع التواریخ، ضمیمہ ہذا ورق ۱۸ ب

۴ احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی۔ مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، گجرات ج ۵، ش ۲، دسمبر ۱۹۶۸ء ۱۴۹۔ ۱۵۰

مولوی عبد اللہ ساکن عمر چک نے حافظ غلام محی الدین کنجاہی کی وفات کے سانحہ کی خبر سن کر قطعہ تاریخ وفات کہا جس کے ہر مصرعہ سے سالِ وفات بر آمد ہوتا ہے۔

حافظ سالم کمال از دین   آہ کہ آمادہ شد بخلدِ برین
شیخ سالِ وصال گو پس ازین   آہ جان غلام محی الدین
گنجِ تاریخ بُدْ دِل پاکش   "گنجِ تاریخ" گشت تاریخش [۱]

مولوی عبد اللہ کے علاوہ دیگر معاصر علماء ومشائخ کو بھی حافظ غلام محی الدین کی ناگہانی موت نے خاصا متاثر کیا، حضرت حافظ عبد الرسول قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں اس سانحہ پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں:

از سنوح سانحہ ہوش رُبا و جانگزاء انتقال فرزندِ دلبند آن مشفقِ بسیار از غم و الم دامن گیر حالِ حسرت اشتمال شد انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون اگرچہ این غم نہ آن غم است کہ بدستیاری مُعبرہ مجرہ و بیل قلم ازین دریائ زخار عبور تواں کرد و ایں الم نہ آں الم است کہ بآہ و واویلا سوزِ دل و حرکتِ جگر تواں بر آورد مگر چونکہ سوائے اعتصامِ بحبل المتیں صبر و شکیبائ چارہ دیگر نیست چار وناچار بصبیر گرایند اللہ تعالیٰ آں مہربان را استقامت و صبر ارزانی فرمودہ بہ نعم البدل محفوظ العافیت فرماید، آمین یارب العالمین [۲]

مکتوب نہم میں پھر فرماتے ہیں:

"سابق. فقیر از انتقال و ارتحالِ پیرانِ کبار حضرت میاں حافظ غلام محی الدین مرحوم مغفور خیلی از طرف آن مخلص صادق الوفا مضطرب الاوقات بود حالا از ملازمت طبیعت فیض طویت سامی زبانی حکیم پیر بخش صاحب ڈنگہ والا بسمع رسیدہ نہایت قلق بخاطر رسیدہ بالعشی والابکار از جناب پروردگار حضرت پیرانِ کبار و مزار پر انوار (مولانا غلام محی الدین قصوریؒ) خواستہ

---

[۱] مجمع التواریخ، ضمیمہ ورق ۱۸ ب

[۲] عبد الرسول قصوری: مکتوب ہشتم، نوشتہ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ ورق ۸ ب ۔ ۹ ۔ ا

میرود کہ بحق سبحانہ تعالیٰ آن متوفیٰ را غریق بحارِ مغفرت فرمودہ آں مخلص راصحت و عافیتِ دارین نصیب کناد[1]"

۱۲۹۳ھ میں جب مولوی محمد صالح نے مجمع التواریخ کا یہ نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی خدمت میں قصور بھیجا تو اس کے حسن خط کی تعریف کے بعد مصنف کی ناگہانی موت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

از مہاجرتِ صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در دلِ نیاز منزل میماند و یادِ شما گاہی از دل نمیرود و ہر وقت دعا ہا بصد التجا ہا برائے صلاح دارین و حصولِ مرادات کونین شما میکنم اللہ تعالیٰ بفضلِ خود آن مہربان را از غموم و ہجومِ دنیا محفوظ داشتہ در محبتِ خود و محبانِ خود محو و مستغرق گرداناد[2]

مجمع التواریخ

مجمع التواریخ میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے معاصر علماء و مشائخ و اقرباء کے سنین ولادت اور وفات نظم کیے گئے ہیں، بعض متقدمین کے سنین وفات غلط بھی ہیں اور بعض کے سنین وفات میں جو اختلاف چلے آرہے ہیں ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا البتہ قریب العہد اور معاصرین کے سنین وفات کے لیے یہ کتاب منفرد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ کتاب محض قطعاتِ تاریخ کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ ان قطعات میں اعیان کے مناقب بھی ملیں گے گویا یہ ایک منظوم تذکرہ ہے، خصوصاً اس میں پنجاب کے علماء و مشائخ کے سنین وفات نہایت قابل توجہ ہیں، جن کی تاریخ ہائے وفات کا علم نہیں تھا، اب پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعہ پنجاب کے ان مشائخ کے سنین وفات کا علم ہوا ہے۔

---

[1] ایضاً مکتوب نہم رمضان ۱۲۸۷ھ ورق ۹۔ ۱ب

[2] مکتوب ۱۲۔ نوشتہ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۳ھ ورق ۱۰ ب

خطی نسخہ

مجمع التواریخ کا خطی نسخہ جو مصنف کے والد مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ میں خود کتابت کر کے اپنے اور اپنے بیٹے (مصنف) کے مرشد حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا کے پہلے ورق پر لکھا ہے "جناب خواجہ عبدالرسول روشن دل" حضرت صاحبزادہ اپنے ۱۲۹۳ھ کے ایک مکتوب بنام مولوی محمد صالح میں اس کتاب کے حسنِ خط کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمادی الآخر ۱۲۹۳ ہجری اخلاص و اختصاص پناہ اتحاد و ارشاد دستگاہ احبی و اعزی حضرت محمد صالح اصلح اللہ تعالیٰ احوالہ و حصل امالہ و جعل الی خیر مآلہ بحرمۃ النبی و آلہ از مہجور مکسور محزون ملول عبدالرسول رزقہ اللہ و الرسول بعد تسلیماً ذاکیات و اشتیاقات مضمرات و دعوات حصول مرادات مشہود آنکہ رقیمہ کریمہ و نسخہ مجمع التواریخ از دست میاں غلام احمد و اسمٰعیل بخیریت رسید از دیدن حسنِ خط مبارک و کلام الہام ترجمان حبیب الرحمٰن روحی و زوحی حضرت غلام محی الدین اسکنہ اللہ تعالیٰ فی اعلیٰ علیّن نورِ چشم و سرورِ صدر حاصل گردید لیکن از مہاجرت صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در دل نیاز منزل میماند ویادِ تماگاہی از دل نمیرود و ہر وقت عاہا بصد التجاہا برائے صلاح دارین و حصولِ مرادات کونین شمامیکنم اللہ تعالیٰ بفضلِ خود آن مہربان راز غموم و ہمومِ دنیا محفوظ داشتہ در محبتِ خود و محبانِ خود مستغرق گرداناد چیزی برائے برآمدن حاجات نوشتہ بعمل آرند''

اگرچہ اس نسخہ کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، تاہم اس کے بخطِ مولوی محمد صالح ہونے میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کیوں کہ مولوی محمد صالح کے جن دستخطی ترقیموں کے یہاں عکس دیئے گئے ہیں، مجمع التواریخ کا خط ان سے ملتا ہے۔

اس میں سے بعض قطعات مولوی محمد صالح نے اپنی تصنیف سلسلۃ الاولیاء کے حواشی پر نقل کر دیئے تھے، انہیں حواشی کو پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب نے یکجا کر کے اس کی ایک نقل ڈاکٹر وحید قریشی صاحب،

عبدالرسول قصوریؒ: مکتوب دوازدہم جمادی الآخری ۱۲۹۳ھ مشمولہ ضمیمہ سلسلۃ الاولیاء، خطی

لاہور کو دی تھی[۱] اور اس کی دوسری نقل اپنی کتاب تاریخ گجرات میں شامل کر دی ہے، اصل خطی نسخہ کے بارے میں پروفیسر قریشی صاحب لکھتے ہیں:

اس کا اصل مخطوطہ گم ہو چکا ہے...... راقم نے سلسلۃ الاولیاء کے حواشی سے نقل کر کے مرتب کی ہے[۲]۔

یہی گم شدہ خطی نسخہ ہمیں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے، اس میں بہت سے قطعات ایسے ہیں جو قریشی صاحب کے نقل کردہ نسخہ میں نہیں ہیں۔

استدراک

کتاب جواہر علویہ تصنیف حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ کے اُردو ترجمہ شائع کردہ ملک فضل الدین کشمیری بازار، لاہور میں حضرت ابو علی فارمدیؒ اور حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کے حالات کے سلسلے میں ان بزرگوں کے قطعاتِ تاریخ وفات غلام محی الدین کنجاہی سے منسوب ہیں[۳] اور یہ قطعات غلام محی الدین کنجاہی کی مجمع التواریخ میں بھی موجود ہیں[۴]۔ اور مولوی محمد صالح نے سلسلۃ الاولیاء میں بھی ان بزرگوں کے قطعاتِ تاریخ وفات، حافظ غلام محی الدین سے منسوب کیے ہیں[۵] اور یہ واقعی حافظ غلام محی الدین ہی کی تصنیف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان قطعات کا تعلق جواہر علویہ کے اصل متن سے مطلق نہیں ہے جس کے وجوہ یہ ہیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد رافت ۱۲۴۹ھ میں انتقال کر گئے تھے۔

۲۔ ان قطعات کے مصنف (غلام محی الدین) ۱۲۵۱ھ میں متولد ہوئے، گویا شاہ رؤف احمدؒ کی وفات کے وقت حافظ غلام محی الدین دو یا تین سال کے تھے۔

---

۱ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ، خطی مملوکہ مصنف مدظلہ، جلد دوم ص ۱۴۱ حاشیہ

۲ ذخیرہ ڈاکٹر وحید قریشی، (اس نسخے کا ذکر فہرست مشترک ۱۰/ ۷۷ میں بھی کیا گیا ہے)

۳ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اُردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۴۶۔۴۷

۴ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ۔ ورق ۷۔ا، ب

۵ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء قلمی ورق ۷۹ب ۸۰۔ا

۳۔ حافظ غلام محی الدین کے والد مولوی محمد صالح کے قول کے مطابق غلام محی الدین نے پہلا قطعہ تاریخ، مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کی وفات ۱۲۷۰ھ پر لکھا، جبکہ شاہ رؤف احمدؒ کو انتقال کے سترہ برس ہو گئے تھے۔

اس لیے ہمارا خیال ہے کہ ملک فضل الدین نے جواہر علویہ کے جس خطی نسخہ سے یہ ترجمہ کروایا ہے وہ نسخہ مولوی محمد صالح کے کتب خانہ میں رہ چکا ہو گا، جس کے حواشی پر یہ قطعات منقول ہوں گے اور مترجم نے کم علمی کی وجہ سے اسے متن کا جز سمجھ لیا۔

حاصل یہ ہے کہ ان قطعات کا شاہ رؤف احمدؒ کے متن سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم نے اپنے ایک سفر دہلی کے دوران حضرت ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے آبائی کتب خانہ میں اسی غرض سے جواہر علویہ کا وہ خطی نسخہ دیکھا جو اس کے بزرگ مصنف نے نقل کروا کر حضرت شاہ ابو سعید مجددی دہلوی (ف ۱۲۵۰ھ) کو دہلی بھیجا تھا (مقامات خیر ۲۳) اس کے متن میں واقعی یہ قطعاتِ تاریخ درج نہیں ہیں۔ (ورق ۲۷۔۲۸)

(جمادی الاول ۱۴۱۸ھ / ستمبر ۱۹۹۷ء)

مآخذ

۱۔ احمد بیگ لاہوری: رسالہ (در حالات مشائخ نوشاہیہ)، مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات

۴۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (احوال مشائخ مجددیہ) مخزونہ کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی

۲۔ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ (بزبان اُردو) مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد (مؤلف مخطوطہ) گجرات، پاکستان

۳۔ خادم، احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، لاہور

۵۔ صداقت، محمد ماہ کنجاہی: ثواقب المناقب، مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات

۶۔ غلام محی الدین قصوری: مکتوبات ۵ جلد جمع وتدوین محمد اقبال مجددی

۷۔ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ، بخط مولوی محمد صالح کنجاہی (والدِ مؤلف) مملوکہ حکیم ارشاد حسین شاہ، قصور

۸۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء (بخط مصنف محمد صالح کنجاہی) مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات

۹۔ ایضاً: مجموعہ وظائف جامع محمد یار و محمد صالح کنجاہی، مملوکہ حکیم ارشاد حسین شاہ، قصور

مطبوعات فارسی

۱۰۔ بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ادارۂ تحقیقات پاکستان، ۱۹۷۹ء

۱۱۔ تسبیجی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۷ء

۱۲۔ خادم، احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب مرتبہ محمد باقر، لاہور، جلد اول دوم ۱۹۶۸۔۱۹۷۰ء

۱۳۔ علی حسن: صبح گلشن، بھوپال، ۱۲۹۵ھ

۱۴۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبع ثمر ہند، لکھنو، ۱۸۷۳ء

۱۵۔ غلام محی الدین قصوری (جامع) ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام دہلوی، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۷۸ء

۱۶۔ غنیمت، محمد اکرم کنجاہی: رقعاتِ غنیمت مرتبہ سیّد نور محمد، مشمولہ، صحیفہ، لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء

۱۷۔ محمد غوث لاہوری، شاہ: رسالہ در کسبِ سلوک و بیان معرفت، پشاور، ۱۲۸۳ھ

۱۸۔ محمد مظہر مجددی: مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۷۷ھ

۱۹۔ منزوی، احمد: فہرست مشترک (۱۴ جلدیں) اسلام آباد

۵۔ محمد قصوری: بستانِ معرفت (احوال خواجہ عبد الرسول قصوری)، لاہور، ۱۳۰۳ھ

مطبوعاتِ اُردو

۲۰۔ ام سلمیٰ گیلانی: محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری، پشاور، ۱۹۹۰ء

۲۱۔ احمد حسین احمد، قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ (رسالہ) شاہین (زمیندار کالج، گجرات)، دسمبر ۱۹۶۸ء

۲۲۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (اُردو ترجمہ)، لاہور، ۱۹۱۹ء

۲۳۔ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین، لائل پور، ۱۹۶۶ء

۲۴۔ شرافت، شریف احمد نوشاہی: شریف التواریخ، لاہور ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۴ء

۲۵۔ صادق علی دلاوری: غنیمت کنجاہی، مقالہ مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء

۲۶۔ غلام دستگیر قصوری: ''ذکر حضرت قصوری'' مشمولہ ہدیۃ التشیعتین، لاہور، ۱۲۹۵ھ

۲۷۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۰ء

۲۸۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۱ء

۲۹۔ محمد اقبال مجددی: کنجاہ، تاریخ و شخصیات، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۳۰۔ ایضاً: غلام محی الدین قصوری، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور

۳۱۔ محمد عالم عبد الباسط: تاریخ سادات خوارزمیہ

۳۲۔ محمد اسلم پسروری: فرحۃ الناظرین ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۲ء

شیخ محمد رفیع الدین قندھاری

شیخ رفیع الدین قندھاری تیرھویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی کے ایک عالم، صوفی و مولف تھے۔

انہوں نے اپنانام محمد رفیع الدین بن محمد شمس الدین بن محمد تاج الدین قندھاری لکھا ہے (ثمرات المکیہ، خطی بحوالہ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان ۸۷۱) لیکن عربوں نے ان کے دادا کا نام قاضی عبدالملک عمری قندھاری لکھا ہے (فہرس الفہارس ۱ / ۴۳۷) یعنی ان کے دادا بھی اپنے وقت کے ذی علم اور قاضی تھے۔ ان کی ولادت ۱۱۶۴ھ کو حیدر آباد دکن کے ایک مضافاتی ضلع ناندیڑ (Nander) میں ہوئی (محبوب ذی المنن ۱ / ۳۳۴۔۳۳۵، اپریل گزیٹیئر آف انڈیا ج۱۴ ص ۳۷۷، نزہتہ الخواطر ۷ / ۱۸۱)

ایک روحانی اشارے پر ان کے والد نے ان کا نام "غلام رفاعی" رکھا اور عرف محمد رفیع الدین تھا، ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے مستقر قندھار میں شرح ملا جامی تک تحصیل کی اور تکمیل کے لیے اورنگ آباد چلے گئے جہاں انہوں نے مولوی قمر الدین (ف ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء) اور ان کے فرزند مولوی نور الہٰدی (ف ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۷ء) اور مولوی سیّد غلام نور (ف ۱۱۸۹ھ / ۱۷۶۵ء) کی خدمت میں حاشیہ بیضاوی تک اور دیگر کتب مروجہ پڑھیں، والدِ گرامی کی طلب پر واپس قندھار آئے، اور تحصیلِ معرفت کی غرض سے حاجی رحمت اللہ نقش بندی (۱۱۱۳۔۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۱۔۱۷۸۱ء) کی خدمت میں رحمت آباد گئے، حاجی صاحب سیّد اشرف مکی (ف ۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۶ء) کے خلیفہ تھے وہ شاہ محمد کے اور وہ شیخ شرف الدین مقبلی کے جو شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) کے خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے تعلق رکھتے تھے، (محبوب ذی المنن ۱ / ۳۶۷، عقیدۃ الطالبین در حالات شیخ رحمت اللہ نقش بندی،) شیخ رفیع الدین قندھاری نے حاجی رحمت اللہ سے نقش بندی و

قادری سلسلہ کی خلافت حاصل کی (ایضاً ۱/۳۳۵) ان کی صحبت میں ایک سال تک رہے پھر پانچ سال تک حیدر آباد دکن میں قیام فرمایا، (ایضاً ۱/۳۳۵)

حج کے ارادے سے حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا، وہاں کے محدثین کرام کی خدمت میں حدیث کی تحصیل کی اور اسناد حاصل کیں، موصوف شیخ محمد بن محمد بن عبداللہ السجلماسی المغربی مدنی مالکی صغیر (۱۱۱۹۔۱۲۰۱ھ/۱۷۰۸۔۱۷۸۶ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے (فہرس الفہارس ۲/۸۵۱) پھر شیخ ابو الفتح عثمان معروف بہ شامی حنفی (ف ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء) کو صحاح ستہ کے اوائل کی سماعت کی (ایضاً ۱/۱۰۲، معجم المعاجم والمشیخات ۲/۱۸۶) ان کے علاوہ شیخ قندھاری نے شیخ خیر الدین بن محمد زاہد سواتی (ف ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء) زین العابدین بن محمد برزنجی مدنی (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء) محمد حیات بن طالب علی خان دہلوی وغیرہ کی خدمت میں تحصیل و تکمیل کی (فہرس الفہارس ۱/۴۳۷، معجم المعاجم ۲/۲۱۹) شیخ قندھاری کے ایک اور استاد ابو عبداللہ محمد صالح رضوی بھی تھے (ایضاً ۲/۲۵۲) شیخ قندھاری سے علوم ظاہری میں استفادہ کرنے والوں کی بھی کثیر تعداد ہے، جن میں سے شیخ خضر بن عثمان رضوی، شیخ شہاب الدین عمری قندھاری، شیخ رفیع الدین قندھاری کے صاحبزادہ شاہ علیم الدین (۱۲۳۲۔۱۳۱۶ھ/۱۸۱۶۔۱۹۹۸ء) بھی ذی علم اور اپنے والد سے یہی اسناد حاصل کر کے مسندِ وقت ہوئے تھے علامہ عبدالحی کتانی کے استاد شیخ احمد بن عثمان العطار کو انہی سے سند حاصل ہوئی تھی۔ (فہرس الفہارس ۱/۴۳۷)

شیخ رفیع الدین قندھاری نے اپنے اور اپنے شیوخ سے متعلق فارسی میں ایک کتاب انوار القندھار کے نام سے لکھی تھی (ایضاً ۱/۴۳۷) ان کا سلسلۂ سند اپنے قیامِ مدرسہ شیخ عبدالکریم قطبی درشبا کی مقابل بیت الحرام مکہ کا خود ذکر کیا ہے۔ (ثمرات المکیہ بحوالہ فہرستِ مشترک) حدیث کی سند اب تک جاری ہے۔ معجم المعاجم ۲/۲۱۹)

شیخ قندھاری ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء کو واپس اپنے مستقر قندھار آئے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ایک مدت تک درس و تدریس اور دعوت وارشاد میں مصروف رہے (محبوب ذی المنن ۱/۳۳۵) پھر آپ حیدر آباد دکن تشریف لائے تو ارادت مندوں کا اتنا ہجوم رہنے لگا کہ لحہ بھر کی فرصت میسر نہ آتی، عوام نے استدعا کی کہ آپ حیدر آباد میں مستقل قیام فرمالیں لیکن وہاں کے حاکم سکندر جاہ بہادر آصف جاہ ثالث ملقب بہ مغفرت منزل کے عہد کے منتظم اعظم الامر آارسطو جاہ نے کہا کہ اگر اسی طرح خلائق کا ہجوم رہا تو سلطنت کے انتظام میں خلل پڑے گا، چنانچہ حاکم کے کہنے پر آپ واپس قندھار چلے گئے، اعظم الامراء کے انتقال کے بعد شمس الامر آ بہادر امیر کبیر جو شیخ قندھاری

کے مرید تھے کی استدعا پر آپ پھر حیدر آباد تشریف لائے لیکن اب آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور خلائق کا وہ ہجوم بھی نہیں رہا تھا (گلزارِ آصفیہ ۴۰۹۔۴۱۰)

آپ کچھ عرصہ حیدر آباد میں مقیم رہے پھر واپس اپنے مستقر قندھار چلے گئے جہاں ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء کو آپ کا وصال ہوا (محبوب ذی المنن ۱/ ۳۳۷، فہرس الفہارس ۲/ ۴۳۷، نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۸۱، معجم المعاجم ۲/ ۲۱۸) قندھار ہی میں دفن ہوئے شمس الامرا امذکور نے ان کا شاندار روضہ تعمیر کروایا (گلزارِ آصفیہ ۴۱۰)

مقامی تذکرہ نویس عبد الجبار ملکاپوری نے شیخ قندھاری کے دو فرزندوں محمد دائم اور محمد قائم تھے (محبوب ذی المنن ۱/ ۳۳۷) لیکن علامہ عبد الحی کتانی نے ان کے ایک فرزند شاہ علیم الدین مذکور کا بھی ذکر کیا ہے۔ (فہرس الفہارس ۱/ ۴۳۷)

شیخ قندھاری شاعر بھی تھے اور قدرت اللہ بلیغ سے اصلاح لیتے تھے، عبد الجبار ملکاپوری نے ان کے پانچ فارسی اشعار نقل کیے ہیں (محبوب ذی المنن ۱/ ۳۳۶۔۳۳۷)

شیخ قندھاری کے مریدین میں سے حافظ میر شجاع الدین حسین (۱۱۹۱۔۱۲۵۶ھ / ۱۷۷۷۔۱۸۴۰ء) قابلِ ذکر ہیں، حیدر آباد میں چار مینار کے قریب جامع مسجد انہی کی آباد کی ہوئی ہے، ان کی عربی، فارسی اور اُردو کی ۱۵ تالیفات کے نام و سراغ ملا ہے، ان کے اکثر مرید بھی صاحب تصنیف گذرے ہیں ان میں سے فقیر اللہ شاہ حیدر نے اُردو ادب میں اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، (حیدر آباد کی علمی و ادبی میراث ۱۱۰۔۱۱۲) دوسری شخصیت بدر الدین خان رفعت جنگ تمیز صاحب دیوان شاعر اور کئی کتابوں کے مؤلف تھے ان کی قابلِ ذکر کتاب وقائع معظمیہ ہے جو آصف جاہی عہد کی تاریخ ہے۔ (ایضاً ۱۲۱۔۱۲۳)

شیخ رفیع الدین قندھاری کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے جن میں سے بعض دریافت شدہ تالیفات کا مختصر سا تعارف کروایا جا رہا ہے۔

۱۔ آدابِ طریقۂ رفاعیہ

فارسی نثر میں ہے، شیخ قندھاری سلسلۂ رفاعیہ سے بھی تعلق خاطر رکھتے تھے ان کا نام ہی غلام رفاعی عرف محمد رفیع الدین تھا اس رسالہ میں یہی نام لکھا ہے، انہیں اس سلسلہ کا فیض اپنے شیخ حاجی رحمت اللہ سے ملا تھا جو

اس سلسلہ میں سیّد احمد رفائی میلاپوری سے حاصل ہوا تھا (محبوب ذی المنن ۱/۳۶۴) یہ رسالہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں ہے (فہرست موزہ) جو ۱۲۱۳ھ /۱۷۹۸ء کو تالیف ہوا (فہرست موزہ ۲۳۴)۔

۲۔ سلوک چشتیہ

مؤلف نے یہ رسالہ فارسی نثر میں سیّد شاہ محمد ادریس کی خواہش پر تالیف کیا تھا (فہرستِ موزہ ۲۳۴) موزۂ ملی پاکستان کراچی میں ہے اور ایک نسخہ ذخیرہ انجمن ترقیِ اُردو، مخزونہ موزہ ملی میں ہے (فہرستِ مشترک ۳/۱۵۵۹) تیسرا نسخہ پبلک لائبریری خیر پور سندھ میں ہے (ایضاً)

۳۔ رسالہ در سلوکِ قادریہ

یہ مختصر سا رسالہ سلوک قادری سلسلہ کے اذکار و اشغال کے بیان میں ہے اس کا خطی نسخہ ذخیرۂ انجمن ترقی اُردو مذکور میں ہے (ایضاً ۳/۱۵۶۱)

۴۔ رسالہ سلوک نقشبندیہ

فارسی نثر میں ہے جو ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ کو تالیف ہوا، اس کے خطی نسخے اسلام آباد، کراچی اور خیر پور میں ہیں (ایضاً ۳/ ۱۵۶۱)

۵۔ شجرہ نامۂ طریقت

مؤلف نے اس میں اپنے سلاسل قادریہ و نقشبندیہ درج کیے ہیں کہیں کہیں مشائخ مختصر ذکر بھی ہے (ایضاً ۳/۱۵۷۷) انجمن ترقی اُردو کراچی مذکور کے ذخیرہ میں اس کا خطی نسخہ ہے۔

۶۔ شرح ابیات شیخ عبد القادر جیلانی، کتب خانہ خواجہ غلام محی الدین قصوری، مملوکہ سیّد ارشاد حسین شاہ، قصور میں اس کا خطی نسخہ ہے (ایضاً ۳/۱۵۸۰)

۷۔ ثمرات المکیہ فی طریق القادریہ

فارسی نثر میں مؤلف نے یہ رسالہ مدرسہ شیخ عبد الکریم قطبی در شبا کی مقابل بیت الحرام مکہ میں ۲۹ محرم ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ کو تالیف کی جس میں آدابِ بیعت، اصولِ طریقہ قادریہ اور اس سلسلہ کے اعمال و اشغال کا ذکر

ہے۔ اس کے خطی نسخے کتابخانۂ گنج بخش اسلام آباد اور نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں ہیں (فہرست مشترک ۳/۱۳۶۷، ۸۴۰/۱۴)

۸۔ (تذکرۂ) نوبہار

اس میں ۱۶۱ ایسے فارسی گو شعراء کا تذکرہ کیا گیا ہے جو صوفی تھے اور تصوّف کا مزاج رکھتے تھے ذخیرۂ آذر کتابخانۂ مرکزی پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے (فہرست مشترک ۱۱/۷۶۶)

Storey: Persian Literature, vol.I Part. II p 880

۹۔ احالۃ (جالیۃ) الکرب بہ اصحاب سیّد العجم والعرب

یہ رسالہ بھی فارسی نثر میں ہے اور اس میں شہدا بدر کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں، کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد اور موزۂ ملی پاکستان میں اس کے خطی نسخے موجود ہیں (فہرست مشترک ۱۱/۹۷۹)

۱۰۔ رسالۂ رفاعیہ

فارسی نثر میں ہے، موکف نے اس میں اپنے سلسلۂ رفاعیہ کے مشائخ کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ میری ولادت قصبہ قندھار میں ۱۹ جمادی الثانی ۱۱۶۴ھ کو ہوئی میرا نام غلام رفاعی رکھا گیا بعد میں محمد رفیع الدین کے نام سے معروف ہوا، اس رسالہ کے خطی نسخے کتابخانۂ گنج بخش اسلام آباد اور جامعہ انوارِ باھو بھکر میں ہیں (ایضاً ۱۱/۹۸۵)

مآخذ

۱۔ احمد منزوی: فہرستِ مشترک، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۲۔ دانش، اولاد علی: ریاض مختاریہ (سلطنتِ آصفیہ) حیدر آباد، دکن ۱۹۴۲ء

۳۔ عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء

۴۔ عبدالحی الکتانی: فہرس الفہارس، مرتب احسان عباس، بیروت ۱۹۸۲ء

۵۔ علی اصغر بلگرامی: مآثرِ دکن، حیدر آباد، دکن، ۱۹۲۴ء

۶۔ عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان، اسلام آباد ۱۹۸۳ء

۷۔ غلام حسین خان خانزادہ خان: گلزار آصفیہ مرتبہ محمد مہدی توسلی، اسلام آباد ۱۳۷۷ش

۸۔ عبدالستار دہلوی: الفیض الملک الوہاب مرتبہ عبدالملک، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۸ء

۹۔ محمد نظام الدین قادری: عقیدہ الطالبین (در حالات خواجہ رحمت اللہ نقش بندی) بسال ۱۱۸۱ھ، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۵ھ

۱۰۔ مرعشلی، یوسف عبدالرحمٰن: معجم المعاجم والمشیخات، ریاض ۲۰۰۲ء

۱۱۔ ملکاپوری، عبدالجبار خان: محبوب ذی المننن تذکرہ اولیای دکن، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۱ھ

۱۲۔ ایضاً: محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن، حیدر آباد دکن ۱۳۲۹ھ

۱۳۔ حیدر آباد کی علمی وادبی میراث، مطبوعہ حیدر آباد دکن، (ہمارے پیش نظر نسخہ ناقص الاول ہے اس لیے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہو سکا)۔

14- Imperial Gazetteer of India, Oxford, 1909

15- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1972

۱۳ اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران

شیخ محمد حسین زکوڑی

شیخ محمد حسین بن امام محمد رضا زکوڑی ہیں، زکوڑی (Zakori) افغانوں کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے، ان کے جدِ اعلیٰ شیخ عبداللہ زکوڑی، اپنے آبائی قصبہ زکوڑی (من مضافاتِ ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ سرحد، پاکستان) میں مدفون ہیں ان کے فرزند احمد خان (مدفون غزنی) ان کے بیٹے امام محمد رضا زکوڑی (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) اولیائے کرام میں سے تھے اور سلسلۂ مجددیہ کے مشہور شیخ فضل احمد پشاوری معصومی (ف ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء) کے معروف ترین خلیفہ تھے (تحفۃ المرشد ۸۶، روضۃ الاولیاء ۲۱۸) اور تقریباً ۴۲ سال تک دعوت وارشاد میں مصروف رہے احیاءِ دین کے لیے انہوں نے اس وقت مجددی تحریک کی قیادت کی جب ان علاقوں میں برطانوی سامراج کی جڑیں مضبوط ہو رہی تھیں۔ (مقاماتِ معصومی ۱/ ۳۱۹۔۳۲۰، ۳۳۳۔۳۳۶)

انہی شیخ محمد رضا زکوڑی کے فرزندوں میں سے شیخ حسین زکوڑی ایک ذی علم بزرگ تھے اپنے والدِ گرامی سے تحصیل و تکمیل کے بعد انہی کی خدمت میں روحانیت کی تعلیم لی، والد کی وفات کے بعد ان کے برادرِ بزرگ مولانا محمد حسن زکوڑی (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء) راہنمائی و تربیتِ مریدین مصروف رہے ان کے بعد ان کے برادر دیگر شیخ محمد حسین زکوڑی سجادہ نشین ہوئے اور عرصۂ دراز تک علمی تعلیمی اور روحانی خدمات کے بعد ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے (جہان امام ربانی ۱۰/ ۲۹۹)

شیخ محمد حسین زکوڑی اپنے آبائی قبرستان موضع زکوڑی (من مصافاتِ ڈیرہ اسماعیل خان) میں دفن ہوئے، موصوف کئی کتابوں کے مؤلف تھے، فارسی خوب جانتے تھے بلکہ اس زمانے میں علمی زبان ہی اس علاقہ کی فارسی تھی ان کے بعض ضخیم رسائل دینی ان کے آبائی کتابخانہ زکوڑی میں ہیں جن میں سے بعض راقم کے کتاب خانہ کی بھی زینت ہیں۔

ان کی سب سے اہم کتاب روضۃ الاولیاء فی احوال الاصفیا ہے جو ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء کو امرتسر (Amritsar) سے شائع ہوئی بظاہر یہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کا تذکرہ ہے لیکن موکف کی زیادہ تر توجہ اپنے شجرۂ طریقت میں شامل مشائخ مجددیہ کے احوال و کمالات کا تذکرہ لکھنے کی طرف ہے۔ اس کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے مبارک احوال سے ہوتا ہے ابتداء میں موکف نے اکابر نقش بندی مشائخ کے حالات لکھے ہیں، پھر اس سلسلہ کی بزرگ شخصیت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے احوال اور آپ کے جانشین خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے کمالات و مناقب کے بعد ان کے فرزندوں خصوصاً آپ کے پوتے شیخ محمد پارسا، ان کے فرزند شیخ محمد رسا کے احوال بیان کیے ہیں۔ پھر ان کے خلیفۂ نامدار شیخ فضل احمد پشاوری مذکور اور آخر میں اپنے والدِ گرامی امام محمد رضا زکوڑی جوان کے خلیفہ تھے، موکف نے آخر کتاب میں اپنے شجرۂ نسب اور اپنے اجداد کے مختصر حالات بھی قلم بند کیے ہیں، اور یہ کہ نقش بندی، چشتی اور یہ کہ قادری مشائخ کے شجرات کس طرح ان کے والد پر ختم ہوتے ہیں۔

تذکرہ روضۃ الاولیاء عام فہم فارسی نثر میں ہے، جابجا مؤثر قسم کے فارسی اشعار بھی درج کیے گئے ہیں، تذکرہ پرانی وضع کا ہے لیکن دورِ آخر کی معلومات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

مآخذ

۱۔ صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومی، تحقیق تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۲۔ محمد حسین زکوڑی: روضۃ الاولیاء فی احوال الاصفیاء، امرتسر، ۱۳۳۳ھ

۳۔ محمد سعید، حافظ: تحفۃ الاولیا (در مناقبِ شاہ فضل احمد پشاوری)، دہلی ۱۳۳۰ھ

۴۔ محمد مسعود احمد: جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی ج ۱۰۔ کراچی، ۲۰۰۶ء

۵۔ نظام الدین بلخی مزاری: تحفۃ المرشد (احوال شاہ فضل احمد پشاوری)، لاہور، ۱۹۱۲ء

۲۰ اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

حضرت امام علی شاہ حسینی نقشبندی مجددی

امام علی شاہ تیرھویں صدی ہجری کے معروف شیخ طریقت اور نقش بندی سلسلہ کے اکابر صوفیہ میں سے تھے۔

امام علی شاہ حسنی سادات میں سے تھے۔ ان کے والد حیدر علی بن فرزند علی بن لطف کریم حسینی سامری جن کا مسکن قصبہ رتڑ چھتر (Rater Chater) ضلع گرداسپور میں تھا اس قصبے کا نام ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۲ء میں تبدیل کر کے ان بزرگوں نے مکان شریف تجویز کیا (ذکر مبارک ۹۳۔۹۴)

امام علی شاہ کی ولادت اسی قصبہ رتڑ چھتر (مکان شریف) میں ۱۲۱۲ھ / ۹۸۔۱۷۹۷ء کو ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ۱/۱۱۷، نزہۃ الخواطر ۷/۷۶) مروجہ علوم کی تحصیل مولانا فقیر اللہ دھرم کوٹی، شیخ نور محمد چشتی اور حکیم علی محمد رضا کی خدمت میں کی (نزہۃ الخواطر ۷/۷۶)

تکمیل کے بعد امام علی شاہ حاجی شیخ حسین بھوہرے والے (Bohary Waly) (ف ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر کسبِ فیض کیا اور نقش بندی مجددی سلسلہ میں داخل ہوئے یعنی حاجی حسین خلیفہ حاجی احمد خلیفۂ خواجہ محمد ذکی مظہری خلیفہ شیخ محمد زمان لنواڑی سندھی (Lanwari Sindi) خلیفہ خواجہ محمد حنیف خلیفہ شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی۔۔۔ (مکتوباتِ امام علی شاہ ص ۱۶۶)

اپنے شیخ حاجی حسین کے وصال کے بعد امام علی شاہ ان کے جانشین ہوئے اور صدہا اصحاب نے ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ ان کے اجازت یافتگان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صرف مندرجہ ذیل خلفا کے نام اجازت نامۂ خلافت ان کے مکتوبات کے مجموعے میں ملتے ہیں:

صادق علی شاہ، سیّد فرید الدین، مولوی محمد اعظم ٹونکی، سیّد بہادر علی شاہ، میاں خدا بخش، میاں عطا محمد دھمراہی والہ، میاں محمد مظہر جمال ٹونکی، مولوی احمد علی حکیم دھرم کوٹی، مولوی محمد مسعود دہلوی، میاں شیخ محمد خان

کابلی کالوی، حافظ بڈھا، میاں احمد جان دہلوی، مولوی محمد شریف بدخشانی، مولوی نور احمد تخت ہزاروی ثم چنیوٹی، سیّد مہتاب شاہ تنبو والہ، مولوی رسل بابا، سیّد نظام شاہ کشمیری، حافظ شرف دین خوشابی، میاں محمد زمان، حاجی عبداللہ فتح گڑھی، میاں محمد عبداللہ مراڑوی، میاں شاہ محمد جوگو والیہ اور شیر محمد خان کابلی عرف سلیمان خیل (مکتوبات ۱۰۷۔۱۶۰)

امام علی شاہ کا ۱۳ شوال ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو وصال ہوا ستر سال عمر پائی، ابتدائی چالیس سال تک ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ تیس سال مسندِ علم و مشیخت کو رونق بخشی اور اپنے آبائی قصبہ مکان رتڑ چھتر) میں ہی دفن ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیا ۱/ ۱۲۷، نزہۃ الخواطر ۷/۷۶)

امام علی شاہ کے دو فرزند تھے سیّد صادق علی شاہ اور میر لطف اللہ ان کے اجداد بھی صاحبِ علم و معرفت تھے ان اصحاب کے مفصل حالات پر کتاب ذکرِ مبارک ملاحظہ کریں۔

۱۔ مکتوبات قطبِ ربانی

امام علی شاہ کے مکتوبات اس نام سے ۱۹۴۰ء میں لاہور سے شائع ہوئے تھے۔ یہ مکتوبات فارسی نثر کا اچھا نمونہ ہونے کے ساتھ علمِ معرفت سے پُر اور تربیتِ سالکانِ طریقت کے لیے ازبس مفید ہیں۔ اس مجموعہ میں کل ۳۱ مکتوبات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

مکتوب اول بنام احمد جان	۲۔ بنام میاں مظہر جمال ۴ (مکتوبات)
۵۔ بنام مولوی محمد مسعود دہلوی	۶۔ بنام مولوی غلام علی
۷۔ بنام عبداللہ خان پسر والیِ ٹونک	۸۔ بنام میر حافظ ہدایت علی
۹۔ بنام صاحب مظہر جمال	۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ بنام حاجی مختار کشمیری	۱۲۔ بنام شیخ کریم بخش
۱۳۔ شیخ گامی خان	۱۴۔ میاں محمد مظہر جمال
۱۵۔ بنام ایضاً	۱۶۔ بنام شاہ محمد
۱۷۔ بنام میاں احمد خان	۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ بنام سیّد عباس علی شاہ
۲۱۔ بنام عبداللہ خان بن نواب والی ٹونک
۲۲۔ بنام مولوی محمد شریف بدخشانی
۲۳۔ میاں عبداللہ دیروکی
۲۴۔ بنام مولوی غلام حسین
۲۵۔ شیخ عبدالوہاب
۲۶۔ بنام میاں احسن اللہ
۲۷۔ بنام نامعلوم
۲۸۔ بنام چودھری سکندر خان
۲۹۔ بنام مرزا حمید اللہ و مرزا نواب خان
۳۰۔ بنام مرزا نواب خان جوڑے والہ
۳۱۔ بنام غلام محی الدین

مکتوبات کا حصہ دوم ان اجازت ناموں (خلافت ناموں) پر مشتمل ہے جن کو اپنا خلیفہ نامزد کر کے امام علی شاہ نے مختلف مقامات پر روانہ کیا (مکتوبات ۱۰۷۔۱۶۰) اس مجموعہ کا تیسرا حصہ امام علی شاہ کے شجرات کے لیے مخصوص ہے۔ (ص ۱۶۳۔۱۸۰)

مراۃ المحققین

حضرت امام علی شاہ کی دوسری تالیف مرآۃ المحققین ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے شیخ حسین بھورے والے کے حالات، تعلیمات و کرامات جمع کی ہیں۔ یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے بزرگوں کے بعض اشعار بھی نقل کیے ہیں (ص ۱۶۔۱۸) بعض اجازت نامے (خلافت نامے) بھی درج کیے ہیں جو شاہ حسین نے اپنے خلفا کے لیے لکھے تھے (ص ۲۵۔۳۱) شیخ حسین کا سالِ وفات امام علی شاہ نے خود نظم کیا تھا۔ قطعۂ تاریخ بھی درج کیا ہے۔ (ص ۴۵)

امام علی شاہ کے خلفا میں سے بعض کی شاخیں اب تک بڑی مستعدی کے ساتھ دعوت و ارشاد میں مصروف ہیں ان میں میاں شیر محمد شرقپوری (ف ۱۹۲۸ء) کا نام سب سے نمایاں ہے (خزینۂ معرفت در حالاتِ میاں شیر محمد شرقپوری)۔

مآخذ

۱۔ ابراہیم قصوری: خزینۂ معرفت۔ شرقپور ۱۳۷۸ھ

۲۔ امام علی شاہ: مکتوباتِ قطب ربانی، لاہور ۱۹۴۰ء

۳۔ ایضاً: مرآۃ المحققین، لاہور، مطبع کریمی (س ن)

۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۷ حیدر آباد دکن ۱۹۵۹ء

۵۔ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو ۱۸۷۳ء

۶۔ قائم الدین قانون گو: ذکرِ مبارک (حالات ساداتِ مکان شریف) امرتسر ۱۹۴۰ء

7- Buehler, A. F: Charisma and Exemplar (Naqshbandi Spiritual Authority in the Punjab1857-1947) (Unpublished thesis of p.h.d Harvard University (June 1993)

۲۳ نومبر ۱۹۹۶ء

(برائے دانشنامۂ ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

میاں شیر محمد شرقپوری بیسویں صدی عیسوی کے نامور مشائخ میں سے تھے، ان کے ذریعہ دینی امور میں باقاعدگی اور روحانی بالیدگی ہوئی۔

میاں شیر محمد بن میاں عزیز الدین شیخوپورہ (پنجاب، پاکستان) کے ایک مضافاتی قصبہ شرقپور میں ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء کو پیدا ہوئے (خزینہ معرفت ۹۳) یہ علاقہ لاہور کے جنوب مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے (محمد عاشق: تاریخ شرقپور شریف ۱۸) میاں شیر محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا میاں حمید الدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد روحانیت کے حصول کے لیے سعی کا آغاز کیا اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں خواجہ امیر الدین سے بیعت ہوئے جن کا سلسلۂ طریقت حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی واصل ہوتا ہے۔

بڑے بڑے مشائخ نہ صرف ان سے ملاقات کے لیے آتے تھے بلکہ ان کے حلقہ ارادت میں شریک ہونا فخر محسوس کرتے تھے، ہندوستان پر برطانوی تسلط کے زمانہ میں مذہب سے لاتعلقی عام ہوگئی تھی میاں صاحب کی سعی جمیلہ سے لاکھوں گم کردہ راہ لوگوں کو راہِ مستقیم ملی۔ میاں صاحب کا ہر لمحہ سنت وشریعت سے عبارت تھا۔ میاں صاحب کی کوششوں سے سلسلۂ نقشبندیہ کو خصوصاً پنجاب میں خوب فروغ ہوا۔

میاں شیر محمد کے خلفاء کثیر تعداد میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے اور اتباعِ شرع کی تلقین میں مصروف رہتے۔

میاں شیر محمد نے ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ / ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کو وفات پائی (خزینہ معرفت ۳۲۰، تاریخ شرقپور شریف ۴۲) ان کی اولاد ان کی زندگی میں ہی داغِ مفارقت دے گئی تھی، ان کے بھائی کی اولاد یکے بعد دیگر ان کی درگاہ کی متولی رہی ان دنوں میاں جمیل احمد شرقپوری ان کے سجادہ نشین ہیں، میاں صاحب کی خانقاہ پنجاب کی چند بہت معروف ترین درگاہوں میں سے ایک ہے۔

مآخذ

۱۔ محمد عمر بیربلوی: انقلاب الحقیقت، لاہور، ۱۹۶۷ء

۲۔ محمد ابراہیم قصوری: خزینہ معرفت (احوال وافکار میاں شیر محمد شرقپوری)، شرقپور، ۱۹۸۱ء

۳۔ محمد عاشق شرقپوری: تاریخ شرقپور شریف، لاہور، ۱۹۵۷ء

۴۔ قائم الدین قانونگو: ذکرِ مبارک (احوال مشائخ نقشبندیہ)، امرتسر، ۱۹۴۰ء

۵۔ شرافت نوشاہی: کلماتِ قدسیہ، مرید کے ۱۹۷۳ء

۶۔ ایضاً: شریف التواریخ، لاہور (۱۵ جلدیں) ۱۹۷۸۔۱۹۹۱ء

۷۔ شرف، عبدالحکیم قادری: تذکرہ اکابر اہلِ سنت، لاہور، ۱۹۹۸ء

۸۔ محمد امین شرقپوری: تذکرہ اولیائے نقشبند، لاہور، ۱۳۷۱ھ

۹۔ نامی، غلام دستگیر: سوانح حیات میاں شیر محمد، لاہور (س ن)

۱۰۔ سالک، عبدالمجید: ذکرِ اقبال، لاہور، ۱۹۵۵ء

۱۱۔ حسن علی، ملک: ذکرِ محبوب، لاہور، ۱۹۶۸ء

۱۲۔ ایضاً: حیات جاوید (سوانح میاں شیر محمد شرقپوری)، لاہور ۱۹۶۹ء

۱۳۔ جمیل احمد شرقپوری: نورِ اسلام (ماہنامہ، شیر ربانی نمبر) شرقپور، جون جولائی ۱۹۶۹ء

۱۴۔ محمد اقبال مجددی: شیر محمد شرقپوری میاں، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (ج ۱۱)

۱۵۔ احمد علی شرقپوری: آفتابِ ولایت، لاہور، ۱۹۶۰ء

یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

حضرت امیر ابوالعلاء حسینی اکبر آبادی

حضرت امیر ابوالعلاء حسینی اکبر آبادی ۹۹۰۔۱۰۶۱ھ / ۱۴۸۵۔۱۶۵۱ء) اکبر و جہانگیر کے عہد کے ایک صوفی تھے اور سلسلہ نقشبندیہ کی شاخ ابوالعلائیہ کے بانی کی حیثیت سے ان کا نام قابلِ ذکر ہے۔

حضرت امیر سیّد ابوالعلاء بن امیر ابوالوفا بن امیر عبدالسلام بن عبدالملک بن عبدالباسط بن تقی الدین کرمانی، سادات میں سے تھے ان کا مادری سلسلہ نسب خواجہ عبید اللہ احرار سے اس طرح واصل ہوتا ہے:

خواجہ محمد فیضی بن خواجہ ابوالفیض بن خواجہ محمد عبداللہ بن خواجہ عبید اللہ احرار (کیفیت العارفین ۲) امیر ابوالوفا اور امیر عبدالسلام مع خواجہ محمد فیضی سمرقند سے ہندوستان آئے اور فتح پور (اکبر آباد سے ۱۲ کروہ) میں قیام کیا۔ یہ اکبر بادشاہ کا عہدِ حکومت تھا۔ (ایضاً ۲) ان حضرات کا کچھ عرصہ نریلہ (مضافاتِ دہلی) میں بھی قیام رہا (اسرار ابوالعلاء ۳) یہیں امیر ابوالعلاء کی ولادت بھی ہوئی (ایضاً)۔ یہ حضرات حج کے لیے جا رہے تھے کہ فتح پور سیکری میں اکبر بادشاہ سے ملاقات ہوئی یہیں امیر ابوالوفاء کا انتقال ہوا اور خواجہ محمد فیضی نے حرمین الشریفین میں وفات پائی (ایضاً ۹)

خواجہ محمد فیضی ان دنوں راجہ مان سنگھ کے ساتھ ناظم کے عہدے پر فائز اور بردوان (مضافاتِ بنگال) میں تعینات تھے وہ خواجہ ابوالعلاء سمیت تمام اہل خانہ کو بردوان لے گئے۔ وہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ (ایضاً ۹) راجہ مان سنگھ کی ہمراہی میں ایک مہم میں خواجہ محمد فیضی کا انتقال ہو گیا تو راجہ مان سنگھ نے وہی عہدۂ نظامت بردوان خواجہ ابوالعلاء کو بھی دلوا دیا۔ موصوف کچھ عرصہ اسی عہدے پر کام کرتے رہے (ایضاً ۱۰۔۱۱)

اس ملازمت پر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بعض روحانی اشارات اور خوابوں کی تعبیر کے طور پر اپنے عہدے کو چھوڑ کر درویشی کی زندگی اختیار کی (کیفیت العارفین ۳۔۶، اسرار ابوالعلاء ۱۱۔۱۵)

اکبر بادشاہ کے انتقال (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کی خبر ملنے پر راجہ مان سنگھ بردوان سے اکبر آباد کے لیے روانہ ہوا راستے میں قصبہ منیر میں ٹھہرا اس کے ہمراہ خواجہ ابو العلاء بھی تھے۔ اسی مقام پر مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری کی خانقاہ میں حاضر ہوئے سجادہ نشین جو صاحب باطن بزرگ تھے، انہوں نے خواجہ ابو العلاء کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا کہ وہ ملازمت ترک کر کے درویشی اختیار کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اس پر انہوں نے مبارک باد دی (ایضاً ۱۵)

مختلف اسفار کے دوران خواجہ ابو العلاء کی اپنے چچا امیر عبد اللہ سے برہان پور میں ملاقات ہوئی جو وہاں ملازمت میں تھے (ایضاً ۱۹) وہ عابد و زاہد بزرگ بھی تھے انہوں نے خواجہ ابو العلاء کو خلافت کا منصب دیا اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی ان سے کر کے انہیں رخصت کیا اور ان کی وفات کے بعد خواجہ ابو العلاء ہی جانشین ہوئے (ایضاً ۲۲، کیفیت الصادقین ۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ پاکستان وہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت دو افراد کے ذریعے بہت ہوئی ان میں اول خواجہ باقی باللہ دوم امیر ابو العلاء اکبر آبادی، شاہ ولی اللہ کو سلسلۂ نقشبندیہ میں اپنے والد شیخ عبد الرحیم سے اور ان کو سیّد عبد اللہ اور امیر ابو القاسم اکبر آبادی سے انہیں ملا ولی محمد اکبر آبادی[1] سے اور انہیں امیر ابو العلاء سے، انہیں امیر عبد اللہ سے اور ان کو خواجہ عبد الحق سے ان کو خواجہ یحیٰ سے اور انہیں اپنے والد خواجہ عبید اللہ احرار سے خلافت ملی تھی (الانتباہ ۱۳۰۔۱۳۱ اسرار ابو العلاء ۲۵۔۲۸، کیفیت العارفین ۶، ۲۶)

امیر ابو العلاء اکبر آبادی کا وصال ستر سال کی عمر میں ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء میں اکبر آباد (آگرہ) میں ہوا جہاں آپ کے مسکن صوفی سا آباد کے قریب محلہ وزیر پورہ اور محلہ سلطان گنج متصل قدم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شہر سے ایک کروہ کے فاصلے پر ہے دفن کیا گیا (کیفیت العارفین ۲۲۔۲۳، اسرار ابو العلاء ۹۰۔۹۱)

---

[1] ملا ولی محمد اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم، انہوں نے یہ شرح ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء کو تالیف کی جس کا متن مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۹۴ء کو طبع ہوا پھر بہ تصحیح نجیب مائل ہروی ۲۰۰۴ء میں تہران سے شائع ہوا، شرح کا سال تالیف ۱۱۴۰ھ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان کے شیخ امیر ابو العلاء کا وصال ۱۰۶۱ھ کو ہوا یعنی ان کی وفات کے ۷۹ سال بعد یہ شرح لکھی گئی، ان سنین پر ابھی تحقیق و تامل کی ضرورت ہے۔

امیر ابو العلاء کے دو بیٹے تھے امیر فیض اللہ اور امیر نور العلاء، دوسرے فرزند امیر نور اللہ امیر ابو العلاء کی وفات کے بعد جانشین ہوئے جن کا انتقال ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء میں ہوا (اسرار ابو العلاء ۱۰۹)

امیر ابو العلاء کے خلفاء کی کثیر تعداد تھی جن میں خواجہ محمدی عرف خواجہ فولاد، ملا ولی محمد، ابو القاسم اکبر آبادی، لاڈ خان، میر سیّد محمد کالپوی، سیّد دوست محمد برہانپوری، (اسرار ابو العلاء ۱۳۳۔ ۱۴۱ کیفیت العارفین ۲۹) قابلِ ذکر ہیں۔

امیر ابو العلاء کی تالیفات میں سے صرف مکتوبات کا مجموعہ ہی ہے بعض حضرات نے رسالہ فنا اور رسالہ "عمل معمول" بھی ان سے منسوب کر دیئے ہیں جو دراصل ان کے خلیفہ میر سیّد محمد کالپوی کی تالیف ہیں شیخ محمد افضل الہ آبادی خلیفہ میر سیّد محمد کالپوی نے رسالہ فنا کی شرح بھی لکھی ہے۔ (مقدمہ مکتوباتِ امیر ابو العلاء نوشتہ سیّد خوب اللہ محمدی ۶)

امیر ابو العلاء کے مکتوبات افضل المطابع الہ آباد میں طبع ہو کر دائرہ شاہ محمد اجمل الہ آباد سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہو چکے ہیں۔ سخاوت مرزا مرحوم نے (Journal Historical Society, Karachi, Vol XI, 1962, Vol.XI, 1963 pp. 33-43, 182-93, 304-31) میں بھی شائع کیے تھے۔

مکتوبات کا یہی مجموعہ ڈاکٹر نذیر احمد نے تحقیق شمارہ میں مرتب کر کے شائع کیا۔ طبع اول کے مجموعہ میں مکتوبات کی تعداد ۲۲ ہے۔ مکتوبِ اول و دوم عوض بیگ کے نام، سوم بنام عبد اللہ، چہارم میر عبد العزیز، ہفتم، میاں فتح خان، ہشتم شیخ ملوک کے نام، نہم بنام دلاور، یانزدہم بنام خواجہ محمد صالح، ہژدہم بنام مرزا عبد اللطیف، بستم بنام میاں ادراک، بست و یکم بنام محمد زاہد، بست و دوم بنام میاں عباس۔

ان مکتوبات میں سائلوں کے جن سوالات کے جواب ہیں ان میں زیادہ تر امور کا تعلق علم تصوف سے ہے۔ فنا و بقاء اور دیگر صوفیانہ مسائل زیادہ زیر بحث آئے ہیں۔

ماخذ

۱۔ امیر ابو العلاء اکبر آبادی: مکتوبات۔ خطی نسخہ مملوکہ پیر ابوالخیر عبد اللہ جان۔ پشاور، پاکستان

۲۔ مکتوبات۔ مطبوعہ الہ آباد ۱۳۲۶ھ

۳۔ لطف اللہ: اذکار الاحرار (در حالات امیر ابو العلاء) بسال ۱۰۹۳ھ خطی نسخہ مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن۔ مکتوبہ ۱۱۴۲ھ (ستوری شمارہ ۱۳۳۸)

۴۔ بشیر، محمد علی: سوانح ابو العلاء حیدر آباد۔ دکن ۱۹۰۶ء

۵۔ محمد اکبر شاہ: نجات قاسم (در حالات مشائخ سلسلہ ابو العلائیہ) مطبع قریشی۔ آگرہ (سال تالیف ۱۸۵۵ء)

۶۔ فانی، عطا حسین عبد الرزاق: کیفیت العارفین ونسبت العاشقین (حالات مشائخ سلسلۂ ابو العلائیہ) بسال ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء مطبوعہ مطبع منعمیہ ابو العلائیہ، گیا ۱۳۵۱ھ

۷۔ محمد اکبر شاہ: دل (ملفوظات شاہ محمد اکبر) جامع نثار علی اکبر آبادی۔ مطبع اکبری آگرہ (س۔ن)

۸۔ ولی اللہ محدث دہلوی: الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ لائل پور (س۔ن)

۹۔ احید الدین: اسرار ابو العلاء (حالات مشائخ سلسلہ ابو العلائیہ) مطبع شمسی آگرہ ۱۹۳۰ء

۱۰۔ فانی، عطا حسین: دقیقۃ السالکین۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہِ منعمیہ، گیا۔

۱۱۔ ایضاً جواہر الانوار۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہِ منعمیہ، گیا۔

۱۲۔ محمد کالپوی، سیّد: تحقیق روح الہ آباد، مطبع عینی

۱۳۔ ایضاً: عقائدِ صوفیہ، الہ آباد، مطبع عینی

۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

استدراک

فارسی زبان وادب کے نامور استاد جناب ڈاکٹر نذیر احمد پروفیسر ایمریطس، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے امیر سیّد ابوالعلا نقش بندی اکبر آبادی کے دو رسائل (مجلہ) تحقیق (مشترکہ شمارہ ۹۔۱۰) میں ایڈٹ کر کے شائع کیے ہیں پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی، احقر اگرچہ فارسی زبان کا باقاعدہ طالب علم نہیں ہے۔ لیکن علم تاریخ کے طالب کی حیثیت سے تاریخ کی اس بنیادی زبان فارسی کی تحصیل کی ہے اور پروفیسر صاحب موصوف کی مرتبہ کتب (متون وتالیفات) اور مقالات کو بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے۔ بے شک موصوف کا علمی سرمایہ ہم جواں سال طالب علموں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

اس وقت موصوف کے مذکورہ مقالے سے متعلق ایک استدراک بطور عرضداشت بھیج رہا ہوں، امید ہے ڈاکٹر صاحب قبلہ توجہ فرمائیں گے۔

امیر سیّد ابوالعلاء کے مکتوبات کا یہی مجموعہ اس سے چند سال پیشتر سخاوت مرزا پاکستان میں شائع کر چکے ہیں (Journal of Pakistan Historical Society, Karachi, Vol XI 1963, pp.33-34, 183-93, 304-31)

لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب موصوف جیسے ماہرین فن کے قلم سے ان کا مرتب ہونا علمی تحقیقات میں اضافے سے کم نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب سخاوت مرزا صاحب کے مرتبہ متن کے بارے میں بھی اپنی رائے دے دیتے تو ہم طالب علموں کے لیے سند ہوتی۔

مکتوبات کے علاوہ گوشۂ متون میں ڈاکٹر صاحب قبلہ کا مرتبہ متن رسالہ فنای ثلاثہ مولفہ امیر سیّد ابوالعلاء بھی شامل ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب مکتوبات کے قدیم ایڈیشن جسے اس خانوادے کے ایک فرد سیّد شاہ خوب اللہ ابوالعلائی محمدی افضلی الہ آبادی نے مرتب کر کے افضل المطالع الہ آباد ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا تھا، کا مقدمہ

مرتب ملاحظہ فرمالیتے تو رسالۂ فنا کو امیر سیّد ابوالعلاء اکبر آبادی سے منسوب نہ کرتے ڈاکٹر صاحب قبلہ کو حسبِ معمول اس کے انتساب میں تردد فرمانا چاہیے تھا لیکن موصوف نے ایسا نہیں کیا۔ مکتوبات کے مذکورہ ایڈیشن صفحہ ۶ پر واضح الفاظ میں لکھا ہے:

"ہاں ایک امر ضرور قابلِ تحریر یہ ہے کہ سوائے مکتوباتِ عالیہ کے کوئی دوسری کتاب حضرت سیدنا (امیر ابوالعلاء) کی تصنیف ہماری نظر سے نہیں گزری بعض ناواقف رسالۂ فنا اور رسالہ عملِ معمول کو حضرت سیدنا کی تصنیف خیال کرتے ہیں ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ دونوں رسائل حضرت سیدنا کے خلیفۂ اعظم میر سیّد محمد ساکن کالپی کی تصنیف ہیں حضرت سیدنا کی تصنیف ہرگز نہیں ہمارے جدِ امجد قطب الاقطاب شیخ محمد افضل الہ آبادی خلیفۂ اجل حضرت میر سیّد محمد ساکن کالپی نے رسالہ فنا کی شرح بھی تصنیف فرمائی ہے جو اس وقت تک مصنف کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی ہمارے یہاں موجود ہے"۔

مجھے خود نقشبند سلسلہ کی تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے عرصۂ دراز سے مکتوبات کو امیر سیّد ابوالعلاء سے انتساب پر تردد ہے۔ اندرونی شواہد اس کے انتساب میں ناکافی ہیں۔ میرے علم میں اب تک کسی معاصر مؤلف یا تذکرہ نویس نے ان مکتوبات کو ان کی تالیف نہیں بتایا۔ مکتوبات کے کئی خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں میری نظر سے گذرے ہیں تعداد میں فرق کے علاوہ اختلافِ نسخ بھی بہت زیادہ معلوم ہوتا رہا۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب قبلہ کے سامنے ایسے عصری شواہد ہوں گے جن کی بنیاد پر اس مجموعہ کو ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ شواہد سامنے آجائیں تو مجھ جیسے مبتدیوں کو حظِ وافر نصیب ہوگا۔

اگر ڈاکٹر صاحب، قبلہ کے پیشِ نظر اس سلسلے کے مندرجہ ذیل مآخذ بھی ہوتے تو زیادہ مناسب تھا:

۱۔ مکتوبات امیر سیّد ابوالعلاء مرتبہ شاہ خوب اللہ الہ آباد ایڈیشن ۱۳۲۶ھ

۲۔ لطف اللہ: اذکار الاحرار بسال ۱۰۹۳ھ (کئی خطی نسخے) ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری (رک سٹوری شمارہ ۱۳۳۸)

۳۔ بشیر، محمد علی: سوانح ابوالعلاء۔ حیدر آباد۔ دکن ۱۹۰۶ء

۴۔ محمد اکبر شاہ: نجاتِ قاسم (در حالات مشائخ سلسلۂ ابوالعلائیہ) آگرہ۔ تالیف ۱۸۵۵ء (فارسی)

۵۔ نامی عطا حسین عبدالرزاق: کیفیت العارفین ونسبت العاشقین (حالات مشائخ سلسلہ، ابوالعلائیہ بسال ۱۲۶۴ھ /۱۸۴۸ء مطبوعہ گیا ۱۳۵۱ھ (فارسی)

۶۔ ایضاً: دقیقۃ السالکین۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ منعمیہ، گیا

۷۔ ایضاً: جواہر الانوار۔ خطی نسخہ خانقاہ منعمیہ گیا

۸۔ اوحد الدین: اسرارِ ابوالعلاء آگرہ ۱۹۳۰ء

۹۔ شاہ ولی اللہ: الانتباہ، دہلی۔ (س ن)

۲۵ جولائی ۱۹۹۶ء

احراریان

سلسلۂ نقشبندیہ کی شاخوں میں سے ایک معروف شاخ احراری کہلاتی ہے۔ جسے اس سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ کے لقب احرار کی مناسبت سے احراری کا نام دیا گیا۔ (الحدائق الوردیہ ص ۸، الانوار القدسیہ ص ۶)

اس شاخ کے موسس خواجہ عبید اللہ احرار (۸۰۶۔۸۹۵ھ / ۱۴۰۴۔۱۴۸۹ء) خلیفۂ شیخ مولانا یعقوب چرخی (ف ۸۳۸ھ / ۱۴۳۴ء) وہ خلیفہ شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری (ف ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء)، اپنے عہد کے فعّال ترین مشائخ میں سے تھے جن کے معتقدین اتنی کثیر تعداد میں تھے کہ بقولِ مولانا جامی

کوسِ فقرش نوبت شاہنشاہی می زد

(تحفۃ الاحرار ۳۸۴۔بتغیر قلیل)

ماوراء النہر کے سلاطین و امراء خواجہ احرار کے ایسے عقیدت مند تھے کہ سمرقند کے حاکم سلطان ابو سعید میرزا (۸۵۵۔ ۸۷۲ھ / ۱۴۵۱۔ ۱۴۶۷ء) اور اس کا بیٹا سلطان احمد (۸۷۲۔ ۸۹۹ھ / ۱۴۶۷۔ ۱۴۹۳ء) خواجہ احرار کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے (حبیب السیر ۴/ ۹۷۔۹۸) سلطان احمد کے کہنے پر ہی خواجہ احرار نے اپنے مسکن تاشکند کو چھوڑ کر سمرقند میں سکونت اختیار کرلی تھی (رشحات ۲۹۰، ۳۵۴) جس سے اس سلسلہ کو بہت فروغ ہوا اور عملاً خواجہ احرار ہی حکمران تھے (حبیب السیر ۴/ ۹۵، رشحات ۲۹۳۔ ۲۹۵) تیموری شہزادوں کی رقابت اور ان کی آپس کی جنگوں میں کئی بار خواجہ احرار نے ثالث کا کردار ادا کیا۔ سنٹرل ایشیا کے حکمران خواجہ احرار اور ان کے مریدین و خلفاء کے ساتھ بڑی عقیدت کا اظہار کرتے تھے (قدسیہ، مقدمہ ۱۰۔ ۲۷) سلاطین کے ساتھ ربط و تعلق کی حقیقت بتاتے ہوئے خواجہ احرار نے وضاحت کی ہے کہ ان کی مدد کے بغیر شریعت میں قوت نہیں آسکتی اور ہمارا ان سے ملاقات کا مقصد صرف شریعتِ حقہ کا نفاذ ہے۔ (رشحات ۲/ ۵۱۸) چنانچہ آپ اور

آپ کے خلفاء نے یہی کیا کہ سنٹرل ایشیامیں مسلمانوں کی حکومت کے زوال کے دوران تک یہی صورت رہی چنانچہ بخارا کے حکمران امیر معصوم (۱۷۸۵ـ۱۸۰۰ء) اور امیر حیدر (۱۸۰۰ـ۱۸۲۶ء) کے مذہبی شغف کی مشہور سیاح ویمبری نے جس طرح پھبتی اڑائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلسلۂ احراریہ کے حضرات واقعی اپنے حدودِ مملکت میں خلافِ شرع امور کو پسند نہیں کرتے تھے (تاریخ بخارا ۴۴۸ـ۴۵۱)

سلسلۂ احراریہ سے وابستہ بعض معروف اصحاب میں سے مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی (نفحات الانس ۴۱۰ـ۴۱۷ مقاماتِ جامی ۱۱۴، ۱۲۳ بہ امداد اشاریہ)، سیّد جمال الدین محدث مؤلف روضۃ الاحباب، مرزا حیدر دوغلت مؤلفِ تاریخ رشیدی، خواجہ مولانا محمد قاضی مؤلف سلسلۃ الصدیقین، میر عبدالاول جامع ملفوظاتِ خواجہ احرار، مولانا فخر الدین علی کاشفی صاحبِ رشحات، خواجہ حسن نثاری بخاری مؤلف تذکرہ "مذکرِ احباب"، خواجہ ابن یمین صاحبِ دیوان شاعر، میر عبدالحی ابوالفتح مؤلفِ شجرۂ اولاد خواجۂ احرار، مولانا اسماعیل شروانی (استاد شیخ علی متقی اور مُلّا علی قاری) (نسمات القدس، برگ ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۵، وبہ بعد)

سلسلۂ احراریہ سے وابستہ بعض شعراء کے حالات خواجہ حسن نثاری بخاری نے لکھے ہیں (مذکرِ احباب ۱۰۸، ۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۵، ۳۱۴، ۴۱۹، ۴۶۴) اس طرح بعض دیگر شعراء کے حالات دوسرے تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔

خواجۂ احرار کے معاصر علی کاشفی نے خواجۂ احرار کے بیس ایسے خلفاء کے حالات اور روحانی سرگرمیوں کی تفصیل درج کی ہے جس سے سلسلۂ احراریہ کی وسعت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ (رشحات ۵۹۴ـ ۶۵۳) اسی طرح خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مزید بیس ایسے خلفاء خواجہ احرار کا تذکرہ کیا ہے جن سے رشحات خالی ہے۔ (نسمات القدس، خطی برگ ۹۶ـ ۱۱۵ بہ بعد)

اس طرح ان چالیس خلفاء کی عالم اسلام میں قائم خانقاہیں نہ صرف رشد وہدایت، تعلیم سلوک بلکہ دیگر اسلامی علوم کے مراکز کا درجہ رکھتی تھیں۔ چونکہ کتابِ حاضر کا تعلق پاکستان وہند کی ادبیات سے ہے اس لیے اسی خطے کا نہایت مختصر ساخاکہ پیش کیا جارہا ہے:

خواجہ احرار کے پوتے خواجہ محمد امین بن خواجہ محمد یحیٰی شہید بن خواجہ احرار کو بابر بادشاہ اپنے ہمراہ لے گیا ۲۰ـ ۹۱۹ھ / ۴ـ ۱۵۱۹ء میں پہلے کابل پھر ہندوستان لے آیا۔ (بابر نامہ ۱/ ۲۳۰، ۳۴۳، ۴۱۸) خواجۂ احرار

کے فرزند بزرگ خواجہ محمد عبداللہ معروف بہ خواجکا کے سات صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو خوب ترقی دی ان کے مریدین عالم اسلام میں پھیل گئے (نسمات القدس۔ برگ ۸۷۔ ۹۲) بابر خواجہ احرار سے خاص عقیدت رکھتا تھا آپ کے رسالہ والدیہ کا ترکی میں ترجمہ بھی کیا جو علی گڑھ سے چھپ چکا ہے۔

خواجہ عبداللہ کے بیٹے خواجہ شہاب الدین معروف بہ خواجہ خاوند محمود اور خواجہ عبدالخالق ہندوستان آئے ہمایوں بادشاہ سے ملے تو بادشاہ ان کا بہت ہی معتقد ہو گیا۔ خواجہ شہاب الدین نے مریدوں کی تربیت کے لیے سلوک پر چند رسائل بھی تالیف کیے (ہمانجا ۸۱، ۹۳) خواجہ محمد یحیٰی بن خواجہ ابوالفیض ہندوستان آئے تو سلطانِ ہند نے انہیں امیر حجاج بنا کر حرمین بھیجا۔ واپس آکر درویشی کی زندگی اختیار کر لی اور آگرہ میں دفن ہوئے (ہمانجا ۹۳) میر عبدالغنی اور مولانا اسماعیل مرید خواجہ عبدالشہید نے دہلی میں رہ کر مریدین کی تعلیم وتربیت کا کام کیا اور دہلی ہی میں دفن ہیں (ہمانجا ۹۴) حافظ دولت نے لاہور میں رہ کر اہلِ لاہور کو روحانی فیض پہنچایا (ہمانجا ۹۶) خواجہ اسحٰق دہ بیدی کے خلیفہ خواجہ خاوند محمود کشمیری ثم لاہوری نے کشمیر اور لاہور میں سلسلہ احراریہ نقشبندیہ کے نمائندے کی حیثیت سے کام کیا ان کی خانقاہیں کشمیر اور لاہور دونوں مقامات پر خاصی فعّال تھیں (تاریخ کشمیر اعظمی ۱۲۹۔ ۱۴۰) خواجہ عبید کابلی، کابل سے ہندوستان گئے اور وہاں سے تبت میں جا کر خانقاہ بنائی اور مصروف کار ہوئے (ہمانجا ۱۴۸)

خواجہ احرار کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ میر ابوالعلاء احراری نے اکبر آباد (آگرہ) (رک باں) نے ہندوستان میں اس سلسلے کو خوب ترقی دی۔

اس سلسلے سے وابستہ بعض اصحاب ہندوستان آکر سلاطین کے ہاں معزز عہدوں پر فائز رہے جن کی تفصیل بابر نامہ، توزکِ جہانگیر، مآثرِ جہانگیری، مآثر الامراء اور دیگر کتبِ تاریخ میں ملتی ہے، ر۔ک:

Apparatus of Empire, Mughal Nobility Under Aurangzeb, etc.

لیکن اس سلسلے کو ہندوستان میں جو رونق اور روحانی کشش خواجہ باقی باللہ دہلوی (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی بدولت ملی وہ بہت کم کسی کو نصیب ہوئی جو مولانا خواجگی امکنگی کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا درویش محمد کے اور وہ مولانا محمد زاہد وخشی کے اور وہ خواجہ احرار کے خلیفہ تھے (زبدۃ المقامات ۱۳، نسمات القدس۔ برگ ۵۱۔ ۱۵۶)

خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد اس سلسلے کے سب سے معروف اور فعال بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) تھے جو خواجہ باقی باللہ کے سب سے نامور خلیفہ تھے۔ جن کی مساعی جمیلہ سے

سلسلۂ احرار میں اتنی روحانی کشش پیدا ہوئی کہ وسطی ایشیا کے معروف ترین مشائخ اپنی خانقاہیں چھوڑ کر سرہند (Sirhind) چلے آئے اور بعض نے تو یہیں سکونت اختیار کر لی اور بعض حضرات اجازت یافتہ (خلافت یاب) ہو کر واپس اپنے وطنوں کی طرف چلے گئے اگر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مجموعۂ مکتوبات میں مکتوب الیہم کے اسماء کی علاقائی نسبتوں پر غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صرف ماوراء النہر بلکہ عالم اسلام کے اصحاب کا روحانی رابطہ آپ کے ساتھ تھا۔ تجدیدِ دین کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی مسلم حکومت میں جو بے راہ روی اور اسلام سے انحراف کے آثار نظر آرہے تھے ان کو رفع کرنے کی شہشاہی بلیغ بھی قابل ذکر ہیں آپ اپنے مکتوبات میں سیاسی امور کی بحث کے دوران اپنا یہ شاندار نقطۂ نظر بیان فرماتے ہیں:

بادشاہ کا صالح ہونا دنیا کا صالح ہونا ہے اور بادشاہ کا مفسد ہونا دنیا کو فساد میں مبتلا کرنا ہے

(Naqashbandi Influence on Mughal Rules and Politics, Islamic Culture, Vol. 39 No. 11, Jan 1965)

بالکل یہی نقطۂ نظر وسطی ایشیا میں خواجہ احرار کا تھا جس کی بازگشت عملی طور پر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے قول اور فعل میں تھی۔ گویا خواجۂ احرار کی طرح آپ نے ہندوستان میں تجدیدِ دین، شریعت کے نفاذ اور ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ کے احیاء کے لیے کوشش کی تو اسی قول کو عملی طور پر اپنایا۔

سلسلۂ احراریہ کی کئی ذیلی شاخیں وجود میں آئیں اور عملی اور روحانی میدان میں انہوں نے بہت فعال کردار ادا کیا ان میں سے چند شاخوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے یہ شاخ احراریہ مجددیہ، شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) (رک. بآن) سے نقشبندیہ احسینہ، میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سے سلسلۂ احراریہ مجددیہ مظہریہ اور مولانا خالہ کردی رومی (ف ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء) سے خالدیہ (الحدائق الوردیہ ص ۸۔۹، الانوار القدسیہ ۶۔۷) کہلائیں دراصل یہ تمام تر شاخیں سلسلۂ احراریہ کی ہیں اور اس سے وابستہ اصحابِ احراری ہی کہلاتے ہیں بعض امور کی تفصیل کے لیے دیکھیے عارف نوشاہی: احوال و سخنانِ خواجہ احرار۔

مآخذ

۱۔ احرار، عبید اللہ، خواجہ والدیہ، ترکی ترجمہ از بابر بادشاہ، علی گڑھ ۱۹۶۶ء

۲۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول، ترکی ۱۹۷۷ء

۳۔ باقی باللہ دہلوی، خواجہ: کلیات، لاہور ۱۹۶۷ء

۴۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوب الٰہی۔ لاہور ۱۹۷۱ء

۵۔ جامی، عبد الرحمٰن: نفحات الانس مرتبہ محمود عابدی، تہران ۱۳۷۰ش

۶۔ ایضاً: سررشتہ طریقۂ خواجگان، مرتبہ عبد الحی حبیبی۔ کابل ۱۳۴۳ش

۷۔ ایضاً: دیوان کامل جامی مرتبہ ہاشم رضی۔ تہران۔ (س۔ن)

۸۔ ایضاً: ہفت اورنگ (تحفۃ الاحرار) مرتبہ مدرس گیلانی۔ تہران ۱۳۶۷ش

۹۔ جہانگیر بادشاہ: جہانگیر نامہ مرتبہ محمد ہاشم۔ تہران ۱۳۵۹ش

۱۰۔ خالدی، محمد بن عبد اللہ خانی: بہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ العالیۃ الخالدیہ۔ قاہرہ ۱۳۱۹ھ

۱۱۔ خالدی، عبد المجید خانی: الحدائق الوردیہ فی حقائق اجلاء النقشبندیہ، قاہرہ ۱۳۰۸ھ

۱۲۔ خواند امیر: حبیب السیر۔ تہران، خیام ۱۳۵۳ش

۱۳۔ خنجی، فضل اللہ بن روزبہان: مہمان نامۂ بخارا مرتبہ منوچہر ستودہ۔ تہران ۲۵۳۵

۱۴۔ سارلی، اراز محمد: ترکستان در تاریخ۔ تہران ۱۳۶۶ش

۱۵۔ سمرقندی، عبد الرزاق: مطلع سعدین مرتبہ محمد شفیع۔ لاہور ۱۳۶۰ھ

۱۶۔ صفا، ذبیح اللہ: تاریخ ادبیات ایران ج ۴، ۵۔ تہران ۱۳۶۳، ۱۳۶۷ش

۔ صلاح بن مبارک بخاری: انیس الطالب وعدۃ السالکین مرتبہ خلیل ابراہیم صادق اوغلی۔ تہران ۱۳۷۱ش

۱۷۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خان: مآثر الامراء ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری۔ لاہور ۱۹۸۱ء

۱۸۔ عبدالحی احراری: شجرہ نامۂ اولادِ خواجہ احرار۔ خطی۔ مخزونہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان۔ اسلام آباد۔ نمبر ۹۵۰

۰۔ عارف نوشاہی: احوال وسخنانِ خواجہ عبید اللہ احرار، تہران، مرکز نشر دانشگاہی، ۱۳۸۰ش

۱۹۔ کاشفی، فخر الدین علی: رشحات عین الحیات مرتبہ علی اصغر معینیان۔ تہران ۲۵۳۶ وترجمۂ عربی از محمد مراد قزانی۔ استنبول ترکی ۱۹۸۰ء

۲۰۔ کشمی، محمد ہاشم: نسمات القدس خطی۔ مخزونہ کتابخانہ گنج بخش۔ اسلام آباد نمبر ۱۰۴۷

۲۱۔ ایضاً: زبدۃ المقامات۔ لکھنو، نولکشور ۱۳۰۷ھ

۲۲۔ لاری، عبدالغفور: تکملہ حواشی نفحات الانس مرتبہ بشیر ہروی۔ کابل ۱۳۴۳ش

۲۳۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر اعظمی۔ سری نگر کشمیر ۱۳۵۵ھ

۲۴۔ محمد پارسا بخاری، خواجہ: قدسیہ مرتبہ محمد طاہر عراقی۔ تہران۔ طہوری ۱۳۵۴ش

۲۵۔ محمد قاضی، مولانا: سلسلۃ الصدیقین (احوال خواجۂ احرار و مشائخ احراریہ) خطی، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد۔ نمبر ۸۹۰

۲۶۔ مقصود میرزا، دہ بیدی: مراۃ السالکین (حالات مشائخ نقشبندیہ، دہبیدیہ) خطی مخزونہ کتابخانۂ عارف حکمت۔ مدینہ منورہ

۲۷۔ نثاری بخاری، حسن: مذکرِ احباب مرتبہ محمد فضل اللہ، حیدر آباد دکن ۱۹۶۹ء

۲۸۔ نظامی باخرزی، عبدالواسع: مقاماتِ جامی مرتبہ نجیب مائل ہروی۔ تہران ۱۳۷۱ش

۲۹۔ نور الدین مدرس چہاردہی: سلسلہ ہاء صوفیۂ ایران۔ تہران ۱۳۶۰ش

۳۰۔ نوائی، میر علی شیر: مجالس النفائس مرتبہ علی اصغر حکمت۔ تہران ۱۳۶۳ش

۳۱۔ نوشاہی، سیّد عارف: خواجۂ احرار، احوال و آثار و تصحیح ملفوظات خواجہ احرار جامع میر عبدالاول۔ پایان نامۂ دانشگاہ تہران۔ مملوکہ ڈاکٹر سیّد عارف نوشاہی، اسلام آباد

۳۲۔ ویمبری: تاریخ بخارا ترجمۂ اردو۔ لاہور ۱۹۵۷ء

۳۳۔ یٰسین سنھوتی: الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ۔ قاہرہ ۱۳۴۴ھ

34- M.Athar Ali: Apparatus of Empire, Delhi, 1985.
35- Ibid: Mughal Nobility under Aurangzeb, Bombay, 1970.
36- Babur, Padshah: Babur-Nama, (rep.) Lahore, 1975.
37- Dughlat Mirza M.Haider: Tarikh-i-Rashidi, tr.E.P. Ross, London, 1895
38- Nizami, K.A: Naqshabandi Influence on Mughal Rules and Politics, Islamic Culture, Vol. 39 No.11, Jan. 1965.
39- Trimingham, S: Sufi Orders in Islam, Oxford, 1971.

۲ ستمبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

بعض علاقائی علماء ومشائخ

لاہور کے چند غیر معروف صوفیہ

اس مضمون میں صرف ان صوفیائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے حالات متعارف اور مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے، چونکہ اس مضمون کے تمام تر مآخذ غیر مطبوعہ ہیں اس لیے بطور تمہید ان مآخذ کا قدرے اجمالی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

طبقات الاولیاء: خطی، مؤلف کا نام مذکور نہیں۔

مصنف نے اپنے آباو اجداد کے مفصل حالات "طبقات الاولیاء" کے ورق ۲۰۸ میں درج کیے ہیں لیکن اپنا نام تحریر نہیں کیا، مصنف نے ۱۰۵۰ھ میں لاہور میں شاہ حضوری سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جدِ مادر مؤلف میر ابو القاسم خاں تمکین الحسینی بن میر ابو البقاء امیر خان"[1]۔

تاریخ و اتمام ایں انتخاب (طبقات الاولیاء) در سنہ ثمان و ستین بعد الف (۱۰۶۸ھ) ازیں ہجرت نبوی است"[2] میر ابو القاسم تمکین کے خطوط کا مجموعہ منشیات تمکین، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی کے مفصل مقدمہ کے ساتھ دہلی سے ۲۰۰۷ء کو شائع ہوا ہے۔ جس میں مؤلف اور اس کے خانوادہ کے حالات انہیں بالکل معلوم نہیں ہیں۔ طبقات الاولیاء کے اس نسخہ کی بدولت معلومات میں قدرے اضافہ ہو سکتا ہے۔

طبقات الاولیاء کا قلمی نسخہ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کے ذخیرہ میں ہے جو اس وقت کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں محفوظ ہے، تعداد اوراق ۲۱۶ سطر فی ورق ۱۷ بخط محمد علی بن مرزا احمد بک ساکن بندر کھمبایت ۱۲۰۶ھ

---

1. طبقات الاولیاء قلمی ورق ۲۰۸۔الف نسخہ شیرانی
2. ایضاً ورق ۲۰۹ب

مفتاح العارفین: خطی، مؤلف عبد الفتاح بن محمد نعمانؒ

مؤلف کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے البتہ کتاب کے مطالعہ سے اس کے حالات پر قدرے روشنی پڑتی ہے۔ مؤلف شیخ سیف الدین متوفی ۱۰۹۶ھ بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کی مجلس میں ایک موقع پر اپنے آپ کو حاضر بتاتے ہیں، لکھتے ہیں:

''یکی از مریدان ایشاں (شیخ سیف الدین) کتابتی بخدمت والد بزرگوار ایشاں نوشته بود و فیهه کاتب حروف[1] دراں مجلس حاضر بوده کتابت رسیده مضمونش آنکه من مسافر بودم[2]........ الخ

مؤلف مولانا عبد الرشید (متوفی ۱۰۸۸ھ) کے شاگرد تھے۔ مولانا عبد الرشید کے حالات کے باب میں لکھتے ہیں:

''مخدومی و استاذی مولانا عبد الرشید......... درسن بست سالگی از تحصیل فارغ شده بدرس مشغول شد بحدی جد تدریس داشتند که تا آخر عمر شریف که روز وفات ایشاں بود سبق فرموده بودند اوائل در بر ہانپوری بودند و آخر در اکبر آباد توطن اختیار کردند عمرِ شریفِ ایشاں زیاده از ہشتاد سال بود شب شنبه و دو از دہم ماه ربیع الاول سنه ہزار وہشتاد وہشت (۱۰۸۸ھ) ازیں عالم رحلت کردند نزدیک حضرت قدم رسول در شهر اکبر آباد مدفون اند[3]''۔

گویا عبد الفتاح (مؤلف) ۱۰۸۸ھ اور ۱۰۹۶ھ (سالِ وفات شیخ سیف الدینؒ) میں مفتاح العارفین کی تدوین میں مصروف نظر آتے ہیں۔ حال ہی میں مخطوطات شیرانی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں مرتب نے لکھا ہے کہ مفتاح العارفین کا یہ قلمی نسخہ مصنف کا خود نوشتہ ہے[4] حالانکہ مخطوطہ ہذا کا سال کتابت ۱۳۰۱ھ ہے، درج بالا حقائق کی روشنی میں فہرست کے مرتب کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

---

1. یہاں کتابت کی غلطی ہے کاتبِ حروف کی بجائے ''بجانبِ حروف'' لکھا ہے۔
2. مفتاح العارفین خطی ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب۔
3. ایضاً قلمی
4. فہرست مخطوطات شیرانی جلد اول، باب تذکرہ ہا

سلسلۃ الاولیاء: خطی، مؤلف مولانا محمد صالح کنجاہی متوفی ۱۳۰۷ھ

یہ مشائخ متقدمین ومتاخرین (پاک وہند) کا ایک مختصر سا تذکرہ ہے جو ۱۲۶۷ھ میں تالیف ہوا "مخزن اسرار حق" مادۂ تاریخ تالیف ہے، اس کا خطی نسخہ مولانا سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی ساہن پال گجرات کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، جو انہوں نے مصنف کے خود نوشت خطی نسخہ اور نسخہ مکتوبہ تاج الدین یکم صفر ۱۳۰۳ھ سے نقل کیا ہے۔

شیخ عبدالحلیم لاہوری سہرندی

"برادر حقیقی شیخ عبدالعزیز[1] عالم وعامل ومفتی باتقوی بود در سنہ صد وہشتاد وشش رحلت کرد[2]"۔

شاہ کرم اللہ

"شاہ کرم اللہ ٹانڈی اصلش از لاہور است از موضع ٹانڈہ کہ اعاظمہ مشائخ ہنداست قادریہ حنفیہ بود ہر کہ بوی درہر کاری رجوع کردی و بخانہ ہر کس کہ بروی رفتی اگر در روزی صد بار تکلیف می کردند اِبا نمی نمودند بتاریخ ششم محرم سنہ ہزار و سی ودو (۱۰۳۲ھ) رحلت کرد[3]"۔

حافظ دولت لاہوری

مجود و قاری بود نقشبندی مشرب و حنفی مذہب در لاہور محلہ ایست انہر[4] نام(؟) در انجامی بود در سنہ ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ) سال رحلت کردند در لاہور مدفون است[5]"۔

---

۱ "شیخ عبدالعزیز لاری بن شیخ ہتیا (ہیتا) بن شیخ الہداد سہرندی عالم ومفتی بادیانت بود در سنہ نہصد وہشتاد وپنج (۹۸۵ھ) رحلت کرد" (مفتاح العارفین، خطی)

۲ مفتاح العارفین، خطی

۳ ایضاً

۴ لاہور کے اس محلہ کا نام مخطوطہ میں صحیح نہیں پڑھا جاسکا۔

۵ مفتاح العارفین خطی

مولانا یوسف کہابہہ لاہوری

''از مشاہیر علماء و صلحاء ہند و از مدرسان مقررین لاہور است خصوص در علمِ فقہ قدرت کمال داشت آخر ماہِ شوال رحلت کرد قبر او در لاہور است ہر دو اسامی (شیخ اسماعیل سنبھلی و مولانا یوسف مذکور) درسنہ ہزار و چھل وسہ (۱۰۴۳ھ) رحلت کردند''۔[1]

شیخ عنایت اللہ

''اصل او از لاہور است مولد و منشاء او برہانپور از عنفوان جوانی تا آخر عمر بفقر و تجرید گذارند و یکچندی بکسب علوم پر داختہ........ استمدادِ روحِ خواجہ قطب الدین کاکیؒ تربیت یافتہ........ گوشہ نشینی اختیار کردہ و درسن شصت و پنج سالگی روز پنج شنبہ نوز دہم ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ہزار و ہشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) رحلت نمود، متصل مزار خواجہ قطب الدین کاکی مدفونست''۔[2]

شاہ حضوری قدس سرہ

''مسافر در خدمت تمام داشت در سنہ ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ) راقم حروف (مصنف طبقات الاولیاء) در لاہور و بمجلس کرامتش رسیدہ سمع کلام سامیش کردیدہ کرامات خوارق بسیار از و بگوش خوردہ و از مرزا فتح[3] اللہ خلف قلیج خانخانانِ فرمانی بواسطہ شنیدہ ام کہ بگفت روزی قصد زیارت شاہ حضوری کردم و در خاطر گفتم کہ پدر کلاں من میگفت کہ مادر کلان من ارشاد است بودہ اگر درمن اثری از سیادت باشد پس حضرت شاہ ازاں معنی اظہار بفر مایند ہمیں کہ بمجلس رسیدم و نظر مبارکش برمن افتاد فرمود بیائید میرا نجیو (میراں جیو)

---

۱ ایضاً

۲ ایضاً

۳ مرزا فتح اللہ بن مرزا چین قلیج خان بن مرزا محمد قلیج خان (زاد المعاد، تعلیقات)

بیائیں میرانجیو دانستم کہ از ارباب کشف و کرامات و اشراف برخواطر دارد''۔

میاں محمد اشرف شاہدری لاہوری

کسی متعارف تذکرہ میں راقم کی نظر سے ان کے حالات نہیں گزرے، صرف ایک کتاب تحفۃ الحسینی (فارسی) کا علم ہو سکا، کتاب میں ان کا نام اس طرح مذکور ہوا ہے:

''میاں محمد اشرف شاہدری اللاہوری بن محمد مرید الحنفی القادری اللاہوری''۔ یہ کتاب غسل، تجہیز و تکفین وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے، مصنف نے اپنی کتاب محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے نام معنون کی ہے، سال تالیف اوائل ۱۱۱۸ھ ہے، صفحات ۲۰۲ سطور ۱۸ تقطیع ''۶x۵x۹ بخطِ نستعلیق مکتوبہ بدر الدین رکنوی ۱۳۱۹ھ تحفۃ الحسینی کا خطی نسخہ میاں شمس الدین مرحوم متوفی، ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء کے کتب خانہ (لاہور) میں تھا۔ جواب کراچی میوزیم میں منتقل کر دیا گیا ہے[۲]۔

سیّد قادر بخش لاہوری

راقم احقر کو سیّد قادر بخش لاہوری کے حالات کسی تذکرہ میں نہیں مل سکے، ان کی صرف ایک تصنیف ''مصطلحات فارسی'' اب تک نظر سے گزری ہے، اس میں سیّد قادر بخش لاہوری نے متقدمین ومتاخرین اساتذہ کے اشعار بطور سند پیش کر کے مصطلحات پر بحث کی ہے، متاخرین میں سے محمد اشرف نوشاہی[۳] متوفی ۱۲۲۵ھ کے اشعار بھی جابجا ملتے ہیں، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مصنف تیرہویں صدی ہجری میں بقید حیات تھے۔

مصطلحات کے کاتب نے ترقیمہ اس طرح تحریر کیا ہے:

''المنت للہ تقدس صفاتہ کہ نسخہ مصطلحات من تالیفات زبدۃ الواصلین قدوۃ المحققین سیّد قادر بخش لاہوری انار اللہ برہانہ بدستخط احقر البرایا فقیر

---

۱ طبقات الاولیاء، خطی ورق ۱۵۹، ا، ب

۲ مصنفین لاہور خطی ورق ۶۲ تالیف راقم احقر

۳ مولانا حکیم محمد اشرف فاروقی نوشاہی منچری متوفی ۱۲۲۵ھ مدفون کالے والا ضلع گجرات، حال ہی میں مولانا سید شرافت نوشاہی صاحب نے اشرف کا کلیات مرتب کیا ہے۔

اللہ جو یا ولد میاں سلطان محمد گندہریہ بتاریخ پانزدہم شهر ربیع الاول سنه ۱۲۳۱ در موضع چک سادہ صانہ اللہ عن الآفات مختتم و منصرم گردید''۔[1]

راقم کی نظر سے اس وقت تک "مصطلحاتِ فارسی" کے صرف دو قلمی نسخے گزرے ہیں۔

۱۔ خطی نسخہ میاں شمس الدین مرحوم (جو اب کراچی میوزیم میں منتقل کر دیا گیا ہے) صفحات ۱۸۲ تقطیع ۹ x ۵۔

۲۔ خطی نسخہ پروفیسر شیرانی مرحوم مخزونہ کتاب خانہ دانشگاہ پنجاب مکتوبہ ۱۹۰۵ بکرمی / ۱۸۴۸ء نمبر ۶۷۲ / ۳۹۹۳۔

خلیفہ غلام رسول لاہوری

"در علم ظاہری و باطنی بدرجۂ اتم بود درزہد و تحمل رفیع الشان طریق قادریہ داشت وفاتش در سال یک ہزار و دوصد و پنجاہ و یک (۱۲۵۱ھ) بود از ہجرت قبرش در لاہور"[2]۔

اپریل ۱۹۷۰ء

(المعارف، لاہور، اپریل ۱۹۷۰ء)

---

۱ آخریں ورق مصطلحاتِ فارسی، خطی نسخہ مملوکہ شمس الدین مرحوم، لاہور (بحوالہ مصنفین لاہور، قلمی)

۲ سلسلۃ الاولیاء، خطی صفحہ ۶۴ مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات

قصور کے علماء و مشائخ

قصور پنجاب کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جو تقسیم ہندوستان کے بعد سے پاکستان میں شامل ہے، یہ شہر اس وقت لاہور سے بجانب جنوب چونتیس میل واقع ہے۔ جس کے جنوب میں دریائے ستلج اور شمال میں دریائے راوی بہتا ہے اسے (۱۹۷۶ء) میں نئے ضلع قصور کا صدر مقام بنایا گیا ہے۔

قصور کی وجہ تسمیہ اور آبادی کے سلسلہ میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں، یہاں کے باشندوں کی زبانی یہ روایت مشہور ہے کہ رام چندر کے دو لڑکے تھے، ایک لو اور دوسرا کوسا(Kusa)، لو نے جو شہر آباد کیا، وہ لہاور اور کوسا کا آباد کیا ہوا شہر کوساور (Kusawar) کہلایا(Ancient Geography of India :Cunnighum ص ۲۲۸) کنگھم کا خیال ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں مشہور سیاح ھیون سانگ(Hüien Tsiang) نے جن قصبات کی سیاحت کی ان میں قصور بھی شامل تھا(ایضاً ص ۲۲۹) دوسری روایت جو یہاں کے باشندے بیان کرتے ہیں، یہ ہے کہ چونکہ اس قصبے میں محل (قصر) بڑی کثرت سے تھے، اس لیے یہ قصبہ اپنے محلات کی وجہ سے قصور (جمع قصر) مشہور ہو گیا، بہر حال یہ دونوں روایات محض سماعی ہیں، قدیم کتبِ تاریخ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

قصور کی ابتدائی تاریخ پردہ اخفاء میں ہے، ہمیں قصور کا ذکر پاک و ہند کے صرف عہد اسلامی کی کتبِ تاریخ میں ملتا ہے، اس سے پہلے اس قصبے کا کہیں نام تک نہیں آتا، قدیم زمانے سے اس شہر پر مختلف اقوام کا قبضہ رہا ہے، قصور مسلم تسلط سے پہلے راجپوتوں کے پاس تھا(امپیریل گزیٹیر ۱۵، ص ۱۴۹)۔ مغلوں سے پہلے کے قصور کے بارے میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ قاضی شعیب جدِ بزرگ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کابل سے غالباً غز قوم کے حملے سے متاثر ہو کر تقریباً ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء میں لاہور پہنچے اور یہاں سے قصور میں اقامت اختیار کی، یہاں کے قاضی نے ان کا استقبال کیا اور بادشاہ کو اس خاندان کی تباہ حالی کی اطلاع دی، ان ایام میں قصور کے قاضی عدل و انصاف اور مروت میں اپنے زمانے کے قاضیوں کے لیے باعثِ فخر تھے (امیر خورد: سیر الاولیاء، ص ۴۹)۔ برنی نے

غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ تا ۱۳۲۴ء) کے مقربین میں سے ملک سراج الدین قصوری کا ذکر کیا ہے (ضیاء الدین برنی: تاریخ فیروز شاہی، ۴۲۴)۔ یحییٰ سرہندی نے ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء کے واقعات میں قصور کو ایک مشہور قصبہ بتایا ہے (یحییٰ سہرندی: تاریخ مبارک شاہی، ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)۔ امیر خسرو نے پنجاب پر مغلوں کے حملے کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

از قدم شوم مغل آن بلاد

نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانہ و تا لاہور(؟)

ہیچ عمارت نہ مگر در قصور

(قران السعدین، طبع نولکشور ۱۲۸۷ھ، ص ۴۹)

یعنی مغلوں کے حملوں کی وجہ سے سامانہ سے لے کر لاہور تک قصور شہر کے سوا کہیں عمارت اور آبادی کا نشان تک نہیں تھا (یہ مقالہ نگار کی رائے ہے مگر یہ بھی قابل غور ہے کہ "..... در قصور" کے معنی یہ ہوں کہ "...... کوئی عمارت ایسی نہ تھی جو ناقص اور تباہ نہ ہوگئی ہو) اس کے بعد ۱۵۲۶ء تک ہمیں قصور کی سیاست کے بارے میں مطلق علم نہیں بابر بادشاہ نے خویشگیوں کو قصور کا لگان وغیرہ بخش دیا تھا، بخشش کا یہ فرمان بدستخط بابر، ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء تک قبیلہ جمند کے پاس قصور میں محفوظ تھا (عبد اللہ خویشگی قصوری: اخبار الاولیاء، قلمی، ورق ۱۴۱ الف) اس وقت سے قصور میں امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کی اولاد سادات ہمدانیاں کوٹ مراد خان اور کوٹ عثمان خان میں آباد ہے (اے۔ آر۔ ہمدانی: ہم اور ہمارے اسلاف، لاہور ۱۹۶۹ء)۔ نیز قوم شیخ بھی کثیر تعداد میں موجود ہے۔ قصور پر قابض ہونے والی اقوام میں سب سے بڑی قوم خویشگی ہے جو افغانوں کی ایک شاخ ہے اور گیارہویں صدی عیسوی سے وہاں آباد ہے، قصور کو مسکن خویشگیاں بھی کہا جاتا ہے (صمصام الدولہ: مآثر الامراء، ۳: ۸۱۸)۔ اس قوم میں بڑی اہم شخصیات پیدا ہوئیں، جن میں امراء، علماء اور مشائخ کی کثیر تعداد شامل ہے، یہ ہر زمانے میں بڑی متمدن قوم رہی ہے، ان کے مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے ہوتے تھے (اخبار الاولیاء، ورق ۱۴۱ الف)۔

خویشگی امرا کی قصور اور پورے ملک میں سیاسی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں، ان میں نظر بہادر خویشگی پہلے شہزادہ پرویز کے ممتاز مقربین میں شامل ہوا پھر وہ جہانگیر کے امرا میں شامل رہا اور ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء میں فوت ہوا

اس کے تین بیٹے شمس الدین، قطب الدین اور اسد اللہ بھی مختلف معزز عہدوں پر فائز تھے (مآثر الامراء، ۳: ۸۱۸ تا ۸۲۰)۔ سلطان احمد خلف زئی نبیرہ نظر بہادر شہزادہ اعظم شاہ کی ملازمت میں تھا (کتاب مذکور، ۱: ۶۰۰، ۳: ۲۶)۔ اس کے چار بیٹے حسین خان، علی خان، پیر خان اور قطب الدین عرف بازید خان نے بھی مغل حکومت کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا (کتاب مذکور، ۳: ۱۲۶)۔ اسمعیل خان حسین زئی عرف جانباز خان داماد شمس الدین بن نظر بہادر اورنگزیب کے ملازمین میں سے تھا (کتاب مذکور، ۳: ۷۷)

عبد الرحیم ملقب بہ شاہ داد خان خویشگی، شمس خان مذکور کے بہنوئی نے پنجاب میں سکھوں کا مقابلہ کیا اور وہ معزز عہدوں پر فائز رہا، اس نے پاک وہند پر نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے وقت خان دوراں کے ساتھ کرنال کے قریب نادر شاہ کا مقابلہ کیا تھا، حسین خان بن سلطان احمد خویشگی قصور کا ایک خود سر حکمران تھا، اس نے ناظم لاہور عبد الصمد خان کو بہت پریشان کیا اور کبھی خراج ادا نہیں کرتا تھا، چونیاں (مضافات قصور) کے مقام پر دونوں میں جمادی الآخرہ ۱۱۳۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۷۲۰ء کو مقابلہ ہوا جس میں حسین خان مارا گیا (مآثر الامراء ۱: ۵۹۹) اس نے شہر کے گرد ایک فصیل بھی بنائی، چنانچہ دروازوں کے اندر جو شہر آباد ہے وہ اسی حسین خان کا آباد کیا ہوا ہے، اس نے ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کرائی تھی، جو جامع مسجد نواب حسین خان کہلاتی ہے۔

حسین خان کے زوال کے بعد جھلّے خان نے قصور پر اقتدار جما لیا، نادر شاہ کی ہندوستان سے واپسی کے بعد سکھوں کا پھر عروج ہو گیا، سردار جسا سنگھ نے ۱۷۴۵ء میں نواب زکریا خان گورنر لاہور کی وفات کے بعد اپنی طاقت بڑھائی اور قصور کو فتح کر لیا، احمد شاہ ابدالی نے جب برصغیر پاک وہند پر حملہ کیا تو سکھوں کو شکست دینے کے بعد پنجاب پر قبضہ کر لیا اور جلّے خان افغان قصوریہ (دیکھیے محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur انگریزی / ضمیمہ / اولیائے قصور، ص ۱۶) کو پہلے قصور میں محاصل اور پھر لاہور کا گورنر بھی مقرر کیا گیا (سوہن لال سوری: عمدۃ التواریخ، ۱: ۱۲۳)، لیکن احمد شاہ ابدالی کے جاتے ہی سکھ پھر غالب آ گئے، ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر چھٹا حملہ کیا اور سکھوں کو ایک بار پھر شکست دی، لیکن جونہیں اس سال کے اختتام پر وہ افغانستان پہنچا، سکھوں نے پھر یلغار کر دی، جسا سنگھ نے سکھ مسلوں کو ساتھ ملا کر قصور پر حملہ کر دیا، چار ہزار افغان مارے گئے، قصور پر قبضہ کر کے اسے نذر آتش کر دیا گیا (ابراہیم خان: سیرستان، ملتان ۱۸۵۴ء، ص ۱۳) اور قصور پر بھنگیوں کا قبضہ ہو گیا، سکھ گردی کی خبریں جب افغانستان پہنچیں تو زمان شاہ نے ہندوستان کا قصد کیا، جب وہ

پنجاب میں پہنچا تو بھنگی قصور چھوڑ کر پہاڑیوں میں جا چھپے، موقع سے فائدہ اٹھا کر ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء میں نظام الدین خان نے قصور پر قبضہ کر لیا، لیکن اس دوران میں زمان شاہ کے بھائی محمود نے ہرات میں بغاوت کر دی، جس سے زمان شاہ فوراً واپس افغانستان چلا گیا (عزیز الدین وکیلی: درۃ الزمان، کابل ۱۹۵۸ء، ص ۸۱ تا ۸۶)، زمان شاہ کی واپسی کے بعد رنجیت سنگھ کا لاہور پر قبضہ ہو گیا، رنجیت سنگھ سارے پنجاب پر اپنا تسلط جمانا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے قصور پر کئی حملے کیے۔ آخر افغانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے ۱۸۰۷ء میں وہ قصور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا، قصور پر انگریزوں کا قبضہ پہلی مرتبہ ۱۱ فروری ۱۸۴۶ء کو ہوا (محمد لطیف: History of the Punjab، ص ۵۴۸) پھر ۱۸۴۹ء میں پنجاب کا انگریزوں کے مقبوضہ علاقے سے الحاق ہو گیا، انگریزی دور حکومت میں قصور کا سب سے اہم افغان سردار مبارز الدولہ پیر ابراہیم خان بہادر تھا، الحاق پنجاب کے بعد اس کا والد اور خاندان کے دیگر افراد ممدوٹ میں جا کر آباد ہو گئے، اس نے ۱۸۴۹ء میں انگلینڈ کا سفر بھی کیا اور اپنا سفر نامہ اور خاندانی حالات پر مشتمل ایک مفید کتاب سیرستان کے نام سے فارسی میں لکھی، جو ملتان سے ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی (محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur، در Islamic Culture، حیدر آباد، دکن، جولائی ۱۹۲۹ء، ص ۴۷۲۔ نیز انگریزی ضمیمہ اولیائے قصور، ص ۳)۔

قصور اپنی مردم خیزی کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ نامی گرامی علماء ومشائخ یہاں پیدا ہوئے اور ارشاد و تلقین کے فرائض انجام دینے کے بعد یہیں آسودۂ خاک ہوئے، ان میں سے بعض مشاہیر کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

۱۔ شیخ زادہ شاہ کمال چشتی (از اعزہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء)

۲۔ شیخ ادھیہ چوہان (خلیفہ شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی لاہوری م۔ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء)، (جمال الدین ابو بکر: تذکرہ قطبیہ، ص ۶۵ تا ۶۶)؛ چوہانانِ قصور ان کی اولاد سے ہیں، شیر شاہ سوری کے منصب دار تھے، مفسدانِ لکھی جنگل کے ہاتھوں شہید ہوئے (اخبار الاولیاء، قلمی، مملوکہ محمد طیب ہمدانی، قصور ورق ۱۴۵۔ الف، ب)

۳۔ شیخ نور مرید شیخ علم الدین چونی وال، (چونیاں مضافاتِ قصور سے منسوب) م۔ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء (اذکار قلندری، ص ۱۴۵ تاریخ جلیلہ، ص ۳۵۷)

۴۔ حاجی گگن وتوزئی مرید شیخ عیسیٰ مشوانی

۵۔ میاں اخوند سعید حسین زئی

۶۔ شیخ محمد وتوزئی جد مادری مؤلف اخبار الاولیاء (سالِ تصنیف ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء)

۷۔ مولانا محمد مقیم مرید و مکتوب الیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (مکتوبات حضرت مجدد ۳/ مکتوب ۲۶، مکتوبات معصومیہ ۱/ مکتوب نمبر۱

۸۔ پیر رحمت وتوزئی، معاصر جہانگیر بادشاہ

۹۔ شیخ یوسف بکزئی معاصر جہانگیر وشاہجہان

۱۰۔ شیخ عبدالخالق مرید شیخ آدم بنوڑیؒ م ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء

۱۱۔ بایزید خان م۔۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء (خافی خان: منتخب اللباب ۲: ۵۵۱ تا ۵۵۲)

۱۲۔ فتح خان (مرید شیخ سعدی لاہوری، م ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء ظواہر، قلمی، مجموعہ شیرانی در کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی)

۱۳۔ مولانا عمر خان یکے از مخلصین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (خلیق احمد نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات بحوالہ قول الجلی واسرار الخفی، ص ۲۶) اور حافظ صدیق، حافظ سعد اللہ وحافظ اسمٰعیل از خلفائے پیر محمد سچیار نوشاہی (م ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء) (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، قلمی مملوکہ شرافت نوشاہی ۲: ۱۶۲ تا ۱۶۳، ۳: ۱۹، ۲۲۲ تا ۲۲۴)

عبداللہ خویشگی قصوری نے اخبار الاولیاء تصنیف ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء میں بہت سے ایسے مشائخ کا ذکر کیا ہے جن کا مولد ومدفن اس نے قصور بتایا ہے، لیکن ان کی قبروں کا اب نشان تک نہیں ملتا، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ اسمٰعیل عزیز زئی، اللہ داد وتوزئی، حاجی احمد بکزئی، حاجی میاں عزیز زئی، بھوگی عزیزی زئی، حسین بکزئی، پیر رحیم داد وتوزئی، محمد خان بن خواجہ خضر بکزئی، مولانا عبدالواحد، حاجی اویس وتوزئی، شیخ جدو بن مصری خان، حاجی رحیم داد حسین زئی، یار محمد بکزئی، شیخ مردان بکزئی اور شیخ مبارک خلف زئی۔

قصور کے چند نامور مصنفین میں سے مولانا احمد شوریانی م ۱۰۳۰ھ / ۱۶۲۰ء مصنف سوالات احمدی (ملخص متن مشمولہ عبداللہ خویشگی: معارج الولایت قلمی مجموعہ آذر پنجاب یونیورسٹی ورق ۳۶۹ تا ۳۷۴۔الف): عبداللہ خویشگی ۱۰۴۳۔ بعد ۱۱۰۶ھ / ۱۶۳۳۔ بعد ۱۶۹۴ء (رک باں) مصنف اخبار الاولیاء ومعارج الولایت وغیرہ محمد پناہ خویشگی مصنف مجموع الدعوات فی حصول المرادات بسال ۹ شعبان ۱۱۰۴ھ قلمی مملوکہ مرزا قاسم علی بیگ

لاہور، شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری (م بعد ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء) مصنف غایۃ الحواشی وغیرہ (رک بآں) حاجی محمد شریف م ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء مصنف انوار خمسہ وردروافض (بحوالہ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب، لاہور ۱۹۳۵ء) ابو محمد اسمٰعیل بن خداداد خان خویشگی نقشبندی (مرید شیخ سعدی لاہوریؒ) مصنف ارشاد العرفان قلمی مجموعہ شیرانی کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ب ۶۲۰۳ محمد منیر مصنفِ تذکرۃ الارشاد (خلیفہ حاجی محمد سعید لاہوری م ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۸ء) (بحوالہ محمد رفیع: قران السعدین، قلمی، ورق ۱۳۳ب)؛ احمد بن شیخ محمد قریشی مصنف سراج الطالبین (درفن انشاء) قلمی مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد (تسبیحی محمد حسین: فہرست مخطوطات کتاب خانہ گنج بخش، لاہور ۱۹۷۱ء، ۱: ۲۲۸)؛ شیر علی عرف شیر حملہ مرتب انشائے فیض بخش قلمی مجموعہ شیرانی، غلام حسین بن محمد حسن بن حاجی محمد شریف مصنف شجرۃ الانساب بسال ۱۱۹۲ھ قلمی مخزونہ کتاب خانہ محمد شفیع لاہوری، مولوی غلام رسول بن محمد حسن مصنف شجرۃ الانساب (انساب قبیلہ بنی حمیر خصوصاً حالات حاجی محمد شریف قصوری م۔ ۱۱۵۳ھ) تالیف حدود ۱۲۲۷ھ، اُردو ترجمہ لاہور ۱۹۳۵ء مخدومانِ قصور میں سے عالمِ اجل، عارف، مصنف اور شاعر حضرت مولانا غلام محی الدین ۱۲۰۲۔ ۱۲۷۰ھ / ۱۷۸۷۔ ۱۸۵۳ء) صاحب تحفۂ رسولیہ، مکتوبات، زاد الحاج، رسالہ نظامیہ وغیرہ (رک بآں) مولانا عبد الرسول بن مولانا غلام محی الدینؒ؛ مولوی غلام دستگیر مصنف تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور ۱۸۷۳ء مولوی غلام اللہ م۔ ۱۳۴۱ھ / ۱۹۳۲ء اور قریب زمانے کے مشاہیر میں مولوی عبد القادر، مولوی غلام محی الدین اور محققین میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم، ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم (اساتذہ، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور) اور ڈاکٹر احمد بشیر سابق صدر شعبۂ تاریخ سندھ یونیورسٹی قابل ذکر ہیں۔

ان مصنفین کے علاوہ یہاں کے شعراء نامدار میں سے اللہ داد متخلص بہ قصوری (مرید شیخ عبد الحی حصاری م۔ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۵۹ء خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ)، کا دیوان قصوری شاہان اودھ کے کتاب خانے میں تھا (The Cat. Of Libraries of Kings of Qudh :Sprenger، نمبر ۱۵۱)، دوسرا نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے، حضرت بابا بلھے شاہ قصوری، صاحب پنجابی کلیات (شائع کردہ پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۷ء) م۔ بعد ۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء کو دنیائے ادب میں شہرتِ دوام حاصل ہے، حافظ مرتضیٰ بن محمد خان شہاب زئی مصنف گلریز اُردو نظم بسال ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء قلمی بخط مصنف، مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۹، مجربات مرتضائیہ بخط مصنف

قلمی، مملوکہ مولانا سیّد محمد طیب شاہ ہمدانی قصور، تسلیم سلام اللہ خان شاعر فارسی ورفیق نواب شیر جنگ ونواب آصف الدولہ (روزروشن طبع بھوپال ۱۲۹۷ھ، ص ۱۳۱) عبدالرحمٰن مصنف اللہ واحد، قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۹۸۹۔

موجودہ قصور دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک اندرونی حصہ دوسرا بیرونی، اندرونی حصے میں اس وقت دروازہ کوٹ عثمان خان، دروازہ مہتمان والا، پتون والا دروازہ، موری دروازہ، کوٹ بدر دین خان اور لوہاری دروازے کی آبادیاں ہیں اور بیرونی قصور میں کوٹ مراد خان، کوٹ حلیم خان کوٹ رکن دین خان، کوٹ اعظم خان، کوٹ فتح دین خان، کوٹ غلام محی الدین خان، کوٹ پیراں والا، قتل گڑھی، کوٹ مولوی عبدالقادر، قلعہ نو اور اِل گڑھ آبادیاں ہیں۔

مشائخ کے مشہور مزارات میں سے مزار شاہ کمال چشتیؒ، بابا بلھے شاہؒ، حاجی عبدالمالک، حاجی اخوند سعیدؒ، حاجی گگن شوریائیؒ، شیخ میرکؒ، محمد ابراہیمؒ عرف پیر بولنا، حاجی محمد شریفؒ اور پیر دولت عجمیؒ قصور کے مختلف مقامات پر موجود ہیں اور مشہور مساجد میں سے جامع مسجد حسین خان، مسجد حوض والی، مسجد حلیم خان، مسجد گنبد والی کوٹ مراد خان، مسجد خداداد خان معروف بہ دھوپ سڑی وغیرہ مشہور ہیں۔

قصور ریلوے سٹیشن ہے اور بالخصوص لاہور تک ہر وقت لاریوں کی آمد ورفت جاری رہتی ہے، یہ شہر صنعت وتجارت کے لحاظ سے بھی مشہور ہے، سیکڑوں برقی کھڈیاں لگی ہوئی ہیں، لائل پور / موجودہ فیصل آباد کے بعد کپڑے کی یہ دوسری اہم تجارتی منڈی ہے، شہر میں بی۔ اے تک تعلیمی سہولتیں میسر ہیں، یہاں کے باشندے اپنے اعلیٰ اخلاق کے لیے مشہور ہیں، عوام کی زندگی بہت حد تک سادہ ہے اور شروع سے ہی یہاں مذہب کا عمل دخل رہا ہے، مذہبی تقریبات زور شور سے منائی جاتی ہیں، قصور میں کئی ایک ادبی انجمنیں بھی تھیں جن میں انجمن قصور قابل ذکر ہے جس کا رسالہ انجمن قصور اور اپنا مطبع بھی تھا۔ اس رسالے میں سرسیّد احمد خان، حالیؔ اور آزاد کے، مقالات شائع ہوتے تھے (دیکھیے انجمن قصور، مقالہ در مجلہ علمی، لاہور جلد۔ اشارہ۔ ۱)، لیکن اب اس کا وجود تک باقی نہیں رہا، قصور کی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زیادہ اور رقبہ پانچ مربع میل ہے۔

مآخذ

۱۔ عبداللہ خویشگی قصوری: اخبار الاولیاء، ۱۰۷۷ھ، قلمی مملوکہ سیّد محمد طیب ہمدانی، قصور

۲۔ وہی مصنف: معارج الولایت ۱۰۹۶ھ قلمی، مجموعہ آذر در کتاب خانہ دانش گاہِ پنجاب، لاہور نمبر 25H

۳۔ محمد عمر چمکنی، میاں: ظواہر، (۱۱۱۲ھ)، قلمی، مجموعہ شیرانی، در دانشگاہ پنجاب نمبر ۳۸۸

۴۔ شرافت نوشاہی معارج سیّد: شریف التواریخ، سہ جلد، قلمی مملوکہ سیّد شرافت نوشاہی

۵۔ ابو اسمٰعیل بن خداداد خان: ارشاد العرفان، قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۳

۶۔ محمد رفیع اخوند: قران السعدین ۱۱۶۲ھ قلمی، مملوکہ سیّد ارشاد حسین شاہ، قصور

۷۔ مرتضیٰ حافظ قصوری: گلریز، ۱۲۰۶ھ قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۹

۸۔ محمد اقبال مجددی: تاریخ قصور، زیر ترتیب

۹۔ برنی، ضیاء الدین: تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ سر سید احمد خان، کلکتہ ۱۸۶۲ء

۱۰۔ امیر خورد: سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ

۱۱۔ امیر خسرو: قران السعدین، نولکشور ۱۲۸۷ھ

۱۲۔ یحییٰ سہر ندی: تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ ۱۹۳۱ء

۱۳۔ جمال الدین ابو بکر: تذکرہ قطبیہ، (در حالات شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی لاہوریؒ) مرتبہ غلام دستگیر نامی، لاہور ۱۹۵۲ء

۱۴۔ محمد معصوم، خواجہ، سرہندی: مکتوباتِ معصومیہ، جلد اوّل، کانپور ۱۳۰۲ھ

۱۵۔ خافی خان: منتخب اللباب، جلد دوم، کلکتہ ۱۸۸۴ء

۱۶۔ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب، اُردو ترجمہ، لاہور ۱۹۳۵ء

۱۷۔ بلھے شاہ، بابا: کلیات بلھے شاہ، لاہور ۱۹۶۷ء

۱۸۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خان: مآثر الامراء سہ جلد کلکتہ ۱۸۸۸ تا ۱۸۹۱ء و اُردو ترجمہ از محمد ایوب قادری، لاہور ۱۹۶۸۔۱۹۷۰ء

۱۹۔ سوہن لال: عمدۃ التواریخ، لاہور ۱۸۸۸ء

۲۰۔ ابراہیم خان، پیر: سیر ستان، ملتان ۱۸۵۴ء

۲۱۔ عزیز الدین وکیلی: درۃ الزمان، کابل ۱۹۵۸ء

۲۲۔ خلیق احمد نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء

۲۳۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء لکھنو ۱۸۷۳ء

۲۴۔ وہی مصنف: تاریخ مخزن پنجاب، لکھنو ۱۸۷۷ء

۲۵۔ وہی مصنف: حدیقۃ الاولیاء تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۶ء

۲۶۔ صبا، محمد مظفر حسین: روزِ روشن، بھوپال ۱۲۹۷ھ

۲۷۔ علی الدین لاہوری: عبرت نامہ، لاہور ۱۹۶۱ء

۲۸۔ تسبیحی محمد حسین: فہرست مخطوطات کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد، جلد اول، لاہور ۱۹۷۱ء

۲۹۔ نامی، غلام دستگیر: تاریخ جلیلہ، لاہور ۱۹۶۰ء

۳۰۔ محمد شفیع لاہوری: اولیائے قصور، لاہور ۱۹۷۲ء

۳۱۔ ہمدانی، اے آر: ہم اور ہمارے اسلاف، لاہور ۱۹۶۹ء

۳۲۔ Ancient: Geography of India: Cunnigham، کلکتہ ۱۹۲۴ء

۳۳۔ Cat. Lib. of the Kings of Oudh :Sprenger، کلکتہ ۱۸۵۴ء

۳۴۔ محمد لطیف: History of the Punjab، دہلی ۱۹۶۴ء

۳۵۔ Imperial Gazetter of India، آوکسفورڈ ۱۹۰۸ء، ج ۱۵

۳۶۔ محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur در Islamic Culture، حیدر آباد، دکن جولائی ۱۹۲۹ء (نیز بصورت ضمیمہ در محمد شفیع لاہوری: اولیائے قصور، لاہور ۱۹۷۲ء)

۱۹۷۲ء

(اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ، لاہور)

کُنجاہ کے صوفیہ اور مشاہیر

پنجاب کے بڑے شہروں کے علاوہ یہاں کے خُرد قصبات میں ساہن پال قلعدار اور چک نمرا مجھیانہ، سادہ چک، گولیکی، کیلیانوالہ، کھوڑی، چکوڑی، پسرور، ساہووالہ، سودھرا، ایمن آباد، قلعہ میاں سنگھ، انہی، برہار، کوٹ بھوانی داس، کوٹلی لوہاراں، علی پور سیداں، کھڈ، سیال، گولڑہ، تونسہ، وغیرہ بھی بڑے مردم خیز تھے، ان میں کنجاہ بھی بڑا اہم قصبہ ہے، یہاں کے علماء وشعراء میں محمد اکرم غنیمت، علامہ صداقت اور مولوی محمد صالح نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر تخلیقی ادب میں قابلِ قدر اضافہ کیا جس کی وجہ سے یہ قصبہ اہلِ قلم کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

قصبہ کنجاہ اس وقت گجرات سے سات میل جانب مغرب بھالیہ اور پہنچ میں کنجاہ راجہ (رئیس کنج پال برادر زادہ راجہ کہسال قوم طور نے ۸۱۰ھ میں آباد کیا، اولاً قوم کھتری یہاں کی مالک تھی پھر کلچہ قوم وڑائچ نے لکھی جنگل سے آکر اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اس کی اولاد نے ۱۸۹۴ء تک اس قصبہ میں زمینداری کا پیشہ اپنائے رکھا، اس قوم کے عناصر میں سے چودھری غوث مشہور تھا۔ اور (وڈیرہ گنیش داس، چار باغ پنجاب ۲۸۔ ا،ب)

جب یہ قصبہ برباد ہو گیا تو امیر تیمور کے فتح ہندوستان کے وقت جیتو قوم جاٹ وڑائچ نے آکر اسے دوبارہ آباد کیا (غلام سرور، مفتی لاہوری: تاریخ مخزن پنجاب ۳۰۴) کنجاہ کی اس ذات کا ذکر وڈیرہ مسمی غلام سرور بیگ نے کیا ہے:

ا۔ یومنی دیوان کرپارام ۲۔ اہتت آباد اجرت دس ہزار روپے تعمیر ہوئی ۳۔ باغ دیوان کرپام کبار ۴۔ باغ دیوان رقومل والہ ۵۔ باغ سرکاری جانب مشرق ۶۔ باغ سردار نہال سنگھ چھاچھی (غلام سرور مفتی لاہوری، تاریخ مخزونہ پنجاب۔ ۳۰۴، وڈیرہ چار باغ پنجاب ۲۰۱۔ مسلم ایگز مرزا تاریخ گجرات ۱۰۲)

اب اس مردم خیز قصبہ کنجاہ کے چند مشائخ علماء اور شعراء کا ذکر کیا جارہا ہے۔

شیخ ابوالبقا کنجاہی

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ (ف ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۳ء) کے مرید، شیخ نظر محمد کنجاہی کے حقیقی بھائی اور مولانا غنیمت کے چچا تھے (صداقت محمد ماہ: ثواقب المناقب قلمی بحوالہ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ حصہ اول مسمیٰ بہ تحائف الاطہار قلمی ص ۶۳۔۶۶)

قاضی عبدالنبی، ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۸ء میں کنجاہ کے قاضی تھے ان کی ایک مہر ۱۰۸۸ھ کی نقل محفوظ ہے (محمد عالم عبدالباسط، تاریخ سادات خوارزمیہ ۷۰) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۸ء تک بقیدِ حیات تھے۔

قاضی خوش محمد بن قاضی عبدالنبی، حضرت نوشہؒ کے مرید اور کنجاہ کے قاضی تھے، احمد بیگ لاہوری نے آپ کی زبانی حضرت نوشہؒ کی دو روایات نقل کی ہیں، آپ کا صرف ایک شعر ملتا ہے۔ (احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب قلمی ورق ۱۰۱۔ا، علی حسن خان: صبح گلشن ۱۵۶) قاضی خوش محمد کے دو بیٹے تھے قاضی سرخرو اور قاضی ماہ رو (صداقت: ثواقب المناقب ۱۶۷ بحوالہ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم قلمی ۱۴۹، محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری ۸۹)

قاضی رضی الدین بن قاضی عبدالنبی، آپ بھی حضرت نوشہؒ کے مرید تھے، پہلے وزیر آباد کے قاضی تھے (محمد حیات نوشاہی: تذکرہ نوشاہی قلمی ۳۶) پھر کنجاہ اور گجرات کی قضا بھی اپنے ذمہ لے لی (احمد بیگ لاہوری: الاعجاز، قلمی ورق ۳۶۲، محمد حیات: تذکرہ نوشاہی قلمی ورق ۳۶۱) آپ قصبہ قلعدار کے بھی قاضی تھے (شیر محمد قریشی: مقاماتِ قطبیہ قلمی) آپ ۲۴ ذیقعد ۱۱۰۱ھ / ۲۹ اگست ۱۶۹۰ء تا ۲۴ ذیقعد ۱۱۰۳ھ / ۱۷ اگست ۱۶۹۲ء گجرات کے بھی عامل رہے (وڈیرہ، گنیش داس: چارباغ پنجاب) آپ کی تین تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔ ۱۔ شرح قصیدہ بردہ (صداقت: ثواقب ۱۶۵) ۲۔ رسالہ در حالات حضرت نوشہ (مشمولہ رسالہ الاعجاز تصنیف احمد بیگ قلمی ورق ۱۱۳۔۱۲۲) ۳۔ تذکرہ قاضی رضی الدین (محمد شیر: حدیقۃ الارباب فی مناقب قطب الاقطاب موسوم بہ مقامات قطبیہ، قلمی) آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے رسالہ الاعجاز میں آپ کے اشعار بھی نقل ہوئے ہیں (احمد بیگ: الاعجاز ۱۱۹) قاضی صاحب کا ایک فرزند قاضی قوام الدین تھا (صداقت: ثواقب ۱۶۵) خاندانی تحریرات کے مطابق

آپ کا انتقال ۱۱۱۳ء/ ۱۷۰۱ء میں ہوا، خزینۃ الاصفیاء (۱/ ۲۰۲) میں آپ کا سالِ وفات ۱۱۵۲ھ غلط لکھا گیا ہے (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم ۱۶۳۔۱۸۰)

شیخ نظر محمد۔ آپ حضرت نوشہؒ کے مرید تھے (صداقت: ثواقب قلمی ورق ۱۲۵) آپ کے دو بیٹے تھے اول ملا محمد اکرم غنیمت، دوسرے بیٹے کا نام معلوم نہیں ہے۔ اس نامعلوم صاحبزادے کے دو فرزند تھے علامہ شیخ محمد ماہ صداقت اور شیخ محمد، شیخ نظر محمد ثواقب المناقب کی تصنیف ۱۱۲۶/ ۱۷۱۴ء سے پہلے فوت ہو چکے تھے (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم قلمی ۵۱۵)

ملا محمد اکرم غنیمت پنجاب کے معروف ترین فارسی شعراء میں غنیمت کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے سالِ ولادت و وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ نے پنجاب کو نیرنگِ عشق جیسی مثنوی دے کر ادبی دنیا میں بلند مقام عطا کیا ہے۔ (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم ۲۶۰۔ ۳۱۰، وہی مصنف: رقعاتِ غنیمت صحیفہ، لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء، وہی مصنف: غنیمت کے مزید حالات، مشمولہ العلم، کراچی ۱۹۷۳ء صادق علی دلاوری: غنیمت کنجاہی: اورینٹل کالج میگزین، لاہور مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء)

شیخ احمد نبیرہ غنیمت کا ذکر محمد صالح نے کیا ہے (محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۶۴۔ ۱) **محمد ماہ صداقت۔** آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک نوشہروی کے مرید تھے ان کے والد نواب ارادت مند خان شرف الدولہ بہادر کی طرف سے تحویل خزانہ پر مقرر تھے، مہماتِ ملکی میں ان کے ہمراہ رہتے تھے (ثواقب ورق ۹) صداقت کابل میں پیدا ہوئے (ثواقب ۹) مروجہ علوم آپ نے اپنے چچا ملا غنیمت سے پڑھے آپ کو نظم و نثر پر کامل عبور تھا، ثواقب المناقب (در حالات و مقامات حضرت حاجی محمد نوشہ گنج) آپ کا لاثانی شاہکار ہے۔ فتح نامہ عبدالصمد خان، ساقی نامہ، مثنوی مہتاب، مثنوی چراغان، گل صنوبر (منثور)، قصہ کلیلہ و دمنہ، دیوان اشعار، رباعیات آبداد، مخمسات رنگین، رقعات، بیاضِ صداقت، لطائف ہزلیات، مطلع الاسرار بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا انتقال ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۱۵ء میں ہوا (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ سوم قلمی ۶۸۔ ۱۰۳) **شیخ مٹھا مجذوب،** حضرت نوشہؒ کے مرید اور قاضی رضی الدین کے خاندان سے تھے۔ (احمد بیگ: الاعجاز قلمی ۳۸) آپ کا انتقال ۱۰۸۶ھ/ ۱۶۶۵ء میں ہوا (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم، قلمی ۴۳۴)

شیخ محمد امین

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک بھڑی والہ کے مرید اور مولانا غنیمت اور علامہ صداقت کے خاندان سے تھے ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء تک بقیدِ حیات تھے۔ (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ دوم قلمی ۳۵۳)

میاں جعفر بن شاہ در گاہی۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) نے اپنے کنجاہ جانے اور میاں جعفر سے ملاقات کا حال لکھا ہے (رسالہ کسب سلوک ۴۲) میاں جعفر شاہ نے تحفہ کنجاہ کے نام سے کنجاہ کے بزرگوں پر ایک کتاب لکھی تھی (احمد حسین احمد: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم قلمی ۱۳۶)

لطف اللہ موھب

بختاور خان صاحب مرآۃ العالم سے منسلک تھے، ان کے فقط دو شعر ملتے ہیں (محمد اسلم پسروری: فرحۃ الناظرین ۱۹۴)

میاں شیخ محمد ابراہیم

میاں محمد صالح مصنف سلسلۃ الاولیاء کے جد مادری تھے، ان کا شمار باکمال مشائخ و علماء میں تھا، شاہ میر پشاوری خواہر زادہ شاہ محمد غوث لاہوری سے بیعت ہوئے ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں انتقال کیا مزار کنجاہ میں ہے (محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۶۳۔ب) ان کے والد میاں محمد ادہم حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کے مرید تھے (سلسلۃ الاولیاء ۶۳ ب) شیخ محمد زاہد قادری سکھ عہد میں بقیدِ حیات تھے (سلسلۃ الالیاء، ورق ۶۴۔ ا) ان کا قلمی دیوان جناب میاں شریف کنجاہی کے پاس ہے (احمد حسین احمد: گجرات کا دبستان ۱۰) شیخ یحییٰ نے رائے حاکم سنگھ دیوان کی فرمائش پر مثنوی نیرنگ عشق کی فارسی میں شرح لکھی تھی (شرح مثنوی غنیمت، قلمی کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد) شیخ محمد صالح بن مولوی محمد یار مصنف سلسلۃ الاولیاء، میاں محمد قاسم ابوالوفا ساکن گولیکی (ف ۱۲۵۲ھ / ۱۸۲۷ء) اور مولانا غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) سے بیعت تھے، سلسلۃ الاولیاء (تصنیف ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء) آپ کا شاہکار ہے، اس کے علاوہ نغمہ توحیدی، مجموعہ وظائف، مکتوبات اور بیاض بھی آپ کی تصانیف میں ہیں۔ محمد صالح کا انتقال ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں ہوا (احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، رسالہ شاہین، گجرات دسمبر ۱۹۶۸ء)

حافظ غلام محی الدین بن محمد صالح (۱۲۵۱۔۱۲۸۴ھ / ۱۸۳۵۔۱۸۶۷ء)

مصنف مجمع التواریخ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری سے منسلک تھے، تاریخ گوئی پر کامل عبور تھا، مجمع التواریخ آپ کا شاہکار ہے جس میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے معاصر بزرگوں کے سنین وفات نظم کیے ہیں آپ صرف ۳۴ سال کی عمر میں فوت ہوگئے، آپ کے والد مولانا محمد صالح نے آپ کے قطعاتِ تاریخ کا مجموعہ، مجمع التواریخ کے نام سے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مرتب کر کے اپنے اس باکمال فرزند کے مختصر حالات بھی اس میں لکھے تھے (غلام محی الدین: مجمع التواریخ بخطِ محمد صالح قلمی ورق ۱۷ب۔۱۸ب)

ملک علی محمد افغان ککے زئی مؤلف قصیدہ محبوبیہ مولوی نیک عالم فیضی انگریزی عہد کے عالم تھے (احمد حسین احمد: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم قلمی ۱۴۲)

مآخذ

۱۔ صداقت، محمد ماہ کنجاہی: ثواقب المناقب قلمی مملوکہ مولانا سیّد شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات

۲۔ محمد حیات نوشاہی: تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ سیّد شرافت نوشاہی

۳۔ احمد بیگ لاہوری: رسالہ قلمی مملوکہ سیّد شرافت نوشاہی

۴۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مملوکہ قریشی احمد حسین احمد، گجرات

۵۔ وہی مصنف: بیاض محمد صالح، قلمی بخط محمد صالح، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد

۶۔ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ بخطِ والدِ مصنف (محمد صالح) قلمی

۷۔ یحییٰ کنجاہی: شرح مثنوی غنیمت، قلمی، کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد

۸۔ محمد افضل سودھری: لطائف نامہ، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد، گجرات

۹۔ جعفر شاہ کنجاہی بہ کرسی نامہ، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد

۱۰۔ مظفر الدین، حکیم: وقائع اسلاف ۱۲۷۴ھ در حالات خاندان میاں محمد قاسم ابوالوفا، ساکن گولیکی، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد

۱۱۔ دبیر لچھمی نرائن: رقعات، قلمی، کتب خانہ دانشگاہ پنجاب نمبر PIX ۴۵

۱۲۔ احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، قلمی، کتب خانہ دانشگاہ پنجاب ۱۴۸۲ / ۴۵۳۲

۱۳۔ آرزو سراج الدین علی: مجمع النفائس قلمی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۱۴۸۹ / ۴۵۳۹

۱۴۔ بوٹے شاہ، غلام محی الدین: تاریخ پنجاب، قلمی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۸۶ / ۸ APC III

۱۵۔ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ (۱۳۵۵۔ ۱۳۸۹ھ) تین سات ہزار صفحات، قلمی مملوکہ سیّد شرافت نوشاہی۔

۱۶۔ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم ۱۹۶۶ء قلمی مملوکہ قریشی احمد حسین احمد

۱۷۔ محمد اقبال مجددی: تاریخ مغلیہ کے فارسی مآخذ (بسلسلہ ثواقب المناقب) مقالہ برائے حصول درجہ ایم اے تاریخ، دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۲ء

۱۸۔ وڈیرہ، گنیش داس: چارباغ پنجاب، امرتسر ۱۹۶۶ء

۱۹۔ غنیمت کنجاہی: دیوانِ غنیمت مرتبہ غلام ربانی عزیز، لاہور ۱۹ء

۲۰۔ عبد الباسط عرف سیّد محمد عالم: تاریخ سادات خوارزمیہ، لاہور ۱۹۱۲ء

۲۱۔ علی محمد ملک کنجاہی: قصیدہ محبوبیہ، لاہور، سال طباعت ندارد

۲۲۔ علی الدین، مفتی، لاہوری: عبرت نامہ، لاہور ۱۹۶۱ء

۲۳۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: تاریخ مخزنِ پنجاب، لکھنؤ ۱۲۹۴ھ

۲۴۔ وہی مصنف: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو ۱۸۷۳ء

۲۵۔ امیں چند: سفر نامہ، لاہور ۱۸۵۹ء

۲۶۔ علی حسن خان: صبح گلشن، بھوپال ۱۲۹۵ھ

۲۷۔ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۷۲ء

۲۸۔ محمد غوث لاہوری شاہ: رسالہ در کسب وبیان طریقت وحقیقت، پشاور ۱۲۸۳ھ

۲۹۔ رافت رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اُردو ترجمہ، لاہور، سال طباعت ندارد

۳۰۔ خوش گو بندرابن داس: سفینۂ خوش گو، پٹنہ ۱۹۵۹ء

۱۹۷۳ء

(اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ، لاہور)

علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ)

خطۂ پنجاب اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب اور محروم القسمت ہے کہ یہاں کے علماء و فضلاء کے حالات و کمالات پر برائے نام بھی کام نہیں ہوا۔ شمالی ہند میں معرض، تحریر میں آنے والے تذکروں میں بھی یہاں کے اصفیاء، فضلاء، علماء اور اطباء کے حالات شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، متحدہ ہندوستان میں سب سے بہتر تذکرہ "اخبار الاخیار" سمجھا جاتا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ اس میں عالم اسلام کے مایۂ ناز عالم و صوفی شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ کے حالات درج کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مطبوعہ تذکروں کا قریب قریب یہی حال ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس علاقے کے فضلاء نے خاندانی اور شخصی تذکرے بے شمار مرتب کیے جن کا بہت زیادہ حصہ سکھ گردی میں تباہ ہو گیا اور کچھ یہاں کے انگریز پرستوں کے ذریعے نذرانوں کی صورت میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن وغیرہ کی لائبریریوں کی زینت بن گیا۔

انیسوی صدی میں مفتی غلام سرور لاہوری اور فقیر محمد جہلمی (متوفی ۱۳۳۴ھ) پنجاب کے اکابر کے بارے میں کچھ نہ لکھ جاتے تو شاید پنجاب میں کوئی عالم و عارف نظر ہی نہ آتا، بہر حال اس کمی کو یہیں کے لوگوں کو پورا کرنا تھا۔

ماضی قریب میں پنجاب نے ایسے ایسے جلیل القدر علماء و فضلاء پیدا کیے جن کی نظیر پیش کرنا محال ہے، مگر ان کے حالات پر بھی کوئی تذکرہ مرتب نہیں ہوا، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا غلام قادر بھیروی، علامہ محمد حسن فیضی، مولوی محمد الدین فوق، مولانا سیّد عبد اللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، قاضی ظفر الدین، مولوی محمد عبد اللہ پنجابی، مولوی عبد اللہ تلونڈی والے، مولانا غلام احمد صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور، مولانا نور احمد امرتسری، علامہ اصغر علی روحی، مولوی غلام رسول انھی والے، مولوی حسین علی واں بھچراں، مولوی محمد

حسین بٹالوی، مولانا محمد عالم آسی، مولوی کرم دین بھین والے، علمائے بگہ، علمائے کھوڑی اور چکوڑی وغیرہ کے جدید اصولِ تذکرے نویسی کے تحت تذکرے مرتب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس وقت قاضی رحیم الدین اور ان کی اولاد کے حالات پر ایک معاصر تذکرہ ثمرہ شجرہ طین تصنیف محمد شہنواز الدین احمد قریشی اسعدی شائع کیا جارہا ہے۔

"ثمرہ شجرہ طین" قاضی رحیم الدین بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن عبدالرحیم قریشی اسعدی کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ جو سلطان پور متصل ننگڑوال جلال آباد (افغانستان) سے ہجرت کر کے ساہووالہ (ضلع سیالکوٹ) اور پنجاب کے دیگر قصبوں میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

اس تذکرے کے مصنف مولانا محمد شہنواز الدین احمد بن مولوی شمس الدین بن ملا احمد بن محمد مسلم بن عبدالغنی بن قاضی رحیم الدین قریشی اسعدی ہیں، مصنف انسپکٹری 'مدارس' کے عہدہ پر فائز تھے ۱۸۵۸ء میں انہیں پشاور اور جلال آباد جانے کا اتفاق ہوا، دورے کے دوران میں ایک معمر شخص سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ آپ کے آباؤاجداد اسی جلال آباد کے رہنے والے تھے، چنانچہ مصنف کو آباؤاجداد کا شجرہ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا[1]۔

مصنف کے بڑے بھائی مولوی محمد شہسوار الدین احمد[2] نے اپنے اسلاف کے حالات اپنے والد مولوی محمد شمس الدین متوفی ۱۲۹۳ھ تک تحریر کیے تھے اور پھر باقی اعزہ کے حالات کا بطور ضمیمہ اضافہ کیا[3]۔

شجرہ مذکورہ کے اصل مصنف اور جامع مولوی محمد شہنواز الدین احمد کے حالات تو مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے البتہ انہوں نے شجرۂ ہذا میں اپنے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ ملخصاً یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

مولوی محمد شہنواز الدین مرحوم قاضی رحیم الدین کی اولاد میں سے تھے اور ۱۸۵۸ء میں عہدۂ انسپکٹری مدارس پر فائز تھے، ابتدائی تعلیم اور تمام درسی کتابیں اپنے والد مولوی محمد شمس الدین متوفی ۱۲۹۳ھ سے پڑھیں،

---

۱ ثمرہ شجرہ طین، قلمی ورق ۲۔

۲ مولوی محمد شہسوار الدین احمد متوفی ۱۳۲۱ھ (ثمرہ شجرہ)

۳ ثمرہ شجرہ طین ورق ۷۔

نقش بندی سلسلہ سلوک میں بیعت ارادت رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے شجرۂ ہذا میں اپنے مرشدِ طریقت کا نام نہیں لکھا، اپنے حالات کے باب میں لکھتے ہیں:

"فقیر محمد شہنواز الدین پسر خُرد مولانا محمد شمس الدین مرحوم جمیع علوم عقلی و نقلی از والد ماجد خود حاصل کردہ ام و بسلسلہ متبرکہ نقشبندیہ منسلک شدہ اما شجرۂ وجودم از ثمرہ کہ در پس من باقی ماند بی بروبار آمدہ"۔

اس اقتباس کے آخری جملے سے مترشح ہوتا ہے کہ مولوی محمد شہنواز الدین لاولد تھے۔

مولوی غلام حسین مرحوم (جن کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے) نے مذکورہ دونوں بھائیوں کے مرتب کردہ شجرے فراہم کیے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے انہیں کتابی صورت دے کر "ثمرہ شجرہ طین" ۱۳۲۲ھ تاریخی نام رکھا اور ترقیمہ میں اس کی بنیاد پر خود ایک جدید شجرہ مرتب کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے، سالِ ترتیب جدید اس شعر میں اس طرح نظم کیا ہے:

چونکہ سال رقم شجرہ طلب کرد غلام
"ثمرہ شجرہ طین" گفت جوابم ادراک

۱۳۲۲ھ

مولوی غلام حسین مرحوم کا مرتبہ شجرہ راقم احقر کو نہیں مل سکا، مولوی غلام حسین مرحوم نے تذکرہ ہذا کی ترتیبِ جدید کے بعد اس پر فارسی میں ایک بے نقط مقدمہ بھی لکھا ہے۔

یہ تذکرۂ علماء ساہووالہ (سیالکوٹ) ایک نئی دریافت کی حیثیت رکھتا ہے، قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۲۲ھ بخطِ مولوی غلام حسین مرحوم مولانا عبد الرشید سیالکوٹی مد ظلہ، شاہدرہ لاہور کے ذاتی کتب خانہ کی زینت ہے۔

تذکرہ کی تحقیق و تعلیق کے باب میں مولانا سیّد شرافت نوشاہی، حکیم محمد موسیٰ امر تسری، پروفیسر محمد ایوب قادری، سیّد انور حسین نفیس رقم، مولانا عبد الرشید سیالکوٹی اور ڈاکٹر وحید قریشی مد ظلہم العالی نے بڑی اعانت فرمائی جس کے لیے راقم احقران بزرگوں کا تہ دل سے شکر گذار ہے، حواشی راقم الحروف نے اضافہ کیے ہیں۔

هو الله الصمد الممد

حمد مر محمود ملک ودود را که کلمه لا اله الا الله مطلع محامدِ او آمده و درودِ مردم ہر دم و مدح محمد رسول الله که اکرم رسل و سوار دلدل و معلم اُمم و سرور اولاد آدم و آلِ اطهر او ہم اللّٰهم صلی محمداً و آله وسلم. الحال مسطور گردد که حصه اول صمصام الکلام که روح روح ہر مادح و ممدوح و سلک درر و گهر آمده و ہر مصرعه او مصرح مدلول معسر گرد آورده و محرر کرده. کلکِ گوہر سلک علامهٔ عصر و ماہرِ دہر امامِ ہمام حاکم ملک کلام مولاه ما صمصام مهر احمد که اگر اوہام عوام علو علوم او را دام ادراک را سروا دہد ہوا و ہوس حاصل آورد کلام الصمصام صمصام الکلام و کلام الملوک ملوک الکلام در ولاء اسعد و احمد کامل آمد و مطالعه سحرِ حلال و لمعه ہلال او دل را مالا مال سور و سرور کرد اکرمه الله عطاء آوا عطاه آلاء و ادعوه مطاعاً و احرر عامه اطلاعاً:

وه رساله اسم صمصام الکلام	حاصل مردم مراد و سودِ عام
آمده ہر مصرعه او مهمله	طور او آورده وه دل ولوله
کلک گوہر سلک کرده کار سحر	لعل و لولو گو ورا ہم ماه و مہر
گرد کرد او را مه و مہر کمال	کہه درو ادراک را آہو محال
حالِ علم و حلم و کوه و کاه گل	ہم درو وا کرده وه اسرارِ دل
در محرم در دو و سه و دهم	در مطالعه مر ورا آورده ام
آمده وه روح ارواح کرام	روح را رحشراح آسا روح عام
گرد سر گردم مگر دلدار را	کرد کار سحر را اسہل دلا
المحصل صاح ودا ما ادعاه	حاصل والله اعلم ما عداه
مدح او ورد دلم آمد مدام	کرد ما را کامگار او والسلام

گردد ارسال سواد او سوال

گو سہ مرہ حصہ ساحر حلال[1]

۴۴۱

سودہ مسوِد الطومار مُودد مسلکِ علماء

الامصار مساہم اِسم المعطل والمحلل دماوہ

المسکورِ راسہ، والمعدوم اساسہ، المسعود لاسد اللہ الکرّار

ثمرہ شجرہ سخن را آرایش و پیرائش ستائش و نیائش ستودہ جہان است کہ افلاک را بانجم و خاک را بمردم ساخت و گلہای کلام را آب و رنگ حمد و ثنائے ملکِ علام است کہ سیّد ولد آدم بخلعت شرافت نسب و حسب افتخار بخشید علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا امابعد فقیر محمد شہنواز الدین احمد قریشی اسعدی راہنگامیکہ بعہدۂ انسپکٹری مدارسِ علاقہ پیشاور در ۱۸۵۸ عیسوی یکہزار و ہشت صد و پنجاہ و ہشت مامور بود، اتفاقِ دورہ سلطان پور متصل ننگروال علاقہ جلال آباد ملک افغانستان دست داد و سابق ازاں این قدر علم اجمالی بود کہ سلف صالحین فقیر از قدیم متوطنان این نواح اند بلکہ والد ماجد فقیر دو کرت در سلطان پور رفتہ بودند و مضمر خاطر بود کہ تفصیل این اجمال بہ حیثیتے کہ طمانیت بخش باشد از معتمدان آنصواب بظہور پیوندد اتفاقاً بایکی از معتبران معمرو معمران باخبر در اثنای گفتگو باب ذکر بزرگانِ سلفِ فقیر مفتوح گشت و ذکر خیر یکے از اجدادِ فقیر بیان آمد گفت کہ اصل موطن بزرگانِ شاموضع سلطان پور است۔

قاضی رحیم الدین

''ملا'' رحیم قریشی کہ درین ملک (سلطان پور، جلال آباد، افغانستان) بنام قاضی رحیم الدین یا ''ملا'' رحیم الدین معروف است بعہدۂ سلطنت بادشاہِ دین پناہ اورنگزیب عالمگیر چناں زور گرفت کہ در تمام علاقہ ننگڑال احدیرا مجالِ مقاو متش نبود و متنفسے مخالفت امرش نمی نمود بلکہ ہر کس سر اطاعت بر خط فرمان اور می نہاد و در فصل خصومات و دیگر معاملات ملکی

[1] ''حصہ ساحر حلال'' کے عدد (۴۴۱) تین مرتبہ جمع کرنے سے ۱۳۲۳ھ اس کا سالِ ترتیبِ جدید برآمد ہوتا ہے۔

سرگروه جرگه ہمان می بود ملازمان شاہی متعینه جلال آباد اکثر احکام مخالف مرضی قاضی موصوف جاری می کردند و قاضی صاحب در نفاذش ابا می نمودند و بار ہا خرخشه منجر بسزا می شد مصلحت وقت را حکام از طرف قاضی صاحب اغماض می ورزیدند ہنگام عهد بهادر شاه. شیخ کریم بخش که بعهده صوبه داری جلال آباد مقرر بود بلطائف الحیل بقاضی رحیم الدین سلسله محبّت و اتحاد جنبانیده مستعد ملازمت و نوکری نمود حاصل منشاء او آن بود که قاضی صاحب را از سلطان پور خارج کند چنانچه اول اول قاضی جلال آباد مقرر ساخت و بعد چندی در غزنین و پیشاور فرستاده یکایک در وزیر آباد تبدیل نمود و چون تنخواه قاضی صاحب محاصل موضع مریدکے[1] مقرر بود درہمانجا بقیه عمر خود بسر بردند[2]۔

ابتدائی حالات اولادِ قاضی رحیم الدین:

قاضی عبدالغنی پسر کلاں ایشان (قاضی رحیم الدین) بعد وفات والد خود بعهدهٔ قضای وزیر آباد منصوب شد پس بعد وفات قاضی عبدالغنی پسر کلانش محمد مسلم قاضی معین گشت چون بعهده احمد شاه ابدالی قاضی محمد مسلم معه برادر لا ولد خود قاضی محمد اسلم شربت شهادت نوشیدند و ہمگی اثاث البیت و ما یحتاج الیه ایشان بتاراج رفت بلکه تمام موضع را ملازمان احمد شاه آتش زدند در آنحال پر ملال خواہر ایشان ہر دو پسران محمد مسلم شہید را که ملا محمد و شیخ احمد نام داشتند بمصاحبت خویش در موضوع بھروکے[3] آورده تربیت نمود چون ہر دو پسران بسنِ کمال رسیدند و صاحب اقبال گشتند اکثر اراضیات در دیہات پیدا کردند چنانچه در موضوع بھروکے از تالاب میانه بطرف شمال یکصد و ده گھمانو از چاهِ پھولاه والا و شرینه واله از جانب جنوب

---

1. مریدکے از وزیر آباد بفاصله چہار میل بطرف جنوب۔
2. شجرہ قلمی، ورق۔۳
3. بھروکے از وزیر آباد بفاصله سہ میل بطرف جنوب

تالاب که حالا تالاب ہری سنگھ مشهور است و دیگر اراضی که محصور بزمین شور
است خریدند و فرمان قضای قاضی محمد مسلم معه بیعنامجات اراضی مذکور
بچشمِ خود دیده ام و علاوه ازین گزاره قاضی ملا محمد را از طرف سلطان وقت
یکصد و ده گهمانو اراضی مرحمت شده بود و یک بیعنا مهٔ مکان واقعه شهر
گجرات بنظر گذشته و شنیده بودم که چند چاهات در موضوع ''پھالو کے'' ہم
خریده و چاه لاہدو دانه نیز ملکیت ایشان بود در قحط سالی ۱۱۹۹ ہجری ملکیت
اراضی مسجد مشرقی (کذا) ''بھروکے'' از امامش حسام الدین نام بقیمت مبلغ
سیزده روپیه خریده بودند تفصیلش آنکه روزے امام مسجد مذکور مبلغ یک
روپیه برای خریدن غله گندم از قاضی صاحب موصوف طلب نمود قاضی صاحب
مسمیٰ ''گنڈا'' رشته دار ''شینکر داس'' کهتری را فرمودند که گندم یک روپیه
بحساب مایا ن حواله حسام الدین نماید بعد چندے حسام الدین باز غله
گندم از ''گنڈا'' بحساب قاضی صاحب بدفعات گرفت روزے ''گنڈا'' مذکور از
حضرت موصوف مطالبه مبلغات نمود فمودند که مایان گندم یک روپیه گفته
بودیم او گفت که از حسام الدین باید پُرسید که بحساب شما غله گندم مبلغ
سیزده روپیه گرفته است یانے چون امام مذکور را پُرسیدند او گفت که من لا
ولد ہستم در عوض مبلغ سیزده روپیه ملکیت اراضی مسجد پیش شما فروختم
از آن روز مسجد در تحت تصرف و قبضه اولاد قاضی صاحب موصوف است اکنون
بحکم ذکر الصالحین ینزل الرحمة نبذے از حالات بزرگان خویش را جلوه
تفصیل میدہم۔

قاضی محمد مسلم

در سلطنت شاہانِ مغلیه جاگیر ہا داشتند چنانچه فرامین حضرت محمد شاه
بادشاه غازی و احمد شاه و عالم گیر وغیرہم بنام ایشان اولادِ ایشان موجود اند

پھالو کے از وزیر آباد سہ میل بطرف جنوب

بعد انقلاب زمانہ چندے در موضوع مگھووال[1] سکونت پذیر شدہ اند پس ازان در موضوع پھروکے متصل سنگستان میلہ "قدمان" رائج بود کارکنان و ارکان آن میلہ شیخان پھرای و دیگر جھال سر ہر سال این میلہ خسران مآل را باہتمام تمام و ازدحام عوام کالانعام سر انجام میدادند محض بیمن انفاس متبرکہ و سعی جمیلہ قاضی صاحب موصوف قارورۂ فتنہ و فساد ایشان چنان خورد بشکست کہ ہیچ اثر و رسمش باقی نماند برادر ایشان "قاضی محمد اسلم" لاولد و نیز بنفس نفیس در وزیر آباد از دست کفار مرہٹہ شہادت چشیدند۔ قاضی محمد مسلم در علوم مروجہ آن وقت دستگاہی قوی میداشتند ملا محمد و شیخ احمد کہ ہنوز خورد سال بودند بر صفحہ روزگار یادگار خود گذاشتہ راہی ملک باقی شدند۔

مولانا ملا محمد:

مردے لائق و موزون بود ہمہ عمر خود چہ در قحط و چہ در رخا. در بھروکے بسر کردند و عادت شریف بود کہ قرآن کریم بقلم خود نوشتہ وقف میفر مودند و شادی ایشان در موضع "شادیوال"[2] شدہ بود۔ بارے در عبور دریائے چیناب غوطھا (خوردند) چون حیات باقی بود نجات یافتہ وصیت کردند کہ احدے از اولاد مایان از آن طرف آب رشتہ نکنند چھار فرزند از دو قبیلہ میداشتند اوّل "فتح علی" در طفولیت غرق آب شدہ برحمتِ الٰہی در پیوست دویم رکن الدین در عالم شباب حباب آسا لباس حیات پارہ ساخت سیوم "فتح الدین" معمر شدہ باب بیت المعمور مفتوح ساخت و دو فرزندان باقی گذاشت "رسول بخش" بجوانی جان بحق تسلیم نمود و "عبدالستار" سہ پسر داشت ہر سہ بحالتِ رضاعتِ شیر دایۂ اجل نوشیدند و خود دو دختر باقی گذاشتہ در ۱۲۸۹ ہجری یک ہزار دو صد و ہشتاد و نہ مہمان دار السلام شد قطعۂ تاریخ و صالش این است

---

[1] مگھووال قصبہ ایست از گجرات بطرف جنوب سیز دہ میل

[2] شادیوال قصبہ کلان ست از گجرات بطرف جنوب مغرب بفاصلہ پنج میل خورد ندہ

عبدِ ستار صد ہزار افسوس　　در سحر گاہ زد برحلت کوس
از سر جهد بهر تاریخش　　گو "مقامش بجنتِ فردوس"

۱۲۸۹

فرزند چهارم مولانا مولوی محمد شمس الدین:

یادگار خاندان و زنده کن نام بزرگان و خلاصۂ دو دمان و عمل خیر گذشتگان بود در علوم عقلی و نقلی خصوص در فنون ریاضی رشک شمس تابان و در قبیله پروری خورشید درخشان و علوم و فنون از مولانا جان محمد جی[۱] صاحب و خلیفه غلام محمد[۲] و مولانا غلام محی الدین[۳] بگوی در لاہور و ریاضی از اخوند

---

۱ مولانا جان محمد لاہوری متولد ۱۱۹۳ھ متوفی ۱۲۶۸ھ لاہور میں مدرس تھے ساری زندگی تدریس اور تصنیف میں بسر کی ان کے تلامذہ میں مولوی محمد عالم کھوڑی، مولوی کرامت اللہ، مولوی غلام محمد ملتانی اور مولوی فخر الدین وغیرہ تھے۔
تصانیف حسب ذیل ہیں:
زبدۃ التفاسیر والتذکیر، رسالہ اثبات خلافۃ معاویہؓ، رسالہ عقائد حنفیہ، رسالہ رد رفض، شرح قصیدہ بردہ، شرح قصیدہ امالی، معراج نامہ، رسالہ حرمت تمباکو اور عدم فرضیت جمعہ وغیرہم
برائے شرح حال مولانا جان محمد لاہوری رجوع کنید بہ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۵، مولفہ مولوی فقیر محمد جہلمی متوفی ۱۳۳۴ھ۔ (۲) نزہۃ الخواطر ۱۱۶/۷، (۳) تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۱۴۳

۲ مفتی غلام محمد لاہوری متوفی ۱۲۷۶ھ بن رحیم الدین بن رحمت اللہ قریشی، حضرت شیخ بہاالدین زکریا ملتانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ لاہور میں ولادت اور نشو ونما ہوئی، شیخ غلام رسول لاہوری سے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد لاہور میں تادم آخر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے والد تھے۔ مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ (۱) خزینۃ الاصفیاء، جلد دوم، صفحہ ۳۹۲ (۳) (تذکرہ علمائے ہند، صفحہ ۳۶۷، نزہۃ الخواطر ۳۶۰/۷ وغیرہم)

۳ مولانا غلام محی الدین بگوی بن حافظ نور حیات متولد ۲ شنبہ محرم ۱۲۱۰ھ متوفی ۳۰ شوال ۱۲۷۳ھ مولانا مرحوم نے قرآن مجید حافظ حسنؒ سے پڑھا اور پھر ۱۲۲۹ھ میں اپنے برادر خورد مولوی احمد دین بگوی کے ہمراہ دہلی گئے۔ حدیث مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے پڑھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سند حدیث حاصل کی اور مولانا شاہ غلام علی مجددیؒ متوفی ۱۲۴۰ھ سے بیعت ہوئے ۱۲۴۱ھ میں وطن واپس آئے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ ان کی جگہ مسند درس وارشاد وافتاء پر متمکن ہوئے۔ فقیر عزیز الدین کی درخواست پر آپ لاہور آئے اور مسجد حکیمان لاہور میں بیس سال علم حدیث کا درس دیا جس سے پنجاب کے علماء میں علم حدیث کی طلب کی تڑپ پیدا ہوئی ہزار ہا تلامذہ نے آپ سے علم حدیث کی سند حاصل کی ان میں سے مولانا نور الدین چکوڑی، مولانا شاہ محمد فیروز پوری، مولانا غلام محی الدین بگوی رجوع کنید بہ (۱) مجموعہ

علی احمد پیشاوری اکتساب نموده بود اکثر تعلق نوکری میداشت اوقات شریف بتدریس میگذرانید و چون طبیعت فیض طویت خویش کتاب دوست میداشتند طمع جمع کتب درسیه وغیره مکنون خاطر شریف ایشان بود چنانچه صدہا نسخ عجیب و غریب ہر فن از جاہا پیدا کرده در کتب خانۂ خود موجود مهراشتند نسخۂ زیچ الخ بگی معه برجندی بسعی کما ینبغی بمقدمه خریده بودند مردے با وقار بود که حکام روزگار باستقبال ایشان برخاستندے غمخوار و مربی ہمشیرگان خود زائد الوصف بود ہمشیر زادگانش ہمه ہا تربیت و تعلیم یافته ایشانند زاہد از دنیا و راغب در محبّت و خدمت دوستا خدا۔ در سنگھڑ[1] شریف بخدمت خواجه سلیمان[2] صاحب مرحوم رفتند اما خواجه صاحب پیشتر از رفتن ایشان انتقال فرموده بودند شب و روز در خواندن اوراد و وظائف میگذرانیدند بعمر ہشت و ہشتاد سالگی بتاریخ دهم ماه ذی الحجه روزِ عید چهار شنبه ۱۲۹۳ یک ہزار و دو صد و نود و سه بجوار رحمت در پیوستند۔

سالِ تاریخ وفاتش خردم فرمود "شمسِ دین زینت ارم پاک افزود"

۱۲۸۹

دو فرزندان رشید و دو ولید سعید برصحیفۂ روزگار یادگار خویش گذاشتند اکنون میگوید بندۂ ضعیف محمد شهنواز الدین که برادر کلاں ایں مسکین مولوی محمد شهسوار الدین احمد تا این جا حالات سلفِ صالحین خویش تحریر نموده حال نفس نفیس خویش معه حالات دیگر عزیزان مرفوع القلم نموده بنا

مراسلات فقیر عزیز الدین جلد نہم قلمی کتابخانہ دانش گاہ پنجاب (۲) حدائق الحنفیہ، صفحہ ۴۷۶ (۳) تذکرۂ علمائے ہند، صفحہ ۳۶۹ (۴) تذکرہ مشائخ بگویہ، صفحات ۷ تا ۱۱۔

[1] سنگھڑ شریف از بلدۂ ملتان چہل کردہ سمت مغرب (مناقب المحبوبین صفحہ ۳۱۸ مطبوعہ لاہور)۔

[2] خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ برائے شرح حال رجوع کنید بہ:
(۱) نافع السالکین، مناقب المحبوبین صفحات ۱۴۰، ۲۷۵، مناقب سلیمانی، تاریخ مشائخ چشت مولفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی

برآں ایں فقیر حال برادرِ موصوف و دیگر شرکاء و اعزہ بطور ضمیمه و تتمه می نگارد که برادرم۔

مولوی محمد شهسوار الدین احمد:

پسر کلان مولانا مولوی محمد شمس الدین مرحوم است فاضل خوش بیان و علّامه همه دان بود خصوص در فن ریاضی محسود اقران حکام وقت وجود باجودش را غنیمت بارده (کذا) میشمردند و منقاد ارشاد وی بودند علوم متداوله از والد بزرگوار خود حاصل نموده باقی علوم ریاضی از اخوند علی احمد پیشاوری آموحت در هیت و هندسه و حساب و جفر و رمل و نجوم علم استادی می افراشت قریب دو صد گهمانو اراضی در بهرو کے زر خرید است و اراضی عطیهٔ سرکار که از عهدِ بادشاهان و سکهان که بنام والد ماجد او بود بنام نامیِ ماهر دو برادران در دفاتر سرکار انگلشیه بحینِ حیات والد مرحوم ثبت شد ضیاء الدین پسر ایشان بحالتِ حیاتِ والد خود بعالم شباب ازین جهان گذران در گذشت و یک فرزندِ رضیع صلاح الدین[1] نام گذاشته و اصل رحمت الٰهی گردید تاریخ وفات ایشان این است:

شهسوار الدین احمد فاضل شیرین سخن
یادگارِ مولویِ شمسِ دین در علم و فن
چون ز دنیا سوی عقبیٰ رفت باقی ماند زو
آن[2] یتیم و خانه ویران چون خزان دیده چمن
جستجو کردم بتاریخش که ناگهان سروش
گفت "شمس الدین[2] نهان گشت" سالِ وصل او بمن[3]

---

[1] صلاح الدین

[2] مراد معنی وضع و ایهام است نام والدش یعنی چون زنده کن نام پدر رفت گویا شمس الدین امروز انتقال کرده ۱۲۔ (غلام حسین کاتب شجره)

[3] کذا فی الاصل

فقیر محمد شہنواز الدین:

(منکه) پسر خورد مولانا محمد شمس الدین مرحوم جمیع علوم عقلی و نقلی از والد ماجد خود حاصل نموده ام و بسلسلۂ متبرکه نقشبندیه منسلک شده اما شجره وجودم از ثمرۂ که در پس من باقیمانده بی بر و بار آمده:

بی برگ و بار ہستم نه ثمر نه سایه دارم
ہمه حیرتم که دہقان بچه کار کشت مارا

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ہب لنا من لدنک رحمة انک انت الوہاب سلسله اولاد مولانا ملا محمد تا برخوردار صلاح الدین اختتام یافته حالا حالات برادر ایشان مولانا شیخ احمد مرحوم مرقوم می شود۔

مولانا شیخ احمد:

مردے باوقار و درہمه کار تجربه کار روزگار و بامروت و وجاہت بود صاحب علم و قلم. کنز الدقائق بخطِ عربی مرقومه ایشان حسن خط را مصدق پایۂ کمال شان بتحریر راست نمی آید در قحط کلان پسر خود حافظ غلام محمد را ہمراه کرده چند سال در ملتان بتقریب نواب مشرف مانده و دیگر شرکائے ایشان محمد یارو و محمد شادی موضع اندہیر[1] جاگیر شدند و دیگر برادران در پھرو کے ماندند بعد گذشتن ایام قحط ہرکس مستقر خود ہا رجع القہقری نمود سفر کابل بارہا کرده بودند بعہد احمد شاه چون افغانان غارتکنان در پھرو کے رسیدند مولانا مرحوم بسابقه معرفیه که داشتند بافغانان ملاقات نمودند بعد حال پرسی معلوم شد که بعضی از انہا شاگرد والد ایشان بودند و بعضے دوست و آشنا افغانان برعایت حقوق قدیم از غارت پھرو کے دست بردار شدند و از دست کلاه و اقسام میوه جات بآنحضرت و پسر ایشان که ہمراه میداشتند داده خودہا خالی واپس رفتند وفات و دفن ایشان در پھرو کے اتفاق افتاده و حافظ غلام محمد یادگار ایشان باقی ماند۔

---

[1] اندھیر موضع ست برکناره دریائے چناب از سودھره بطرف شمال بفاصله سه میل

حافظ غلام محمد:

مردے صبیح و ملیح و وجیهه و فصیح و حافظِ قرآن و خوش قلمِ زمان بود در علوم متداوله خصوص در فن طب ید طولیٰ میداشت مرجع اقارب و اجانب و درکارہائے مردمان بجان ساعی و سرگرم و صاحبِ جود و کرم باہر کس طریق وداد و اتحاد مرعی میداشت از خیر الدین وزیر آبادی تحصیل علوم نمودند و تا یکنیم سال ہر روز در سمبڑیال[1] رفته خطِ عربی آموختند در عهدِ خود مشار الیه و ممتاز بودند در آن وقت احدے بغیر ذات بابرکات ایشان طبیبے نبود در عهد سکھاں جهاں فانی را خیر باد گفته رہگرای عالم باقی شدند و سه فرزندان گذاشتند۔

فرزند کلان حکیم محمد رمضان:

صاحبِ علم و طبیب عیسوی دم در امورات دینی و دنیوی راست باز و راستی پیشه خدا پرست نیک اندیشه شکار دوست خوش معیشت خنده پیشانی فرشته سیرت اکثری در رائپور[2] مقیم ماندند و بعمر ہفتاد و دو سالگی بعلت حصات مثانه جان بجان بخش دادند برادر خورد ایشان (حافظ محمد احسن) تاریخ انتقال شان گفته هو هذا:

نازیم بر محمد خورشید[3] ہر دو عالم

فارغ[4] شد او ز دنیا[5] از امرِ حق تعالیٰ

فارغ سنین وصلش است عمر سامی[6]

۱۲۸۱

---

[1] سمبڑیال قصبہ ایست بر شاہراہ درمیان وزیر آباد و سیالکوٹ

[2] رائے پور دیہے است بر شاہراہ سیالکوٹ

[3] نام تاریخی است

[4] "فارغ" سے ۱۲۸۱ھ سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

[5] لفظ "دنیا" سے حکیم محمد رمضان مرحوم کی عمر ۷۲ سال برآمد ہوتی ہے۔

[6] کذا

شد مرقدش مہیا در شہر ساہووالا [1]

و یک بیت تاریخ وصال ایشان از فرزند کلان [2] ایشان است:

قبلہ ام فارغ ز دنیا رفت و گفت

سال فوتم "فارغ" آمد از نہفت

چہار فرزندان یادگار خود گذاشتند فرزند کلان ایشان۔

مولوی نور احمد [3]:

فاضل اجل عالم باعمل جامع صناعات و فنون مجموعہ کمالات بوقلمون در علم سحبان ثانی و در فن طب مسیحائے زمانی فکرے صائب و رائے ثاقب میداشتند در امور معضلہ و معاملات مشکلہ مرجع روز گار بودہ اند و در فصل خصومات مستشار و مدار دقیقہ رس نازک خیال نکتہ سنج صاحب کمال ذی مروت و نوال باعزت و اقبال و بحطام دنیا مالا مال مقبول انام و محبوب خاص و عام حکام وقت مطیع او بودند انجاح حوائج شریف و وضیع می نمودند صاحب جاگیر ہا بودند پیش ذہنِ سلیم و طبع مستقیم ایشان مسائل معضلہ چون شکل اوّل بین مصطلحات فارسی و محاورات عربی باسناد و استشہاد اشعار چون روز روشن در ہر فن یکفی نصیب ایشان بود گاہ گاہ قطعہ و قصیدہ میگفتند و بر وضع متقدمین بمتانت مضامین و سلاستِ الفاظ دُر می سفتند نثر ایشان ہم پہلوئے طرز نعمت خان عالی بود در جمیع علوم شاگرد رشید مولانا مرحوم بھن والہ بودند الا طب کہ از بزرگان خویش حاصل نمودہ بودند با این ہمہ اوصاف مقبولی نتیجہ حسن نیت میداشتند بعمر ہشت و ہشتاد سالگی ۱۳۱۸ یک ہزار و سہ صد و ہژدہ از ہجرت

---

[1] ساہووالا ضلع سیالکوٹ

[2] مولوی نور احمد متوفی ۱۳۱۸ھ

[3] مولانی نور احمد بڑے کہنہ مشق خطاط بھی تھے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ رشیدیہ مصنفہ مولانا عبد الرشید جونپوری، راقم نے مولانا عبد الرشید لاہور کے کتب خانے میں دیکھا ہے جس کا ترقیمہ اس طرح ہے۔ "بلطفہ وحسن توفیقہ بید نور احمد بن محمد رمضان بن حافظ غلام محمد غفر اللہ لہ والوالدیہ ۱۲۵۵ھ

بتاریخ بیست و نهم شوال بوقت نیم شب روز سه شنبه زیب بزم ارم گشتند

تاریخ وفات ایشان از فرزند خورد ایشان است[1]:

قلت ''ابداً کانت له جنات فردوس'' (۱۳۱۸ھ)

تاریخ رحلة مولائی نخبته العجم

حکیم علی محمد و مولوی غلام حسین این دو فرزندان یادگار وے اند۔

حکیم علی محمد:

ذکی الطبع طریف ظریف در کاروبار دنیا زیرک و ہوشیار فارسی و عربی مروج این دیار خوانده در فن طب از اقران خود ہمسرے نداشت بعلت ہیضه ازین دار ناپائیدار بدار القرار شتافت تاریخ وفاتش این است[2]:

چه شد گر مرا رفت پنجاه و پنج که در عمره ده سال زو کمترم

چو جستم ز دل سال تاریخ او روانش بگفتا بگو ''فارغم''

۱۳۲۱

دگر بار آمد ز روحش ندا که ''بخشید مولائی کل از کرم''

۱۳۲۱

سیوم بار در داد روحش صدا ''زہے داد حق عوض دنیا ارم''

۱۳۲۱

سه پسران یادگار وے است یکے محمد حسن خیلے زمانه ساز و درباب معالجه از ابنای جنس خود سرفراز و ممتاز. دوم عبدالقادر که تا مختصر معانی خوانده و از فن طب بهره وافی برداشته عبید الله، ولی الله، نذیر حسین، بشیر حسین این ہر

---

[1] ''فرزند خورد ایشان'' سے مراد مولوی غلام حسین بن مولوی نور احمد ہیں شجرۂ ہذا میں عربی وفارسی کی اکثر تاریخہائے وفات انہیں کی تصنیف ہیں مولوی غلام حسین کے حالات کے باب میں اس طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔ ''تاریخہائے عربی وفارسی کے مندرج این جزوشده طبع زادوی است'' (شجرہ ورق ۸) راقم نے بخوف طوالت صرف ایک شعر نقل کیا ہے انشاء اللہ ''پنجاب کے عربی شعراء'' کے سلسلے میں یہ تاریخ مکمل نقل کی جائے گی۔

[2] یہ تاریخ وفات ۲۳ شعروں پر مشتمل تھی راقم احق نے بخوفِ طوالت صرف چار اشعار کا انتخاب کیا ہے۔

چار اولاد رسمیه بهره ور و آثار پدر بزرگوار از ناصیهٔ او جلوه گر منعم حقیقی هر چار نو باوه بوستان ارجمندی را باثمار مزادات دو جهانی بارور فرماید و سعادت دارین روزی روزگار ایشان نماید آمین یا ربّ العالمین. فرزند دوئمی مولانا مولوی نور احمد، مولوی غلام حسین است.

مولوی غلام حسین:

علم ادب و طب از والد ماجد خویش خوانده و حدیث از مولانا مولوی غلام محمد بگوی[1] و شیخ المشائخ عبداللہ غزنوی[2] و منطق از مولانا مولوی فیروز الدین و حکمت از اوستاذ صاحب مولانا حیات گل مرحومین و از استاذ ایشان مولانا مولوی محمد عبداللہ سکندر پوری تحصیل نموده خیلی زنده کن نام بزرگان خویش

---

۱ مولانا غلام محمد بگوی نقش بندیؒ (متولد ۱۲۵۵ھ متوفی ۴ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ) آپ نے تمام کتب درسی مروجہ اپنے والد بزرگوار غلام محی الدین بگوی سے پڑھیں اور سند حدیث بھی حاصل کی۔ والد بزرگوار کے علاوہ آپ نے مختلف مشائخ سے فیوض باطنی حاصل کیے چنانچہ سلسلۂ نقشبندیہ میں حرمین شریفین میں شاہ عبدالغنیؒ متوفی ۱۲۹۶ھ کی صحبت میں رہے۔ سلسلہ چشتیہ میں اویسی طور پر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ سے روحانی تربیت پائی لیکن بیعت ارادت آپ کی حضرت باباجی فقیر محمد تیراہی طاظویؒ سے تھی۔ آپ نے اپنے اثر ورسوخ سے شاہی مسجد لاہور انگریزی فوج سے خالی کروائی۔ ڈپٹی برکت علی اور فقیر جمال الدین کے اصرار پر آپ نے شاہی مسجد لاہور کی تولیت اور خطابت کے فرائض انجام دیے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے مولوی محمد رفیق نقش بندی متوفی ۱۳۳۳ھ اور چھوٹے مولوی محمد شفیق بگوی۔ تذکرہ مشائخ بگویہ، ص ۱۹ تا ۲۵ مولفہ ظہور احمد بگوی، مطبوعہ مجلہ شمس الاسلام مئی ۱۹۳۴ء بھیرہ۔

۲ مولانا عبداللہ غزنویؒ بن محمد بن محمد شریف (متولد ۱۲۳۰ھ متوفی ۱۲۹۸ھ) علامہ حبیب اللہ قندھاری اور شیخ مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے علم حدیث پڑھا۔ کافی عرصہ کابل میں رہے۔ اور پھر امرتسر (پنجاب) میں سکونت اختیار کرلی۔ برائے شرح حال مولانا عبداللہ غزنوی رجوع کنید به۔

(۱) ملفوظات و سوانح مولانا عبداللہ غزنوی مولفہ مولانا غلام رسول قلعوی بخط صاحب ترجمہ مولانا غلام حسین ۱۳۰۲ھ خطی نسخہ، فارسی مملوکہ مولانا محمد عطااللہ حنیف بھوجیانی، لاہور۔

(۲) اقتصار جیود الاحرار مولفہ نواب صدیق حسن خان، صفحہ ۱۹۳۔

(۳) خطیرۃ القدس از نواب صاحب، ص ۱۴۸۔

(۴) غایۃ المقصود از شمس الحق دیانوی۔

(۵) قاضی طلا محمد پشاوری (م ۱۳۱۰ھ) قصائدہ، وغیرھم

است در شعر ہم میلے دارد تاریخھائے عربی و فارسی که مندرج این جزو شده طبعزاد وے است بتدریس طلبه و علاج غربا و امرا اوقات عزیز خود بسر می برده مردے متواضع غریب خو متحمل و میانه رو است سه فرزندان دارد یکے محمد شریف نام که اسمش مطابق مسمیٰ است و تا مطول خوانده در صلاحیت و راست روی و فن علاج بفضل خلاق شهره آفاق است مکارم اخلاق و قبولیت که اثر و نتیجه دعاے جد بزرگوار اوست حاصل روزگار خویش دارد دویم ظهور الدین که مظهر آثار نیک است و در خواندان علوم مروجه مشغول و از قیافه ذہین و فهیم معلوم می شود سیوم عبدالحکیم که در صناعت رضاعت مهارتے بیّن دارد و نور فراست از لوح جبینش روشن حق سبحانه ہمه را سعید و رشید دارین فرموده بمرضیاتِ خویش و مدارج بیش از بیش رساناد آمین یارب العالمین۔[1]

---

[1] مولانا غلام حسین کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ ساہووالا سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ عربی، فارسی اور اُردو میں نہایت بلیغ شعر کہتے تھے۔ فارسی اور اُردو میں غلام تخلص کرتے تھے۔ ان کا تصنیف کردہ منظوم اُردو قصہ بلالؓ مولانا عبدالرشید۔ سیالکوٹی مدظلہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس قصے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

حمدِ خدا نعتِ شفیع اُمم دونوں میں قاصر ہے زبانِ قلم

مدح کا حق ہو نہیں سکتا ادا خامشی یاں ہوتی ہے حدِ ثنا

اختتام

سال رقم کے لیے اے ہوشیار "قصہ عجب ختم ہوا" کو شمار

۱۲۲۲

۱۴۰ شعر، ۶ ورق، ۱۵ سطر، خطی نسخہ بخطِ صاحب ترجمہ (مولانا غلام حسین)، مولانا غلام حسین کے ہاتھ کا لکھا ہوا سید احمد شہیدؒ کے مکتوبات کا نہایت عمدہ نسخہ راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔ جس کے ترقیمے میں انہوں نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔

ابو الظفر عبید اللہ غلام حسین ۱۳۰۱ھ۔

مولانا مرحوم کے ہاتھ کی مکتوبہ قریباً بیس کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گزر چکی ہیں جو فن خوش نویسی کے علاوہ صحتِ کتابت کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ مولانا غلام حسین کے کچھ خطوط مولانا عبدالرشید لاہور اور سید نور محمد صاحب کے کتب میں محفوظ ہیں۔ مولانا غلام حسین کا مصنفہ مرثیہ جو انہوں نے اپنے کسی استاد کی وفات پر لکھا تھا سید نور محمد صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

دوئم از پسران حکیم محمد رمضان، نظام الدین است۔

نظام الدین:

از تعلقات دنیا بیزار و از کاروبار دست بردار بیدوار شجرۂ وجودش بے بار و چون سروِ آزاد از مردم بر کنار میل سیاحت درسر و سامان معیشت در بر پسرش ابراہیم نام در طفولیت رحلت نمود و خود مجردانہ اوقات بسر می برد۔

پسر سیوم امام الدین:

کہ درکارِ دنیا ہوشیار و از تاریخھائے بزرگاں خویش خبردار در فن طب ہم مہارتے دارد اگرچہ از ہر دو برادر مذکور الصدر خورد است اما در علوہمت و تہور بزرگ شمردہ می شود وجود با جودش درین زمان نا پرسان بس غنیمت بوجود آمدہ اوّل محمد دین کہ بعمر جوانی بدار جاودانی رفت دویم میر احمد کہ از ابنائے زمان و از میان اقران درہمہ اوصاف مستثنیٰ است و یعہدہ پٹوار منصب دار چہار فرزندان دارد غلام نبی جوانی خوش منظر و در علم و اخلاق از پدر بہتر عربی و فارسی و انگریزی میداند و ہنوز می خواند آثار کمال از ناصیۂ حالش ظاہر و علامات بزرگی از قیافہ اش باہر محنت کش متحمل مزاج خندہ پیشانے باہر کس اختلاط و امتزاج دارد یقین است کہ روزی نخل وجودش رطب مراد خواہد داد و دیگران فضل حسین و محمد شفیع و احمد شفیع خورد سال اند ایزد تعالیٰ ہمہ را بپایۂ کمال رساند۔

فرزند سیومی برکت علی است:

کہ چون نام خود با برکت و ثروت است از علوم مروجہ روزگار حاصل نمودہ برعہدہ پٹوار متعین است و یک فرزند شیر خوار دارد ایزدش مبارک گرداناد و بمراتب علیا و مناصب گیری رساناد بمنہ. چہارم (فرزند) شاہدین۔

شاہدین:

که نبزے بهره علمی از برادر کلان خویش برداشته و چیزی از مولانا مولوی غلام محمد بگوی مرحوم و از حافظ دریا اکتساب نموده مجموعه اخلاق حمیده و مخزن اوصاف پسندیده است صاحبِ تدبیریکه در گفتگو و معاملات دنیوی راست روی پیشه اوست و بهر کس بحسنِ اسلوب و طرز خوب پیش آمدن اندیشه او مردے دیندار و معاونِ ہمه کس در ہر کار اہل مروت و شفقت و صاحب اہلیت و محبت است وجود با جودش از مغتنمات روزگار و مظهر منافع بیشمار ایام حیات مستعار را در پهروے بسر میبرد و یک ولید سعید و رشید۔

عبدالغفور:

نام روشنی بخش دل دانائے اوست جوانے خوبرو و خوش خو ذکی الطبع مسلسل سخن سلیم الذہن ماہر ہر فن چابک و ہوشیار چست و چالاک درہرکار خوش قلم و خوش تقریر خنده پیشانی و خوش تدبیر زورِ بازو برادران مقدمة الجیش دلاوران گاہے بملازمت سرکاری کمر ہمت بر بندد و گاہے بکار و بار خانگی در پیوندد ہنر پسندی جبلت اوست و در ہرکار یک فنی طبیعت او از صفحه ناصیه اش مطالعه می شود که روزے مطلع خورشید اقبال خواہد شد و از لوح پیشانیش توان خواند که وقتی جمال کمالش جلوه ظهور خواہد بخشید دویم از پسران حافظ غلام محمد مرحوم حکیم پیر بخش مغفور مبرور است۔

حکیم پیر بخش:

که حسنِ صورتش مشعر حسنِ سیرت او بود و جمال چهره اش مخبر کمال سریرت او صاحب علم و عمل ذی ہنر و فضل ہیچ فنے نبوده که سنجچل خیالش ازان انعکاس پذیر نشده بود و کدام علمیکه در مرآت ضمیرش ارتسام نیافته در فارسی و عربی علم اوستادی او منصوب و در صرف و نحو و لغت و قرات و ہیت و ہندسه و رمل سبقت باو منسوب۔ خاطرش اکثر میل بتصوف داشتے۔ خوش انشا و خوش قلم و در زود نویسی علم استیعاب کمال اوصافش را این تنگ عرصۂ قرطاس گنجایش ندارد طریق نقش بندی می داشت در شعر گوئی و شعر فهمی

نقاد و ذہنے و کاوش بود قریب نزع فرمودند کہ ما رخصتیم و تاریخ وفات ما نیز لفظ رخصت است و تاریخ وفات ما نیز لفظ رخصت است وقتِ رخصت گفت مولانائے ما رخصتیم و فوت ہاہم ''رخصت'' ۱۲۹۰ھ است چہار فرزندان از ایشان یادگار ماندند فرزند کلان ایشان مولوی محمد بخش بود۔

مولوی محمد بخش:

مردے طباع و صناع و شجاع طبع رنگین داشتی حدت و ذہانت از کلامش مترشح شدے سلسلۂ سخنانش ہمچون کاکل کچکلہان طویل و دراز و با این سراپا اجمال و مزین بہ پیچ و تاب بے انداز تلون در مزاجش چنان امتزاج یافتہ بود کہ شکر را با شیر و تجلد و جرات در طبعش چنان مخمر شدہ بود کہ تہور در شیر گاہے کار مطبع مطبوع خاطرش بودی و گاہی بتجارت شاطر صاحبِ علم بود خوش خوہنر پسند و پُر گوئے اکثر اوقات خود بملازمت مدرسہ صرف کردہ بود و از مزد تعلیم قوت خوردۂ دو پسر وے بود یکے فضل احمد۔

فضل احمد:

کہ ذکی و جری بود در فارسی و عربی و انگریزی و فنون ریاضی و خوش نویسی یگانہ زمانہ بود و در اکثر صناعات فرزانہ در عین جوانی دو ولیدِ سعید محمد شفیع و احمد شفیع نام درحیاتِ والدِ خویش گذاشتہ بعالم باقی شتافت محمد شفیع دانائے روزگار و در علوم و اخلاق نام برادر. پدر و جدِ بزرگوار خویش آمدہ و برسر روزگار و احمد شفیع با وصف علم و ہنر طبعش ورع آشنا و دلش انس و محبت انتما است جوانے لائق و نیک کردار خوش خو خوش گفتار عمر عزیز خود بملازمتِ مدرسہ میگذراند دویم از پسران حکیم پیر بخش مرحوم مولوی رحیم بخش است۔

مولوی رحیم بخش:

در فارسی و عربی حظِ وافی داردو بحکم الولد سر لابیہ ذی اخلاق بزرگانہ برقامت حالِ خویش راست نمودہ و در اکتساب مرضیات الٰہی کوشید و در وقت جوانی با

زور بازوے خدا داد از ہمسران خود گوئی سبقت ربوده بود با این ہمه کم گوئی طبیعت اوست و خلوت گزینی منیت او بخطِ عربی و فارسی دست خویش دارد و دہانش درج درر غرر سخنان دلکش والد ماجدش نام تاریخی ولادت وی ''مولوی رحیم بخش'' نهاده بود[1] از وی دو فرزند بوجود آمده یکے مولوی بهاء الدین مرحوم۔

مولوی بہاء الدین:

که در علم و عمل و حسن خلق و شهرۂ خلائق بوده چیزے از علوم از والد ماجد خود و قدرے از برادر عم زادِ خود مولوی غلام حسین خوانده تکمیل تحصیل بخدمت مولوی محمد شاه دہلوی نمود حسنِ نیت و موانست با خویش و آشنا در سرستش مخمر شده بود درعین جوانی چندے بیمار مانده بجوار رحمت حق پیوست و دو فرزندان خود یتیم نمود (پسر) دویم فیروز الدین۔

فیروز الدین:

که در خوردی آثار بزرگی از ناصیۂ حالش ہویدا است و انوارِ رشد و سعادت از جبینش پیدا خوش الحان فارسی اما فکر معاش اور ا از تکمیل علوم باز داشته صالح و پرہیز گار خوش قلم زرین نگار یک فرزند روشنی بخش چشم روان اوست قادر مطلق و خالق برحق ہمه عزیز انرا باولاد و احفاد کامیاب دارین فرموده با بندگان خاص و مقربان با اخلاص اختصاص بخشد سیوم از فرزندان حکیم پیر بخش مرحوم حافظ قادر بخش است۔

حافظ قادر بخش:

در فارسی مهارتے تمام میداشت و در عربی نیز حافظِ قرآن شریف خوش طبیعت و ظریف با اُنس و تالیف کشاده پیشانی خنده روی نکته سنج و خوش خو اکثر اوقات لطیفه ہا گفتے و ''درِ سخنانِ ظرافت آمیز سفتے بارے' فرمودند که

---

[1] ''مولوی رحیم بخش'' سے ۱۲۵۲ھ سال ولادت برآمد ہوتا ہے۔

میداند که کپتان کدام صیغه است آخر خود جواب دادند که کپتان جمع که پته است حسنِ خط عربی و فارسی او رشک سلسلۂ گیسوی مهرویان چین و صحیح نویسی وے ہمچوں راست گفتاری عصتیان صدق آئین با این ہمه سمند خوشخرام قلمش چنان در میدان کاغذ و دیدے که برید بینندگان را دست ادراک بفتراک روانیش نرسیدی و ہنوز سطر اولین صفحه تر بودے که سطر آخرین صفحه روے باختتام آوردے و بحالت پیاده پا، رفتن در نوشتن مسافت چار میل درود مستغاث تا آخر می نوشتے شب بود خدا یاد صابر و شاکر بر خدا و اُو در عمر پنجاه و دو سال انتقال یافت تاریخ وفاتش ایں است[1]

در وفاتش گفت ہر کس صد دریغ

۱۳۰۸ھ

گفتهٔ ہر کس سنین بستم طراز

پنج فرزندان میداشت دو فرزند بکنار دایهٔ اجل داده و سه پسر باقی گزاشته از دنیا در گزشت و در کوشک بهشت پنهان گشت فرزند کلاں شان عبدالحق جوانے لائق روزگار و درکاروبار دنیا ہوشیار از علوم رسمیه حظے داشت در عمر جوانی ازین جهاں فانی دل برداشت دویم ظفر حسن۔ ظفر حسن: جوانے بود خوش نویس و لبیب و ازذکای والد خود نصیبے میداشت ہنوز فارسی خوانده بود که فارس اجل بروے تاخت آوردم سیوم ظفر علی که نمونه برادر خود ظفر حسن و درخانه خسراچیاں مقیم چهارم از فرزندان حکیم پیر بخش مرحوم محمد حسین است۔

محمد حسین:

تا شرح ملاے جامی و قطبی خوانده بود خویش نویس بخطِ عربی و فارسی مردے دیندار متقی و پرہیزگار طبیبے سحر کار بود درباب علاج و تعویذات مهارتی تمام بهم رسانیده بود قوی ہمت سیاحت دوست دو پسران خود غلام

---

[1] یہ قطعہ سات اشعار کا تھا۔ راقم نے بخوف طوالت چھ شعر حذف کر دیے ہیں۔

یسین و غلام محی الدین یادگار خود گذاشت و خود واصل عالم قدس گردید۔

تاریخ فوتش این است:

با سیرت و با صورت و با نام حسین بود
در عقدہ کشایش بر انگشت کلیدے
عیسیٰ نفسے خضر و شے بود طبیبے
در مردۂ صد سالہ دمش روح دمیدے
در باب تدابیر خوشا برز جمہرے
میرفت غم و رنج ہر انجا کہ رسیدے
درعین جوانی ز جہان رفت بناگاہ
بگذاشت پس خویش دو فرزندے رشیدے
بخشای بران راہئ فردوس خدایا
کز فضل و کرمہای تو این نیست بعیدے
جستم ز تاریخ کہ از عالم بالا
گفتند کہ "با خنجر طاعون شہیدے"

۱۳۲۱

غلام محی الدین:

پسر خوردش بعد از وفات خود بچند رز بطفلی در گذشت و غلام یاسین: از مروجہ چند جماعت امتحان دادہ بیکار خانہ نشن است حق سبحانہ و تعالیٰ اورا محبت علوم و کسب فنون عطا فرمودہ کامیاب دارین فرماید فرزند سیومی از اولاد حافظ غلام محمد مرحوم حافظ محمد احسن است۔

حافظ محمد احسن:

فارسی دان خوش نویس خطِ عربی مردے راست باز و در حسن عقیدت بے انباز بعلتِ زمانت استطاعت سیر و سیاحتش نے مسیحا وار از تعلق تا اہل دل

برداشته اوقات شریف را در پهروے میگزارد و چون یادگار سلف صالحین است وجودش از مغتنمات بارده شمرده می شود۔
اکنون ذکر قاضی عبدالنبی برادر خورد قاضی عبدالغنی پسران قاضی رحیم الدین قریشی اسعدی شروع میرود۔

قاضی عبدالنبی:

حال قاضی عبدالنبی بتفصیل تسلی بخش معلوم نیست اما مسموع شده که مردے نیک رو بود سه پسران میداشت خیر اللہ و محمد غوث و حافظ محمد اشرف حالات آخرین مفقود و سابق الذکر و مذکور الصدر را سه فرزندان بودند محمد ماه و حفیظ اللہ و محمد رمضان۔ محمد ماه: شاعر بود که بهندی شعر میگفت اولادش در کوہستان جمون موجود و خود را سیّد وا می نمایند محمد رمضان از اقران خود بی نظیر بود دو فرزندان از وی بوجود آمدند یکی محمد شادی که بسیار نیک بخت و صالح بود دویم محمد یار که مردے بود عامل و در تسخیر جنات دست گاہے میداشت کامل علو ہمت و سمو عزیمتش آن قدر بود که بارشاد بزرگی سورۂ مزمل یک لکھ و بست و پنجهزار بار خوانده بود در فن تعویذ نویسی از جمله اولاد قاضی صاحب ہمسرے نداشت در عهد سکھاں اکثرے را آسیب جن می شد و از قریب و بعید مردمان جوق جوق بخدمت ایشان می آمدند و شفایاب میشدند۔ بحالتِ عمل کردن اکثر اوقات نعلین خود برزمین میزدند و جنان را دشنامها میدادند آخر در عهد سکھاں رحلت فرمائے عالم بقاء شدند فرزند کلان ایشان محمد عطر بود که در عین جوانی جهان فانی را بدرود نموده بعالم جانی جاودانی شتافت و یک فرزند حکیم محمد خضرولی جانشین خود گذاشت۔

حکیم محمد خضر ولی:

عنفوان شباب خود را در خورد و خواب گزرانید و چندان توجه بمدارست علوم ننمود در آخر عمر بهرۂ از علوم حاصل کرده فن طبابت را رونق بازار بخشید

مردے وجیہ خوش منظر شاہ قامت جسیم است بھر کس بمدارات و موانست پیش می آید نہ فرزندان از وے بوجود آمدند چہار فرزندان بعد تولد مخلد شدند و پنج پسران نور الدین، میران بخش غلام رسول، نور حسین، غلام محمد نام در ایام رضاعت بکنار دایۂ اجل خفتند۔ دیگر از پسران محمد یار محمد امیر است۔

محمد امیر:

تعویذات از والد خود حاصل نمودہ اوقات عزیز خود میگذرانید در ۱۲۸۴ھ یک ہزار و دو صد ہشتاد و چہار بدار القرار شتافت قطعۂ تاریخ وفاتش این است:

چون اقتضای حکمت ربّ قدیر شد
در خلد جلد جلد محمد امیر شد
جستم سنین فوت سروشم ز جان جان
گفتا بگو "بخلد محمد امیر شد"

۱۲۸۴

پسرش محمد اکبر:

مردے متوکل و پرہیزگار نیک بخت و نیک کردار بود علوم دینی از مولانا مولوی محمد شمس الدین[1] و مولانا مولوی غلام رسول[2] ساکن قلعہ میہاں سنگھ حاصل

---

[1] مولوی محمد شمس الدین متوفیٰ ۱۲۹۳ھ کے مفصل حالات شجرۂ ہذا میں گزر چکے ہیں۔

[2] مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میہاں سنگھ متولد (۱۲۲۸ھ متوفیٰ ۱۲۹۱ھ) کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث مولانا سیّد نذیر حسین، مولانا عبداللہ غزنوی اور مولانا غلام محی الدین بگویؒ سے پڑھا سندِ حدیث مولانا سیّد نذیر دہلوی سے حاصل کی۔ اور مکہ میں مولانا شاہ عبدالغنی بن شاہ ابو سعید دہلوی مجددی سے حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔ حضرت میر سیّد کوٹھہ والاؒ اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے بیعتِ ارادت تھی۔ حسب ذیل تصانیف راقم کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ (۱) قصۂ حضرت بلال منظوم (۲) حلیۂ حضرت رسول اکرم ﷺ، کلان و خورد (۳) قصۂ سسی پنوں منظوم۔ (۴) سی حرفی۔ (۵) تفسیر سورۂ فاتحہ وغیرہم برائے شرح حال مولانا غلام رسول رجوع کنید بہ۔ رسالۂ

نمودہ اوقات شبانروزی در مطالعہ کتب صرف کردے و بصبر و شکر بر نعمای الٰہی عمر عزیز خود بسر بُردے و بحسنِ معاشرت گزرانیدے در سن کھولت رحلت نمود و یک فرزندِ ارجمند یادگار خود گزاشت۔

محمد حیدر:

محمد حیدر نام عالم با عمل واعظِ بے بدل صرف و نحو و منطق از حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم سیالکوٹی در حدیث از مولانا مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم دہلوی حاصل نمودہ مربع نشین سجادۂ افادۂ طُلاب است و یک فرزند عزیز محمد عبداللہ نام:

محمد عبداللہ:

روشنی بخش دل فیض منزل اوست کہ ہمچون والد ماجد خود متدین و بحسن۔ عقاید مزین جواں بخت و بجمال معنوی و صوری سعید و ارجمند است حق تعالیٰ جملہ عزیز انرا توفیق تحصیل علوم دینی و نیل مرضیات خویش رفیق روزگار گرداناد آمین یارب العالمین۔

این است نبذے از حالات برکات آیات قاضی رحیم الدین بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن عبدالرحیم قریشی اسعدی و اولاد امجاد وے کہ بقید قلم در آمدہ عزیزانرا کہ موجود اند و خواہند شد از فقیر تاکید مزید اکتساب علوم و تحصیل مرضیات الٰہی و سلوک بر جادۂ مستقیم و احراز میامن و برکات

خوارق (در حالات و مناقب شیخ خود حضرت جی کوٹھہ والے") مولانا مرحوم، مطبوعہ لکشمی سٹیم پریس، راولپنڈی ۱۹۲۶ء (۳) سوانح مولانا غلام رسول، مرتبہ مولوی عبدالقادر، مطبوعہ لاہور۔ (۳) تذکرۂ علمائے ہند (۴) تذکرہ مشائخ بگویہ۔

مولانا نذیر حسین دہلوی متولد ۱۲۲۰ھ متوفیٰ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

رجوع کنید بہ مقدمہ غایۃ المقصود و شرح سنن ابی داؤد از مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ (۲) واقعات دارالحکومت دہلی از مولوی بشیر الدین احمد۔ (۳) روزنامچہ ۱۸۵۷ء، مولانا عبداللطیف، مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مطبوعہ ندوہ، دہلی، ص ۱۰۳۔۱۰۴ فارسی، ص ۱۷۰۔۲۰۴ اردو۔ (۴) حیاتِ شبلی از علامہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم۔ (۶) (الحیا بعد المماۃ از فضل حسین۔ (۷) مقالاتِ شروانی ۲۸۲، تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۹۵، اردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری وغیرہم۔

بصحبت و بیعت حضرات اہل اللہ و اجتناب از منہیات و کبائر و صغائر مطالعہ یاد آید ہدایت لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشہ و ساء سبیلا را مدام نصب العین دارندم اللّٰھم ثبت اقدامنا و اقدامھم علیٰ صراط مستقیم و حصل مرامھم فی الدین والدین بحرمة النبی و آلہ الطیبین آمین یا ربّ العالمین ثم آمین الان انتہی۔

ما قصدہ و سودہ الفاضل محمد شہسوار الدین و مولانا مولوی محمد شہنواز الدین و بعد ہذا یقول متبع سنة سیّد الکونین تراب النعلین عبید اللّٰہ غلام حسین تجاوز اللّٰہ عن سئیاتہ و رزقہ نیل مرضاتہ فی الدارین کہ حضرتین مرحومین مولوی محمد شہسوار الدین احمد و مولوی محمد شہنواز الدین نبذے از حالات پیشینیان و پسینیان کہ بر اوراق متفرقہ مسودہ نمودہ بودے راقم آثم متفرقات ہر دو را فراہم نمودہ شاہدِ مضامین را پیرایہ عبارت جدید پوشانیدہ ہدیۂ احباب ساخت تا من اولہ الی آخرہ بیک گونہ و یک نمونہ جلوہ تقریر بخشد بے آنکہ تصرفے و تغیرے دراصل مطلب راہ یابد و اگر حیات چند روز وفا نمود بعونہ تعالیٰ این شجرہ را آب و رنگ تکمیل تازہ خواہد داد و ما ذلک علی اللّٰہ العزیز:

ہست چون مبدء اولاد ابو البشر از خاک
آخرش مرجع او نیز زمین است و مغاک
پس چرا شجرۂ آمال نشاند عاقل
کہ برش نیست بجز حسرت و خسران و ہلاک
مگر آن شجرہ تقویٰ بر شیرین دارد
آب اخلاص دہی گر ز رہِ نیت پاک
ما کہ این شجرۂ نوشتیم زنادانی خویش
جز تفاخر چہ تُصوّر کند اہل ادراک
لیک صد بار ازین فخر نمائم توبہ
شرمساریم ز ناکردہ گناہ و غمناک

بلکه دانیم که هستیم ز اولادِ فلان
تا رسد خیر بگهوار گیهان افلاک
چونکه سالِ رقم شجره طلب کرد غلام
"ثمرهٔ شجرهٔ طین" گفت جوابم ادراک

۱۳۵۲ھ

اکتوبر ۱۹۷۱ء
(مشمولہ صحیفہ، لاہور)

قاضی رحیم الدین قریشی اسماعیل

- عبدالغنی
  - محمد اسلم
  - محمد مسلم
    - شیخ احمد
      - حافظ غلام محمد
        - محمد رمضان
          - نور احمد
            - علی محمد
              - محمد حسن
                - رشید احمد
              - عبدالقادر
                - نذیر احمد
                - عبید اللہ
                - بشیر احمد
                - ولی اللہ
              - ضیاء الدین
            - غلام حسین ابراہیم
              - غلام جیلانی
          - نظام الدین
          - امام الدین
            - محمد دین
            - برکت
            - میر احمد
          - شاہدین
            - عبدالغفور
            - عبداللہ شاہ
        - پیر بخش
          - محمد بخش
            - فیض احمد ـ فضل احمد
              - احمد شفیع
          - رحیم بخش
            - فیروز احمد ـ بہاؤ الدین
              - غلام نبی
          - قادر بخش
            - عبدالحق ـ ظفر علی
          - حسین بخش
            - غلام یٰسین
            - محمد امین
            - غلام محی الدین
        - محمد احسن
    - ملا محمد
      - فتح علی
      - رکن الدین
      - فتح دین
        - رسول بخش
        - عبدالستار
          - غلام محی الدین
          - شاہدین
          - محمد علی
      - شمس الدین
        - شہوار الدین
          - ضیاء الدین
        - شہنواز الدین
- عبدالنبی
  - حافظ محمد اشرف
  - محمد غوث
- خیر اللہ
  - محمد شاعر (اولادش خود را سیّد گویند)
  - محمد رمضان
    - محمد یار
      - محمد عطر
        - محمد خضر
      - محمد امیر
        - محمد اکبر
          - محمد حیدر
    - محمد شادی
  - حفیظ اللہ

(یہ شجرہ مولانا غلام حسین مرحوم کا مرتب کیا ہوا ہے۔ مملوکہ مولانا عبدالرشید سیالکوٹی لاہور)

فہرست عکسیات مشمولہ تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند

(۱) عوارف المعارف بخط خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

(۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا وہ خطی نسخہ جس کی تصحیح ومقابلہ خود حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا، بخط شیخ روح اللہ، مملوکہ حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی، کابل (رک ۷۶۵)

(۳) اورنگ زیب عالمگیر کا ایک غیر مطبوعہ خط جو اس نے دارا شکوہ کو شکست دینے کے بعد خوش خبری کے طور پر حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے نام سرہند ارسال کیا، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد (ص ۸۲۲)

(۴) اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ مکتوب بنام خواجہ سیف الدین سرہندی، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۸۲۲)

(۵) المفاضلہ بین الانسان والکعبہ پر مؤلف شیخ محمد امین بدخشی کی مہر وتحریریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور (ص ۸۵۲)

(۶) مواہیر واستفتاءِ شیخ محمد باقر لاہوری، مملوکہ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی، لاہور (ص ۸۵۶)

(۷) دو اجازت نامۂ ارشاد برائے شیخ محمد مراد تنگ کشمیری اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی وشیخ علی رضا فاروقی سرہندی، مخزونہ کتابخانہ ملی، تہران (ص ۹۲۰)

(۸) المحیط برہانی کے خطی نسخہ پر شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کی تحریر ومہریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور (ص ۷۵۰)

(۹) ظواہر (درحالات شیخ سعدی لاہوری) تالیف میاں محمد عمر چمکنی کے آخری ورق پر مؤلف کے

دستخط، مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی (ص ۷۵۱)

(۱۰) خودنوشت مکتوب حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ص ۹۹۱)

(۱۱) خودنوشت مکتوب حضرت مظہر بنام اخوند ملا نسیم (ماخوذ از لوائح خانقاہ مظہریہ) (ص ۹۹۱)

(۱۲) دیوان میرزا مظہر جان جاناں وخریطۂ جواہر، طبع اوّل (ص ۹۹۱)

(۱۳) رقعات کرامت سعادت حضرت مظہر، مطبوعہ مطبع فتح الاخبار، کول ۱۲۷۱ھ (ص ۹۹۱)

(۱۴) معمولاتِ مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ، مطبوعہ طبع نظامی، ۱۲۸۴ھ (ص ۹۷۰)

(۱۵) بشارات مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہڑا یچیؒ، مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن کے ایک ورق پر شاہ غلام علی دہلوی کی تحریر (ص ۹۷۰)

(۱۶) رسائل سبعہ سیارۂ شاہ غلام علی دہلوی مطبوعہ مطبع علوی (ص ۱۰۱۵۔۱۰۱۷)

(۱۷) خودنوشتہ اجازت نامۂ شاہ احمد سعید مجددی برائے خواجہ دوست محمد قندھاری (ص ۱۰۹۴)

(۱۸) اثبات المولد والقیام مؤلفہ شاہ احمد سعید مجددی کا خودنوشتہ نسخہ کا آخری ورق (ص ۱۰۹۵)

(۱۹) مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ (در مناقب شاہ احمد سعید) مؤلفہ شاہ محمد مظہر مدنی مجددی کا سرورق، مطبوعہ اکمل المطابع دہلی، ۱۲۸۴ھ (ص ۱۱۰۱)

(۲۰) فتوح الاوراد کے پہلے ورق پر شاہ محمد مظہر مجددی کی تحریر ومہر، مملوکہ پروفیسر محمد سعد سراجی، ڈیرہ اسماعیل خان (ص ۱۰۱۲)

(۲۱) خودنوشت مکتوب حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مملوکہ جناب پروفیسر محمد سعد سراجی (ص ۱۰۹۴)

(۲۲) خودنوشت مکتوب حاجی دوست محمد قندھاری، مملوکہ پروفیسر سراجی (ص ۱۰۹۴)

(۲۳) سند بخاری شریف بخط شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، جس پر آپ کی مہر ''ھو العزیز ولی الرحیم'' ثبت ہے، آپ نے یہ سند مولانا غلام محی الدین قصوری کو دی تھی، مجلد در خطی نسخہ مشکوٰۃ شریف، مملوکہ حکیم ارشاد حسین، قصور (ص ۱۰۳۷)

(۲۴) رسالہ علم میراث تالیف و بخط مولانا غلام محی الدین قصوری، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۱۰۴۵)

(۲۵) سلسلۃ الاولیاء مؤلفہ مولوی محمد صالح کنجاہی، بخط مؤلف مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات (ص ۱۰۲۳)

(۲۶) اجازت نامۂ مولانا غلام دستگیری قصوری برائے مولانا سید عبدالحق ہمدانی قصوری (۱۲۷۱۔۱۳۵۸ھ) مملوکہ مولانا سید محمد طیب ہمدانی، قصور (ص ۱۰۴۲)

(۲۷) خودنوشتہ مکتوب مولانا محمد حسن جان مجددی بنام خواجہ محمد اسحٰق جان، خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل، مملوکہ خواجہ خلیل، گلزار خلیل، سندھ (ص ۱۱۰۳)

(۲۸) حیات القلوب فی زیارت المحبوب (ﷺ) مؤلفہ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی، بخط مؤلف مخزونہ کتابخانہ قاسمیہ، کنڈیارو، نوشہرہ فیروز، سندھ

(۲۹) کتاب المتواری علی ابواب البخاری کے خطی نسخہ پر مخدوم محمد معین ٹھٹھوی کی تحریر و مہریں

(۳۰) فتح الاوراد مؤلفہ شیخ فتح محمد بن عین العرفاء بخط مؤلف بسال ۹/ ذی القعدہ ۱۰۵۷ھ، مملوکہ جناب سر بلند خان، پشاور (ص ۵۹۸)

(۳۱) ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان الدین راز الٰہی شطاری و عین العرفا، عیسیٰ جند اللہ برہانپوری) جامع نواب عاقل خان رازی، مطبوعہ حیدر آباد دکن، (ص ۶۰۸)

(۳۲) مطالع الطالبین کے خطی نسخہ پر شاہ رضا قادری لاہوری کی تحریر، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۶۲۹)

(۳۳) فتویٰ حاجی محمد شریف قصوری (ف ۱۱۵۳ھ) جس پر ان کی مہر محمد شریف قصوری ۱۱۴۸ھ ثبت ہے اور شاہ عنایت قادری قصوری کے نام کے ساتھ "سلمہ اللہ تعالیٰ" لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہ عنایت مذکورہ سنہ تک بقید حیات اور حدود ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو فوت ہوئے تھے (ص ۶۳۱۔۶۳۲)

(۳۴) کلیات ملا شاہ بدخشی، آخری ورق مملوکہ مولوی محمد یعقوب فراہی، کوئٹہ (ص ۵۰۶)

(۳۵) مناجات بخط حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری، مملوکہ مولانا محمد امیر شاہ قادری، پشاور (ص ۵۳۶)

(۳۶) شمس الضحیٰ فی شرح مصباح الدجیٰ، شارح مولانا غلام مرتضیٰ بریلوی بسال ۱۲۸۵ھ بمقام بریلی، جس پر ان کے معاصر علماء کی مہریں ثبت ہیں۔ بعض مواہیر ان علماء کی ہیں: خواجہ محمد علی، مفتی احمد، محمد جلال الدین خان، خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی، محمد بن غلام محمد، مفتی محمد علی اور مخطوط کے آخر میں ''تابع شرع رسول محبوب غلام مرتضیٰ احمدی حنفی''، مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور

(۳۷) مفتاح النصیحۃ بخط مؤلف مفتی کریم اللہ دہلوی کا پہلا ورق جس پر ان کی مہر '' بگو بلطف اللہ محمد کریم اللہ'' ثبت ہے۔ (ص ۲۳۱)

(۳۸) مفتاح النصیحۃ بخط مؤلف کا آخری ورق۔ ہر دو مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور، (ص ۲۳۱)

(۳۹) توقیر الحق (رد معیار الحق) مؤلفہ نواب محمد قطب الدین دہلوی، پر مفتی محمد کریم اللہ دہلوی اور دیگر علماء کے دستخط، مطبوعہ آگرہ (س۔ن) ص ۲۱۹

(۴۰) تحفۃ العرب والعجم، مؤلفہ نواب محمد قطب الدین دہلوی، مطبوعہ مطبع حسنی، ۱۲۸۵ھ، پر مفتی محمد کریم اللہ اور دیگر علماء کے دستخط (ص ۲۱۹)

(۴۱) فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، مؤلفہ مولوی محمد منصور علی مراد آبادی، مطبوعہ مطبع دار العلم والعمل، فرنگی محلی، لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ، پر مولانا محمد عمر بن مفتی کریم اللہ اور دیگر علماء کے دستخط (ص ۲۲۴)

(۴۲) سیانۃ العوام عن السیئات الانام، مؤلفہ مولوی فرید الدین دہلوی شہید، مطبوعہ دہلی اُردو اخبار، دہلی، ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء (ص ۲۲۶)

[illegible]

(۱) عوارف المعارف بخط خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی

۱۲۲۲

که شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم ... از جانب

این نیازمند شیرین خلایق بدرگاه حضرت واهب العطیات بحقایق معارف آگاه

دقایق و کمالات دستگاه شیخ محمد سعید بسلام و عاقبت انجام برسد آنچه از تجدد

و نصرت یافتن آن لشکر اسلام بر اعدای دین بظهور آمده بسمع شریف

رسیده باشند از دست زبان که بر آمد که از عهده شکرش بر آید که چون ظلمت

شب هجران جان آن سیه روی در آمد نسیم جان بخش از نکهت از معرکه بیرون برد

لشکر گرانی بعاقبت آن بی عاقبت تعین گشته امید از فضل بخشنده

بی منت آنست که بزودی اسیر گردد توقع که این خیرخواه عباد الله را بدعا سلامت

دارین و حسب شایستن در مظان اجابت یاد می نموده باشند والسلام

شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحیی بسلام عاقبت انجام برسد

بسم الله الرحمن الرحیم ...

مکتوب مرغوب ... از غفلت نفس خود ...

دایمی باید نشست و بر حال و مآل خود باید گریست اراده ...

سبب خوشنودی است ...
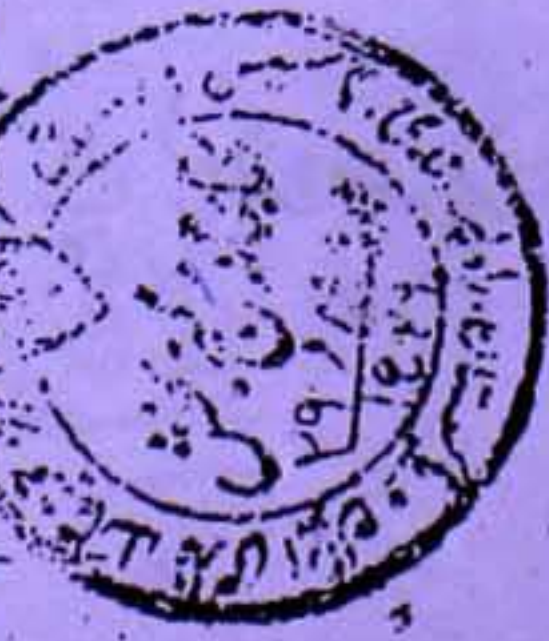
اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ خط حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی کے نام۔ عکس مِنی
بر خطی نسخہ مکتوبات حضرت مجدد (آخری ورق) مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات
فارسی ایران و پاکستان۔ راولپنڈی۔ نمبر ۱۳۲۹۔ تحقیق محمد اقبال مجددی

(۳) اورنگ زیب عالمگیر کا ایک غیر مطبوعہ خط جو اس نے داراشکوہ کو شکست دینے کے بعد خوش خبری کے طور پر حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے نام سرہند ارسال کیا، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (ص ۸۲۲)

(۴) اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ مکتوب بنام خواجہ سیف الدین سرہندی، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۸۲۲)

ہذہ رسالۃ المفاضلہ بین الانسان والکعبہ
[illegible]
[illegible] النقشبندیہ رحمہ اللہ

هذا اصل الواقعه والمباحثه
بین السید آدم والشیخ احمد
القشانی والتوفیق
بین کلامهما فی المفاضله
بین الانسان والکعبه

acc. No. 12

۱۱/۲ المفاضلہ پر شیخ محمد امین بدخشی کی مہر و تحریریں

(۵) المفاضلہ بین الانسان والکعبہ پر مؤلف شیخ محمد امین بدخشی کی مہر و تحریریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور (ص ۸۵۲)

الجلد
الثالث من المحيط

منتخب من منائح الله على اقل عباده
فقير الله بن عبد الرحمن الحنفي نصر
بعیوب نفسه تاسع رجب سنه ۱۱۲۷

ثم من من الله سبحانه على اول خليفة
صاحب هذا الخاتم الاحقر بالسناء الشريعي
تاسع رجب
عشر
سنه ۱۲۲۴

هذا الكتاب في ملك غلام صديق
سرهندی نقشبندی فاروقي النسب

(۸) المحیط برہانی کے خطی نسخہ پر شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کی تحریر و مہریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور (ص ۷۵۰)

۳۱- ظواہر (درحالات شیخ سعدی لاہوری خلیفہ شیخ آدم بنوڑی) تالیف میاں محمد عمر چکنی کے آخر میں مؤلف کے دست مبارک کی تحریر۔

عکس مکتوب حضرت مرزا مظہر جان جاناں

۲- خود نوشت تحریر حضرت مظہر یعنی مکتوب بنام قاضی ثنا اللہ پانی پتی،

(از لوائح)

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

بفضل خالق دو جہان از ترصیف شریف و تالیف منیف خلاصۂ خاندان مصطفوی

دیوان میرزا مظہر جانجانان و خریطۂ جواہر

باہتمام سیمیدان محمد عبد الرحمن دست گرفتہ و تعلیم یافتہ خدمت اخ معظم محمد مصطفی خان مغفور

در مطبع مصطفائی واقع کانپور مطبوع گردید

۱۰- دیوان مظہر و خریطۂ جواہر، طبع اول، مطبع مصطفائی، کانپور، ۱۲۷۱ھ، ص ۱۳۰

۱۲۳۱

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

رقعات کرامت

سعادت شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جانان

مظہر شہید رضی اللہ عنہ

سنہ ۱۲۷۱

در مطبع فتح الاخبار کول باہتمام محمد عثمان خان طبع شد

(۱۳) رقعات کرامت سعادت حضرت مظہر، مطبوعہ مطبع فتح الاخبار کول ۱۲۷۱ھ (ص ۹۹۱)

ما شاء الله لا قوة الا بالله

بفضل واہب العطایا بکافہ برایا بار دوم مطابق نسخۂ مطبوعۂ سابق و اسطہ سلوک طریقۂ نقشبندیہ براطالبین

معمولات مظهریه ۱۲۷۷
و محبوب العارفین

باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور تربیت یافتۂ خدمت برادر معظم جناب محمد مصطفی خان مسرور

مطبع نظامی واقع کانپور ۱۲۸۴ مطبوع گردید

(۱۴) معمولاتِ مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہرائچی، مطبوعہ طبع نظامی، ۱۲۸۴ھ (ص ۹۷۰)

(۱۵) بشارات مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہرائچی، مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن کے ایک ورق پر شاہ غلام علی دہلوی کی تحریر (ص ۹۷۰)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

بعد الحمد والمنہ کہ کتاب عجیب و مجموعہ چند رسائل لبیب از کلام فیض نظام حضرت زبدۃ السالکین زبدۃ العارفین پیر پیران طریقہ مجددی نقشبند حضرت شاہ عبداللہ ولی معروف بشاہ غلام علی احمد قدس اللہ اسرارہ
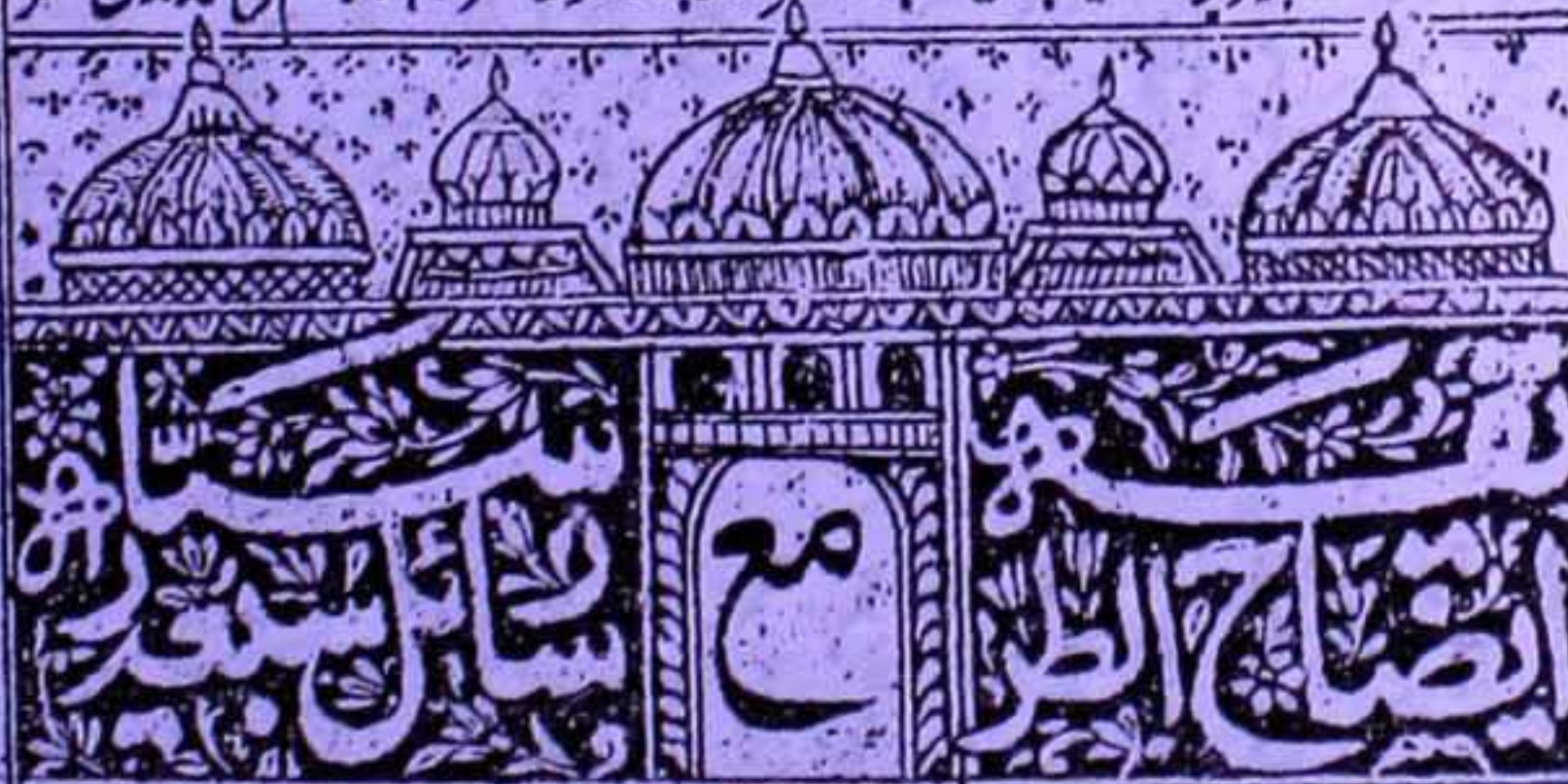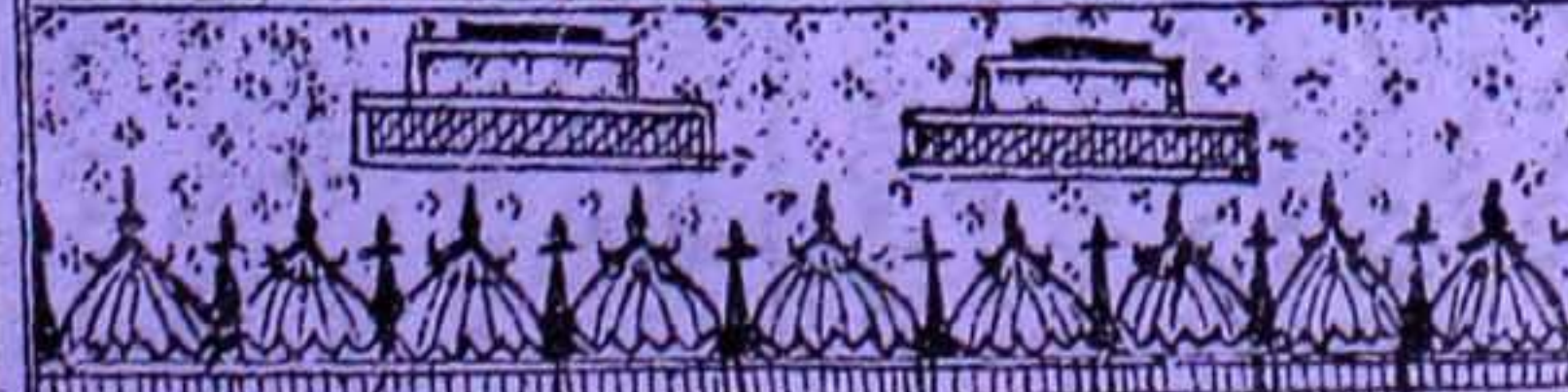
ایضاح الطریقہ مع رسائل سبعہ سیارہ

و تاریخ المشائخ

در بیان اشغال اذکار و مراقبات طریقہ شریفہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اہلہا از تصنیفات حضرت قطب ربانی برگزیدہ یزدانی حضرت شاہ ابو سعید احمدی مجددی نقشبندی

در مطبع علوی محمد علی بخش خان احمدی نقشبندی خلیفہ شاہ طبع شد

(۱۶) رسائل سبعہ سیارہ شاہ غلام علی دہلوی مطبوعہ مطبع علوی (ص ۱۰۱۵ـ۱۰۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ افضل الحمد و اجلہ و اعلاہ کما یلیق بجناب قدسہ تعالیٰ
و الصلوٰۃ و السلام علی سید الوریٰ کما ینبغی و یحری و علی الہ التقی
و اصحابہ النقی اما بعد باعث این سطور آنکہ از مدت آرزوی
زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و کرامۃ در دل
بود حالا ارادۂ الٰہی سبحانہٗ بآن منضم گردید و نیت طواف
آنجا راسخ شد و متوجہ آنجدود مع اہل و عیال شدیم اللہ تعالیٰ
از کرم خویش آنجا رساند لہذا مرقوم میسازم بمریدان خود کہ
در ہندستان و خراسان سکونت میدارند کہ بجائی من مقبول
بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہ من اند بدانند و
توجہات از ایشان گرفتہ باشند و ہو خلیفتی و یدہ کیدی فطوبیٰ
لمن اقتدی بہ فہو خلیفتی علی الاطلاق بای طریق یامرکم فعلیکم
بامتثالہ و لا یجوز العدول عن حکمہ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا و اہد بہ الناس
طرا علی سبیل الدوام و الاستمرار و زد فی عمرہ و رشدہ و صلاحہ و
فلاحہ یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ و اصحابہ
اجمعین و یرحم اللہ عبدا قال امینا و السلام اولا و آخرا

(۱۷) خودنوشتہ اجازت نامۂ شاہ احمد سعید مجددی برائے خواجہ دوست محمد قندھاری (ص ۱۰۹۴)

صفا قلبه مع الله سبحانه كلمة الله العليا لا الحق مع هو بها ذات ثابتة لا
تزول عن احد ولو تربع في الهواء غير انها تضعف تارة وتقوى اخرى
والخرق من خرق النفس جائزة في حق المسلمين والصفا الذي هو سبب تعني
عن العارفين والعبد ينتقل في الاحوال حتى يصير الى نعت الروحانيين
فيطوى له الارض ويمشي على الماء ويغيب عن الابصار ويصعد الى الهوا
ويظهر في غير محله من القرى والصحارى والحب في الله والبغض في الله
من اوثق العرى الايمان والامر بالمعروف والنهي عن المنكر واجب
على من امكنه بما امكنه وكرامات الاولياء ثابتة وهي في الحقيقة من جملة
معجزات الانبياء اذ فيها دلالة على كمال التابع وهو يتوقف على كمال
المتبوع واكمل المتبوعين وافضل المحبوبين نبينا المصطفى ورسولنا
المجتبى المخصوص بالشفاعة الكبرى والوسيلة العظمى صاحب قاب قوسين
او ادنى وواقف اسرار دنى فتدلى صلى الله عليه وعلى آله وصحابته
البررة التقي وبارك وسلم صلوة وسلاما ما دام تجدد وما لا يحصى
حرره احقر عباد الله المجيد احمد سعيد المجددي لطف الله به ونور الله
في جواب كتاب محبوب على الجعفري ١٢

(١٨) اثبات المولد والقیام مؤلفہ شاہ احمد سعید مجددی کا خودنوشتہ نسخہ کا آخری ورق (ص ١٠٩٥)

(۱۹) مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ (در مناقب شاہ احمد سعید) مؤلفہ شاہ محمد مظہر مدنی مجددی کا سرورق، مطبوعہ اکمل المطابع دہلی، ۱۲۸۴ھ (ص ۱۱۰۱)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی

اما بعد

محب العلماء والفقراء حاجی تاج غازی خان سلمه الرحمن

از جانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد که مشهور بحاجی است

کان الله له عوضا عن کل شیء [illegible] از سلام مسنون و دعوات

ترقیات دارین مشحون مطالعه نمایند الحمد لله والمنة

که احوال فقرا اینجانب بعون عنایت الهی عز شانه

قرین سپاس بیقیاس منعم حقیقی است جل جلاله

وعم نواله والمسئول من الله سبحانه سلامتکم

وعافیتکم واستقامتکم علی الشریعة المطهرة

علی صاحبها الصلوة والسلام [illegible]

رقیمه کریمه مشتمل بر اظهار محبت واشتیاق

بنهایت [illegible]

(۲۱) خودنوشت مکتوب حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مملوکہ جناب پروفیسر محمد سعد سراجی (ص ۱۰۹۴)

وَلِاُسْتَاذِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ
تَوَالَدَا وَارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ
صَغِیْرًا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ بِرَحْمَتِکَ
یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ٭ اتمام رسید

درود وصال از تصنیف جناب غوث الاعظم قدس الله سرّهٗ
بروز بهروز چهارشنبه بوقت ظهر بتاریخ نوزدهم
شهر شعبان المبارک در سال از هجری مقدس
یکهزار دو صد و هشتاد و نه ۱۲۸۹ راقمه حقیر خاکپائی
درویشان الٰہی محمد صالح کنجاهی اصلحه الله تعالیٰ فی الدارین

(۲۵) سلسلۃ الاولیاء مؤلفہ مولوی محمد صالح کنجاہی، بخط مؤلف مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات (ص ۱۰۲۳)

باسمہ سبحانہ

صاحبزادہ مولوی سید محمد عبدالحق شاہ صاحب جن کا خاندان عالی میں ہمیشہ علوم عربیہ کی
تحصیل و تکمیل چلی آتی ہے فقیر سے بھی کتب معقول و منقول کا سبقاً سبقاً اکتساب کیا ہے
حقیر کے نزدیک انکی تحصیل علوم عربیہ و دینیات میں بہت عمدہ ہے چنانچہ کئی سال سے
حسب اجازت فقیر انہوں نے اپنے مکان پر شغل تدریس طلباء علوم عربیہ و دینیات کا
جاری رکھا ہے طلاب انکی تعلیم و تکرار سے خلق کثیر از بس مشکور رہے ہیں الغرض اللہ تعالیٰ
نے انکو اپنے بزرگوار اخیار کا خلف الرشید بنا دیا ہے الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک یہ چند
کلمے فقیر نے بطور ادائے شہادت اور سند کے تحریر کر دیے ہیں باری تعالیٰ انکی عمر اور فیض
میں برکت بخشے آمین یا رب العالمین حرر فی عشرہ ثانیہ رمضان مبارک سنہ ۱۳۰۱

بقلم فقیر غلام دستگیر
قصوری کان اللہ لہ

مولانا سید عبدالحق قصوری ہمدانی (۱۲۷۱ - ۱۳۵۸ھ / ۱۸۵۴ - ۱۹۳۹ء) کے لئے
یہ اجازت نامہ مولانا غلام دستگیر قصوری نے خود تحریر فرمایا، مملوکہ مولانا سید
محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور

انظروا الی ثمرہ اذا اثمر و ینعہ ان فی ذلکم لآیات لقوم یؤمنون

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب ایں نسخہ مشتمل بر ملفوظات ارشادات حضرت قدوۃ العارفین شاہ برہان الدین راز الٰہی شطاری و مرشد ارشاد حضرت عین العرفا شاہ عیسیٰ جند اللہ شطاری برہانپوری قدس اللہ سرہما موسوم

ثمرات الحیات

تصنیف منیف میر علی عسکری بن محمد تقی بن محمد قاسم الخوافی المخاطب بہ نواب عاقل خان المتخلص بہ رازی یکے از امرائے عہد عالمگیر بادشاہ غازی [illegible] جناب مولانا الحاج شاہ رکن الدین احمد شطاری اورنگ آبادی بن حضرت عین العرفا و عبد

در مطبع شمس الاسلام حیدرآباد مطبوع گردید

(۳۱) ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان الدین راز الٰہی شطاری و عین العرفا عیسیٰ جند اللہ برہانپوری) جامع نواب عاقل خان رازی، مطبوعہ حیدرآباد دکن، (ص ۶۰۸)

من الفتاوى العتابية ولو اخبرها عدل ان زوجها طلقها او مات جاز لها ان تتزوج وكذا الفاسق اذا غلب في ظنها

انه صادق وكذا ان جاء بكتاب الطلاق بيد امرأة وغلب في ظنها ذلك في انواع الفقه فاما لو اخبرها عدل ان زوجها

طلقها او مات جاز لها ان تتزول وكذا الفاسق اذا غلب في ظنها انه صادق فيه جاز

في شرح الطحاوي المرأة اذا خرجت من البيت بغير اذن الزوج يبطل مهرها ونفقتها وكسوتها

وسكناها في تحفة الفقه

(۳۳) فتوی حاجی محمد شریف قصوری (ف ۱۱۵۳ھ) جس پر ان کی مہر محمد شریف قصوری ۱۱۴۸ھ ثبت ہے اور شاہ عنایت قادری قصوری کے نام کے ساتھ ''سلمہ اللہ تعالیٰ'' لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہ عنایت مذکورہ سنہ تک بقید حیات اور حدود ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو فوت ہوئے تھے (ص ۶۳۱-۶۳۲)

(۳۶) شمس الضحیٰ فی شرح مصباح الدجیٰ' شارح مولانا غلام مرتضیٰ بریلوی بسال ۱۲۸۵ھ بمقام بریلی' جس پر ان کے معاصر علماء کی مہریں ثبت ہیں۔ بعض مواہیر ان علماء کی ہیں: خواجہ محمد علی' مفتی احمد' محمد جلال الدین خان' خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی' محمد بن غلام محمد' مفتی محمد علی اور مخطوط کے آخر میں ''تابع شرع رسول محبوب غلام مرتضیٰ احمدی حنفی''، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی' لاہور

عام رفع الیدین اور منع قراءۃ خلف الامام و اخفاء آمین مین تالیف کیا تھا اور وہ دونون رسالے مولوی صاحب
کے میرے پاس موجود ہین اور بھی ایسا پایا استاد مولوی نذیر حسین کیکو فقیہہ اجل عالم باعمل والدی
ماجدی جناب مولوی محمد عبد الخالق مرحوم کہ اونہون نے تنبیہ الضالین

عبد القادر محمد

مین تحریر کر کر معرا اپنی کی آور من شاء فلینظر الیہ
یہ رسالہ من اولہ الی آخرہ مین نے دیکھا واقعی مین کتاب بے نظیر ہی اور عوام و خواص کے دل پذیر ہی ما رأیتہ وما سمعت
مثلہ من شباب ان ہذا الشئ عجاب مختصر کلام یہ ہی کہ جناب مولانا مولوی محمد اسحاق مرحوم نے مائۃ مسائل مین
لکھا ہی کہ جو مذاہب اربعہ کو بدعت کہے تمام اتقل اونکی کچھ قبول نہوگی اور سب ہباءً منثورا ہوجاویگی
من شاء فلیطالع فیہ فی جواب سوال ستین و ثلث اور یہ چراغ دین محمدی قدیم سے روشن ہی اسکو کوئی بجھا
نہین سکتا ولنعم ما قیل ؎ چراغے را کہ ایزد برفروزد ✤ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

الرحمن محمد عبد

لاریب یہ رسالہ مسمی بہ توفیق الحق المعروف بالقول السدید فی وجوب التقلید مولفہ میرے اوستاد بزرگوار
یعنی جناب مولانا محمد قطب الدین سلمہ اللہ تعالی کا من اولہ الی آخرہ حق و صحیح و درست قابل قبول و العمل ہی
فماذا بعد الحق الا الضلال اور کسی کج فہم کے یہ خیال مین نہ گذرے کہ صاحب در مختار و حضرت مجدد و خواجہ محمد
پارسا و ملا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے جو لکھا کہ عیسی علیہ السلام مذہب ابی حنیفہ رحمہ پر عمل کرینگے تو یہ بات
کیونکر ہوسکے کہ وہ نبی اور مجتہد ہین اور تقلید مجتہد کی مجتہد کو حرام ہی بالاجماع اسواسطے کہ معنی اون عبارتون کے
یہ نہین جو یہ شخص سمجھتا ہی بلکہ معنی یہ ہین کہ عیسی عم عمل کرینگے باین طور کہ ہوگا اجتہاد اونکا موافق مذہب
ابوحنیفہ رحمہ کے فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد المسکین محمد ضیاء الدین

محمد ضیاء الدین فقیر خواجہ

مسکین رسالہ ہذا را من اولہ الی آخرہ بنظر تعمق مطالعہ نمود موافق اہل سنت و جماعۃ یافت والحق کہ سالک
مسالک مذہب واحد بر صراط مستقیم است خصوصا بر مذہب حنفی کہ معتمد علیہ سواد اعظم است کہ اکثر از اہل اسلام
تبع ابی حنیفہ گذشتہ اند علیہم الرضوان و در اصول و فروع بر سائر مذاہب فوقیت دارد آیا نمی بینی کہ
امام اعظم رحمہ در اتباع سنت سنیہ علیہ الصلوۃ والسلام از ہمہ ائمہ مقدم است کہ احادیث مرسل و قول
صحابی را بواسطہ بزرگی صحبت خیر البشر علیہ الصلوۃ والسلام بر رائے خود مقدم دارد برخلاف دیگر آئمہ رحمہ

(۴۲) سیانۃ العوام عن السیئات الانام، مؤلفہ مولوی فرید الدین دہلوی شہید، مطبوعہ دہلی اُردو اخبار،
دہلی، ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء (ص ۲۲۶)

صح الجواب | الجواب صحیح | المجیب مصیب

مدرس مدرسہ مسجد فتحپوری دہلی — امام مسجد حوض — ابن کریم اللہ
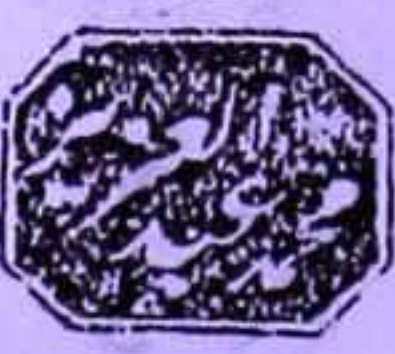
الجواب صحیح | المجیب مصیب

(۴۱) فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، مؤلفہ مولوی محمد منصور علی مراد آبادی، مطبوعہ مطبع دارالعلم والعمل، فرنگی محلی، لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ پر مولانا محمد عمر بن مفتی کریم اللہ اور دیگر علماء کے دستخط (ص ۲۲۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجلی منطق فصح به لسان الفصحی دو ولی مدرک ارتسم فی اذهان
الاذکیا حمد الله المتصدق بکبریائه وشکر منعم لا تتصور عدد الائه نحمده حمدا
لا یحد ولا یرسم ونشکره شکرا لا یقاس ولا یرتسم ونصلی علی من ارسله
حجة دبرنا وخلقه بدی ونبیا تاوضح سبیل العقل والتفکر واقام الحجة
علی اعوجاج الجهل والتحیر وعلی آله واصحابه المستقرین لسنته وآثاره
والمتشبثین بسنته وانواره وبعد فیقول الفقیر المسکین عبد الحکیم ابن
شمس الدین قدس الله سره الوالد الاعز لولد حدیقة السعادة ونور حدیقة
العبادة فواد الفواد لعند العزیز عبد الله الملقب باللبیب عند قراته
للشرح المنسوب الی الطود العظیم والقمقام الجسیم والحواشی اللمعه
المتعلقة علیه للسید السند والحبر الاجد ان الکتب ما نسخ لذهنی الکلیل
فی حل مشکلاتهما واحرر ما تقرر لدی فی کشف معضلاتهما بکلام
یلیق الاقتصاد مقتصرا علی ایراد ما یتعلق بحل الکتاب لما ان ما علق
علیهما الفضلاء مع استهارهم بها مقتصر بعضها مخرزوا فیه لوجود الطفرة
وبعضها غیرت فیه لعدم الطفرة وبعضها مملة للاطناب غیر متعلق
بالکتاب وبعضها مملة للاحتواء علی شکوک محیرة للطلاب فشرعت

مستعینا

الحاشیة ملا عبد الحکیم سیالکوتی علی میر قطبی ، مطبوعہ خلیل الرحمن داؤدی ، مرحوم ۱۳۹۷
کہ محشی برای فرزند خود عبد اللہ ملقب بہ لبیب تالیف کیا۔

تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان و ہند، اس میں تقریباً ۲۱۰ علماء ومشائخ کے تحقیقی احوال، ان کی تصانیف اور دعوت وعزیمت کی تاریخ میں ان کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں، ان کی کتابوں کا پہلی بار تعارف کروایا گیا ہے، تقریباً پانچ سو مخطوطات کے حوالے اور ان سے براہِ راست استفادہ کیا گیا ہے اور ہزاروں نادر الوجود مطبوعات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ علماء کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، مغربیہ، رفاعیہ اور نقشبندی صوفیہ کے تحقیقی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی نایاب تحریرات کے عکس بھی شامل کتاب ہیں۔

اس کتاب کے مولف پروفیسر محمد اقبال مجددی بیس تحقیقی کتابوں کے مولف و مرتب ہیں، جن میں سے مقامات مظہری، مقامات معصومی، حدیقۃ الاولیاء، لطائف المدینہ، حسنات الحرمین، احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی اور تذکرۂ خواجہ حسام الدین احمد کو علمی دنیا میں شہرت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات دنیا کے موقر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795
پروگریسو بکس